تاریخ شاہی
مؤلفہ
احمد یادگار
ترجمہ
سید نذیر نیازی
اردو سائنس بورڈ

''تاریخ شاہی''، جس کا دوسرا نام ''تاریخ سلاطین افاغنہ'' ہے، برصغیر پاک و ہند کے بنیادی تاریخی مصادر میں شمار کی جاتی ہے۔ اردو سائنس بورڈ (سابقہ مرکزی اردو بورڈ) نے اس سے قبل متعدد اہم تاریخی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا ہے۔ سبھی لوگوں نے ان تراجم کو بیحد پسند کیا اور اس مفید سلسلے کو جاری رکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ''تاریخ شاہی'' بھی بورڈ کے اسی سلسلۂ تراجم کا حصہ ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی پہلی بار شائع کیا جا رہا ہے۔

اس تاریخ میں بانی سلطنت مغلیہ ظہیر الدین بابر کے عہد حکومت کے آخری دو سالوں اور ہندوستان کے افغان بادشاہوں کے تفصیلی حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں بہلول لودھی، سکندر لودھی، ابراہیم لودھی، شیر شاہ سوری، اسلام شاہ سوری، عادل سوری، ابراہیم سوری اور سکندر شاہ سوری جیسے حکمران قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں ہمایوں اور اکبر کے ورود دہلی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

''تاریخ شاہی'' کا مصنف احمد یادگار ہے، جس کے متعلق صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ بنگال کے آخری بادشاہ داؤد بن سلیمان (۱۵۷۲—۱۵۷۶ء) کے دربار سے وابستہ تھا اور یہ کتاب بھی اسی بادشاہ کی فرمائش پر لکھی گئی۔

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۸۱

تاریخِ شاہی

مؤلّفہ

احمد یادگار

ترجمہ

سیّد نذیر نیازی

نظرِ ثانی

ڈاکٹر آفتاب اصغر

اُردو سائنس بورڈ، ۲۹۹- اپر مال، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر ۱۸۱

طبع اول : مارچ ۱۹۸۵ء
قیمت : ساٹھ روپے

ناشر
اشفاق احمد
ڈائرکٹر جنرل ، اردو سائنس بورڈ
۲۹۹ - اپر مال ، لاہور

مطبع
بخاری پرنٹنگ پریس ، پیسہ اخبار - لاہور

فہرست مضامین

دیباچہ

عام طور پر یہ کتاب "تاریخ سلاطین افاغنہ" کے نام سے مشہور ہے ، تاہم میری رائے میں اسے "تاریخ شاہی" کہنا چاہیے [1] ۔ یہ تاریخ نہایت اہم ہے اس لیے کہ اس میں بابر کے زمانۂ حکومت کے آخری دو سالوں اور ہندوستان[2] کے افغان بادشاہوں کے حالات تفصیلاً بیان کیے گئے ہیں ۔ اس میں بہلول لودھی ، (۸۵۵-۸۹۴ھ/۱۴۵۱-۱۴۸۸ء) ، سکندر بن بہلول (۸۹۴-۹۲۳ھ/۱۴۸۸-۱۵۱۷ء) ، ابراہیم بن سکندر لودھی (۹۲۳-۹۳۰ھ/۱۵۱۷-۱۵۲۶ء) ، شیر شاہ (۹۴۶-۹۵۲ھ/۱۵۳۹-۱۵۴۵ء) ، اسلام شاہ (۹۵۲-۹۶۰ھ/۱۵۴۵-۱۵۵۲ء) ، فیروز شاہ ، جس نے صرف دو مہینے حکومت کی (۹۶۰ھ/۱۵۵۲ء) ، عادل شاہ (۹۶۰-۹۶۱ھ/۱۵۵۳-۱۵۵۲ء) ، ابراہیم سوری (۹۶۱-۹۶۲ھ/۱۵۵۳-۱۵۵۴ء) اور سکندر شاہ (۹۶۲ھ/۱۵۵۴ء) کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ان کے علاوہ اس میں بابر (۹۳۲-۹۳۷ھ/۱۵۲۶-۱۵۳۰ء) ، ہمایوں (۹۳۷-۹۶۳ھ/۱۵۳۰-۱۵۵۶ء — ۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء) اور اکبر (۹۶۳-۱۰۱۴ھ/۱۵۵۶-۱۶۰۵ء) کے ورود دہلی کا بھی ذکر کیا گیا ہے ۔ اگرچہ خاندان مغلیہ[3] کے ان تین بادشاہوں کے حالات بیان کرنا مصنف کا بنیادی مقصد نہ تھا تاہم چونکہ خاندان افاغنہ کے بعض بادشاہوں کے حالات کے ضمن میں ان کا ذکر ناگزیر تھا ، اس لیے مصنف کے پاس ضمناً ان تینوں بادشاہوں کا ذکر کیے بغیر کوئی چارۂ کار نہ تھا ۔

---

۱ ۔ اس ناچیز کی رائے میں اس کتاب کو بوجوہ چند در چند "تاریخ سلاطین افاغنہ" کہنا بہتر ہے ... (آ ا)

۲ ۔ برصغیر ہند و پاکستان ... (آ ا)

۳ ۔ تیموریان برصغیر ... (آ ا)

اس کتاب کا مصنف احمد یادگار ہے جس کے بارے میں ، بجز اس کے کہ جو کچھ اس دیباچے میں مذکور ہے ، کچھ بھی معلوم نہیں - وہ بنگال کے آخری بادشاہ داؤد شاہ بن سلیمان (۹۸۰-۹۸۴ھ/۱۵۷۲-۱۵۷۶ء) کے دربار سے منسلک تھا - زیر نظر کتاب اس نے داؤد شاہ کے حکم ہی سے تصنیف کی - داؤد شاہ کی خواہش تھی کہ افغان بادشاہوں کی ایک تاریخ اسی نہج پر لکھی جائے جو منہاج الدین جوزجانی[1] اور ضیاء برنی[2]

---

۱ - ''تاریخ ناصری'' ایک عمومی تاریخ عالم ہے جو ازمنۂ قدیم سے لے کر ۶۵۸ھ/۱۲۵۹ء تک کے واقعات پر مشتمل ہے اور جس میں مخصوصاً ان شاہی خانوادوں کا ذکر ہے جنہوں نے غور ، غزنہ اور ہندوستان میں چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں عروج حاصل کیا. اس کے مصنف کا نام منہاج الدین بن سراج الدین جوزجانی ہے - وہ ۵۹۸ھ/۱۱۹۱ء میں پیدا ہوا اور سلطان غیاث الدین محمد بن سام کی بیٹی اور منہاج الدین کی والدہ کی رضاعی بہن شہزادی ماہ ملک کے حرم میں پروان چڑھا - ۶۲۴ھ(۱۲۲۷ء) میں ہندوستان آیا اور اُچ میں ، جو اس وقت سلطان ناصر الدین قباچہ کا دارالحکومت تھا ، قیام کیا - التتمش کے ہاتھوں قباچہ کی معزولی کے بعد وہ فاتح کے پیچھے پیچھے دہلی چلا گیا جہاں اس کے اور اس کے جانشینوں کے ماتحت وہ عدلیہ کے سب سے اونچے منصب پر فائز رہا - ایلیٹ نے ہندوستان میں اس کی زندگی کے حالات ''تاریخ ہند'' (جلد ۲ ، صفحہ ۲۶۰ اور ۲۶۱) میں بیان کیے ہیں - ''تاریخ ناصری'' التتمش کے بیٹے ناصر الدین محمود شاہ (۶۲۴-۶۴۴ھ/۱۲۴۶-۱۲۶۵ء) کے نام سے معنون کی گئی - اس کی تکمیل ماہ شوال (۶۵۸ھ/۱۲۶۰ء) میں ہوئی - اس تصنیف کا ایک حصہ ، جس کا تعلق ہندوستان کی تاریخ سے ہے اور فصول ۱۱ اور ۱۷ تا ۲۲ پر مشتمل ہے ، کپتان ناساؤلیس (Nassau Lees) نے ببلیوتھیکا انڈیکا (Bibliotheca Indica) ، کلکتہ ۱۸۶۴ء کے تحت مرتب کیا ہے - پوری تصنیف کا ایک انگریزی ترجمہ باستثنائے فصل اول تا ششم میجر ایچ - جی - راورٹی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

نے اختیار کی اور جنہوں نے اپنے اپنے فرمانرواؤں کی خواہش پر بالترتیب ''طبقات ناصری'' اور ''تاریخ فیروز شاہی'' تصنیف کی -

---

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

(H.G. Raverty) نے کیا ہے جو اسی سلسلۂ مطبوعات میں چھپا ہے - ایلیٹ (Elliot) کی ''تاریخ ہند'' (جلد ۲ ، صفحہ ۲۵۹-۳۸۳) میں بھی ''طبقات'' کے لفظ بلفظ اقتباسات بزبان انگریزی ملتے ہیں - نیز دیکھیے : اخبار الاخیار ، صفحہ ۹۷ ، حاجی خلیفہ ، جلد ۴ ، صفحہ ۱۵۳ ، اؤمر (Aumer) فہرست میونخ ، صفحہ ۹۷ ، ریو (Rieu) ، فہرست برٹش میوزیم ، جلد ۱ ، صفحہ ۷۲ ، ایتھے (Ethe) ، فہرست انڈیا آفس ، شمارہ ۱۴ ، ایتھے ، فہرست بوڈلین (Bodleian) ، شمارہ ۱۶ اور عبدالمقتدر ، فہرست بانکی پور ، جلد ۷ ، صفحہ ۵۰ -

۲ - ''تاریخ فیروز شاہی'' سلاطین دہلی کی تاریخ ہے - اس میں سلطان غیاث الدین بلبن (۶۶۲ھ/۱۲۶۳ء) کی تخت نشینی سے لے کر فیروز شاہ (۷۵۸ھ/۱۳۵۶ء) کی حکومت کے چھٹے سال تک کے حالات شامل ہیں - اس کا مصنف ضیاء الدین برنی ، جو کہ مشہور صوفی بزرگ خواجہ نظام الدین اولیاء (م ۷۲۵ھ/۱۳۲۴ء) کا منظور نظر تھا ، ۶۸۳ھ/۱۲۵۸ء میں پیدا ہوا - علماء و فضلاء سے اکثر اس کی صحبت رہتی تھی اور اس کے امیر خسرو اور میر حسن دہلوی سے بھی بڑے قریبی اور دوستانہ تعلقات تھے - اس کا انتقال غالباً (۷۵۸ھ/۱۳۵۷ء) میں یا اس کے کچھ عرصہ بعد ہوا اور اس کو اپنے روحانی مرشد کے مزار میں سپرد خاک کیا گیا - دیکھیے : اخبار الاخیار ۱۷۷ ، ایلیٹ ، تاریخ ہند (جلد ۳ ، صفحہ ۹۳ اور جلد ۴ ، صفحہ ۴۸۴) ، ریو (Rieu) : فہرست برٹش میوزیم (جلد ۳ صفحہ ۹۱۹) ، ایتھے : فہرست انڈیا آفس ، شمارہ ۲۱۱ ، ایتھے فہرست بوڈلین : شمارہ ۱۷۲ تا ۱۷۴ اور عبد المقتدر : فہرست بانکی پور جلد ۷ ، صفحہ ۲۶ -

اس کے بر عکس ایلیٹ (جلد ۵ ، صفحہ ۱) کہتا ہے کہ "مصنف نے بر سبیل تذکرہ لکھا ہے کہ جب گجرات کی مہم میں میرزا عسکری ہمایوں کے ہراول دستے کا سردار تھا ، اس کا باپ میرزا عسکری کا وزیر تھا"۔

ایلیٹ کا یہ بیان بلوخ من (Blochmann) سے ماخوذ ہے۔

بیورج (Beveridge) کا بھی جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (سلسلہ جدید ، جلد ۱۲ ، ۱۹۱۶ء ، صفحہ ۲۸۷) میں یہی کہنا ہے کہ "اس کا باپ ہمایوں کے بھائی میرزا عسکری کی ملازمت میں تھا"۔ بیورج کا یہ قول اس جملے پر مبنی ہے :

"این ضعیف از پدر خود کہ در آن زمان وزیر میرزا عسکری بودہ شنید کہ در نیم روز کہ ہوا در غایت حرارت بودہ گجراتیان از احمد آباد بسرعت رسیدند"۔

یہ بات فارسی متن کے صفحہ ۱۴۳ پر مرقوم ہے۔ در حقیقت مصنف نے عہد ہمایوں کی مکمل تاریخ لفظ بہ لفظ "طبقات اکبری" سے نقل کر لی ہے جس میں یہ جملہ ، جس کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ، در آیا ہے۔ (دیکھیں جلد ۲ ، صفحہ ۳۷) ۔ گویا متذکرہ بالا جملہ کی بنا پر بلوخ من ، ایلیٹ اور بیورج ، سب کو ، یہ غلط فہمی ہوئی کہ زیر نظر کتاب کا مصنف میرزا عسکری کے وزیر کا بیٹا تھا ۔ لٰہذا یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ یہ جملہ مصنف کا اپنا نہیں ہے بلکہ "طبقات اکبری" سے لفظ بہ لفظ نقل کیا گیا ہے ۔ جیسا کہ اوپر بیان کر دیا گیا ہے ۔

بالفاظ دیگر احمد یادگار مصنف تاریخ شاہی نہیں بلکہ نظام الدین ہروی مصنف طبقات اکبری میرزا عسکری کے وزیر کا بیٹا تھا ۔

مصنف اپنے دو ماخذ "تاریخ نظامی" اور "معدن اخبار" سے استناد کرتا ہے ۔ "تاریخ نظامی" دراصل "طبقات اکبری" تصنیف

نظام الدین احمد بن مقیم الہروی کا دوسرا نام ہے[1]۔ جیسا کہ اس نے دیباچے میں خود ہی لکھا ہے کہ اس کا سلسلۂ نسب ہرات کے مشہور صوفی خواجہ عبداللہ انصاری (م ۴۸۱ھ/۱۰۸۸ء) سے جا ملتا ہے۔ اس کا باپ خواجہ مقیم ہروی بالترتیب شہنشاہ بابر کا دیوان بیوتات تھا اور میرزا عسکری، صوبے دار گجرات، کا وزیر بھی رہ چکا تھا۔ اکبر کے ماتحت اسے ایک اعلیٰ فوجی منصب حاصل تھا۔ اس کا انتقال اکبر کے اڑتالیسویں سال جلوس میں بعمر ۴۵ سال بمطابق ۱۰۰۳ھ/۱۵۹۴ء میں ہوا۔ اس تصنیف نے تین ناموں سے شہرت پائی؛ (۱) طبقات اکبر شاہی

۱۔ ریو، فہرست مخطوطات فارسی (ج ۱، صفحہ ۲۲۰) میں لکھتا ہے:
''یہ (طبقات اکبری) ہندوستان کی عمومی تاریخوں میں سب سے زیادہ قدیم اور اس موضوع پر متأخر تصنیفات کی اساس ہے''
''طبقات اکبری'' ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی ببلیو تھیکا انڈیکا سیریز کے تحت تین جلدوں میں چھپی۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ مسٹر بی۔ ڈے (B. De) نے کیا۔ اس ترجمے کی پہلی اور دوسری جلد اسی سلسلے میں شائع ہو چکی ہے اور تیسری جلد چھپ رہی ہے۔ اس تصنیف اور مصنف کے بارے میں مزید معلومات کے لیے دیکھیے: بدایونی، منتخب التواریخ (جلد ۲، صفحہ ۳۹۶)، ایلیٹ کتابیاتی اشاریہ (جلد ۱، صفحہ ۱۸۰-۱۸۳)، ایلیٹ: تاریخ ہند جلد ۵، صفحہ ۱۷۷-۴۷۶ (جس میں اس کے ایک اچھے خاصے حصہ کا انگریزی ترجمہ بھی موجود ہے)؛ فہرست مورلے: صفحہ ۵۸ (جہاں اس کے مندرجات کا تفصیلی بیان ملے گا)۔ کرٹیکل ایسے (Critical Essay) صفحہ ۳۸، اؤمر (Aumer)، فہرست میونخ: صفحہ ۸۳؛ فہرست کوہن ہیگن: صفحہ ۲، ریو، فہرست برٹش میوزیم: مخطوطات فارسی جلد ۱، صفحہ ۲۲۰۔ ایتھے: فہرست انڈیا آفس لائبریری: شمارہ ۲۲۵-۲۳۲، ایتھے: فہرست بوڈلین لائبریری، شمارہ ۱۸۳-۱۹۱۔ عبدالمقتدر، فہرست بانکی پور: جلد ۷، صفحہ ۱ اور ناساؤلیس، جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی۔ سلسلۂ جدید: جلد ۳، ۱۸۶۸ء۔ صفحہ ۳۵۱

(۲) طبقات اکبری اور (۳) تاریخ نظامی - "معدن الاخبار" سے مصنف کا اشارہ غالباً "معدن اخباری احمدی"[1] کی طرف ہے جسے احمد بن جبیل بن جال کم گو نے تصنیف کیا اور جو عام طور پر کنبو کے نام سے معروف تھا - یہ دنیا کی ایک عام تاریخ ہے اور جہانگیر کے عہد حکومت میں ۱۰۲۳ھ/۱۶۱۴ء کے لگ بھگ لکھی گئی - اسے بعض اوقات "معدن اخبار جہانگیری" بھی کہا جاتا ہے -

زیر نظر تصنیف میں مصنف نے سنین (تواریخ) کا کچھ زیادہ لحاظ نہیں رکھا - وہ ہر افغان بادشاہ کے دور حکومت کے آخر میں خیالی اور بعض اوقات بے سر و پا کہانیاں بیان کرنے لگتا ہے تاکہ ان کے عہد حکومت کی خشک اور بے روح واقعات پر مشتمل تاریخ میں کچھ جان پیدا ہو جائے - کئی ایک مقامات پر وہ اردو الفاظ بھی استعمال کرتا ہے -

مسٹر بیورج نے جرنل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال (سلسلۂ جدید ، جلد ۱۲ ، ۱۹۱۶ء ، صفحہ ۲۸۹) میں لکھا ہے کہ "غالباً اس کتاب کا اہم ترین حصہ وہ ہے جس میں بابر کی حکومت کے آخری دو سالوں کا حال بیان کیا گیا ہے - یوں یہ تاریخ "توزک بابری" ، "فرشتہ"[2] اور "ابو الفضل"[3] ، کے ضمیمہ کا کام دیتی ہے"

جیسا کہ پروفیسر ڈاؤسن (Dowson) نے بھی صفحہ ۴۲ کے ایک حاشیے میں لکھا ہے :

"منداہروں کے خلاف اس کی مہم کا اور کہیں ذکر نہیں ملتا - اگر احمد یادگار کی یہ تصنیف نہ ہوتی تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ بابر اپنی تخت نشینی کے تیسرے سال یعنی ۹۲۵ھ میں لاہور آیا - یا یہ کہ وہ

---

۱ - دیگر مشخصات کے لیے دیکھیے ریو ، فہرست برٹش میوزیم : جلد ۳ ، صفحہ ۸۸۸ اور ایتھے فہرست انڈیا آفس لائبریری : شمارہ ۱۲۱

۲ - گلشن ابراہیمی معروف بہ تاریخ فرشتہ تالیف محمد قاسم فرشتہ ... (آ ا)

۳ - اکبر نامہ ابوالفضل ... (آ ا)

سرہند میں راجہ گھلوار سے ملا اور کیتھل ضلع کرنال کے منداہروں کے خلاف ایک تادیبی مہم بھیجی"

جہاں تک افغان بادشاہوں کا تعلق ہے اس کتاب میں بھی ایسے بیانات ملتے ہیں جن کا دوسرے ماخذ میں کہیں ذکر نہیں آیا - مثلاً یہ کہ شیر شاہ نے کالنجر پر کیوں حملہ کیا اور اسلام شاہ کے بیٹے فیروز شاہ کی مدت حکومت دو مہینے تھی وغیرہ وغیرہ ۔ حالانکہ جتنے بھی مغل مؤرخ گزرے ہیں سب نے بالاتفاق یہی لکھا ہے کہ فیروز شاہ نے صرف تین دن حکومت کی لیکن اس کتاب نے اس کی مدت کو زیادہ طویل ٹھہرایا ہے اور میرا خیال ہے کہ مصنف کا یہ بیان صحیح ہے - چنانچہ کرنل ولزلی ہیگ (Col. Wolseley Haig) نے بھی کیمبرج ہسٹری آف انڈیا (ج ۴ ، ص ۶۴) میں فیروز شاہ کے قتل کا واقعہ ایسے ہی بیان کیا ہے جیسے اس کتاب میں مرقوم ہے ۔مغربی فضلاء مثلاً ولسنٹ اے سمتھ (Vincent A. Smith) (اکبر - مغل اعظم ، ص ۳۹) اور فان نوئر (Von Noer) (قیصر اکبر - ج ۱ ، ص ۱۱۶) بھی اکبر کے ہاتھوں ہیمو کے قتل کا واقعہ اس کے حوالے سے بیان کرتے ہیں - گو اول الذکر کا کہنا ہے کہ ہیمو کو اکبر نے قتل کیا لیکن مؤخرالذکر کے نزدیک اسے بیرم خان نے قتل کرایا - تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے : میرا حاشیہ (شمارہ ۱ ، ص ۳۶۴)

کلکتہ میں اس تصنیف کے دو نسخے ہیں - ایک رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال میں زیر شمارہ ۱۱۴ ہے جس کا سوسائٹی کی فہرست مخطوطات فارسی میں بعنوان ''تاریخ سلاطین لودھی و سوری'' ذکر کیا گیا ہے اور دوسرا بوھر لائبریری میں ہے جو امپیریل لائبریری کلکتہ کا ایک حصہ ہے اور جس کا نمبر ۶۲ اور عنوان ہے ''تاریخ سلاطین افاغنہ'' ایلیٹ کی تاریخ ہند (ج ۵ ، ص ۱) میں بھی یہی عنوان دیا گیا ہے - کلکتہ کے یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے خاصے ملتے جلتے ہیں اور عملاً ایک دوسرے کی نقل ہیں کیونکہ ان کے متن میں شاید ہی کہیں کوئی اختلاف ہو - دونوں ایک ہی مقام پر اور دفعۃً ختم ہو جاتے ہیں - برٹش میوزیم میں اس کتاب کے صرف ۱۶ ورق موجود ہیں جو ہمایوں کی تخت نشینی سے لے کر ۹۴۹ھ میں اس کی بابا حاجی میں آمد تک کے حالات پر مشتمل

ہیں (دیکھیے : فارسی متن ص ۱۷۱)۔ ریو کی فہرست فارسی ج ۳ ص ۹۲۲ میں بھی اس کتاب کا ذکر موجود ہے ، جہاں یہ بھی لکھا ہے : ''سر ایچ - ایلیٹ نے اسے تاریخ داؤدی سے ، جس کا اس نے عام طور پر بھرپور تتبع کیا ہے ، مؤخر ٹھہرایا ہے''۔ ''تاریخ داؤدی'' بھی لودھی اور سوری خانوادوں کی تاریخ ہے جس میں بہلول لودھی کے عہد سے لے کر داؤد شاہ کی وفات (۹۸۴ھ/۱۵۷۶ء) تک کے حالات قلمبند کیے گئے ہیں۔ عبداللہ نے اس تاریخ کو جہانگیر کے دور حکومت (۱۰۱۴ھ—۱۰۳۷ھ/۱۶۰۵-۱۶۲۷ء) میں تحریر کیا[1]۔

میجر ڈبلیو ناساؤ لیس (W. Nassau Leis) نے جرنل آف دی رائل ایشیاٹک سوسائٹی ، سلسلۂ جدید ، ج ۳ (۱۸۶۸ء) ص ۴۴۷ اور ۴۴۸ پر زیر نظر کتاب کے دیباچے اور ''تاریخ داؤدی'' سے اقتباسات درج کیے ہیں۔ یہ تاریخیں لودھی اور سوری خاندانوں کے عہد حکومت پر دو الگ الگ مستقل تصانیف ہیں مگر عملاً ایک ہی زمانے سے متعلق ہیں۔ البتہ میجر لیس نے زیر نظر تصنیف کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ چنانچہ ۱۸۶۸ء میں اسی نے ببلیوتھیکا انڈیکا میں اشاعت کے لیے اس کا انتخاب کیا۔ وہ کہتا ہے (دیکھیں ص ۴۴۷) :

''اگلی تصنیف یعنی ''تاریخ افاغنہ'' میں ، جسے میں نے منتخب کیا اور جس کی اس سلسلے میں اشاعت کی سفارش کی ہے ، جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے معلوم ہو جائے گا ، کہا گیا ہے کہ ''طبقات ناصری'' اور ''تاریخ فیروز شاہی'' کے بعد چونکہ کوئی قابل قدر تاریخ نہیں لکھی گئی اس لیے یہ تاریخ مرتب کی گئی۔ اس کے مصنف کا نام احمد یادگار ہے''۔

سجان رائے بھی اپنی کتاب ''خلاصۃ التواریخ'' میں ، جو ۱۱۰۷ھ (۱۶۹۵ء) میں تالیف ہوئی اور جسے ۱۹۱۸ء میں دہلی میں چھاپا گیا[1] ص ۷ پر ''تاریخ افاغنہ'' نامی ایک کتاب کا ذکر ملتا ہے جسے حسین خان افغان

---

۱ - اس کے بارے میں مفصل معلومات کے لیے دیکھیے : ایلیٹ ، تاریخ ہند ، ج ۴ ، ص ۴۳۴ ، ریو : فہرست ج ۱ ص ۲۴۳ اور فہرست بانکی پور : ج ۷ ، ص ۳۴ - دیکھیں : صفحہ ۴۴۷ -

نے لکھا اور جس میں سلطان بہلول لودھی، اس کے جانشینوں، شیر شاہ سوری اور اس کے جانشینوں کا حال بیان کیا گیا ہے - مگر یہ ایک مختلف مصنف کی بالکل مختلف تصنیف ہے - باوجودیکہ ہر دو تصانیف کے نام اور موضوع قریب قریب ایک جیسے ہیں -

یہ کتاب ابھی پریس میں تھی اور اس کے ۴۸ صفحے چھپے تھے کہ سینٹ اسٹیفن کالج دہلی کے پروفیسر شمس العلماء عبدالرحمان خان سے اطلاع ملی کہ لاہور یونیورسٹی[1] کے پروفیسر، حافظ محمد محمود شیرانی، کے پاس ''تاریخ سلاطین افاغنہ'' کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے - میں نے یہ اطلاع ملتے ہی شمس العلماء سے اسے مستعار لینے کی درخواست کی اور پروفیسر شیرانی نے بھی بکمال مہربانی اپنا قلمی نسخہ میری تحویل میں دے دیا - جانچ پڑتال سے معلوم ہوا کہ یہ نسخہ کتاب مذکور کی نہایت عمدہ اور قابل اعتماد نقل ہے اور یہ ناگہانی طور پر ختم بھی نہیں ہوتا جیسا کہ کلکتہ والے ہر دو نسخے ختم ہو جاتے ہیں - چنانچہ میں نے ان ۴۸ صفحوں کا، جو چھپ چکے تھے، اس نئے نسخہ کے ساتھ مقابلہ ہی نہیں کیا بلکہ اختلافی عبارات کو بھی جداگانہ طور پر درج کر دیا ہے - البتہ صفحہ ۴۹ کے بعد میں نے اپنے متن کے لیے تینوں نسخوں کو بنیاد قرار دیا ہے - سوسائٹی کا نسخہ الف، بوہر لائبریری کا نسخہ ب اور لاہور کا نسخہ ج ہے -

لاہوری نسخے کے ترقیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کا عنوان ''تاریخ شاہی'' ہے، نہ کہ ''تاریخ افاغنہ'' یا ''تاریخ سلاطین لودھی و سوری'' - ایلیٹ اور اس کے پیشرو فارسی مخطوطات کے فہرست نگاروں کو جو نسخے ملے وہ ناقص تھے لہذا انھوں نے نفس مضمون کی مناسبت سے اس کتاب کا ایک نام وضع کر لیا - نسخہ لاہور میں ''واللہ اعلم بالصواب'' کے بعد جو منظوم ترقیمہ درج ہے، وہ میرے خیال میں کاتب نے لکھا ہے، نہ کہ مصنف نے - میری رائے میں کتاب کا خاتمہ اس عربی جملے ہی پر ہو جاتا ہے جو اس سے پہلے آیا ہے اور یہ نسخہ کسی ایسے

---

۱ - پنجاب یونیورسٹی لاہور... (آ)

کاتب نے نقل کیا ہے جو فارسی کا اچھا خاصا عالم اور شاعر تھا ۔ خاتمے پر اس نے نقل نویسی کی تاریخ ۱۰۵۴ھ/۱۶۴۴ء دی ہے ۔

میں جامعۂ لاہور کے نامور مستشرق پروفیسر حافظ محمود شیرانی کا تہ دل سے ممنون ہوں کہ جنھوں نے بکمال مہربانی اپنا گراں قدر نسخہ سوسائٹی کو بطور مستعار عنایت فرمایا ۔ یہ نسخہ نہ ہوتا تو اس کتاب کی تصحیح کامیابی سے نہ ہو سکتی ۔ میری رائے میں اگر اس کتاب کا ایک تیسرا اور صحیح نسخہ نہ ملتا تو نہ ہی اس کتاب کی بطریق احسن تصحیح ممکن تھی اور نہ ہی میجر لیس کی سفارش کو خاطر خواہ طریق سے عملی جامہ پہنانے کی کوئی صورت تھی۔ امید ہے کہ تاریخ ہند کے طالب علموں کے لیے یہ کتاب کسی حد تک مفید ثابت ہو گی ۔

آخر میں میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے جنرل سیکریٹری ، مسٹر یوہان فان مانن (Johan Van Manen) کے تعاون و ہمکاری کا تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں ۔

ایم ۔ ھدایت حسین

رائل ایشیاٹک سوسائٹی ، بنگال

کلکتہ ۔ اپریل ۱۹۳۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر و سپاس کی حق دار وہ ذات واجب الوجود ہے جس کی تعریف جمال وصف بدالت سے مبرّا اور تحسین جلال تعیین نہالت سے معرّا ہے۔

خدایا توئی خالق انس و جان
بحکم تو شد ملک و دین توأمان

بر افراخت اعلام اقبال و جاہ
یکی شد پیمبر یکی پادشاہ

تو بخشی ہدایت بہ دین پروری
دہی تاج شاہی بہر سروری[1]

وہ خداوند جس نے اپنے بندوں کو، خیر و شر اور جو بھی گزرے ہوؤں کی زندگی میں نیکی اور بدی تھی، سے آگاہ کیا تا کہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں، جہان فانی کی ہر اچھائی اور برائی کو، جو ہو چکی اور ہو رہی ہے، دیکھ کر ہوش میں آئیں اور گزرے ہوئے لوگوں کے اوامر و نواہی[2] کو پیش نظر رکھ کر عقل کا دامن تھامیں۔

۱۔ اے خدا تو ہی انس و جان کا خالق ہے۔ تیرے ہی حکم سے ملک و دین ایک ہوئے، اقبالمندی و جاہ پسندی کے پرچم بلند ہوئے اور کوئی پیغمبر بن گیا اور کوئی بادشاہ۔ تو ہی دین پرور بادشاہوں کو ہدایت دیتا ہے اور تو ہی سروروں کو تاج شاہی بخشتا ہے۔ (آ آ)
۲۔ دیکھیے اختلاف قرأت... مترجم

درود نامحدود اس عاقبت محمود یعنی سید مختار و شہسوار میدان رسالت صلی اللہ علیہ و آلہ اجمعین پر جس کی ذات روز محشر کی شفیع ہے اور تحیت بے نہایت اس امام یعنی صاحب ذوالفقار و فارس میدان ولایت و امامت پر کہ ساقی حوض کوثر ہے۔

اما بعد، بندۂ گناہگار اور رحمت آفریدگار کا امیدوار، احمد یادگار، یوں رقمطراز ہے:

ایک روز بادشاہ عالم پناہ، ابوالمظفر داؤد شاہ[۱] کی مبارک بارگاہ میں تاریخ حمزۂ آصف خانی[۲] موضوع بحث تھی اور اس کے بارہ میں حاضرین مجلس اظہار خیال کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں عالی جاہ نے اس کتاب کے مؤلف سے فرمایا:

"منہاج الدین جرجانی[۳] نے ایک تاریخ، سلطان ناصرالدین ولد سلطان شمس الدین التتمش کے نام پر، از عہد آدم تا عہد سلطان مذکور، لکھی اور حق تو یہ ہے کہ اس میں موتی پروئے[۴]۔ پھر ضیاء برنی نے، سلطان غیاث الدین بلبن سے لے کر سلطان فیروز شاہ کے زمانے تک، "تاریخ فیروز شاہی" تصنیف کی جس میں آٹھ بادشاہوں کے حالات بیان کیے[۲] لیکن کوئی مؤرخ، امانت خان کے بعد، تخت دہلی پر متمکن ہونے والے سلاطین افاغنہ کے حالات صفحۂ قرطاس پر نہیں لایا۔ کیا ہی اچھا ہو اگر تو سلطنت افاغنہ کے کچھ واقعات قلمبند کر دے[۵]۔"

چونکہ احقر اس درگاہ عظیم الشان کا دیرینہ خادم اور اس آستان ملائک پاسبان کا پرانا نوکر ہے، اس لیے امر عالی کی تعمیل کے سوا کوئی چارۂ کار نہ پاتے ہوئے چھ بادشاہوں کے واقعات پیش کر رہا ہے تا کہ جملہ

---

۱ - داؤد شاہ بن سلیمان، بنگال کا آخری بادشاہ، زمانہ ۱۵۷۲ء تا ۱۵۷۶ء - دیکھیے: دیباچہ از مرتب

۲ - تاریخ حمزۂ اصفہانی ؟۹۰۰ (آ ۱)

۳ - جوزجانی ؟۹۰۰ (آ ۱)

۴ - یعنی "طبقات ناصری" - دیکھیے: دیباچہ از مرتب... مترجم

۵ - دیکھیے: دیباچہ از مرتب... مترجم

حالات ، جس نظام و ترتیب سے رونما ہوئے ، ان کو باہتمام وکمال معرض بیان میں لانے اور اپنے پیچھے اسلاف کی ایک یادگار چھوڑ جانے ۔ التوفیق من اللہ الودود ۔

چونکہ اس طبقے میں آغاز ریاست[1] سلطان بہلول لودھی سے ہوتا ہے اس لیے آغاز کلام آن جناب کے ذکر سے کیا جاتا ہے ۔

---

۱ - یعنی بادشاہت یا سلطنت ـــ مترجم

بہلول لودھی[1]

راویان اخبار اور خبر گزاران اعصار نے ، جو بحر معانی کے غواص ہیں، گوہر آب دار رشتۂ بیان میں یوں پروتے ہیں کہ بہلول لودھی سلطان شاہ لودھی[2] کا ، جسے خضر خان کے زمانے میں اسلام خان کا خطاب حاصل تھا ، برادر زادہ تھا ۔ وہ ، ایک ایسا قابل نوجوان تھا جو تہور و شجاعت میں تمام دلاوران زمانہ سے بازی لے گیا تھا ، اپنے چچا کی جاگیر سہرند[3] میں حکومت کرتا تھا ۔ بزرگی اور عظمت کے علائم و آثار اس کی شخصیت سے نمایاں و آشکار تھے ۔

کہتے ہیں ایک روز جب اسلام خان نماز پڑھ رہا تھا ، بہلول خان ، جس کی عمر اس وقت سات برس کی تھی ، بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا ۔ اچانک گیند اسلام خان کے مصلے پر جا گری ۔ تمام بچے سہم سے گئے ۔ بہلول خان نے آگے بڑھ کر گیند اٹھا لی ۔ اسلام خان کی بیوی نے اسے سرزنش کی کہ بلو[4] کھیل کود اور تکر بازی[5] کی جگہ اور ہوتی ہے ۔ اس پر اسلام خان نے اپنی اہلیہ محترمہ سے کہا کہ آئندہ بہلول خان کو سرزنش نہ کرنا ۔ میں اس کی پیشانی پر وہ چیز دیکھ رہا ہوں جس کی بدولت ایک نہ ایک دن وہ مرتبۂ بلند اور مقام ارجمند پر فائز ہوگا ۔ یہ بچہ تو ایک چراغ ہے جو خاندان بھر میں اُجالا کرے گا ۔

---

۱ ۔ فارسی میں لودی ۔ پشتو میں لودی کے معنی ہیں بڑا آدمی ۔۔ مترجم

۲ ۔ جس نے کپورتھلہ کے قریب سلطان پور آباد کیا ۔۔ مترجم

۳ ۔ بعد میں سرہند ۔۔۔ مترجم

۴ ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۱۷) میں مرقوم ہے کہ ملک بہلول خان کو اس وقت ملو کہتے تھے ۔ بلو کے معنی ہیں تیز چلنے والا ، تیز دوڑنے والا ۔۔۔ مترجم

۵ ۔ چپے بازی ، پہیے چلانا ۔۔۔ مترجم ۔ چکر بازی ؟ دھکم پیل ؟ (۱۱)

الغرض بہلول خان نے حکومت سہرلند کے دوران کافی ساز و سامان بہم پہنچا لیا۔ ایک روز کسی کام سے سامانہ جا رہا تھا۔ قطب خان اور فیروز خان، جن سے اس کا قریبی تعلق تھا، ساتھ تھے۔ سامانہ کے نواح میں ایسے ایک مجذوب بیٹھا ملا جس کا نام فتا[1] تھا اور جو اس جہان کی باتوں کی خوب سوجھ بوجھ رکھتا تھا۔ بہلول خان جھٹ سے اس کی خدمت میں پہنچا اور آداب بجا لایا۔ اس درویش نے فرمایا:

"تم میں کوئی ہے جو دہلی کی بادشاہت مجھ سے دو ہزار ٹنکے[2] میں خرید لے"۔

بہلول خان نے، جس کے پاس ایک ہزار تین سو ٹنکے تھے، اس درویش کی خدمت میں پیش کر دیے۔ اس نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا: "دہلی کی سلطنت مبارک ہو"۔

اور پھر دعا دے کر انھیں رخصت کر دیا۔ ان دو جوانوں نے، جو بہلول خان کے ہمراہ تھے، اس سے کہا: "ایک ایسے بھکاری کو، جو ایک ایک ٹنکے کے لیے گلی کوچوں میں مارا مارا پھرتا ہے، اتنی دولت یونہی دے دینا چہ معنی دارد؟" پھر وہ اس کا تمسخر اڑانے اور ٹھٹھے لگانے لگے۔ بہلول خان نے کہا: "تم اس معاملے میں لعن طعن نہ کرو کیونکہ دو صورتوں کے سوا کوئی تیسری صورت ممکن نہیں۔ اگر اس کا کہنا پورا ہوتا ہے تو میں نے مفت کا سودا کیا اور اگر نہیں تو درویش کی خدمت سے ثواب آخرت تو ملے گا"۔

۱۔ "مخزن افغانی" (صفحہ ۵۳) میں مرقوم ہے کہ ملک بہلول جن دنوں اپنے چچا اسلام خان کی ملازمت میں تھا، بعض ضروری سہموں کے سلسلے میں، ایک مرتبہ سامانہ پہنچا۔ اس کے دوستوں اور خاصوں میں سے دو آدمی اس کے ساتھ تھے۔ بہلول خان نے سنا کہ یہاں سید ابن نام کے ایک بزرگ ہیں لیکن ایک خطی نسخے میں آبن اور دوسرے میں اِبن لکھا گیا ہے۔ "تاریخ فرشتہ" (جلد اول، صفحہ ۳۱۷) میں ہے "سیدا نام کے ایک درویش کی خدمت میں" "مرآت آفتاب نما" میں یہ نام "شیدا" مذکور ہے۔

۲۔ طلائی یا نقرئی یا تانبے کا سکہ جو اس زمانے میں رائج تھا۔ اشرفی کے معنوں میں بھی آتا ہے...مترجم۔ ٹکہ (آ آ)

غرضیکہ دو سال سہرند میں رہ کر وہ صاحب جاہ و حشمت ہو گیا ۔ اس دوران میں اسلام خان نے وفات پائی تو سہرند میں ، اس کا جتنا بھی لشکر ، خزانہ اور ہاتھی تھے ، بہلول خان نے اپنے قبضے میں لے لیے ۔ اس پر اسلام خان کے بیٹے فتح خان نے سلطان محمد[1] سے شکایت کی ۔

بادشاہ نے حاجی حسام خان کو ، جو اس کا نائب تھا ، بے انتہا توجہ[2] دے کر یہ خدمت اس کے سپرد کی کہ بہلول خان کو سمجھائے کہ نوکر چاکر ، ہاتھی اور خزانہ اسلام خان کے بیٹے کے حوالے کر دے اور اگر وہ اس کی بجائے کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے تو اسے سزا دے ۔ حاجی مذکور ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ بہلول خان کی طرف بڑھا ۔ بہلول خان نے یہ خبر سنی تو ، ان افغانوں کے ساتھ جو اس کی وفا داری میں کمربستہ اور دل سے اس کے خدمت گار تھے ، پانچ سو کا لشکر جرار[3] لے کر عازم جنگ ہوا ۔ سادھوڑا[4] اور خضرآباد کے درمیان طرفین میں مقابلہ اور مقاتلہ ہوا ۔ گھمسان کا رن پڑا ۔ آخر کار حسام خان مارا گیا اور اس کے لشکر کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا ۔ بہلول خان حاجی مذکور کے ہاتھی ، گھوڑے اور خدم و حشم پر قبضہ کرنے کے بعد مظفر و منصور سہرند واپس آ گیا ۔

---

۱ ۔ والیِ جون پور... مترجم ۔ سید محمد شاہ... (آ ا)

۲ ۔ اصل نسخے میں ہے "بلا اشتباہ" اور مخزن افغانی" (صفحہ ۴۴) میں ہے "ایک لشکر بسیار کے ساتھ ملک بہلول کی طرف"

۳ ۔ نسخہ الف میں ہے "پانچ سو سواروں کے ساتھ"

۴ ۔ "مخزن افغانی" (صفحہ ۴۴) میں ہے "موضع کرہ میں ، جو پرگنہ خضر آباد سادھورہ کی عملداری میں ہے ، ایک زبردست لڑائی ہوئی ۔ حسام خان شکست کھا کر دہلی بھاگ گیا" ۔ "طبقات اکبری" (جلد اول ، صفحہ ۱۹۵) سے معلوم ہوتا ہے کہ حسام خان نے شکست کھائی اور دہلی پہنچا ۔ یہی مضمون "مآثر رحیمی" (جلد اول ، صفحہ ۴۳۴) میں یوں مرقوم ہے "حسام خان کے مارے جانے کے بعد" جو صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ واللہ اعلم

۵ ۔ متن میں "شاہ دھورہ"... مترجم

اس دوران میں سلطان محمد بھی فوت گیا اور اس کا بیٹا علاءالدین[1] تخت نشین ہوا ۔ یہ علاءالدین بد قسمت انسان تھا ، دیکھنے میں خوبرو مگر عادت مزاج کے اعتبار سے بدخو ۔ چونکہ اس میں بادشاہت کے امور چلانے کی اہلیت نہیں تھی اس لیے صوبوں کے بہت سے امرا اپنی اپنی جگہ پر بادشاہ بن بیٹھے ۔ لودھیوں نے بھی مختلف حیلوں بہانوں سے کام لے کر لاہور سے پانی پت[2] تک کا علاقہ اپنے تصرف میں لے لیا۔ احمد خان میواتی نے مہرولی سے لاڈو سرائے تک[3] ، جو دہلی کے قریب واقع ہے ، قبضہ جمایا ۔ سلطان علاءالدین کی بادشاہت صرف دہلی اور اس کے گرد و نواح کے صرف دو تین پرگنوں تک محدود ہو کر رہ گئی تھی ۔ چنانچہ ان دنوں لوگ کہا کرتے تھے : ''سلطنت'' شاہ عالم از دہلی تا پالم'' ۔[5]

انھی ایام میں بہلول خان نے ایک عرضداشت بھیجی کہ اگر سلطان ، یمین خان کو وزارت سے برطرف کرکے قتل کر دے اور منصب وزارت حمید خان کو عطا کر دے تو میں حاضر خدمت ہو کر نہ صرف یہ کہ اطاعت قبول کر لوں گا بلکہ گرد و پیش کے چالیس پرگنے فتح کر کے داخل خالصہ کردوں گا[6] ۔ علاءالدین چونکہ بادشاہت کے معاملے میں ناتجربہ کار تھا اس نے یمین خان کو ، جو کہ اس کا پشت پناہ تھا ،

---

۱ - والیٔ جون پور ۔ مترجم ۔ دہلی کا آخری سیّد بادشاہ...(آ ا)

۲ - متن میں پانی پتہ...مترجم

۳ - نسخہ الف اور ب میں ہے ''میواتی سارے میوات مالاوہ سرائے پر'' لیکن ''طبقات اکبری'' (جلد اول ، صفحہ ۲۹۶) اور ''تاریخ فرشتہ'' (جلد اول ، صفحہ ۳۱۴) میں یہ عبارت درست کر دی گئی ہے ۔ ''طبقات'' میں ''مہروقی'' ، ''فرشتہ'' میں ''مہرولی'' اور تاریخ ڈورن (DORN) میں ، جو انگریزی زبان میں لکھی گئی ، صفحہ ۴۴ پر ''مہروقی'' مرقوم ہے ۔ لیکن امپیریل گزیٹئر (جلد ۱۷ ، صفحہ ۲۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام ''مہرولی'' ہے ۔ واللہ اعلم

۴ - متن میں دراثی جو ہے شاید دارائی ہے...مترجم

۵ - یہی کچھ شاہ عالم ثانی کے بارے میں بھی کہا جاتا تھا...مترجم

۶ - خالصہ بمعنی سرکاری زمین

قتل کر دیا اور (یوں) اپنی سلطنت کی بنیاد خود ہی اکھیڑ دی ۔ تھوڑا بہت استحکام ، جو ملک کو حاصل تھا وہ بھی جاتا رہا ۔ اس کے بعد اس نے حمید خان کو ، جو کہ اکابر امرا میں سے تھا ، منصب وزارت سونپ دیا ۔ ادھر بہلول خان نے بھی تیس پرگنے اطراف و جوانب سے چھین کر خالصہ میں داخل کر دیے ۔ اس اثنا میں جب سلطان علاءالدین عازم بدایوں ہوا اور بہلول خان سہرند واپس چلا گیا تو رائے پرتاپ دیو نے ، جس کے باپ کو حمید خان نے قتل کرا دیا تھا ، عرضداشت بھیجی کہ حمید خان ، سلطان محمود ، بادشاہ مانڈو[1] ، سے مل کر سازش کر رہا ہے تاکہ ایک بہت بڑی فوج لے کر چڑھ آئے لیکن میں نے حیلے بہانے سے اسے روک دیا ہے ۔ حمید خان کو سلطان کے دل کی بات معلوم ہوئی تو پریشان ہوگیا - اس سے پیشتر کہ سلطان اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ، دولت خان کے ہمراہ بدایوں سے نکل کر اپنی فوج کو ساتھ لے کر دہلی پہنچا اور سلطان کے آدمیوں اور اس کے حرم کو قلعۂ دہلی سے نکال باہر کیا ۔ سلطان علاءالدین بسبب اپنی بد بختی کے کچھ نہ کر سکا ۔ انتقام کو آج کل پر ٹالتا رہا ۔

اس دوران میں حمید خان نے چاہا کہ علاءالدین کی بجائے کسی دوسرے کو تخت پر بٹھا دے ۔ اس نے دو آدمیوں کے بارہ میں سوچا ۔ ایک بہلول خان اور دوسرے سلطان محمود ، والیِ مانڈو ، کے بارہ میں ۔

بہلول خان کو یہ خبر ملی تو بہت سے افغانوں کو ساتھ لے کر دہلی آن دھمکا ۔ حمید خان سے شرف ملاقات حاصل کیا اور اس کی ملازمت اختیار کر کے ہر روز سلام کے لیے جانے لگا ۔

ایک دن حمید خان نے بہلول خان سے[2] کہا : ''بادشاہت قبول کر لو''۔ اس نے کہا : ''میں سپاہی ہوں ۔ مجھ ایسے آدمی کو سلطنت سے کیا مناسبت ؟ ۔ آپ تخت پر بیٹھ جائیں میں آپ کا سپہ سالار بن کر آپ کی خدمت کروں گا'' ۔ حمید خان نے کہا : ''ہمیں بادشاہت کی خواہش نہیں - چونکہ سلطان امور سلطنت چلانے کی اہلیت سے عاری ہے اور اس کے عہد میں اسلام

---

۱ - مانڈو - (شادی آباد) مالوہ (وسطی ہندوستان) میں...مترجم -
۲ - نسخہ ب میں ''را گفت'' کی بجائے ''بہ بہلول خان گفت''

زبوں حال ہو چکا ہے اس لیے مجبوراً ہم نے تمھارے سامنے یہ تجویز رکھی ہے۔"

بہلول خان نے اگرچہ پھر انکار کیا تاہم اس کے آشیانہ خیال میں اندر ہی اندر مرغ سلطنت نے انڈے دینے شروع کر دیے۔

ایک روز اس نے دیوانِ خاص میں افغانوں سے کہا : "تم سب خود کو حمید خان کی نگاہوں میں احمق ظاہر کرو تاکہ تمھارا خوف اس کے دل سے نکل جائے۔"

ایک روز جب کہ حمید خان ایک شاہانہ جشن منا رہا تھا ، افغانوں نے اس جشن میں احمقوں جیسی حرکتیں شروع کر دیں۔ بعض نے اپنے اپنے جوتے کمر میں باندھ لیے اور بعض نے حمید خان کے پاس ہی ایک اونچے طاق پر رکھ دیے۔ پان پیش کیے گئے تو ان پر لگے چونے اور خوشبوئیات کو چاٹنے اور (جسم پر) ملنے لگے ۔ حمید خان نے ان کی یہ (نا شایستہ) حرکتیں دیکھیں تو حیران ہو کر بہلول خان سے پوچھا : "یہ ایسا کیوں کر رہے ہیں ؟" اس نے کہا : "جنگلی ہیں اس چرنے اور مرنے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں"۔ جہاں حمید خان بیٹھا تھا وہاں انواع و اقسام کے رنگا رنگ قالین[۳] اور غالیچے بچھے ہوئے تھے۔ افغان کہنے لگے : "خان صاحب! خدا آپ کو سلامت رکھے ، آپ کے قالین رنگ برنگے اور نقش و نگار والے ہیں۔ اگر مہربانی فرما کر ان میں سے ایک ہمیں بخش دیں تو ہم اپنے بچوں کے لیے ٹوپیاں بنا کر (اپنے وطن) بھیج دیں تاکہ لوگ سمجھیں کہ ہمیں بھی خان کی مجلس میں بہت قرب حاصل ہے"۔ حمید خان ہنس پڑا اور کچھ ریشمی پارچات انھیں عطا فرمائے۔

غرض یہ کہ بہلول خان افغانوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش میں لگا رہا۔ افغان ہر روز اس کے پاس جمع ہوتے۔ بہلول خاں بظاہر حمید خاں کی خوشامد میں لگا رہتا تھا۔ ہمیشہ اس کے سلام کو جاتا تھا۔ کچھ

---

۱ - بجائے "بعض ها" ب میں "بعضے ها"... مترجم

۲ - بجائے "ازین حرکات" ب میں "از حرکات"

۳ - غالین ، طباعت کی غلطی ، اصلاً قالین... مترجم۔ لفظ قالین کی درست صوتیاتی املا... (آ ا)

افغان بھی اس کے ساتھ ہوتے تھے۔ جب اس کے صلاح مشوروں کا خمیر پک گیا تو اس نے افغانوں سے کہا: ''جب میں حمید خان کے محل میں داخل ہونے لگوں تو تم بھی میرے ساتھ اندر گھس آنا۔ دربان روکیں تو کہنا بہلول خان کون ہوتا ہے جو ہم اس کے کہنے سے باہر ٹھہرے رہیں''

ایک دن جب کہ ایک بہت بڑا جشن برپا تھا، بہلول خان تین سو افغانوں کے ہمراہ وہاں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھی افغان بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر جانے لگے۔ جب دربانوں نے روکا تو انھوں نے شور و غوغا شروع کر دیا اور بہلول خان کو صلواتیں سنانے لگے۔ جب شور بلند ہوا تو حمید خان نے پوچھا ''یہ شور و غوغا کیسا ہے؟''۔ دربانوں نے کہا: ''افغان اندر آ رہے ہیں حالانکہ بہلول خان نے انھیں منع کر رکھا ہے''۔ حمید خان نے کہا: ''اگر ہمارے سلام کے لیے آ رہے ہیں تو انھیں آنے دو''۔ اس دن سے دربانوں نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ یوں افغان ہر روز، لباس کے نیچے زرہ پہنے، بہلول خان کے ساتھ آنے جانے لگے۔

ایک روز، جب کہ عیدالفطر تھی، بہلول خان نے دل ہی دل میں ٹھان لی کہ آج حمید خان کو قابو کر لوں گا اور ایک ہزار[۲] زرہ پوش افغانوں سے، جنھوں نے اوپر عید کے کپڑے پہنے ہوئے تھے، کہا: ''میں جب حمید خان کو گرفتار کر لوں تو تم ادھر ادھر پھیل جانا اور جہاں جہاں خزانوں، ہاتھیوں، گھوڑوں اور کارخانوں کا سراغ ملے ان پر اور قلعے کے دروازوں پر بھی قبضہ کر لینا''۔ اس کے بعد بہلول خان نے ایک طلائی جولان[۳] قطب خان کی آستین میں چھپا دی۔ پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ کھانے کی دعوت کے اختتام پر جب حمید خان کے آدمی ادھر ادھر ہو جائیں تو وہاں پر موجود ہر ایک آدمی کے سر پر دو افغان کھڑے ہو جائیں۔

الغرض یہ سب (طے کر کے وہ) حمید خان کی مجلس میں در آئے اور کھانے کے بعد جب حمید خان کے آدمی بکھر گئے تو جہاں حمید خان

۱۔ بجائے ''بگذارند'' نسخہ الف اور ب میں ہے ''نگذارند''
۲۔ متن میں لفظ جوان نہیں ہے۔ ب میں ہے ''با ہزار جوان افغانان''
۳۔ یعنی زنجیر اور بیڑی

کھڑا تھا وہاں اس کے دو خدمت گار کھڑے تھے ۔ (حسب قرار داد) ہر آدمی کے سر پر دو دو افغان کھڑے ہوگئے ۔ چنانچہ قطب خان[1] نے بہلول خان کے اشارے پر تلوار سنبھالی اور دیکھتے ہی دیکھتے حمید خان پر قابو پا لیا۔ پھر بیڑی نکالی اور کہا : ''اسے پہن لو اور چند دن کے لیے خانہ نشین ہو جاؤ'' ۔ اس نے کہا : ''ہم نے تمھارے حق میں کیا برائی کی ہے ؟ ''۔ اس نے کہا : ''ہم بھی تمھارے حق میں کوئی برائی نہیں کریں گے لیکن چونکہ تم سلطان علاءالدین کو دھوکا دے چکے ہو اس لیے ہمیں تم پر اعتماد نہیں رہا '' ۔

الغرض انھوں نے اسے قید کر کے تمام اجناس ، خزانوں اور ہاتھیوں پر قبضہ جما لیا اور خوشی کے نقارے بجانے لگے ۔

اس کے بعد سلطان علاءالدین کو لکھا : ''ہم نے آپ کے بد خواہ کو ، جس کی آپ نے پرورش کی اور جسے آپ نے خاک سے اٹھایا تھا ، چونکہ دل میں بغاوت کا خیال رکھتا تھا ، مار ڈالا ہے اور اب ہم آپ کی نیابت میں نظام سلطنت کو ، جو بہت کمزور ہو چکا تھا[2] ، استحکام بخشنے میں کوشاں اور آپ کے تابع فرماں ہیں اور آپ کے نام کا خطبہ اور سکہ ، جو مٹ چکا تھا ، پھر سے جاری کر رہے ہیں'' ۔

سلطان علاءالدین نے جواب میں لکھا : ''میں امور سلطنت چلانے کی اہلیت سے عاری ہو چکا ، اس لیے اس سے دست بردار ہوتا ہوں ۔ میرے باپ نے تمھیں اپنا بیٹا کہا تھا ، اس لیے تم میرے بھائی کی جگہ ہو ۔ اگر تقاضائے وقت ہو تو تم خود کاروبار سلطنت سنبھال لو ۔ میں نے سلطنت سے صرف نظر کرتے ہوئے بداؤں پر قناعت کر لی ہے'' ۔

---

۱ - کیمبرج ہسٹری آف انڈیا (ج ۳ ، ص ۲۲۸) میں سر وولزلی ہیگ لکھتے ہیں : ''ایک روز سر دربار بہلول کے عم زاد اور برادر نسبتی ، قطب خان لودھی ، نے زنجیر نکالی اور حمید خان کے سامنے پھینکتے ہوئے اسے بتایا کہ ملکی سلامتی کے تقاضوں کے تحت یہ ضروری ہے کہ اسے چند روز کے لیے نظر بند کر دیا جائے''...(آ)

۲ - نسخہ الف میں ''ضعف شدہ'' بجائے ''ضعیف شدہ''

جب یہ تحریر بہلول خان کے پاس پہنچی تو اس نے ایک عالی شان جشن ترتیب دے کر زر دوزی سائبان لگایا ، اس میں رنگ برنگا قالین بچھایا ، اس پر مرصع و مبارک تخت رکھوایا ، پھر اس پر ۲۷ ماہ محرم ۸۵۵ھ کو جلوس فرمایا[1] اور ابوالمظفر بہلول شاہ کہلایا ۔ اس پر شاہانہ انداز میں موتی نچھاور کیے گئے اور مبارک باد کی رسمیں ادا کی گئیں۔ مخالف و موافق ، سب حاضر خدمت ہو گئے ۔ اس کے ستارۂ بابرکت کی بدولت بڑے بڑے سرکش اس کی خدمت کے لیے کمربستہ ہو گئے اور انھوں نے پایۂ سریر کے سامنے سر جھکا دیے ۔

بعد ازاں وہ انتظام ملک کی طرف متوجہ ہوا ۔ سب سے پہلے اس نے پرتاب رائے کے خلاف لشکر کشی کی ۔ بڑی کوشش کے بعد اسے گرفتار کیا اور مالوہ[2] اس سے لے لیا ۔

پھر دوآب[3] کا رخ کیا اور اسے بھی جاگیر خالصہ میں شامل کر لیا ۔

پھر احمد خان میواتی پر چڑھائی کی اور گیارہ پرگنے اس سے لے لیے اور باقی اس کے پاس رہنے دیے ۔

جلوس کے سال اول میں لاہور کی طرف روانہ ہوا اور دریا خان لودھی اور اسکندر شاہ سروانی کو دہلی میں چھوڑا ۔

سلطان علاءالدین کے بعض امرا افغانوں کی سلطنت سے راضی نہیں تھے اور سلطان محمود شرقی کی طرف مائل تھے ۔ اس لیے کہ سلطان علاءالدین کی لڑکی اس کے گھر میں تھی ۔ وہ اپنے شوہر سے کہتی دہلی تو میرے باپ دادا کا ملک ہے ، بہلول خان کون ہوتا ہے کہ ہمارے موروثی ملک پر قبضہ کر لے ۔ اگر تو سوار نہیں ہوگا تو میں ترکش کمر میں باندھے بہلول خان پر چڑھائی کروں گی اور اس سے لڑوں گی"[4]۔ سلطان بیوی

---

۱ ۔ مآثر رحیمی ، جلد اول (صفحہ ۴۲۷) میں لکھا ہے کہ وہ (بہلول خان) ۱۷ ربیع الاول ۸۵۵ھ میں تخت حکومت پر بیٹھا ۔ یہی تاریخ اور مہینہ مخزن افغانی (صفحہ ۴۸) میں مرقوم ہے

۲ ۔ نسخہ الف میں "مالوہ" بجائے "مال"

۳ ۔ دوآبہ گنگا و جمنا...مترجم

۴ ۔ یہ ابتداء تھی سلاطین شرقی (جون پور) اور لودھیوں میں مخاصمت کی جس کا خاتمہ بالآخر شرقی سلطنت کی تباہی پر ہوا...مترجم

کی باتوں سے جوش میں آ گیا اور سنہ ۸۵۶ھ میں ایک زبردست لشکر اور ایک ہزار کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ دہلی پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان بہلول ان دنوں سہرلد کے نواح میں تھا ۔ خواجہ بایزید ، شاہ اسکندر سروانی اور اسلام خان کی زوجہ بی بی متو ، سب افغانوں اور ان کے اہل و عیال کے ساتھ محصور ہو گئے ۔ قلعے میں مرد کم تھے ۔ بی بی متو عورتوں کو مردوں کے کپڑے پہنا کر قلعے کے کنگروں پر بھیجتی رہی تاکہ وہ مرد نظر آئیں ۔ ایک دن شاہ اسکندر سروانی قلعے کے کنگرے پر بیٹھا تھا ۔ سلطان محمود کا سقا کنگرہ کی باؤلی سے پانی لیے جا رہا تھا[1] ۔ شاہ اسکندر نے تاک کر ایسا تیر چھوڑا کہ مشکیزے[2] کے آر پار ہو کر زمین میں گڑھ گیا ۔ اس کے بعد قلعے کے پاس کوئی نہ پھٹکتا تھا ۔ بہلول شاہ کے آنے میں چونکہ ابھی دیر تھی اور اہل قلعہ دیکھ رہے تھے کہ معاملہ ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے ۔ (محاصرین کی) فوج نے

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ہے ''پانی کنگرے پر لیے جا رہا تھا'' جو صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ کاتب نے شاید باؤلی کے بجائے لفظ ''بالای'' لکھ دیا ۔ باؤلی کے معنی بڑے کنوئیں کے ہیں ۔ ایلیٹ نے بھی اپنی تاریخ (جلد پنجم ، صفحہ ۷۰) میں اس عبارت کا انگریزی میں یوں ترجمہ کیا ہے :

"One day, Shah Sikandar Sarwani, was seated on the wall (parapet of the fort), when one of Sultan Mahmud's water carriers was taking away some water from a well, under the bastion. Shah Sikandar drew his bow, and sent an arrow right through the bullock, that was carrying the water-bags. The *Tarikh-i-Daudi* says it was eleven palms long, and the distance to which it reached was 800 feet ; and that though it penetrated the water-bags as well as the bullock, yet the entire arrow was buried on the other side in the earth."

۲ ۔ متن میں گاؤ پکال ہندی میں پکھال یعنی پانی کا مشکیزہ ہے ... مترجم

ساباط اور گرگج[1] کی مدد سے آتشباز گولے کچھ اس طرح سے قلعہ میں پھینکے تھے کہ محصورین کو ہمت نہیں ہوتی تھی اپنے گھر کے صحن میں بھی چل پھر سکیں ۔ آخرکار وہ عاجز ہوکر صلح پر راضی ہو گئے ۔ چاہتے تھے قلعے کے دروازوں کی کنجیاں سلطان کے آدمیوں کو دے دیں اور خود قلعے سے نکل جائیں ۔ جب سید شمس‌الدین قلعے کی کنجیاں دریا خاں لودھی کے پاس ، جس نے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا ، لے کر گیا تو کہنے لگا : ”میں دو ایک باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ تخلیہ فرمائیں ۔“ دریا خاں نے جو لوگ پاس بیٹھے تھے ہٹا دیے ۔ سید مذکور نے عرض کیا : ”آپ کو سلطان محمود سے کیا نسبت ہے؟“ ۔ دریا خاں نے کہا : ”کوئی خاص نسبت نہیں ۔ بس سلطان محمود کا نوکر ہوں“ ۔ سید نے پھر پوچھا ”سلطان بہلول سے آپ کو کیا نسبت ہے ؟“ ۔ دریا خاں نے کہا : ”ہم بھی لودھی ہیں وہ بھی لودھی ہے“[2] ۔ سید شمس‌الدین نے قلعے کی کنجیاں اس کے آگے رکھ دیں اور کہا : ”اب یا تو اپنی ماؤں بہنوں کو پردے میں رکھ لیجیے یا دشمن کے سپرد کر دیجیے تاکہ وہ انھیں بے عزت کریں“ ۔ دریا خاں نے کہا : ”اب میں کیا کروں ؟ ۔ میں تو خود اس بھائی چارے کی وجہ سے جان بوجھ کر قلعے پر قبضہ کرنے وقت ڈھیل دے رہا تھا لیکن سلطان بہلول نے آنے میں بہت دیر کر دی ہے ۔ تو فی‌الحال کنجیاں اپنے پاس رکھ اور دیکھ میں کیا کرتا ہوں“[3] ۔ دریا خاں نے جا کر جب اس سید کی آمد اور کنجیاں

---

۱ ۔ بجائے ”ساباط و گرگج“ نسخہ الف میں ”ثبات و گرگج“...مترجم

۲ ۔ ”تاریخ داؤدی“ میں زیادہ واضح ہے :

"We are brothers : he is a Lodi, and I am a Lodi ; his mother is my mother and his sister is my sister". This explains the allusion to 'mother and sister' which occurs below. See Elliot, Vol. V, p. 3, note

۳ ۔ انگریزی میں مثل ہے : Blood is thicker than water

خون پانی سے زیادہ گاڑھا ہوتا ہے۔مترجم

لانے کی حقیقت سلطان محمود سے بیان کی تو اس نے کہا : " کنجیاں کیوں نہیں لائے ؟" - دریا خان نے کہا : "سنا ہے بہلول خان ایک لشکر گراں لے کر پہنچ رہا ہے - بہتر یہ ہے کہ اول اس کی فکر کریں - اس پر فتح پائی تو دہلی ہماری ہوگی" - سلطان نے پوچھا : "ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟" دریا خان نے کہا : "مجھے اور فتح خان کو حکم دیجیے کہ بہلول خان کو پانی پت سے ادھر نہ آنے دیں" - سلطان محمود کو یہ بات پسند آئی - اس نے ان دونوں امیروں کو تیس ہزار سوار اور چالیس جنگی ہاتھیوں کے ساتھ بہلول خان کے مقابلے میں بھیج دیا - اس دوران میں سلطان بہلول نریلہ[1] تک آن پہنچا تھا اور سلطان محمود کا لشکر بھی دو کوس ادھر خیمہ زن ہو گیا - رات آ گئی ، بہلول کے سپاہی دو بار محمود کے لشکر سے بیل[2] ، اونٹ اور گھوڑے ہانک لائے[3] - دوسرے روز دونوں لشکروں نے لڑائی کے لیے صف آرائی کی - بہلول کی فوج میں چودہ ہزار سوار تھے جب کہ محمود کے لشکر کی تعداد سینتیس ہزار تک پہنچ رہی تھی - لودھی اس طرح جم کر لڑے کہ محمود کی فوج حیران رہ گئی - قطب خان نے ایک ہاتھی کے ماتھے پر ایسا تیر مارا کہ سوفار تک اندر دھنس گیا اور ہاتھی پلٹ کر اپنی ہی فوج پر پل پڑا - اس کے ساتھ ہی قطب خان نے کچھ چابک دست افغانوں کے ساتھ دشمن کا قتل عام شروع کر دیا - محمود کے اکثر سپاہی مارے گئے - اس دوران میں دریا خان ، قطب خان کے پاس پہنچا -

---

۱ - "مخزن افغانی" (صفحہ ۴ ب) میں لکھا ہے کہ "نریلہ میں ، جو دہلی سے ۱۵ کوس دور ہے ، نزول کیا" - "طبقات اکبری" (جلد اول ، صفحہ ۳۰۱) میں ہے کہ "موضع نلیرہ میں ، جو دہلی سے ۱۵ کوس پر ہے ، خیمہ زن ہوا"

۲ - طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۳۰۲) میں لکھا ہے کہ "دو بار اونٹ اور گائیں ، جو کہ سلطان محمود کے لشکر سے چراگاہ کی طرف جا رہی تھیں ، پکڑ کر لے گئے"

On the very night of their arrival the enemy twice carried off their bullocks, camels and horses. Elliot, V, p. 4.

۳ - متن میں "می کردہ"

قطب خان نے باآواز بلند کہا : "تو ہمارا ہم قوم ہے - تیری مائیں اور بہنیں دشمن کی قید میں ہیں اور تو غیروں کی فتح مندی کے لیے کوشاں ہے۔ عجیب بات ہے اگر تیرے جیسا با حمیت انسان ایسا کرے" - دریا خان نے شرمندہ ہوکر کہا : "میں جا رہا ہوں مگر میرا تعاقب نہ کرنا" - دریا خان نے (میدان جنگ سے) منہ موڑ لیا - (سلطان) محمود کی افواج نے شکست کھائی - بہلول فتحمند ہوا - ہاتھی ، گھوڑے اور مال غنیمت اس کے ہاتھ آیا - اس میدان سے خوش دل اور شادکام دہلی جانے کی تیاریاں کرنے لگا - شاہ اسکندر کو فتح کی خبر پہنچی تو (سلطان محمود) نے کہا : "معلوم کرو قلعے میں شادیانے کیوں بج رہے ہیں ؟" - اس کے آدمیوں نے کہا : "قلعے کے لوگ آج بہت خوش ہیں اور مبارک سلامت کی آوازیں سننے میں آرہی ہیں" - اس اثنا میں محمود کا لشکر بھی زخمی اور تتر بتر حالت میں پہنچ گیا - دریا خان نے آکر بہلول کے لشکر کی فتحمندی اور اپنے لشکر کی پراگندگی کا حال اس طرح بیان کیا جس سے اس کے آدمیوں میں مایوسی پھیل گئی - اس نے انھیں اس حد تک ڈرا دیا کہ سلطان محمود فرار کی تیاریاں کرنے لگا کیونکہ اس کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی تھی - اس اثنا میں بہلول شاہ بھی آن پہنچا اور اس کا تعاقب کرنے لگا - پچاس ہاتھی اور دوسرا بہت سا مال غنیمت اس کے ہاتھ آیا - قطب خان نے بیس کوس تک اس کا پیچھا کیا - مختصر یہ کہ (سلطان) محمود شکست کی شرمندگی اٹھا کر جون پور (واپس) چلا گیا -

مگر پھر ایک بار لشکر جرار لے کر شمس آباد تک آیا اور اس کے افواج میں لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا - اس پر بہلول خان بھی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ شمس آباد پہنچ گیا اور قطب خان کو دس ہزار زبردست سواروں کے ساتھ اس کے خلاف جنگ کے لیے روانہ کر دیا - جنگ ہوئی تو دوران جنگ ہی میں دریا خان لودھی سلطان بہلول سے آن ملا - جنگ کے دن قطب خان کے گھوڑے نے اچانک ناخن لیا[1] تو وہ گھوڑے سے گر گیا اور سلطان محمود کے آدمیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا -

---

[1] The horse stumbled - دیکھیے : Ranking، ترجمہ بدایونی، جلد ۱ ، ص ۴۰۴ ، حاشیہ ۲ -

سلطان محمود نے اسے جونپور بھیج دیا جہاں وہ سات سال تک قید میں رہا - اسی دوران میں (سلطان) محمود بھی طبعی موت مر گیا - اس کی ماں ، بی بی راجی ، نے امرا کی ملی بھگت سے شاہزادہ بھیکن خان کو تخت پر بٹھا دیا اور اس کو محمد شاہ کا خطاب عطا کیا - اس نے بہلول شاہ سے صلح کر لی - دونوں اپنے اپنے علاقوں میں واپس چلے گئے -

بہلول دہلی کے نواح میں پہنچا تو قطب خان کی بہن ، شمس خاتون ، نے کہلا بھیجا کہ جب قطب خان بادشاہ جونپور کی قید میں ہے تو سلطان کو نیند کیسے آتی ہے ؟ - بہلول متأثر ہو کر ایک عظیم لشکر کے ساتھ دوبارہ محمد شاہ پر چڑھ دوڑا - وہ بھی مقابلے کے لیے نکلا اور اپنے کوتوال کو حکم دیا کہ قطب خان اور سلطان محمود[1] کے دونوں بیٹوں کو ، جو کہ قید میں ہیں ، قتل کر دے - کوتوال نے در پردہ جلال خان کو قتل کر دیا - جب یہ ماجرا بی بی راجی کو معلوم ہوا تو اس نے قطب خان اور دوسرے شاہزادے[2] کو حفاظت میں لے لیا - کوتوال نے جب محمد شاہ کو لکھا کہ میرا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تو محمد شاہ نے اپنی والدہ کو لکھا : ''بعض ضروری باتیں حضرت والدہ صاحبہ کی آمد پر موقوف ہیں - امید ہے جلد اس طرف تشریف لے آئیں گی'' - وہ پردہ نشین خاتون ابھی راستے ہی میں تھی کہ دوسرے شاہزادے کو قتل کر دیا گیا - بی بی راجی کو یہ خبر قنوج میں ملی تو وہ خود تو سوگ میں بیٹھ گئی مگر بہادر غلام کو دس ہزار سواروں کے ساتھ قطب خان کی حفاظت کے لیے بھیج دیا - محمد شاہ نے اپنی والدہ کو لکھا : ''سب شاہزادوں کا یہی انجام ہوگا - (بہتر ہوگا کہ) حضرت والدہ سب کی ایک ساتھ ہی تعزیت فرمائیں''۔

اس دوران میں محمد شاہ کا بیٹا ، جلال خان ، بہلول شاہ کے آدمیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا تو انھوں نے اسے قطب خان کے عوض قید میں ڈال دیا -

---

۱ - نسخہ الف میں ''سلطان محمد''
۲ - ''مخزن افغانی'' (صفحہ ۴۹ ب) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہزادے کا نام حسن خان تھا

یہ محمد شاہ ایک بد مزاج اور خونریز السان تھا ، اس لیے تمام لوگ اس سے متنفر ہو گئے ۔ بی بی راجی نے امرا کے اتفاق رائے سے حسین خان کو تخت پر بٹھا دیا ۔ سلطان حسین اس کا خطاب قرار پایا ۔ جتنے بھی لشکری تھے ، محمد شاہ سے برگشتہ ہو کر ، اس سے جدا ہو گئے ۔

جب محمد شاہ نے دیکھا کہ لشکر اس سے متنفر ہو گیا ہے ، کچھ سواروں کے ساتھ ایک باغ میں ، جو اس نواح میں تھا ، جا چھپا ۔ سارے لشکر نے بی بی راجی کے کہنے سے اس باغ کا محاصرہ کر لیا ۔ محمد شاہ بڑا زبردست تیر انداز تھا لیکن کچھ لشکریوں نے اس کے اسلحہ دار سے مل کر پیکان تیروں سے جدا کر دیے ۔ جنگ کے دن جب محمد شاہ نے دیکھا جتنے بھی تیر ہیں کسی میں پیکان نہیں ہے تو تلوار سونت لی اور کچھ لوگوں کو وہیں ڈھیر کر دیا ۔ آخر کار پکڑا گیا ۔ بی بی راجی اسے زنجیروں میں جکڑ کر اپنے ساتھ لے گئی[1] اور سلطان حسین کو ایک بہت بڑی فوج دے کر بہلول شاہ کے خلاف روانہ کیا ، مگر سلطان حسین نے صلح کا راستہ اختیار کر لیا اور جہاں تھا وہیں سے قطب خان پر نوازشات کر کے اسے سلطان کے پاس واپس بھیج دیا ۔ ادھر سلطان بہلول نے بھی شہزادہ جلال خان کو با اعزاز و اکرام سلطان حسین کی خدمت میں روانہ کر دیا ۔

ایک سال گزرنے کے بعد ، سلطان حسین ، عہد شکنی کرتے ہوئے ، ستر ہزار سواروں اور ایک ہزار مست ہاتھیوں کے ساتھ ، سلطان بہلول سے جنگ آزما ہونے کے لیے آ دھمکا ۔ سلطان بہلول گھبرا گیا اور ساری رات قطب الاقطاب[2] کے مقبرۂ مطہرہ میں گریہ و زاری کرتا رہا ۔ آدھی رات تھی کہ غیب سے ایک آدمی ظاہر ہوا ۔ ایک لاٹھی بہلول شاہ کے ہاتھ میں دی اور کہا : ''جا اس لاٹھی سے بھینسوں کو ہانک''۔

---

۱ ۔ ''مخزن افغانی'' (ص ۵۰) میں لکھا ہے : ''ناگاہ ایک تیر قضا کی کمان سے... محمد شاہ کے گلے میں لگا اور اسی کے زخم سے گھوڑے سے الگ ہو کر زمین پر گر پڑا اور شہادت کو پہنچا''

۲ ۔ قطب الاقطاب سے مراد ہے حضرت قطب الدین بختیار کاکی ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرے روز اس نے خوش ہوکر جنگ کی ٹھان لی مگر جب قطب خان نے حسین خاں کو پیغام بھیجا کہ میں بی بی راجی کا پروردہ ہوں اور انھوں نے مجھ پر طرح طرح کے احسان کیے ہیں تو پھر صلح ہوگئی۔

ایک سال گزرا تھا کہ سلطان (حسین) نے پھر عہد توڑ ڈالا۔ اس مرتبہ (بہلول) ایک زبردست لشکر کے ساتھ جنگ کے لیے روانہ ہوا۔ اسے زبردست شکست دی اور اس کا تعاقب کرتا ہوا جونپور تک جا پہنچا[1] جہاں سے وہ بھاگ کھڑا ہوا[2] تھا۔ سلطان بہلول نے جونپور اپنے بیٹے کے سپرد کیا اور بے شمار فوج بھی اس کے پاس چھوڑ دی۔

پھر کالپی اعظم ہمایوں کے سپرد کر کے خود گوالیار[3] کی طرف روانہ ہوگیا۔ راجہ مان نے بہت بڑی پیشکش گزاری۔ اسے گوالیار میں متعین کرتے ہوئے دہلی آگیا۔

برسات دہلی میں گزاری مگر جب ستارہ سہیل یمانی[4] طلوع ہوا تو لاہور کی راہ لی[5]۔ سہرند پہنچا تو اس شہر کو با برکت سمجھتے ہوئے فرمایا کہ امراء کی بیگمات اپنے اپنے ناموں سے الگ الگ محلے آباد کریں۔ چنانچہ اس شہر کرامت اثر نے اسی زمانے سے بہمہ وجوہ[6] ترقی کرنی شروع کی۔

کہا جاتا ہے کہ جن دنوں بہلول خاں اس شہر کا حاکم تھا، انھی دنوں اس نے قلعے کے باہر ایک حویلی مثل خلد بریں تعمیر کررکھی تھی۔ کبھی کبھار اس میں قیام پذیر ہوتا تھا۔ پاس ہی ایک زرگر رہتا تھا۔

---

۱ - متن میں بہلول خان رہ گیا ہے۔ بہلول خان نے شکست دی... مترجم

۲ - یعنی سلطان حسین... مترجم

۳ - متن میں ''گوالیر''... مترجم

۴ - جنوبی نصف کرے کا سب سے بڑا ستارہ۔ مطلب ہے برسات کے بعد... مترجم

۵ - ''روانہ نمود'' بجائے ''روانہ شد''... مترجم

۶ - نسخہ الف میں ''بہر روی''

اس کی ایک پیا نامی لالہ رو اور مشکین مو بیٹی تھی - حسن اتفاق سے ایک دن بہلول خان کی نظر اس پر جا پڑی اور وہ اس پر مر مٹا - وہ ماہ جبین بھی اسے دل دے بیٹھی - جب تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو اس کے باپ کو راضی کرکے اسے اپنے عقد میں لے لیا - ایک رات اس لڑکی نے خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے جدا ہوکر اس کی آغوش میں آگرا ہے - دوسرے روز یہ خواب بہلول شاہ سے بیان کیا - اس نے تعبیر بتانے والوں اور کاہنوں سے پوچھا تو معبران موشگاف نے مغز سخن کی چیر پھاڑ کرتے ہوئے بتایا کہ اس ملکۂ جہان کے بطن سے ایک ایسا بیٹا پیدا ہوگا جو تخت گیر اور تاجور ہوگا اور اس گیتی ستان کی ذات با برکات سے نشانات سلطنت اور آثار ولایت آشکار ہوں گے - سلطان بے حد مسرور اور خوش ہوا - مستحقوں کو صدقات دیے -

اس کے بعد دو سال پنجاب میں سیر و شکار میں گزار کر دہلی کی طرف روانہ ہوا - ان دنوں راجہ مان بھی جہنم واصل ہو چکا تھا - اس کی جگہ بیٹے نے لی تو دریا خان لودھی کو اس مہم کے لیے نامزد کیا - مان کے بیٹے نے بارہ ہاتھی اور دو لاکھ روپیہ بطور نذر پیش کیا - فرمانبرداری اختیار کی اور ہر سال یہ خراج پیش کرنے کا وعدہ کیا -

اس اثنا میں سلطان حسین بھی ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ کالپی تک آن پہنچا - باربک شاہ نے دو تین بار اس سے جنگ کی مگر آخرالامر ہزیمت اٹھائی - لشکر اور ساز و سامان کا بہت بڑا حصہ اسے دے بیٹھا - جب سلطان بہلول کو یہ خبر ملی ، چاروں طرف سے لشکر جمع کر کے ، ایک بہت بڑی فوج لے کر اس کے ساتھ جنگ لڑنے کے لیے روانہ ہوا - جب وہ کالپی کے گرد و نواح میں پہنچا تو سلطان حسین نے اپنے بھتیجے جلال خان کو تیس ہزار زبردست سواروں کے ساتھ اس کے مقابلے میں بھیجا - سلطان بہلول نے بھی قطب خان ، احمد خان اور دولت خان کو گنگا پار روانہ کیا اور حکم دیا کہ پندرہ ہزار سوار گھات میں بٹھا دیں - پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ دولت خان اس کا مقابلہ کرے - جب سلطان حسین کا لشکر دباؤ ڈالے تو پسپا ہو کر وہاں پہنچ جائے جہاں قطب خان گھات میں بیٹھا ہو تا آنکہ اس کا لشکر درمیان میں آجائے - اس کے بعد دونوں طرف سے راستہ روک لیں اور جنگ میں مطلق کوتاہی نہ کریں - انھوں نے سلطان کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے

سلطان (حسین) کے بہت سے سپاہیوں کو تہ تیغ کردیا ۔ تیس کوہ پیکر ہاتھی ، گھوڑے اور بہت سا مال غنیمت لشکر سلطانی کے ہاتھ آیا ۔ وہاں سے یہ لشکر مظفر و منصور ہو کر پایۂ تخت میں پہنچا ۔ لوگوں نے فتح کی مبارک بادیں دیں اور اس کے بعد باربک شاہ کو کالپی روانہ کیا ۔

سلطان حسین ، جسے اب سلطان بہلول سے جنگ کرنے کا یارا نہیں تھا ، متواتر کوچ کرتا ہوا جون پور واپس چلا گیا ۔ سلطان بھی دہلی لوٹ آیا اور دو سال باطمینان خاطر عیش و عشرت اور سیر و شکار میں بسر کیے ۔ بعدہ کہیں کوئی حادثہ پیش نہیں آیا ۔

جلوس کے ساتویں برس اس کے ہاں ایک پسر فرخندہ فال اور ہمایوں بخت متولد ہوا ۔ جب یہ اختر ہمایوں طلوع ہوا تو نجومیوں نے سلطان کے حکم سے آسمان اور بروجِ سماوی کی کیفیت پر نظر ڈالی اور عرض کیا کہ یہ شہزادہ بلند اقبال ایک ایسا ستارہ لیے دنیا میں آیا ہے کہ بادشاہت کا باغ اس (کے وجودِ مسعود) سے سر سبز اور شاداب ہو جائے گا ۔ سلطان بہلول نے اس خوش خبری سے حد درجہ مسرور ہو کر ایک بزم عیش و نشاط آراستہ فرمائی اور اس نیرِ نورانی کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کیں ۔ جب کام میں نظام دیکھا تو ''میاں نظام'' کے خطاب والا سے مخاطب کیا ۔ بچپن ہی میں اسے گھر بار سے الگ کرتے ہوئے سنبل[۱] کی سرکار پر تعینات فرمایا اور خان خاناں فرملی[۲] خان کے سپرد کرتے ہوئے اسے اس کا اتالیق مقرر کردیا ۔

جب شہزادہ ابھی پانچ برس کا تھا ، ایک روز تیر کمان لیے بادشاہ کے سامنے سے گزرا ۔ سلطان نے اسے بلایا اور اپنے دل میں سوچا کہ مجھے راانا کی مہم درپیش ہے کیوں نہ بیٹے کے تیر سے فال نکالوں ؟ اگر اس کا تیر نشانے پر بیٹھتا ہے تو مجھے فتح کی امید رکھنی چاہیے ۔ فرمایا : ''نظام آؤ اور اس پھول پر جو پودے پر نمایاں ہے ، تیر چلاؤ'' ۔ شاہزادے نے برجیس کی طرح کمان سنبھالی اور اس پھول کو نوک پیکان

---

۱ سنبھل... (آ۱)
۲ فرملی... (آ۲)

سے اس طرح اڑا دیا کہ پودا ہلا تک نہیں ۔ سلطان بے حد خوش ہوا اور شاہی باغ کے اس نونہال کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے سہرند کی سرکار (بھی) اس کو بخش دی کہ مبارک جگہ ہے ۔

چند روز بعد (سلطان بہلول نے) رانا کے خلاف فوج کشی کی اور مسلسل کوچ کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا ۔ رایات جاہ و جلال کے ہمراہ اجمیر میں نزول اجلال فرمایا اور افواج قاہرہ (بغرض جنگ) متعین فرمائیں ۔

رانا کا بھانجا چترسال دس ہزار سواروں کے ساتھ اودھے پور میں مقیم تھا ۔ قطب خان وہاں پہنچا تو ان کفار سیاہ کردار سے جنگ چھڑ گئی ۔ سلطانی فوج نے پہلے تو ان کافروں کی شدید جنگ کے باعث منہ پھیر لیا اور بہت سے تجربہ کار افغان اس جنگ میں شہید ہوگئے مگر آخر کار قطب خاں اور خان خاناں فرملی ، جان ہتھیلی پر رکھے تلوار اور خنجر لیے آگے بڑھے اور ان سیاہ رو (کافروں) کا بھرکس نکال دیا ۔ چترسال مارا گیا ۔ اتنے کافر مارے گئے کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور ان کے خون سے ایک ندی بہ نکلی ۔ پانچ ہاتھی ، چالیس گھوڑے اور بہت سا مال غنیمت شاہی فوج کے ہاتھ لگا ۔ رانا کا لشکر تتر بتر ہو گیا ۔ اس کے بعد رانا نے سلطان کی فوج سے صلح کرلی اور اودے پور میں سلطان کا خطبہ اور سکہ (جاری) کردیا ۔

بعد ازاں سلطان بہلول نے اپنے لشکر ظفر اثر کے ساتھ نیمکھار پر چڑھائی کی اور اس ریاست کو تاخت و تاراج کردیا جہاں سے بہت سا مال غنیمت فوج کے ہاتھ آیا ۔

وہاں سے پھر شہر آیا اور دو تین مہینوں کے بعد لشکر ساتھ لیے لاہور پہنچا ۔ چند دن وہاں عیش و عشرت میں گزارے ۔

ان ہی ایام میں احمد خان بتی[1] نے ، جو ملک سندھ میں صاحب جاہ ہو گیا تھا اور جس کے پاس تیس ہزار سوار تھے ، والیِ ملتان سے

---

۱ - بھٹی (آ)

سرکشی کی ۔ اس کی عرضداشت پہنچی کہ احمد خان ملتان کے دیہات میں
لوٹ مار کر رہا ہے ۔ اگر خداوند عالم تدارک فرمائیں تو بہتر ورنہ ہمارا
یہاں رہنا مشکل ہو جائے گا ۔ میں اگر ملتان سے بے دخل ہو گیا تو وہ
اس پر قابض ہونے کے بعد پنجاب کو تاخت و تاراج کرنے کا سوچے گا ۔
سلطان اس خبر کو سنتے ہی آپے سے باہر ہو گیا ۔ ایک نامور امیر
عمر خان اور شہزادہ بایزید کو تیس ہزار سوار دے کر اس مہم کے لیے
نامزد کیا ۔ انھیں بنفس نفیس رخصت کر کے ان کو سر بلند فرمایا ۔ وہ
لاہور سے متواتر کوچ کرتے ہوئے ملتان پہنچے ۔ جب ملتان کے
نواح میں پہنچے تو والیِ ملتان بھی آ کر ان سے مل گیا اور ان کی
رہبری کی تا آنکہ وہ اس کے علاقے میں پہنچ گئے ۔ احمد خان اپنے
لشکر اور فوج کی بہادری کے زعم میں سلطان کی فوج کو خاطر میں
نہ لایا ۔ وہ خود اپنی جگہ سے نہ ہلا بلکہ اس نے اپنے بھتیجے کو پندرہ
ہزار سواروں کے ساتھ ان کے مقابلے میں بھیج دیا ۔ وہ جوان ایک
طوائف کا شیدائی تھا جس کے حسن اور زیبائی کی یہ کیفیت تھی کہ
نقاش قدرت نے اس سے زیبا تر نقش صفحۂ روزگار پر نہ کھینچا تھا اور
نہ زمانے کی آنکھ نے اس صورت رعنا کی مثال دیکھی تھی ۔ چہرہ اس کا
ایسا تھا کہ گل بوستان بھی اسے دیکھ کر آب آب اور چمکتا ہوا موتی
اس کے روئے درخشاں کی اب و تاب سے غرقاب ہو جاتا ۔ وہ ہمیشہ
سیر و شکار میں بھی اس لالہ رو کو خود سے جدا نہیں کرتا تھا ۔ حتیٰ کہ
جنگ کے روز بھی اسے عماری میں بٹھا کر ساتھ لے آیا تھا ۔ جب معرکۂ کارزار
گرم ہوا تو نورنگ خان نے دس ہزار سواروں کے ساتھ داؤد خان
کو سلطان کی فوج کے خلاف روانہ کیا ۔ داؤد خان نے سلطانی فوج کے
خلاف (ان سواروں کے ساتھ) ہم عنان اور ہم رکاب ہو کر تلوار چلائی ۔
ادھر سلطانی فوج بھی ڈٹ گئی ۔ ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ
چشم روزگار نے نہ دیکھا ہوگا ۔ کشتوں کے خون کی ندی بہ نکلی ۔ بالآخر
داؤد خان مارا گیا اور اس کے لشکر نے شکست کھائی ۔ جب احمد خان کے
لشکر کے بھگوڑے سپاہی نورنگ خان کے پاس پہنچے تو نورنگ خان نے
رو رو کر اپنی معشوقہ سے رخصت لی ، میدان جنگ کا رخ کیا اور
اپنی فوج سے جا ملا اور جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑائی میں مشغول ہو گیا ۔
سلطان کی فوج کے کئی سپاہی نورنگ خان کی تلوار سے دو ٹکڑے ہو کر

گھوڑوں سے گر پڑے ۔ اچانک توپ کا ایک گولہ[1] اسے آ لگا جس نے اس کو بھی دو ٹکڑے کردیا ۔ جب نورنگ خاں کی موت کی خبر اس عورت کو، جس نے داد مردانگی دی، پہنچی تو اس نے ہتھیار پہنے، ایک طلائی ترکش کمر سے باندھا، خود[2] سر پر رکھی اور نورنگ خاں کی فوج میں پہنچ کر اس کے بھائی سے کہا: ''جب میں تمھارے لشکر میں آ پہنچوں تو بہتر ہے کہ تو سارے لشکر کو میرے سلام کے لیے بھیج دے اور پکار کر کہے کہ احمد خاں کا بیٹا (شہزادہ) آ گیا ہے تا کہ دشمن کی فوج بد دل ہو جائے اور اسے یہ خیال نہ رہے کہ ہم نے سردار کو قتل کردیا''۔ الغرض تمام سردار گھوڑوں سے اتر کر اس کے سلام کو آئے اور باواز بلند شادیانے بجانے لگے ۔ سلطان کی فوج، جو بسبب اپنی جنگی مہارت کے فتح مند ہو رہی تھی، بد دل ہو گئی ۔ احمد خاں کا لشکر یکبارگی اس پر ٹوٹ پڑا اور اس طرح لڑا کہ سلطان کا لشکر تاب نہ لا سکا اور بھاگ نکلا ۔ اس شکست کی خبر شاہزادہ بایزید کو پہنچی تو اس نے اپنے آدمیوں کو سرزنش کی ۔ ادھر جب احمد خاں کو معلوم ہوا کہ اس کی فوج نے فتح پائی اور کیسے اس عورت نے چارہ سازی کی تو حیران رہ گیا ۔ پھر جب فوج واپس آ گئی اور وہ عورت بھی مردانہ لباس میں احمد خاں کے سامنے حاضر ہوئی تو احمد خاں نے اس کی دلیری اور مصلحت شناسی پر اسے آفرین کہی اور دس ہزار روپیہ مع خلعت اسے عطا کیا ۔ ادھر شہزادہ بایزید خاں نے ایک اور لشکر مدد کے لیے طلب کیا تو سلطان نے دو تین امرائے کبار کو، جن کے پاس بہت بڑا لشکر تھا، روانہ کیا ۔ جب یہ لشکر شہزادہ بایزید سے جا ملا تو اس نے احمد خاں کے علاقے پر حملہ آور ہو کر، بڑی کوشش کے بعد، اسے گرفتار کرکے قتل کردیا ۔ اس کا ملک خالصہ میں شامل کرتے ہوئے مظفر و منصور سلطان بہلول کی بارگاہ میں گیا اور سلطان کی مہربانی سے شاد کام ہوا ۔

---

۱ ۔ نسخہ ب میں ''گولہ رلورک'' ۔ گولہٗ زنبورک ۔ چھوٹی توپ (آ ا)،
ایلیٹ نے (جلد پنجم، صفحہ ۶) اس کا یوں ترجمہ کیا ہے:
"At last, ball from a camel-gun cut him also in half and killed him."

۲ ۔ الاغہ ۔ Helmet

کہتے ہیں جن ایام میں سلطان کے لشکر نے لیمکھار کے علاقے پر حملہ کر کے اسے تاخت و تاراج کیا ، وہاں پر ایک بقال سپاہ گری کے ذریعہ اپنی گزر اوقات کرتا تھا ۔ اس کی ایک آفتاب رو اور سلسلہ مو بیوی تھی ، جس کے رنگ رخسار سے لالے کا جگر داغ داغ ہوتا اور جس کی زلف عنبریں سے سنبل پیچ و تاب کھاتی تھی ۔ شوہر کو اس سے کمال وابستگی تھی ۔ شومی قسمت سے وہ عورت گرفتار ہوکر مفقود الخبر ہوگئی۔ ان دنوں اس کا شوہر کہیں گیا ہوا تھا ۔ جب واپس آیا تو بیوی کے غائب ہوجانے کا پتہ چلا ۔ (آتش فراق کے باعث) اس کے دل سے دھواں اٹھنے لگا ۔ ہر چند کہ وہ دیدۂ گریاں اور دل بریاں لیے اس کی جستجو میں چاروں طرف بہت دوڑا بھاگا مگر اس کا پتہ نہ چلا تو اس نے دنیا کا لباس ترک کر دیا اور خرقہ پہن لیا ۔ اسے اس (یوسف) گم گشتہ کا کہیں سراغ نہ ملا ۔ آخرکار وہ دنیا کو تج کر اور جوگ بن کر گاؤں گاؤں اور شہر شہر اس کی تلاش میں بھٹکتا پھرا ۔ یہاں تک کہ ایک سال اس حال میں گزر گیا ۔ پھرتا پھراتا وہ سرہند جا پہنچا ۔ ایک روز ایک حویلی کے دروازے سے گزر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی بیوی پانی کا مٹکا سر پر رکھے اس حویلی کے اندر لیے جا رہی ہے ۔ رک گیا اور بھیک مانگنے لگا ۔ افغان نے کہا : ''ایک بھکاری دروازے میں کھڑا ہے۔ اسے کچھ دے دو'' ۔ عورت روٹی کا ایک ٹکڑا[1] لے کر دروازے پر آئی تو بقال نے کہا : ''میں ایک مدت سے تیرے پیچھے در بدر بھٹک رہا ہوں'' ۔ عورت نے کوئی جواب نہ دیا اور واپس چلی گئی ۔ جا کر افغان سے کہا : ''یہ بھکاری جو دروازے پر کھڑا ہے بھکاری نہیں ہے بلکہ ایک حرام زادہ ہے جو چاہتا ہے مجھے لے جائے اور تم سے جدا کر دے'' ۔ افغان نے سنا تو اس کے کاسۂ سر میں غصے نے جوش مارا ۔ نوکروں کو حکم دیا کہ اس بقال کو کس کر باندھ دیں ۔ انھوں نے اسے اتنا مارا کہ جگہ جگہ سے زخمی ہوگیا ۔ (بعد ازاں) اسے ڈیوڑھی میں پھینک دیا۔ (کافی عرصہ) وہیں پڑا رہا ۔ جب اچھا ہوگیا تو افغان نے کہا : ''اب جا ، چلاجا'' ۔ اس نے کہا : ''خان (صاحب خدا آپ کو) سلامت رکھے اب میں مسلمان

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''پارچۂ نان'' بجائے ''پارۂ نان''

ہو چکا ہوں اور آپ کا نمک کھا چکا ہوں۔ لہٰذا آپ کا غلام بن گیا ہوں۔ مجھ سے آپ کی جو خدمت بھی بن پڑے گی اس میں کوتاہی نہیں کروں گا"۔ غرضیکہ افغان کا کام کاج کرتا رہا اور سال بھر اس کی خدمت میں رہ کر معتمد علیہ بن گیا۔ اگرچہ اس کی بیوی ہمیشہ اس سے کہتی تھی: "یہ شخص میری تاک میں ہے اور اسے جوں ہی موقع ملا مجھے اٹھا لے جائے گا"۔ افغان کہتا تھا: "اس کی وجہ سے میرے بہت سے کام ٹھیک ہو رہے ہیں مگر تو ہے کہ اس سے راضی نہیں ہوتی۔ وہ میرے سامنے تجھے اپنی بہن کہہ چکا ہے"۔ الغرض افغان نے اس پر بے حد اعتماد کیا یہاں تک کہ اپنے گھر کا سارا کاروبار اس کے سپرد کردیا۔ اس اثنا میں سلطان کو دلمو کی مہم پیش آئی اور وہ افغان بھی لشکر کے ساتھ چلا گیا۔ جب آگرہ کے نواح میں پہنچے تو ایک دن وہ افغان پہرے کے دن سے پہلے ہی اپنے سردار کے ساتھ روانہ ہو گیا اور حکم دیتا گیا کہ اسباب کو تو اونٹوں پر لاد کر لے آئیں۔ اس عورت کو ایک تانگے[1] میں سوار کر کے لا رہے تھے۔ وہ بقال اس دن (تانگے کے آگے والا) گھوڑا ہانک رہا تھا۔ جب وہ افغان اپنی منزل پر پہنچا تو پوچھا: "کنیزک کہاں ہے؟" - ملازمین نے کہا: "پیچھے پیچھے آرہی ہے" - جب دیر ہو گئی تو افغان نے جان لیا کہ بقال اسے لے گیا۔ اسی وقت ایک برق رفتار گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے ان کی تلاش میں دوڑا دیا۔ ادھر وہ بقال جو عورت کو کسی دوسرے راستے سے لے گیا تھا قریب ہی اتر پڑا اور سو گیا۔ وہ عورت افغان کی جدائی میں ایک طرف بیٹھی رو رہی تھی۔ ناگاہ افغان وہاں پہنچ گیا۔ عورت کی نظر افغان پر پڑی تو خوش ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی، اس کے قدموں پر سر رکھ دیا اور کہنے لگی: "میں نے کہا نہیں تھا کہ حرام زادہ موقعے کی تلاش میں ہے کہ مجھے لے جائے"۔ افغان گھوڑے سے اترا، بقال کی کوڑوں سے مرمت کی اور پھر گھوڑے کے رسے سے باندھ کر اسے ایک درخت سے لٹکا دیا۔ خود زین پوش زمین پر ڈالا اور سو گیا۔ عورت اس کے پاؤں سہلانے اور اس سے ہنسنے ہنسانے لگی۔ پھر اس نے جام دان سے ایک جام نکالا، اس میں پانی ڈالا اور مصری ملائی۔

۱۔ متن میں "تانوئی"... (آ ا)۔ یہ لفظ غالباً اردو ہے جسے اب تانگہ کہتے ہیں۔

یوں شربت تیار کر کے کچھ تو خود پی لیا اور جو باقی بچا اسے رہنے دیا ۔ عورت کو بھی نیند آ گئی - بقال نے ، جو ویسے ہی لٹکا ہوا تھا ، کیا دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا سانپ درخت سے نیچے اتر رہا ہے ۔ وہ سانپ اسی رسے سے ہوتا ہوا اس کے پاؤں تک آ پہنچا ۔ بقال نے سوچا کہ سانپ اس کے پاؤں پر ڈس کر اسے ہلاک کر دے گا ۔ اچھا ہے مجھے اس مصیبت سے نجات مل جائے گی ۔ مختصر یہ کہ وہ سانپ اس کے بدن پر سے رینگتا ہوا زمین پر پہنچا ، اس نے اپنا منہ اس پیالے میں ڈال دیا اور اپنا زہریلا لعاب اس میں ڈال کر بقال کے جسم پر سے رینگتا ہوا پھر اسی رسے کی مدد سے درخت پر جا چڑھا اور غائب ہو گیا ۔ تھوڑی دیر کے بعد افغان بیدار ہوا اور وہی شربت ، جو اس پیالے میں بچ رہا تھا ، پی کر پھر سو گیا اور سوتے میں اپنی جان قابض ارواح کے سپرد کردی ۔ اچانک وہ رسہ ، جو بقال کے پاؤں پر بندھا ہوا تھا ، ٹوٹ گیا اور (بقال) زمین پر آرہا ۔ اس نے اپنے پاؤں سے رسہ کھول دیا ۔ افغان کے منہ سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ وہ مر چکا ہے اور اس کا جسم بھی ریزہ ریزہ ہو گیا ہے ۔ اس (بقال) نے اس عورت کو جگایا اور کہا : ”اٹھ اور قدرت الٰہی کا تماشا دیکھ کہ دست غیب نے کیسے میرا انصاف کیا ہے ۔ اگر تو نے اب بھی مجھ سے منہ موڑا تو اسی طرح نابود ہو جائے گی“۔ عورت یہ واقعہ دیکھ کر لرز گئی اور سر اس کے پاؤں پر رکھ کر کہنے لگی : ”اب میں جب تک زندہ رہوں گی تیرے حکم سے سرتابی نہیں کروں گی“ بقال نے افغان کا لباس اتار کر خود پہن لیا ۔ تین سو اشرفیاں ، جو افغان کی جیب میں سے نکلیں ، وہ بھی لے لیں اور اس آندھی جیسی رفتار والے گھوڑے پر سوار ہوگیا ۔ پھر عورت کو دوسرے گھوڑے پر بٹھایا اور اپنے گھر کی راہ لی ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب احمد خان لودھی کے دل میں محبت الٰہی کے جذبے نے جوش مارا تو اسے کعبۂ علیا کی زیارت کا شوق ہوا ۔ سلطان سے اجازت لے کر حاجیوں کے ساتھ جہاز میں بیٹھا اور روانہ ہو گیا ۔ سوء اتفاق سے وہ جہاز تباہ ہو گیا[1] اور ایک مہلک بھنور میں پھنس

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ”تباہی گشت“ بجائے ”تباہ گشت“

کر پاش پاش ہو گیا ۔ سب سوار اس ہولناک سمندر میں غرق ہو گئے مگر احمد خان اور تین اور شخص ایک تختے پر رہ گئے ۔ اچانک ہوا نے اسے ایک جزیرے میں پہنچا دیا ۔ انھوں نے آبادی کا منہ دیکھا تو خدا کا شکر بجا لائے اور تختے سے اتر کر شہر کے نواح میں پہنچ گئے ۔ دیکھا کہ اس شہر کے لوگ دم دار ہیں ۔ وہ لوگ انھیں اپنے بادشاہ کے حضور لے گئے ۔ بادشاہ نے ان کا حال احوال پوچھا ۔ جب سارا حال بیان کر چکے تو سرکار سے کھانا مقرر فرمایا اور ان کے رہنے کے لیے ایک دل کش جگہ بھی دے دی ۔ انھوں نے دیکھا کہ شہر کا ہر گھر اور ہر عمارت سفید اور موتیوں کے چونے سے آراستہ ہے[1] ۔ کہیں کہیں خوشوں کی صورت میں سرخ یاقوت بھی جڑے ہیں ۔ وہ اللہ کی قدرت پر حیران رہ گئے ۔ کسی گھر میں تالاب[2] بھی نظر نہ آیا ۔ جب اس شہر کے بعض لوگوں سے ، جن سے دوستی ہو گئی تھی ، پوچھا کہ یہاں پانی تو نظر نہیں آتا پھر یہ آب شیریں کہ شربتِ مصری بھی اس مزے کا نہیں ہے ،کہاں سے آتا ہے ؟ انھوں نے کہا : ”اس پہاڑ کے نواح سے جو تمھیں نظر آ رہا ہے ۔ وہاں چھوٹے چھوٹے درخت ہیں جن کے پتے تغاریوں کی مانند گھرے ہیں جو بھڑوں کے چھتوں کی طرح رس سے بھرے رہتے ہیں ۔ ان کے کسی پتے سے کوئی شخص کتنا ہی پانی لے کم نہیں ہوتا“۔ احمد خان کو قدرتِ الٰہی کے اس تماشا کو دیکھنے کا شوق دامن گیر ہو گیا ۔ ان دوستوں کے ساتھ جا کر معائنہ کیا ۔ وہ ابھی دیکھ ہی رہا تھا کہ ایک ژندہ پوش درویش اسی پہاڑ کے غار سے نکلا اور کہنے لگا : ”احمد خان کہاں آ گئے ؟“ احمد خان نے سر اس درویش روشن نہاد کے پاؤں پر رکھ دیا اور رو رو کر اپنی سرگذشت دہرائی ۔ درویش نے کہا : ”تجھے اپنے گھر کی آرزو ہے یا خدائے عز و جل کے گھر کی ؟“ عرض کیا : ”اگر خدا نصیب کرے تو طوافِ کعبہ کی آرزو ہے“ ۔ درویش نے کہا : ”آنکھ بند کر لے“ ۔ احمد خان نے آنکھ بند کی اور جب کھولی تو اپنے آپ کو حرمِ بیت اللہ

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ”انھوں نے اپنے ہر گھر اور جملہ عمارات شہر کو مروارید کے چونے سے“... مترجم

۲ ۔ نسخہ الف میں ”کوزۂ آب“ کی بجائے ”ہر کہ آب“

میں پایا ۔ طوافِ کعبہ اور ارکانِ حج کی ادائیگی کے بعد ہندوستان کے ایک قافلے کے ساتھ جہاز پر بیٹھا اور بخیریت دہلی واپس آ گیا ۔

بہلول شاہ انھیں ایام میں رانا کی مہم سے (فارغ ہو کر) شہر[۱] واپس آیا اور پھر مالوہ روانہ ہو گیا ، اس لیے کہ راجہ مان نے ، اس شہر میں بعض لوگوں سے مل کر ، اس کی اطاعت سے منہ موڑ لیا تھا - رائے سارنگ نے بھی نافرمانی اختیار کرلی تھی - جب یہ خبر پھیلی کہ شاہی لشکر جاہ و جلال کے علم اڑاتے ہوئے آن پہنچا ہے تو تین منزل تک استقبال کے لیے آیا - دو ہاتھی اور بارہ گھوڑے بطورِ نذرانہ پیش کیے اور (یوں اس کے قہر و غضب کی) آتشِ سوزاں سے محفوظ ہو گیا ۔

یہاں سے رایاتِ خسروی نے اجین کا رخ کیا - یہاں بھی ان کافروں نے بغاوت کا راستہ اختیار کر رکھا تھا لیکن جب چشم (تصور سے) یہ دیکھا کہ ان کے سر غازیانِ اسلام کی تلواروں سے ان کی جھولیوں میں پڑے ہیں تو رشتۂ اطاعت گلے میں ڈال کر رکاب عالی کو بوسہ دینے کے لیے چل پڑے ۔

قضائے الٰہی سے آگرہ کے نواح میں پہنچے تو راستے میں (سلطان بہلول کے) بدنِ مبارک کو بیماری آ لگی مگر وہ اسی طرح کوچ بہ کوچ راستہ طے کرتا رہا - دہلی سے چالیس کوس ادھر مرض نے غلبہ پا لیا ۔ شاہزادگان عالی گوہر ، قطب خان ، دریا خان لودھی اور دیگر ارکان سلطنت ، استقبال کے لیے دہلی سے پہنچے ہی تھے کہ وہ شاہ گیتی ستان ، جو قومِ افغان کا پہلا بادشاہ تھا جس نے بزور شمشیر سلطنت حاصل کی تھی ، ۸۹۴ھ میں رحمت الٰہی سے جا ملا ، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے :

---

۱ - دہلی ...مترجم

''بهشتصد و نود و چار رفت از عالم
خدیوِ ملک ستان و جهان گشا بهلول''[1]

اس کے بعد اس کا بیٹا، جو کہ ہر طرح سے جہان داری کے لائق اور شایان شان تھا، تخت پر بیٹھا۔

''چو بهلول بر بست زین ملک رخت
سکندر بر آمد بر افراز تخت

جهان شد چو معمور و پدرام او
بثانی سکندر شده نام او

جهان را نمانند بی کد خدای
یکی می رود دیگر آید بجای

بدینسان بود تا سر انجام کار
بنزد خرد گردش روزگار''۔[2]

---

۱ - ۸۹۴ میں دنیا سے چلا گیا، بہلول، ملک گیر اور جہان گشا بادشاہ۔ (آ آ)

۲ - ''جب بہلول نے اس ملک (دنیا) سے رختِ سفر باندھا تو سکندر آیا اور تخت کو رونق بخشی۔ جب دنیا آباد اور اس کے ماتحت ہو گئی تو اس کا نام سکندرِ ثانی ہوگیا۔ چونکہ کارکنانِ قضا و قدر جہان کو شاہِ جہان کے بغیر نہیں رہنے دیتے اس لیے جب ایک جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ آ جاتا ہے۔ اہلِ خرد کے نزدیک گردشِ روزگار تا قیامِ قیامت اسی طرح رہتی ہے''۔ (آ آ)

سکندر لودھی

زمزمہ سرایانِ تاریخ و سیرت نے سکندر لودھی کی تخت نشینی کے بارے میں یوں زمزمہ سرائی کی ہے کہ وہ سلطان بہلول کا بیٹا تھا - عالمِ شہزادگی میں اس کا خطاب "نظام خان" تھا - حق تعالی نے اسے اس درجہ حسن اور زیبائی سے آراستہ کیا تھا کہ گویا نقاش قضا نے اس سے زیادہ دل کش تصویر نہ تو تختۂ ہستی پر کھینچی تھی اور نہ ہی زمانے کی آنکھ نے اس سے پاکیزہ تر شکل دیکھی تھی - جو کوئی اس پر ایک نظر ڈالتا دل دے بیٹھتا - شیخ ابوالعلی کے نواسے شیخ حسن[1] کو اس سے دلبستگی پیدا ہو گئی - شیخِ مذکور صاحبِ کمالات بزرگوں میں سے تھے - سردیوں کا موسم تھا - شاہزادہ نظام خان ایک روز حجرے میں تنہا بیٹھا تھا کہ شیخ حسن کے دل میں اس سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی - صفائیِ باطن کے سبب ، جو اہل اللہ سے خاص ہے ، نظام خان کی مجلس میں ، جہاں ہوا کا گزر بھی ناممکن تھا ، جا پہنچے - شہزادے کو بڑا تعجب ہوا - کہنے لگا : "اے شیخ ! اتنے دربانوں کے باوجود بلا اجازت کیسے آ گئے ؟ " - شیخ نے کہا : "تم (بخوبی) جانتے ہو" - نظام خان نے کہا : "آپ خود کو ہمارا عاشق کہلواتے ہیں ! " - کہنے لگے : "مجھے (دل پر) اختیار نہیں" - فرمایا : "ذرا آگے آئیے" - (جب وہ آگے بڑھے تو) شہزادے نے ان کا سر پکڑ کر جلتی ہوئی انگیٹھی میں دہکتے ہوئے کوئلوں پر رکھ دیا اور اسے دونوں ہاتھوں سے دبایا - انھوں نے دم بھی نہ مارا - اس اثنا میں مبارک خان[2] لوہانی بھی آ پہنچا - اس صورتِ حال

---

۱ - بقول صاحب "اخبار الاخیار" (صفحہ ۱۸۷) اور "معارج الولایت" شیخ حسن کی وفات ۲۴ ربیع الاول ۹۰۹ ہجری ہے - سکندر لودھی کے زمانے میں جونپور سے دہلی آئے - کذا فی "خزینۃ الاصفیاء" (جلد اول ، صفحہ ۴۰۹)

۲ - نسخہ الف میں "مبارا خان" لیکن ولزلی ہیگ نے "تاریخ ہندوستان" (جلد سوم ، صفحہ ۲۳۴) میں مبارک خان لوھانی لکھا ہے

کو دیکھ کر حیران رہ گیا ۔ اس نے شہزادے سے پوچھا : "یہ شخص کون ہے ؟" ۔ اس نے فرمایا : "شیخ حسن ہے" ۔ مبارک خان نے کہا : "اے خدا ناترس کیا کرتا ہے ؟ ۔ انھیں تو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا مگر تجھے جو ضرر پہنچے گا تو اس سے کیوں نہیں ڈرتا ؟ " ۔ نظام خان نے کہا : "یہ اپنے آپ کو میرا عاشق کہتے ہیں" ۔ مبارک خان نے کہا : "تمھیں خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ ایک بزرگ کے نورِ نظر بن گئے ہو ۔ اگر سعادتِ دارین کی آرزو ہے تو ان کی خدمت کرو" ۔ اس کے بعد انھیں ایک دن کوٹھری میں بند کر دیا اور دروازے میں ایک مضبوط تالا ڈال دیا ۔ تھوڑی دیر بعد خبر ملی کہ شیخ حسن بازارِ نو آباد میں رقص کر رہے ہیں ۔ غرضیکہ سلطان ایسے بزرگوں کا منظور نظر تھا ۔

ایک دن فرمایا : "ہمیں چاہیے کہ تھانیسر جائیں اور کرکھیت[1] کو مٹی سے پر کر دیں اور اس کی پیمائش کر کے وہاں کے ائمہ کو مددِ معاش کے طور پر دے دیں" ۔ اس عہد کا ملک العلماء بھی حاضر تھا ۔ اس نے شہزادے سے پوچھا : "وہاں پر کیا چیز ہے[2] ؟" ۔ فرمایا : "ایک حوض ہے جہاں ہندو ہزار دو ہزار[3] کوس کے فاصلے سے غسل کے لیے آتے ہیں" ۔ انھوں نے کہا : "کب سے اس کی بنیاد پڑی ہے ؟" ۔ شاہزادے نے جواب دیا : "یہ بدعت سال ہا سال سے جاری ہے" ۔ ملک العلماء نے پھر کہا : "جو بادشاہ آپ سے پہلے تھے انھوں نے اس بارے میں کیا کیا ؟" جواب دیا : "کچھ بھی نہیں" ۔ ملک العلماء نے کہا : "یہ تمھاری ذمہ داری نہیں ہے کیونکہ تم سے پہلے شاہان اسلام نے اس معاملے میں کچھ نہیں کہا" ۔ شاہزادہ اس بات سے برہم ہو گیا اور بولا : "اس زمانے کے علماء عجیب ہیں" ۔ غرضیکہ جوانی کے دنوں ہی میں دین اسلام کے سلسلہ میں بڑا متعصب تھا ۔

دوسرے واقعات یہ ہیں کہ بہلول شاہ کے زمانے میں تاتار خان اور یوسف خان ، جو لاہور اور ملتان کے صوبہ دار تھے ، باغی ہو کر

---

۱ ۔ نسخہ ب میں "کرکھیت" ۔ ہرگھاٹ ؟...(آ آ)
۲ ۔ نسخہ الف میں ہے "چہ خبر باشد" بجائے "چہ چیز باشد"
۳ ۔ نسخہ ب میں "ہزار دو ہزار"

خالصہ کے کچھ پرگنوں پر قابض ہو گئے ۔ نظام خان ان دنوں پانی پت میں تھا ۔ اس نے دو تین گاؤں اپنے نوکروں کو دے دیے ۔ جب یہ خبر سلطان کو پہنچی تو خواجہ شیخ سعد فرملی کو لکھا کہ یہ کام تمھارے مشورے سے ہوا ہے ؟ ۔ اگر مرد ہو تو گاؤں تاتار خان وغیرہ کی ولایت سے حاصل کرو ۔ شیخ سعد نے یہ فرمان شاہزادے کے حضور پیش کیا تو شہزادے نے پوچھا : ''خیر تو ہے ؟ '' اس نے عرض کیا کہ نہیں ۔ پھر وہ فرمان شہزادے کے حضور میں پڑھا ۔ فرمایا : ''عجب فرمان شاہی لائے ہو'' ۔ فرملی نے کہا : ''بادشاہی مفت نہیں ملتی ۔ سلطان نے باقی سب بیٹوں میں تجھے صاحب شمشیر جان کر مطالبہ کیا ہے ۔ اگر تیرے ہاتھ سے یہ کام ہو گیا تو دہلی کا بادشاہ تو ہوگا ۔ اٹھ اور قسمت آزمائی کر'' ۔ اس وقت شہزادے کے پاس دو ہزار پانچ سو سوار تھے ۔ اول پانچ سو سواروں کو تاتار خان کی ولایت کے خلاف نامزد کیا اور ان کو حکم دیا کہ اس کے دو تین پرگنوں میں مار دھاڑ کریں ۔ تاتار خان کو یہ بات معلوم ہوئی تو ایک بہت بڑا لشکر لے کر نکل کھڑا ہوا ۔ ادھر شہزادہ بھی فوج لے کر انبالہ کے پرگنے میں جا پہنچا ۔ دوسرے روز دونوں طرف سے صف آرائی ہوئی ۔ شہزادے نے بھی تیاری کر کے میدان جنگ کا رخ کیا ۔ اس اثنا میں شہزادے کے گرد و پیش میں تجربہ‌کار جوان آ جا رہے تھے ۔ شیخ سعید نے بھی اس اثنا میں دو تین بار شہزادے کی طرف دیکھا ۔ شہزادے نے پوچھا : ''کیا دیکھ رہے ہو ؟'' ۔ شیخ نے عرض کیا : ''بندہ یہ دیکھ رہا ہے کہ آپ کے ارد گرد چست و چالاک نوجوان گھوم پھر رہے ہیں ۔ اگر آپ سرداری میں ثابت قدم رہے تو فتح کی امید ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ لوگ کیسے لڑتے ہیں ۔ اگر خدا تعالٰی اس مہم کو حسب مراد انجام دے اور اگر نہیں تو آپ باد (رفتار گھوڑے) پر سوار ہیں ، کوئی آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکے گا'' ۔ شہزادہ ہنسا اور کہنے لگا : ''میں تمھارے گھوڑے کے پاؤں تو زمین پر دیکھ رہا ہوں لیکن اپنے گھوڑے کے پاؤں سینے تک خون میں غرق دیکھ رہا ہوں'' ۔ خواجہ سعید گھوڑے سے اترا ، شہزادے کے پاؤں کو بوسہ دیا اور کہا : ''یہی فتح کی نشانی ہے ۔ سردار کی ہمت ایسی ہی ہونی چاہیے'' ۔ جنگ شروع ہوئی تو سب سے پہلے جس نے گھوڑا میدان میں دوڑایا وہ

دریا خان لوہانی تھا ۔ وہ تیس آدمیوں کو ساتھ لیے یہ طے کر کے دونوں صفوں کے درمیان پہنچا کہ جہاں دشمن ایک تلوار کھینچے گا ، وہاں وہ اس کے مقابلہ میں تیس تلواریں کھینچ لیں گے ۔ دوسری طرف سے پانچ سو سوار مقابلے کے لیے آئے ۔ ایسا رن پڑا کہ تلواروں سے چنگاریاں نکلنے لگیں ۔ دریا خان پانچ سو سواروں پر غالب آیا ۔ تین مرتبہ حملہ کر کے تاتار خان کے بہت سے تجربہ کار سواروں کو گھوڑوں سے گرا کر اپنی جگہ پر آن کھڑا ہوا ۔ چوتھی بار تاتار خان کی فوج میں سے کسی نے اس کے مقابلہ میں سر نہ اٹھایا ۔ دریا خان نے کہا : ''ہماری ثابت قدمی اور ہمارے آقا کا اقبال کارگر ثابت ہوا ۔ تم سب یہیں ٹھہرے رہو تا کہ میں اب تن تنہا ان پر حملہ کروں'' ۔ قصہ مختصر یہ کہ دریا خان نے تین بار ان پر حملہ کیا اور صحیح و سلامت واپس آ گیا ۔ پھر دریا خان اور حسین خان[1] سات سو سوار ساتھ لیے شہزادے کے لشکر سے نکلے ۔ ادھر تاتار خان کے ایک ہزار پانچ سو سواروں نے حسین خان پر تین بار حملہ کیا ۔ چنانچہ اس بار بھی نہ صرف دریا خان بلکہ حسین خان نے بھی فتح پائی ۔ عمر خان نے حسین خان سے کہا : ''سو بار خدا کی رحمت ہو تجھ پر اور دریا خان پر کہ تم دونوں نے وہ کام کیا جس پر سب تمہیں شاباش کہتے ہیں ۔ اب امید ہے کہ تم ان بھائیوں سے بھی انصاف[2] کرو گے'' ۔ اس سے پیشتر کہ عمر خان سروانی میدان میں اترتا اس کا بیٹا ابراہیم تیزی سے گھوڑا دوڑاتے ہوئے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا : ''قسم ہے آپ کو خدا کی[3] اور شہزادے کے نمک کی ، اگر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا'' ۔ عمر خان نے کہا : '' آخر کیوں ؟ '' ابراہیم نے جواب دیا : ''آپ نے جیسے مبارک[4] خان کے بیٹے دریا خان اور حسین خان کی کارکردگی دیکھی ہے ، اب ذرا ہماری کارکردگی پر بھی توجہ فرمائیے ۔'' یہ کہہ کر تن تنہا دو تین بار ان سواروں پر ، جن کی تعداد پندرہ ہزار تھی ، حملہ کیا اور ہر بار دس بارہ تجربہ کار سواروں کو مار گرایا ۔ عمر خان نے

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''دریا خان کے بعد حسین خان''

۲ ۔ نسخہ الف میں ہے ''حالا انصاف الصاف''

۳ ۔ دونوں نسخوں میں درای لکھا ہے جو شاید برای ہے

۴ ۔ نسخہ الف میں ''مبارا''

یہ دیکھا تو اپنی مخصوص فوج کو ساتھ لیے تاتار خان پر ٹوٹ پڑا اور ان پندرہ ہزار سواروں پر غالب آ گیا ۔ تاتار خان مارا گیا ، اس کا بھتیجا حسین خان گرفتار ہو گیا اور باقی فوج نے راہ فرار اختیار کی ۔ جب ایسی عظیم فتح شہزادے کو حاصل ہوئی تو وہ میدان ہی میں گھوڑے سے اتر کر ، اس کی بارگاہ میں جس نے اسے فتح دی تھی ، سجدہ ہائے شکر بجا لایا ۔ اس فتح سے باغیوں کے دلوں میں رعب اور ہراس بیٹھ گیا ۔ اس کے جن غازیوں نے میدان میں اس شان کی رستمی[1] و بہادری دکھائی تھی ان کو خوب خوب نوازا ۔ جب یہ فتح نامہ بہلول کے پاس پہنچا تو اس نے آفرین کہی اور جان لیا کہ میرے بیٹوں میں سے سب سے لائق نظام خان ہے ۔ لہٰذا اس نے نظام خان کو دس عربی گھوڑوں ، پانچ ہاتھیوں اور ولی عہدی کے خطاب والا سے مسرور فرمایا ۔

الغرض جب سلطان بہلول لودھی کی آمد کی خبریں دہلی پہنچیں تو اکابر و امراء کو ساتھ لیے استقبال کے لیے نکلا[2] ۔ جمال خان کو دہلی میں چھوڑا۔ اول حقائق آگاہ شیخ سماءالدین[3] کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کہا : "شیخ جی ہم چاہتے ہیں علم صرف کی کتاب میزان آپ کی خدمت میں پڑھیں ۔" لہٰذا سبق شروع ہوا ۔ استاد نے کہا : "اسعدک اللہ تعالٰی

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "رسمی"

۲ ۔ شہزادہ...مترجم

۳ ۔ مولانا سماءالدین علوم رسمی و حقیقی اور تقویٰ اور ورع کے جامع تھے ۔ انھوں نے شیخ فخرالدین عراقی کی "لمعات" پر حواشی لکھے ہیں جو اس کے معانی کے حل میں کافی اور وافی ہیں ۔ ان کا ایک اور رسالہ ہے "مفتاح الاسرار" ۔ ان کی وفات ۱۷ جمادی الاول ۹۰۱ھ میں ہوئی ۔ ان کا اور ان کی اولاد کا مقبرہ حوض شمسی میں ہے ۔ رحمہم اللہ تعالٰی ۔ "اخبارالاخیار" (صفحہ ۲۰۲) سے تلخیص ۔ یہی واقعہ "طبقات اکبری" (جلد اول ، صفحہ ۳۳۷) اور "مخزن افغانی" (صفحہ ۴۹ ب) میں مذکور ہے جہاں مولانا سماءالدین کا نام پورے احترام کے ساتھ "حضرت قطب الاقطاب شیخ سماءالدین کنبوی دہلوی" لکھا گیا ہے ۔

فی الدارین'' یعنی خدا تجھے دونوں جہانوں میں نیک بخت کرے ۔ سلطان نے کہا : ''پھر فرمائیے'' ۔ انھوں نے اسے تین مرتبہ دہرایا تو شہزادے نے سلطان بہلول کا واقعہ اور امراء کی طلبی کا ذکر کیا اور رخصت لی ۔ اپنے اقبال کی رہنمائی اور امراء کے مشورے سے بسرعت تمام خود کو دہلی سے قصبۂ جلالی تک پہنچایا ۔ باپ کی نعش دہلی بھیج دی اور جمعے کے دن[1] ۱۷ شعبان سنہ ۸۹۴ھ[2] (قصبہ) جلالی کے قریب دریائے سیاہ[3] کے کنارے ایک بلند جگہ پر ، جہاں قصر فیروز نام کا ایک قصر بنا ہے ، خان جہان و خان خانان فرملی اور سب امراء کے اتفاق رائے سے ۱۸ برس کی عمر میں سریر سلطنت پر جلوس کیا ۔ سلطان سکندر خطاب ہوا ۔

جب یہ عظیم بادشاہ تخت پر بیٹھا تو اس نے امراء کا منصب بڑھایا ۔ فوج کو دو مہینوں کی تنخواہ انعام میں دی ، جو کوئی بھی پہلے سے نوکر چلا آ رہا تھا اسے امراء میں داخل کر دیا اور جیسی جس میں لیاقت تھی ویسی جاگیر عطا کی ۔

کہتے ہیں اس کے حسن خلق اور مہربانی کا یہ عالم تھا کہ سنبل کے علاقے میں ایک شخص زمین کھود رہا تھا ۔ وہاں ایک دیگ برآمد ہوئی جس میں پانچ ہزار اشرفیاں ملیں ۔ وہاں کے حاکم میاں قاسم خان نے ساری دولت اس سے لے لی اور حقیقت حال عرض کی ۔ حکم ہوا یہ دولت جس کو ملی ہے ، اسے واپس دے دی جائے ۔ میاں قاسم نے عرض کیا : ''بادشاہ عالم یہ دولت اس شخص کو ملی ہے جو اس لائق نہیں کہ اسے اتنی دولت دی جائے'' ۔ فرمایا : ''اے نادان ! یہ تو نے کیا بات کہی ۔ اگر دینے والا اس لائق نہ سمجھتا تو نہ دیتا ۔ تجھے اس سے کیا مطلب ؟ لائق اور نالائق سب اس کے بندے ہیں ۔ جسے چاہتا ہے دیتا ہے ۔ یہ

---

۱ ۔ دونوں نسخوں میں ''روز جمعہ بتاریخ سنہ قریب جلالی'' لکھا گیا ہے

۲ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۵۳ ب) سے نقل کیا گیا

۳ ۔ ''مخزن افغانی'' کے ایک خطی نسخے میں صفحہ ۵۹ الف پر ''آب سیاہ'' اور دوسرے نسخے میں صفحہ ۵۳ ب پر ''آب سیاہ'' مذکور ہے ۔ ''مآثر رحیمی'' (جلد اول ، صفحہ ۵۲۴) میں ''آب سیاہ'' اور ''طبقات اکبری'' (صفحہ ۳۱۴) میں ''آب سیاہ'' ثبت ہے

دولت اسی کے حوالے کر دے - اگر ایک درم بھی کسی دوسری مد میں خرچ ہوگا تو سزا پائے گا - جب تک اس مال و زر کے لیے کوئی محفوظ جگہ تیار نہ کر لے چوکی پہرے کا خیال رکھ تاکہ ایسا نہ ہو کسی دوسرے کے ہاتھ لگ جائے“ -

نقل ہے کہ جناب میاں شیخ محمود کی زمین میں ایک مزارع ہل چلا رہا تھا کہ ہل کے نیچے سے ایک پتھر نمودار ہوا - وہ شخص ہل چھوڑ کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے اطلاع کی - انھوں نے اپنے بیٹے کو بھیجا - جس نے وہاں پہنچ کر زمین کھودی تو ایک پتھر نمودار ہوا - پتھر کو اٹھایا تو اس کے نیچے ایک ایسی جگہ نکلی جو خزانے اور سونے کے برتنوں سے بھری پڑی تھی - بعض طبقوں پر سکندر رومی کا نام لکھا تھا - سب نے کہا یہ گنج ذوالقرنین ہے[1] - علی خان نے کہ صوبہ دیپالپور سے اس کا تعلق تھا ، اپنے ایک آدمی کو شیخ کے پاس بھیجا کہ یہ ولایت میرے علاقے میں ہے ، اس لیے یہ مال بھی میرا ہے - شیخ نے جواب میں لکھا اگر خدا تعالیٰ تجھے دیتا تو میرا یا کسی دوسرے کا اس میں کوئی دخل نہ ہوتا - چونکہ مجھے دیا ہے اس لیے تیرا یا کسی دوسرے کا اس میں کوئی دخل نہیں - علی خان نے یہ حقیقت سلطان کو لکھ بھیجی - سلطان نے جواب میں لکھا : ”تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ ایک مرد درویش کی شکایت کر رہا ہے“ - اس اثنا میں شیخ مذکور نے چند ایک طلائی برتن جن پر سکندر کا نام لکھا تھا ، سلطان کی خدمت میں روانہ کیے اور لکھا کہ یہ جو اس قدر دولت اور بہت سے طلائی برتن ملے ہیں جہاں فرمائیے بھیج دوں - سلطان نے حکم دیا : ”اپنے پاس رکھو - ہمیں بھی جواب دینا ہے اور آپ کو بھی - ملک اور مال خدا تعالیٰ کا ہے ، جسے چاہتا ہے دیتا ہے“ یہ کہہ کر وہ برتن دوبارہ شیخ کی خدمت میں بھیج دیے - غرضیکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس بادشاہ کو بڑی بے نیازی بخشی تھی -

---

۱ - یہ جہالت اور روایت پرستی کا نتیجہ ہے کہ سکندر رومی کو ذوالقرنین ٹھہرایا گیا اور پھر ایک خزانہ بھی اس سے منسوب کردیا گیا - معاذ اللہ ... مترجم

جب کہ ان ایام میں اگر کسی شخص کو تانبے کے چند ٹکے بھی مل جائیں تو حکام اس کا گھر لوٹ لیتے ہیں ۔

دوسرے اس زمانے میں والیِ بیانہ نے بغاوت کر رکھی تھی - سلطان نے محمد خان اور یوسف خان کو اس مہم پر نامزد کیا - ان کے پیچھے پیچھے رایات جاہ و جلال بھی وہاں پہنچ گئے - والیِ بیانہ محصور ہو گیا اور سامان جنگ ترتیب دینے لگا - عمر خان کوچ پر کوچ کرتا ہوا وہاں پہنچا - گرگج ، ثبات (ساباط) اور دوسرے قلعہ شکن آلات مہیا کرنے کے لیے کوشش کی - سلطان بھی اس نواح میں سیر و شکار کرنے لگا - عمر خان نے قدرے کوشش کر کے اہل قلعہ کو زچ کر دیا اور بیانہ پر قبضہ کر کے[1] عیسیٰ خان کو اس کا والی مقرر کیا اور خود سلطان کی خدمت میں پہنچا - سلطان اس روز چوگان بازی میں مشغول تھا -

خبر آئی کہ باربک شاہ نے اپنے گرد و پیش ایک بے انتہا جمعیت پیدا کر لی ہے اور باغی ہو گیا ہے - سلطان نے اسماعیل خان کو باربک شاہ کے پاس بھیجا اور ایک فرمان نصیحت آمیز لکھ کر خود بھی اس کے پیچھے پیچھے کنبلہ اور پٹیالی[2] کی طرف روانہ ہو گیا - باربک شاہ نے نہ صرف اس فرمان پر عمل نہ کیا بلکہ ایک لشکر تیار کر کے مقابلے کے لیے آ پہنچا - جنگ کی صفیں آراستہ ہوئیں اور عین جنگ کے دوران ایک قلندر نمودار ہوا اور سلطان کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا : ''فتح تمہاری ہے''- سلطان نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا - قلندر نے کہا : ''میں ایسی نیک فال دے رہا ہوں تو نے مجھ سے ہاتھ کیوں کھینچ لیا'' - فرمایا : ''جب دو مسلمانوں میں جنگ ہو رہی ہو تو ایک ہی کے بارے میں حکم نہیں لگانا چاہیے - جس میں خیر ہو اسی کی خواہش کرنی چاہیے'' - القصہ جنگ کے بعد باربک شاہ نے ہزیمت اٹھائی اور اسے زبردست شکست کا سامنا کرنا

۱ - ''مخزن افغانی'' (صفحہ ۵۹ب) اور طبقات اکبری'' (جلد اول ، صفحہ ۳۱۶) میں لکھا ہے کہ بیانہ سنہ ۸۹۷ھ میں فتح ہوا -

۲ - نسخہ الف میں ''تبالی''

پٹیالی - دریائے گنگا کے کنارے - امیر خسرو کا مولد... مترجم

پڑا - سلطان بطریق برادرانہ اسے اپنے ساتھ لے آیا - جب بدایون پہنچا تو ایک روز اسے حضور میں طلب کیا اور کہنے لگا : "میں نے تجھ سے کیا بدی کی تھی جو تو اس طرح سے پیش آیا ؟"- باربک شاہ نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا - سلطان اسے دوسری بار پھر جون پور لے گیا ، تخت پر بٹھایا اور چند ایک قابل اعتبار امیروں کو وہاں چھوڑ کر دہلی آ گیا -

کچھ دنوں کے بعد خبر ملی کہ زمینداروں نے چوکا سے مل کر سازش کی ہے اور کوئی ایک لاکھ آدمی جمع کر لیے ہیں - مبارک خان لوہانی نے اس پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی - اس کا بھائی[1] بھی قتل ہو گیا - باربک شاہ ان کے غلبے کی تاب نہ لا سکا اور محمد خان فرملی کے پاس ، جسے کالا پہاڑ کہتے تھے ، چلا گیا[2] - سلطان نے یہ خبر سنی تو چوگان ہاتھ سے پھینک دیا اور خان خانان لودھی کے گھر پہنچ کر مشورہ کیا - حکم دیا کہ رایات جاہ و جلال چوکا کا رخ کریں - وہ دس دن میں چوکا پہنچ گئے - آب کوہ کی ندی محل نزول ٹھہری - وہاں ایک با خبر شخص ملا تو سلطان نے اس سے پوچھا : "چوکا یہاں سے کتنے کوس دور ہے ؟" اس نے کہا : "دس کوس" - اس وقت پانچ سو سوار اس کے ساتھ تھے - امراء نے عرض کیا : "کل تک توقف فرمائیں تا کہ لشکر آ جائے" - فرمایا "اسلام غالب ہے" - سورۂ فاتحہ پڑھی اور سوار ہو گیا - کچھ راستہ طے کرنے کے بعد ایک مخبر ملا - سلطان نے پوچھا : "چوکا کی جمعیت کتنی ہے" - کہنے لگا "پندرہ ہزار سوار اور دو لاکھ پیادہ اس کے ساتھ ہیں" - سلطان وہیں سے بسرعت آگے بڑھا - چوکا کو خبر ملی تو باوجود اتنی جمعیت کے اسکندر سے مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ نکلا اور باغیوں کی جمعیت تتر بتر ہو گئی - سلطان نے قلعہ جوند تک اس کا تعاقب کیا - سلطان حسین شرقی بھی وہاں پہنچ کر ایک ٹیلے کے پیچھے دبک کر قلعے کے نواح میں آ ٹھہرا - بادشاہ نے سلطان حسین کو لکھا "تم میرے چچا کے برابر ہو - تمہارے اور سلطان بہلول

---

۱ - "مخزن افغانی" (صفحہ ۵۵ الف) میں ہے "شیر خان برادر مبارک خان"

۲ - یہ واقعہ سنہ ۸۹۷ھ میں پیش آیا - کذا فی "طبقات اکبری" (جلد اول ، صفحہ ۳۱۷)

کے درمیان جو کچھ ہوا سو ہوا - مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں - میں تمھارا ادب کرتا ہوں - یہ قلعہ تم لے لو - میں یہاں صرف اس غرض سے آیا تھا کہ کافروں کی تادیب کروں'' - سلطان حسین نے سید خان کو بطور ایلچی بھیجا اور نامناسب جواب دیا : ''چوکا میرا نوکر ہے - بہلول ایک جنگجو سپاہی انسان تھا اس لیے میں اس کے ساتھ جنگ آزما ہوتا تھا لیکن تو ایک نادان لڑکا ہے - اگر بیہودگی کی تو جوتا رسید کروں گا '' - سلطان نے فرمایا : '' اے مسلمانو ! سنو جس منہ سے جوتے کا نام نکلا ہے ، انشاءاللہ اسی کے منہ پر پڑے گا '' - ایلچی سے کہا : ''تم آل رسول ہو ، تم اسے سمجھاتے کیوں نہیں تا کہ وہ بعد میں پشیمان نہ ہو'' - اس نے جواب دیا '' میں اس کا تابع فرمان ہوں'' - سلطان نے فرمایا : انشاءاللہ تعالیٰ کل جب وہ بھاگ نکلا اور تم گرفتار ہو گئے تو میں تمھیں یاد دلاؤں گا'' -

یہ کہہ کر سید خان کو تو رخصت کردیا اور خود امراء سے مشورے کے بعد جنگ کا فیصلہ کیا اور ان سے کہا : ''تم بہلول (خان) کی مہمات میں اپنی جانوں سے کھیلتے رہے ہو ، یہ میری پہلی مہم ہے - (میری خواہش ہے کہ) میرے ساتھ بھی برادری کے تقاضے پورے کرو'' -

جب اگلے روز صف آرائی ہوئی تو لودھیوں نے ہراول میں ، شاہو خیل نے میمنہ میں ، فرملیوں اور لوہانیوں نے میسرہ میں اور سروانیوں نے عقب میں جگہ پائی - عمر خان ، جو اس زمانے کے بہادروں میں سے تھا ، مقدمہ میں مقرر ہوا - اس کے بعد سلطان لشکر کا معائنہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہوا ہی تھا کہ اچانک اس کی نگاہ جوند پر پڑی[1] - دیکھتے ہی دیکھتے سلطان حسین لشکر کو آراستہ کیے قلعے سے باہر آیا - افغان جان ہتھیلیوں پر رکھ کر، تلواریں اور خنجر لے کر، حملہ آور ہوئے۔

---

۱ - ''مخزن افغانی'' (صفحہ ۶۵ الف) میں ہے ''سلطان سکندر تائید ایزدی پر بھروسا کرتے ہوئے تیزی سے سلطان حسین کے سر پر جا پہنچا - اس اثنا میں سالباہن جون (پور ؟) کی ملازمت میں آگیا'' - سلطان حسین کو یہ شکست ۹۰۰ھ میں ہوئی - کذا فی طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۳۱۹)

ان کی تھوڑی سی کوشش سے سلطان حسین بھاگ کھڑا ہوا ۔ میر سید خان ایلچی اور چند دوسرے امراء گرفتار ہو گئے ۔ ان کو ہاتھ باندھے ننگے سر لا رہے تھے کہ اچانک سلطان کی نظر ان پر پڑی تو فرمایا : "سید کے سر پر دستار رکھ دو" ۔ جب حضور میں پیش ہوئے تو فرمایا : "تمھاری نمک خواری پر صد آفرین مگر جب وہ (ولی نعمت ہی) کم بخت ہو تو تم کیا کر سکتے ہو ؟" ۔ پھر ہر ایک باغی امیر کے قیام کے لیے خیمہ اور کھانے کے لیے طعام مقرر کیا ۔

جب سلطان حسین جولد سے فرار ہوا تو مخبروں نے اطلاع دی کہ وہ بھاگا جا رہا ہے ۔ مبارک خاں[1] نے بھی عرض کیا : "اگر حکم ہو تو میں اس کا پیچھا کروں ؟" ۔ فرمایا : "معلوم کرو کس طرف گیا ہے" ۔ پھر عرض گزار ہوئے : "خبر ملی ہے کہ بہار کی طرف جا رہا ہے" ۔ فرمایا : "وہ تم سے نہیں خدا کے غضب سے بھاگ رہا ہے ۔ یہ وہی حسین ہے کہ تم مغلوب تھے اور وہ غالب ۔ وہ خدا جس نے اسے زمین پر دے مارا ہے اور تمھیں زمین سے اٹھایا ہے وہ سب کچھ دیکھ رہا ہے ، اس لیے بہتر ہے کہ مغرور نہ ہو" ۔

القصہ جب سلطان حسین شرقی بھاگ کر بہار پہنچا تو سلطان سکندر پھر جونپور آ گیا ۔ باربک شاہ کو تیسری بار پھر تخت جونپور پر بٹھایا اور خود واپس لوٹا اور کوئی مہینہ بھر اودھ کے نواح میں سیر و شکار میں گزارا ۔ پھر خبر ملی کہ زمینداروں کے غلبے کے باعث باربک شاہ وہاں مقاومت نہیں کرسکا ۔ محمد خان فرملی ، اعظم ہمایوں اور خان خانان وہاں گئے اور باربک شاہ کو قید کر کے بھیج دیا ۔ جب اسے سلطان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس نے اسے ہیبت خان اور عمر خان کے سپرد کر دیا ۔

اس کے بعد چنار کی طرف روانہ ہو گیا[2] اور سرکشوں اور باغیوں کی تادیب کرتے ہوئے بنگالہ کی حد تک جا پہنچا اور اس علاقے کو ، جو

---

۱ - نسخہ اول میں "مبارا خان"

۲ - نسخہ الف میں ہے کہ "بجنهار رفت" ۔ لیکن طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۳۱۸) میں لکھا ہے "اسے ہیبت خان اور عمر خان شروانی کے سپرد کردیا ۔ خود نواح جونپور سے قلعہ چنار کی طرف روانہ ہوا"

کسی دوسرے بادشاہ کے زیر نگیں تھا ، اپنے قبضے میں لے لیا ۔ بہت سا مال زمینداروں سے خزانے میں پہنچا ۔ جب گھوڑے بیمار پڑنے لگے تو وہاں سے لوٹ کر دہلی آ گیا ۔

برسات کا موسم وہاں گزار کر مالوہ پر لشکر کشی کی ۔ سلطان محمود والیِ مانڈو عاجزی سے پیش آیا ۔ قرار پایا کہ ہر سال اتنے ہاتھی اور اتنا مال بارگاہ میں پیش کرتا رہے گا ۔ یوں جلال آباد سے ، جو کابل کے قریب ہے ، مانڈو تک[1] اور ادی پور سے پٹنہ تک اس کا سکہ اور خطبہ جاری ہوگیا ۔ اس علاقہ میں اس کا کوئی شریک باقی نہ رہا اور وہ مرکز ملک یعنی دہلی میں عیش و عشرت میں مشغول ہوگیا ۔

اس کا معمول یہ تھا کہ جب ایک پہر رات گزر جاتی ، کھانا کھاتا ، خود تخت پر بیٹھتا اور اس تخت کے پاس دو بڑی بڑی کرسیاں اور ان پر چینی کے خاص قسم کے ظروف رکھ دیتے تھے ۔ بڑے بڑے امراء میں سے جو اس وقت حاضر ہوتے ، ان کے آگے بھی ظروف رکھ دیتے تھے ۔ سلطان کھانے سے فارغ ہوتا تو امراء وہاں سے اٹھتے اور شہ نشین میں آ کر کھانا تناول کرتے ۔

وہ انصاف میں ضرب المثل تھا ۔ کہتے ہیں ایک سپاہی کی کسی صراف زادہ سے دوستی تھی ۔ اس نے اشرفیوں کا ایک سر بمہر تھیلا اس کے سپرد کیا ۔ اس صراف زادہ نے چالاکی سے اشرفیاں نکال لیں اور ان کی جگہ روپیہ ڈال دیا ۔ جب اس شخص نے گھر جا کر اسے کھولا تو اس سے روپے برآمد ہوئے ۔ حیران ہو کر صراف زادے کے پاس پہنچا ۔ کہنے لگا : "میں نے اشرفیوں سے بھرا ہوا تھیلا تمھارے سپرد کیا ۔ وہ اشرفیاں روپے کیسے بن گئیں ؟" ۔ صراف زادے نے کہا : "جیسا سربمہر تھیلا تم نے میرے پاس رکھا تھا ویسے ہی میں نے واپس کر دیا" ۔ سپاہی اور صراف زادے میں جھگڑا ہونے لگا ۔ لوگوں نے میاں بھوہ سے سارا حال بیان کیا تو میاں بھوہ نے صراف سے پوچھ گچھ کی ۔ اس نے کہا : "اس شخص نے اشرفیاں تو گن کر مجھے دی نہیں تھیں ۔ تھیلا جیسا بھی سربمہر میرے سپرد کیا تھا ، میں نے ویسے ہی واپس کر دیا ہے" ۔ میاں بھوہ

---

۱ - نسخہ الف میں ہے "تا مانڑدہ"

نے سپاہی کو جھوٹا ٹھہرایا ۔ سپاہی حیران تھا کہ کیا کرے ۔ آخر ایک دن جب سلطان چوگان کھیلنے کے لیے باہر آیا تو سپاہی داد خواہ ہوا ۔ سلطان نے اسے ایک حاجب کے سپرد کیا کہ جب بار عام ہو اس کو پیش کرے ۔ اس حاجب نے اسے پیش کیا ۔ اس نے جب اپنا سارا حال پھر بیان کیا اور اپنا تھیلا دینے کا اور صراف زادے کا اسے ویسے ہی واپس کر دینے کا حال سنایا تو سلطان نے اس تھیلے کا معائنہ کیا ۔ جب بہت سوچ بچار کے بعد صراف زادے کی عیاری کو سمجھ گیا تو اس نے کہا : "جا اور ایک ہفتے کے بعد میرے پاس حاضر ہونا ۔ پھر اس روز سفید سروپا[1] پہنا اور جو کپڑے بدن مبارک سے اتار کر سامنے رکھے تھے، چھری ہاتھ میں لے کر اپنے ہاتھ سے تین جگہ ان میں چھید کر دیے ۔ پھر جامہ دار کو حکم دیا کہ جب یہ کپڑے دھوبی کے یہاں سے آئیں تو انھیں حاضر کرنا ۔ دھوبی نے دھلائی کے وقت فوطہ[2] کھولا تو دیکھا تین جگہ چھید ہیں ۔ لرز اٹھا اور رفوگر کے گھر لے گیا ۔ اسے منہ مانگے دام دیے کہ اس طرح رفو کردو کہ باریک سے باریک دیکھنے والی آنکھ کو بھی پتا نہ چلے ۔ کپڑے رفو ہوگئے تو ان کو دھو کر جامہ دار کے پاس پہنچا دیا ۔ چونکہ حکم تھا یہ کپڑے آئیں تو حضور کی نظر سے گزارے جائیں ۔ جامہ دار نے ایسا ہی کیا ۔ سلطان نے ان کو دیکھا اور دیکھتے ہی حکم دیا کہ دھوبی کو حاضر کیا جائے ۔ جب دھوبی حاضر ہوا تو فرمایا : "میرے فوطہ میں تین جگہ چھید تھے"۔ دھوبی نے مارے ڈر کے رفو کی حقیقت بیان کردی ۔ رفوگر کو بھی سلطان نے طلب کیا، جب کہ فوطے اور خریطے کو بھی سامنے رکھا ہوا تھا ، اور اس رفوگر سے فرمایا : "کیا اس فوطے کو تو نے رفو کیا ہے ؟"۔ اس نے عرض کیا : "قبلۂ عالم اسے میں نے ہی رفو کیا ہے" ۔ ایک لحظے کے بعد وہ خریطہ بھی اسے دکھایا اور پوچھا "کیا اسے بھی تو نے ٹھیک کیا ہے؟"۔ اس نے کہا : "جی ہاں"۔ اس کے بعد صراف زادے کو طلب کیا اور کہا : "میں نے تمھاری چال معلوم کر لی ہے ۔ اگر تو سچ کہے گا تو تیری جان چھوٹ جائے گی اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرے گا تو اپنے سر سے ہاتھ دھو بیٹھے گا"۔ صراف زادے نے دیکھا کہ

---

۱ ۔ خلعت ۔ دیکھیے : فرہنگ الفاظ ... مترجم
۲ ۔ فوطہ ۔ دیکھیے : فرہنگ الفاظ ... مترجم

سچ بولنے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں - جو بھی حقیقت تھی بیان کردی اور اشرفیاں اس کو واپس دے دیں۔ تمام امراء نے سلطان کی دانشمندی پر آفرین کہی۔ اسے علم غیب پر بھی دسترس تھی۔ چنانچہ بھیکن خان کہ اکابر امراء میں سے تھا ، ایک روز برسات کے دنوں میں بالا خانے پر سو رہا تھا - اس وقت کنیزیں بھی آس پاس موجود نہ تھیں - جب بارش آئی تو وہ اور اس کی حرم محترم پلنگ اندر لے گئے - اگلے روز جب سلام کے لیے آیا تو سلطان نے فرمایا : "امرائے ہفت ہزاری میں سے ہو مگر دو تین محرم کنیزیں بھی اپنے ساتھ نہیں رکھتے کہ بارش آئے تو پلنگ کو خود باہر سے اندر لے جائیں" -

ایسے ہی جب وہ ایک لشکر کو جسے کسی دور دراز علاقے میں تعینات کرتا تھا اس ملک کی ، جسے خود نہیں دیکھا ہوتا تھا ، ایک ایک کر کے تمام نشانیاں بتا دیتا تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے جن مسخر کر رکھے تھے جو اسے خبریں دیتے تھے - تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ پرانی دہلی میں ایک ملاّ تھا جس کا نام عبدالمومن تھا - ایک دن غلہ رکھنے کے لیے حویلی میں کنواں کھود رہا تھا کہ اچانک ایک چار گوشہ دیا[1] برآمد ہوا - رات آئی تو اس نے وہ دیا جلایا - دیے کے روشن ہوتے ہی دو ہیبت ناک شخص ظاہر ہوئے - ملاّ ڈر گیا - انھوں نے کہا : "ڈرو نہیں ، ہم اس دیے کے موکل ہیں ، ہم اب تمھاری خدمت کے لیے کمر بستہ ہوگئے ہیں - جو کچھ فرمائیے گا بجا لائیں گے - غیب کی خبریں بھی ، جو تجھے معلوم نہیں ، دیتے رہیں گے" - وہ ملاّ ایک ایسی عورت پر عاشق تھا کہ ہوا کا گزر بھی اس کے گھر میں نہیں ہوسکتا تھا ، موکل اسے وہاں لے گئے - ساری رات من مرضی کے مطابق گزاری - اس دیے کی مدد سے اس کی بہت سی خواہشیں برآئیں - وہ غیب کی خبریں حاصل کرتا تھا - اس کے بعد ملاّ نے سوچا کہ یہ معاملہ شاید چھپا نہیں رہے گا ، فرید خان کے وسیلے سے ، جسے بڑا تقرب حاصل تھا ، وہ دیا سلطان کی خدمت میں پیش کر دیا اور اس کی حقیقت عرض کی - سلطان نے جب اس کو آزما کر دیکھا تو طرح طرح سے اس پر مہربانی فرمائی -

---

۱ - دیے کا یہ قصہ صاحب "مخزن افغانی" نے (صفحہ ۳۴ ، ۶۵ ب) طوالت سے بیان کیا ہے -

بعض کہتے ہیں کہ وہ موکل غیب کی خبریں لاتے تھے ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ ولی مطلق تھا اور یہ باتیں اس کی ولایت پر دلالت کرتی ہیں ۔

کہتے ہیں کہ ایک ہندو رنگریز اپنی بیوی کو ، جس کے رخساروں کا رنگ گل نوبہار کو شرمندہ کرتا اور جس کا قد موزوں سرو بوستانی کو جلوہ گری سکھاتا تھا ، بیانہ سے آگرہ لے جا رہا تھا ۔ وہ نازنین جو کہ حد درجہ نازک اندام تھی، دو تین کوس ہی چلی تھی کہ اس کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے ۔ اتنے میں دو تین سوار عقب سے آ پہنچے ۔ انھوں نے یہ حال دیکھا تو اس کے شوہر سے کہنے لگے : "اے بے رحم انسان ! اس عورت کو کیوں ہلاک کر رہے ہو ؟" ۔ اس نے کہا : "کیا کروں میرے پاس کرائے کا بندوبست نہیں" ۔ سواروں نے کہا : "ہمارا گھوڑا بے سوار جا رہا ہے ، اسے سوار کردو ، خود اس کی لگام تھام لو اور چل پڑو"۔ رنگریز نے انکار کیا ۔ انھوں نے حق تعالیٰ کو[1] گواہ ٹھہراتے ہوئے قسم کھائی تو وہ شخص اس پر راضی ہوگیا ۔ جب عورت کو سوار کر کے چل رہا تھا ۔ جنگل میں پہنچے تو ان سواروں نے ، جو رہزن تھے ، رنگریز کو مار ڈالا اور عورت کو لے کر ایک دوسرے راستے پر ہو لیے ۔ عورت روتی تھی اور باربار پیچھے کی طرف دیکھتی تھی ۔ سواروں نے کہا: "تو ہر لحظہ پیچھے کی طرف دیکھتی ہے ۔کیا کوئی اور بھی تیرے ساتھ ہے؟"۔ اس نے کہا : "کوئی نہیں" ۔ انھوں نے کہا : "پھر کیا دیکھتی ہے ؟"۔ عورت نے کہا : "اسے دیکھتی ہوں جسے تم نے گواہ بنایا تھا ۔ میرے شوہر نے اسی کے بھروسے پر مجھے تمھارے گھوڑے پر سوار کیا تھا" ۔ سوار ہنس پڑے ۔ اس اثنا میں دو سوار نمودار ہوئے جنھوں نے چہروں پر نقاب ڈال رکھے تھے ۔ ان سواروں نے ڈاکوؤں کو مار ڈالا اور عورت سے کہنے لگے : "تیرا شوہر کہاں پڑا ہے؟" ۔ عورت انھیں وہاں لے گئی جہاں اس کا شوہر پڑا تھا ۔ انھوں نے کہا : "اپنے شوہر کا سر اس کے قالب سے جوڑ اور چادر اس پر ڈال دے"۔ اس نے ایسا ہی کیا ۔ سوار روانہ ہوگئے اور جاتے ہوئے عورت سے کہنے لگے : "ہم نے تیرا انتقام لے لیا اور یہ دونوں گھوڑے اور ان کا مال تمھیں دے دیا"۔ وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ رنگریز زندہ ہوگیا ۔ اس نے چادر سر سے ہٹائی ۔ جب اپنی عورت سے یہ قصہ

---

۱ ۔ اللہ تعالیٰ کو ... مترجم

سنا تو ان کے پیچھے دوڑا اور کہنے لگا : ”تمھیں قسم ہے اس خدا کی جس نے تمھیں یہ کرامت دی کہ مردے کو زندہ کردو ، ذرا ایک بار اپنا منہ تو دکھا دیجئے تاکہ مجھے پتا تو چلے کہ تم کون ہو جنھوں نے میرے حق میں یہ نیکی کی ہے“ ۔ جب ان سواروں نے اپنے چہرے سے برقع اٹھایا تو رنگریز نے اپنا سر ان کے پاؤں پر رکھ دیا ۔ مگر وہ چشم زدن میں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ۔ رنگریز گھوڑے اور مال لے کر آگرہ آیا تو اس کے دل میں خیال گزرا کہ اگر کسی نے گھوڑوں کو پہچان لیا تو مجھ پر سواروں کے خون کی تہمت لگا دے گا ۔ بہتر ہو گا سارا قصہ بادشاہ کے کوتوال سے بیان کر دوں ۔ چنانچہ وہ گھوڑے اور مال لے کر کوتوال کے پاس پہنچا اور اپنا قصہ بیان کیا ۔ کوتوال سن کر حیران رہ گیا ۔ ان کو سلطان کے حضور لے گیا تاکہ یہ عجیب و غریب قصہ اس کے حضور میں بیان کریں ۔ جب رنگریز کی نظر سلطان پر پڑی تو اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ان سواروں کو مار ڈالا تھا ۔ اس اثنا میں ملک آدم ظاہر ہوا ۔ اس نے اسے بھی پہچان لیا ۔ سلطان نے فرمایا :”اگر تو ان سواروں کو دیکھے تو کیا پہچان لے گا ؟“ رنگریز نے کہا : ”ایک تو قبلۂ عالم تھے اور دوسرا یہ شخص ۔ آپ دونوں نے ان ڈاکوؤں کو مارا اور مجھے زندہ کیا“۔ ملک آدم نے عرض کیا : ” کیا قضیہ ہے ؟ ان کو جانے دیجئے“۔ حکم ہوا : ”گھوڑے اور مال تیرا ہے ، لے جا“ ۔ دس ہزار تنکہ اسے انعام بھی دیا ۔ اس بات سے بار عام میں غلغلہ مچ گیا ، جو کوئی وہاں تھا حیران رہ گیا ۔

سلطان سکندر ایک ایسا بادشاہ تھا جو کمال تقویٰ اور دیانت سے آراستہ اور علم و فضل سے پیراستہ تھا ۔ اکثر علماء اور فضلاء کی جماعت میں بیٹھتا ۔ اس کے عہد میں اسلام کو بڑی رونق حاصل تھی اور کافروں کو مجال نہیں تھی کہ بت پرستی کریں یا ان کو پانی سے نہلائیں ۔ اس کے عہد میں بت پرستوں نے بتوں کو زیر زمین چھپا دیا تھا ۔ اس نے نگرکوٹ کے اس بت ، جس نے ایک دنیا کو گمراہ کر رکھا تھا ، کے ٹکڑے لا کر قصابوں کے حوالے کر دیے کہ ان سے گوشت تولا کریں ۔

شعر کہنے اور پڑھنے میں بھی وقت گزارتا تھا ۔ جب حضرت شیخ جمالی دہلوی[1] طواف حرمین اور عراق، عرب، عجم، روم، شام، مصر اور ماوراءالنہر کی سیر سے دہلی واپس پہنچے تو سلطان، جو کہ اس زمانے میں بدایون میں تھا، اس خبر کو سن کر خوش ہوا ۔ جب اس کے دل میں شوق ملاقات نے گھر کرلیا تو یہ شعر بخط خاص لکھ کر ان کی خدمت میں بھیجے اور مہر و ماہ کی، کہ شیخ مذکور نے لکھی تھی، فرمائش کی اور حضرت سلطان‌العارفین شیخ سماءالحق و الدین کی خدمت میں لکھا کہ جیسے بھی ہوسکے انہیں میرے پاس روانہ فرمائیں ۔

مثنوی[2]:

"ای مخزن گنج لایزالی — و ای زبدهٔ فاضلان حالی
الحمد کہ بعد مدتی دیر — در منزل خود رسیده ای با خیر
هر لحظہ خیال تو بیادم — زود آی و بکن بوصل شادم
گر ز آمدن تو باشد اهال — کز سیر رسیده ای بسی سال

---

۱ - شیخ جمالی کا اصل نام جلال خان ہے ۔ اوائل عمر میں جلالی تخلص کرتے تھے ۔ آخر میں اپنے پیر مولانا سماءالدین (متوفی ۹۰۱ھ) کے اشارے سے جمالی تخلص کرنے لگے ۔ بہت سے سفر کیے ۔ ان کی تصنیفات ہیں: سیرالعارفین، دیوان اور مثنوی مہر و ماہ ۔ ۱۰ ذی قعد ۹۴۲ھ میں دہلی میں فوت ہوئے ۔ اخبارالاخیار: ص ۲۱۸ اور فہرست کتب خطی برٹش میوزیم از ڈاکٹر ریو: جلد اول، صفحہ ۳۵۴

۲ "مخزن افغانی" (صفحہ ۶۷ الف) میں اس مثنوی کے گیارہ شعر، جو سلطان سکندر نے تصنیف کیے تھے، مرقوم ہیں

بہتر کہ کتاب مہر و ماہم   بفرست بمن چرا کہ خواہم"[۱]

جب فرمان شیخ سماالدین کو پہنچا، شیخ جمالی کے دل میں آیا کہ فقراء کو بادشاہوں کی صحبت میں چونکہ بہت سے دلیاوی فائدے حاصل ہوتے ہیں اور کئی ایک مسکینوں کی مرادیں اس وسیلے سے بر آتی ہیں جس میں ان کے لیے اجر عظیم ہے، لہذا ان کی خدمت میں روانہ ہوگئے۔ جب قریب پہنچے تو سلطان ان کے استقبال کے لیے آیا اور ان کو باعزاز و اکرام ہمراہ لے گیا۔ وہ ان کی صحبت اور اشعار سے اتنا محفوظ ہوتا کہ اکثر ان کے ہمراہ رہتا۔

چونکہ وہ اہل ہنر کو دوست رکھتا تھا اور موسیقی کی طرف بہت زیادہ مائل تھا اس لیے اس کے عہد میں بے مثال، یکتائے روزگار، خوش گو اور خوش گلو گویے جمع ہوگئے تھے۔ جب ایک پہر رات گزرتی وہ بزم سرود آراستہ کرتا۔ سرود شروع ہوتا تو پرندے فضا سے نیچے اتر آتے اور زہرہ آسمان پر پیچ و تاب کھانے لگتی۔ چار غلام زادے تھے جن کو اس نے ایک ہزار پانچ سو دینار میں خریدا تھا۔ ان میں سے ایک چنگ نواز، دوسرا قانون نواز، تیسرا طنبورچی اور چوتھا بین کار تھا۔ ان کے سر ایسے جان نواز تھے جن کو سن کر مردوں کے بدن میں جان آجاتی اور زندوں کی جان چلی جاتی۔ حسن و زیبائی میں بھی دنیا میں ان کی نظیر نہیں تھی۔ ان کے چہرے لطف الٰہی کی آیات تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ان کے سریلے نغموں کی آواز مجلس کے مہ جبینوں کو

۱۔ "اے لا زوال خزانے کے مخزن اور فاضلان زمانے میں بہترین! - خدا کا شکر ہے کہ بڑی مدت کے بعد آپ خیر سے اپنے گھر واپس آگئے ہیں۔ میرے ذہن میں ہر لمحہ آپ کا خیال رہتا ہے۔ جلد آئیے اور مجھے اپنی ملاقات سے شاد کیجیے۔ اگر آپ کے آنے میں دیر ہے، کیونکہ آپ تیس سال تک سیر و سیاحت کرکے پہنچے ہیں، بہتر ہوگا کہ مجھے کتاب مہر و ماہ بھیج دیں کیونکہ میں اسے پڑھنا چاہتا ہوں"۔ ... (۱۲)

مدہوش کر دیتے کہ مے ناب شیشوں میں دھری کی دھری رہ جاتی۔ چار سرنا نواز بھی تھے جو آدھی رات ہوتی تو سرنا بجاتے۔ اول کیدارہ، دوم[1] اڑانہ، سوم حسی[2] اور چہارم رام کلی، اور اس پر وہ محفل کو برخاست کر دیتے تھے۔

اس کے عہد میں اجناس بہت ارزاں تھیں۔ خلق خدا اس زمانے میں بڑے عیش و آرام میں تھی اور خوشی و اطمینان میں دن گزارتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا نام نیک آج بھی صفحۂ روزگار پر باقی ہے۔

اس کا دوسرا معمول یہ تھا کہ اس کے لیے ہر روز شب خوابی کا نیا لباس اور نیا پلنگ ہوتا تھا[3]۔ ان کو بحفاظت کسی جگہ رکھ دیتے تھے اور پھر ایسی بیوہ عورتوں کو، جن کی بیٹیاں ہوتی تھیں، شادی کے

۱۔ اڈانہ؟ (آ ا)
۲۔ حسینی؟ (آ ا)
۳۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "اس کی عبادت کا یہ حال تھا کہ ہر ہفتے اس کا شب خوابی کا لباس اور پلنگ بھی نیا ہوتا۔ ان کو کسی جگہ حفاظت سے رکھ دیتے تھے۔ ایسی غریب بیواؤں کو جن کی بیٹیاں ہوتیں، پلنگ اور لباس شب خوابی اور خزانے سے کچھ روپیہ بھی دیتا تھا تاکہ انہیں بر مل جائے۔ چنانچہ ہر سال بے زر و مال بیواؤں کی ایک ہزار لڑکیوں کی شادی ہو جاتی تھی۔ اس کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ رات کے آخری حصہ میں...الخ...
ضیاء برنی نے تاریخ فیروز شاہی صفحہ ۱۲ پر اس قسم کا ایک واقعہ لکھا ہے کہ "ملک الامراء فخرالدین کوتوال جو کہ سلطان بلبن کے عہد کے نادر روزگار امراء میں سے تھا۔ سردی، گرمی اور برسات کے تین سو ساٹھ دنوں میں ہر روز ایک نئی قبا، پیراہن، ازار اور دستار پہنتا اور جو کپڑا بھی ایک بار پہن لیتا، دوسری بار نہیں پہنتا تھا۔ جو کپڑا بھی اس کے بدن سے اترتا اسے صدقے یا انعام میں دے دیتا تھا۔ اسی طرح اس کا پلنگ اور بستر بھی نیا ہوتا تھا۔ جتنا کچھ بھی اس طرح جمع ہو جاتا یتیم اور مستحق لڑکیوں کے جہیز کے لیے مقرر کر دیتا تھا۔

موقعے پر جہیز میں دے دیتے تھے ۔ اس کے علاوہ شادی پر جو کچھ خرچ ہوتا تھا ، وہ بھی ان کو سرکار سے دیا جاتا تھا ۔

دوسرا معمول اس کا یہ تھا کہ رات کے آخری پہر بیدار ہوتا ، حمام میں غسل کر کے نماز تہجد ادا کرتا اور کلام ربانی کے تین پارے دست بستہ کھڑے ہو کر پڑھتا ۔ نماز فجر جماعت کے ساتھ ادا کرتا[1] ۔ بعد ازاں تخت شاہی پر بیٹھ کر داد دہی اور داد ستانی میں مشغول ہو جاتا تھا ۔ کسی کو کسی پر ستم نہ کرنے دیتا ۔ بوقت انصاف و داد گستری امیر و غریب کو برابر سمجھتا اور کسی کا منہ ملاحظہ نہ کرتا ۔

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''تہجد ادا کرتا اور صبح طلوع ہونے تک نماز اور کلام اللہ پڑھتا تھا'' ۔

سلطان سکندر کے عہد کے بعض عجائب کا ذکر

سید خان لودھی ولایت پٹنہ کی تسخیر کے لیے گیا ہوا تھا۔ جب فوج اس علاقے میں پہنچی تو تاخت و تاراج کر کے اس پر قابض ہوگئی۔ ایک دن چند ایک بہادران زمانہ سیر و شکار کے لیے خیموں سے باہر نکل کر ایک پہاڑ کے دامن میں کہ فلک الافلاک سے ہمسری کر رہا تھا، جا پہنچے۔ ان میں سے کچھ لوگ پہاڑ کی چوٹی پر جا چڑھے جہاں انہوں نے ایک گنبد دیکھا۔ ایک جوان اس گنبد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی چھت سے ایک قطرہ ٹپک رہا ہے۔ ایک اور آدمی اندر داخل ہوا تو دو قطرے ٹپکنے لگے۔ دو اور جوان اندر گئے تو چار قطرے ٹپک رہے تھے۔ وہ حیران رہ گئے۔ جب میاں سید خان اندر آیا تو جتنے بھی آدمی اندر داخل ہوئے تھے، اتنے ہی قطرے ٹپک رہے تھے۔ یہ دیکھ کر میاں سید خان نے فرمایا کہ ایک ایک آدمی یہاں سے باہر جائے۔ جب ایک آدمی وہاں پر کم ہوتا[1] تو ایک قطرہ بھی کم ہو جاتا۔ حتیٰ کہ سب وہاں سے باہر نکل آئے اور میاں سید خان تنہا رہ گیا تو ایک ہی قطرہ ٹپک رہا تھا۔ انہوں نے جتنا بھی سمجھنے کی کوشش کی، یہ سربستہ راز سمجھ میں نہ آیا۔

کہتے ہیں کہ جودھپور کے رانا کی طرف سے ایک بار بطور سوغات سلطان کی خدمت میں کچھ انار آئے ہوئے تھے۔ جب انہیں کھایا تو نہایت شیریں اور خوش ذائقہ پایا۔ فرمایا کہ میں نے عراق اور فارس کے

---

۱ - الف اور ب دونوں میں۔ "باہر جائے، وہاں سے ایک قطرہ کم کرتا یہاں تک کہ سید خان تنہا رہ گیا۔ ایک ہی قطرہ رہ گیا۔ انہوں نے جس قدر سوچا..." (آ ا)

انار بہت کھائے ہیں لیکن ان میں یہ مزہ نہیں ۔ رانا کے وکیل نے عرض کیا : ''بڑے بوڑھوں سے کچھ یوں معلوم ہوا ہے کہ ایک بار ایک شعبدہ باز جودھپور آیا جس نے راجہ کی خدمت میں عرض کیا : ''میں ایک ہی دن میں آموں اور انار کا ایسا باغ لگا سکتا ہوں جس میں اسی روز پھل آ جائے گا ۔ پھل پک کر گرنے لگیں گے اور لوگ کھانے لگیں گے'' ۔ راجہ نے کہا : ''لگاؤ'' ۔ اس نے آموں اور انار کے پودے لگائے ۔ ایک ہی دن میں پکے ہوئے آم اور انار تیار ہوگئے ۔ راجہ کے پاس لے گئے ۔ اس نے کھائے تو نہایت میٹھے پائے ۔ اس پر راجہ نے ایک شخص سے کہا : ''شعبدہ باز کو قتل کر دو'' ۔ اس نے اسی وقت اس پر تلوار چلائی اور اس کا سر تن سے جدا کر دیا[۱] ۔ لیکن باغ موجود رہا ۔ دو سال کے بعد اس شعبدہ باز کا بیٹا باپ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کمربستہ ہو کر راجہ کے پاس آیا اور کہنے لگا : ''میں ایک ہی دن میں خربوزوں کا کھیت تیار کر کے اس کے خربوزے لوگوں کو کھلا سکتا ہوں ۔ راجہ نے اس سے بھی کہا : ''تیار کر دو'' ۔ اس نے خربوزوں کی کھیتی تیار کر دی تو اس میں سے کچھ پکے ہوئے خربوزے لے آیا ۔ ایک راجہ کو دیا اور دو تین راجہ کے مقربوں کو اور کہا : ''جب میں کہوں اس وقت ان پر چھری چلائیں'' اس شعبدہ باز نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم ادھر اُدھر غائب ہو جاؤ ۔ جب وہ غائب ہوگئے تو راجہ سے کہا : ''اب خربوزے کھائیے'' ۔ راجہ نے اس خربوزے پر چھری چلائی ۔ راجہ کا خربوزے پر چھری چلانا تھا کہ راجہ اور ان لوگوں کے سر ، جنھوں نے خربوزوں کو کاٹا تھا ، ان کی جھولی میں آن گرے ۔ راجہ کا ایک بیٹا جس نے خربوزے پر چھری نہیں چلائی تھی ، سلامت رہا ۔ اس نے حکم دیا کہ اس شعبدہ باز کی گردن مار دیں ۔ جب لوگ تلوار

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ہے : ''چھری چلاتے ہی راجہ کا سر اس کے دامن میں گر گیا''

کھینچ کر آگے[1] بڑھے تو اس نے کہا : "میں مسلمان ہوں اور مرنے سے پہلے غسل کرنا چاہتا ہوں - وہاں پر ایک کونڈی پانی سے بھری ہوئی تھی - انھوں نے اس کو کہا کہ اس میں غسل کر لو - شعبدہ باز نے اس میں غوطہ لگایا اور اس طرح غائب ہوا کہ پھر اس کا پتہ نہ چلا -

کہا جاتا ہے کہ ایک مردے کو حوض شمسی کے پاس ، جو پرانی دہلی میں واقع ہے ، دفن کر رہے تھے - جب لوگوں نے ایک پتھر اکھاڑا تو اس کے نیچے سے ایک قبر برآمد ہوئی - کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پیر مرد جس کا ماتھا نورانی اور داڑھی سفید ہے ، ایک سفید چادر لیے قرآن رحل پر رکھے پڑھ رہا ہے - اس نے لوگوں کو دیکھا تو پوچھا : "کیا قیامت آ گئی ؟ " - کہنے لگے : "نہیں" - اس نے کہا : "تو تم نے ہمارا راز کیوں افشا کر دیا ہے[2] ؟" - وہ ڈر گئے اور اس قبر کو پاٹ کر اس مردے کو کسی دوسری جگہ دفن کر دیا -

سلطان کے عہد میں ایک سال دریائے گنگا میں سیلاب آیا جس نے شہر کے زیادہ تر قبرستانوں کو تباہ و برباد کر دیا اور اکثر مردوں کی ہڈیوں کو بہا لے گیا - اس شہر کے سادات نے جمع ہو کر قبروں کو کھولا تاکہ اپنے بزرگوں کی ہڈیوں کو کسی دوسری جگہ دفن کر دیں - ایک قبر کھولی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک میت سفید کفن میں لپٹی ہوئی ہے ،

---

۱ - نسخہ ج میں ہے "لوگ تلوار کھینچ کر اس پر حملہ آور ہوئے - عرض کیا کہ میں مسلمان ہوں - غسل کرنا چاہتا ہوں - اگر تھوڑا سا پانی عنایت ہو جائے تو غسل کر لوں - اس کے بعد میرے بارے میں جو حکم ہو حاضر ہوں - وہ ایک بہت بڑا برتن پانی سے بھرا ہوا لائے - شعبدہ باز اس میں بیٹھا اور غوطہ لگایا اور غائب ہو گیا -" فرہنگ آصفیہ : جلد سوم ، صفحہ ۵۹۷ میں لفظ کونڈا کے معنی لکھے ہیں - ناند ، تغار سفالین ، کٹھوتی ، خمیر کرنے ، کپڑے رنگنے یا دھونے کی ناند -

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "تم نے فاش کر دیا - ادھر آواز منہ سے نکلی اور ادھر اس طرح اڑ گیا کہ نظر سے اوجھل ہو گیا"

گویا آج ہی قبر میں اتاری گئی ہے - رائے بیل (چنبیلی) کا ایک پودا نکلا ہوا اور سارا کفن پھولوں سے بھرا پڑا ہے - دو تین پھول اس کے نتھنوں تک پہنچے ہوئے ہیں - انھوں نے اس میت کو ویسے ہی چھوڑا اور قبر کو پھر سے پاٹ دیا -

انھوں نے ایک دوسری قبر کو کھولا جس کی میت کے کفن کا رنگ جوگیانہ تھا - ہرن کا سینگ اس کی گردن میں لٹکا ہوا اور منہ سیاہ ہو رہا تھا - قبر بچھوؤں سے اس قدر بھری ہوئی تھی کہ کفن تک نظر نہیں آتا تھا - لہذا انھوں نے اس قبر کو پھر سے ڈھانپ دیا -

کہتے ہیں کہ تاتار خان فرملی کا بیٹا اپنی دلہن کو اپنے خسر کے گھر سے لا رہا تھا - دریا کے کنارے پہنچا تو ڈولے[1] کو کشتی میں رکھ دیا - دوسرے لوگ کشتی سے نیچے اتر آئے لیکن ایک فقیر کو جو اس کشتی میں بیٹھا ہوا تھا ، بیٹھا رہنے دیا - تاتار خان کا بیٹا سب لوگوں کے ساتھ ایک دوسری کشتی میں بیٹھ گیا - جب کشتی دریا کے وسط میں پہنچی تو اس نازنین نے دایہ سے کہا : ”میں نے کبھی کشتی اور دریا نہیں دیکھے - اگر کہے تو دیکھ لوں ؟“ دایہ نے کہا : ”یہاں سوائے ایک درویش کے جو کہ ایک کونے میں بیٹھا ہے ، کوئی نہیں“ - وہ نازنین ڈولے سے نکلی اور کشتی کے عرشے پر بیٹھ کر نظارہ کرتی رہی - جب وہ فقیر کی طرف نگاہ ڈالتی تو فقیر کو اپنی طرف دیکھتا ہوا پاتی - اس نے پاؤں ایک کنارے کی طرف پھیلایا تو دایہ نے کہا : ”پاؤں اس طرف کر لے ایسا نہ ہو کہ جوتا دریا میں گر جائے“ - اس لالہ رخسار نے کہا : ”اگر میرا جوتا دریا میں گر گیا تو کوئی ہے جو اسے وہاں سے لے آئے“ یہ کہتے ہوئے فقیر کی طرف دیکھا - فقیر نے اشارہ کیا کہ میں لے آؤں گا - اس نازنین نے اسی وقت جوتا دریا میں پھینک دیا - اس فقیر نے بھی خود کو دریا میں ڈال دیا - جب کافی دیر گزر گئی اور فقیر سطح آب پر ظاہر نہ ہوا تو اس پری وش نے بہت افسوس کیا اور دریا میں چھلانگ لگا دی - دایہ نے شور و غوغا کیا - اتنے میں وہ کشتی جس میں تاتار خان بیٹھا تھا ، آن

---

[1] - الف اور ب دونوں نسخوں میں ہے : ”اپنے پاؤں سمیٹ لے ایسا نہ ہو تیرا جوتا دریا میں...“ -

پہنچی - جال دریا میں ڈالے - جب دونوں کو باہر لائے تو وہ ایک دوسرے کو بغل میں لیے ہوئے تھے - فقیر کے ایک ہاتھ میں جوتا تھا - جب ان کو کنارے پر لائے تو لوگ دم بخود رہ گئے - آخر طے پایا کہ دولوں کو الگ الگ کرکے دفن کر دیں پورا زور لگا کر دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے بعد دفن کر دیا گیا - دو مہینوں کے بعد دلہن کے آدمی آئے[1] تا کہ دلہن کو وہاں سے نکال کر اپنے قبرستان میں لے جائیں - جب انھوں نے اس لڑکی کی قبر کھولی تو وہاں اس کا نام و نشان بھی نہ پایا - انھوں نے اس فقیر کی قبر بھی کھولی مگر وہ قبر بھی خالی تھی[2] - البتہ اس میں ایک کھڑکی ملی - جب اس کے اندر جھانکا تو دیکھا ایک بے نظیر باغ ہے جو خلد بریں کی خبر دے رہا ہے اور جس کے اندر کئی اور رنگا رنگ کے زر نگار قصر ہیں جس کے صحن میں کوثر کی مانند حوض ہیں - ان میں سے ایک حوض کے کنارے جواہرات اور موتیوں سے مرصع ایک تخت رکھا ہے اور وہ دولوں اس تخت پر بیٹھے ہیں اور ان کے ارد گرد مہوش کنیزیں کمر پر ہاتھ دھرے کھڑی ہیں - وہ لوگ قدرت الٰہی کے یہ آثار دیکھ کر حیران رہ گئے - اس اثنا میں ایک پتھر کھڑکی کے دروازے پر آن گرا جس نے اس کو بند کر دیا - لوگوں نے واپس آکر یہ ماجرا تاتار خان کے بیٹے سے بیان کیا - بالآخر یہ خبر شہر بھر میں مشہور ہوگئی -

کہتے ہیں کہ جب امین خان سروانی کے دل میں کعبۂ علیا کی زیارت کا خیال پیدا ہوا تو وہ منصب چھوڑ کر سلطان سے رخصت ہوا - گجرات پہنچ کر جہاز میں سوار ہوا - بدقسمتی سے جہاز آندھی کی وجہ سے ٹوٹ پھوٹ گیا[3] - یہاں تک کہ سب آدمی غرق ہو گئے - البتہ امین خان اور دو اور آدمی ایک تختے کی مدد سے محفوظ رہے - ہوا نے اس تختے کو دھکیل کر ایک جزیرے میں پہنچا دیا - یہ اس تختے سے

---

۱ - نسخہ ج میں ''تاتار خان کے آدمی آئے''

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں - ''جب تھوڑی سی زمین اور کھودی تو ایک کھڑکی نظر آئی - جب انھوں نے اس کے اندر جھانکا''۔

۳ - نسخہ الف اور ب میں -''آدھے راستے میں جہاز تباہ ہو گیا''

اتر کر ایک پہاڑ کے دامن میں جا پہنچے ، جس کے کنارے ایک شہر آباد دیکھا ۔ اس شہر کا ایک شخص ان کا حال جان کر از راہ ترحم انھیں اپنے گھر لے گیا ۔ اس نے ان کے رہنے کے لیے جگہ دی اور روٹی کپڑے سے بھی ان کی مدد کی ۔ جب یہ لوگ چند روز وہاں رہے تو ایک دوسرے سے گھل مل گئے ۔ انھوں نے دیکھا[1] کہ اس شہر کے ہر گھر میں زرہ اور جوشن تیار کر رہے تھے ۔ ایک دن امین خان نے اس شخص سے ، جس کے گھر میں رہ رہا تھا ، کہا : ''یہاں سوداگر تو آتے نہیں اور تمھارا مسکن سمندر میں ہے ، ان کو کون خریدے گا ؟'' ۔ اس نے کہا : ''ہر سال سوداگر آتے ہیں ۔ ان دنوں ان کے آنے کا زمانہ ہے'' ۔ امین خان نے کہا : ''سوداگر آئیں تو ہماری سفارش کرنا تاکہ ہمیں جہاز پر بٹھا لیں اور یہاں سے باہر نکالیں ۔ ہو سکتا ہے ساحل تک پہنچ جائیں اور وہاں سے اپنے وطن چلے جائیں''[2] ۔ اس شخص نے یہ بات مان لی ۔ چند روز کے بعد جب سوداگروں کے آنے کی خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ چھتوں اور اونچی جگہوں پر چڑھ کر دیکھنے لگے ۔ جب جہاز نظر آیا تو شہر کے سب لوگ ان کے استقبال کے لیے گئے اور انھیں اپنے گھروں میں اتارا ۔ دو تین دن بعد سامان تجارت کی لین دین شروع ہو گئی ۔ ایک دن جب انھوں نے جانے کا ارادہ کیا[3] تو امین خان نے اس شخص سے ، جس کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا ، سفارش چاہی ۔ اس شخص نے سوداگروں سے کہا : ''یہ شخص سپاہی ہے ۔ خانۂ کعبہ کے طواف کے لیے جا رہا تھا کہ بدقسمتی سے اس کا جہاز طوفان کے باعث تباہ ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ۔ سب لوگ ڈوب گئے ۔ یہ شخص ایک تختے پر رہ گیا اور

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ۔ ''اس شہر میں امین خان جس جگہ اور جس گلی کوچے سے گزرتا تھا ۔ ہر کہیں یہی دیکھتا تھا کہ لوگ زرہ اور جوشن تیار کر رہے ہیں''

۲ ۔ نسخہ ج میں : ''ہم اپنے وطن پہنچ سکتے ہیں''

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں لکھا ہے ۔ ''روانگی کے دن اس شخص نے ، جس کے ہاں امین خان ٹھہرا ہوا تھا ، سفارش کی کہ اس شخص پر تباہی آئی ہے جس کی وجہ سے...''

خدا نے یہاں پہنچا دیا[1] ۔ اگر آپ دست گیری کرکے اس کو جہاز میں بٹھا لیں تو شاید آپ کی طفیل اپنے گھر پہنچ جائے ۔ آپ کا احسان مند ہوگا ۔" سوداگروں میں سے ایک سوداگر راضی ہو گیا ۔ مگر دوسرے نے انکار کر دیا ۔ آخر اس نے کہا : "اس کی غریب الوطنی پر ترس کھائیے ۔" ان سوداگروں نے کہا : "اس شرط پر ساتھ لے جائیں گے کہ ہم جو کچھ کریں، تم دیکھتے جاؤ اور چون و چرا نہ کرو"۔ وہ اس شرط پر راضی ہو گئے ۔ جس دن وہ روانہ ہوئے ، انھوں نے امین خان کو بھی جہاز میں بٹھا لایا ۔ جب دو تین دن سمندر میں سفر کر چکے تو انھوں نے زرہیں اور جوشن ، جو خرید رکھی تھیں ، پانی میں پھینکنا شروع کر دیں ۔ انھوں نے جب کچھ زرہیں پانی میں پھینک دیں تو امین خان کو تعجب ہوا کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ آخر صبر کا یارا نہ رہا ۔ کہنے لگا : "دوستو ! عجیب بات ہے کہ تم نے اتنی دولت خرچ کرکے جو مال خریدا اسے مفت میں سمندر میں پھینک رہے ہو ۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے ؟" ایک سوداگر جو امین خان کو ساتھ لانے پر راضی نہ تھا ، اپنے دوست سے کہنے لگا : "میں نہ کہتا تھا اس شخص کو ساتھ نہ لو مگر تم لے آئے ۔" اس شخص نے امین خان سے کہا : "تجھے اس سے مطلب ؟ ۔ ہمارے کام میں دخل دیتے ہو ۔ اگر اس کے بعد کچھ کہا تو ہم تجھے سمندر میں پھینک دیں گے ۔" امین خان نے کہا : "میرا دل کڑھتا ہے[2] کہ تم لوگوں نے اتنی دولت اس مال پر خرچ کی ہے اور اب اسے سمندر میں پھینک رہے ہو ۔ نجانے اس میں کیا بھید ہے ؟" انھوں نے امین خان سے کہا : "ابھی چپ رہ ۔ جس وقت تمھیں رخصت کریں گے ، بتا دیں گے ۔"[3] اس کے بعد امین خان نے دم نہ مارا ۔ جب دو دن کے اندر اندر انھوں نے سارا مال سمندر میں پھینک دیا تو امین خان سے کہنے لگے : "آج ہم تمھیں رخصت کر رہے ہیں ۔ امید ہے بخیر و عافیت (اپنے گھر) جاؤ گے ۔" امین خان نے کہا : "تمھیں

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں لکھا ہے : "ہوا اس تختے کو دھکیل کر یہاں لے آئی"

۲ ۔ نسخہ الف میں ہے : "میرے دل کو قرار نہیں آتا"

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ہے : "تم پر ظاہر کریں گے"

قسم ہے اس خدا کی جس نے زمین و آسمان پیدا کیے ہیں[۱] - (مجھے بتا دو کہ) اتنے زیادہ مال و متاع کو پانی میں پھینکنے میں کیا بھید ہے؟" انھوں نے کہا : "ہم فرشتے ہیں اور اس شہر کے رہنے والوں کا رزق ہمارے ذمے ہے - ہم انھیں اس بہانے سے رزق پہنچاتے ہیں -"[۲] امین خان خدا تعالیٰ کی قدرت پر حیران رہ گیا - اس کے بعد امین خان سے کہنے لگے : "تیرا گھر کہاں ہے؟" اس نے کہا : "دہلی" - کہنے لگے : "اب گھر جاؤ گے یا خانۂ کعبہ؟" - اس نے کہا : "اس وقت تو خانۂ کعبہ کی آرزو ہے -" فرشتوں نے کہا : "آنکھیں بند کر -" جب امین خان نے آنکھ کھولی تو اپنے آپ کو حرم میں پایا -[۳] وہاں کی زیارت کے بعد ہند کے جہاز میں بیٹھ کر دہلی آیا اور یہ ماجرا سلطان کی بارگاہ میں سنایا - جس کسی نے سنا حیران رہ گیا -

---

۱ - نسخۂ ج میں ہے "قسم اس خدا کی جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں" -

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ہے : "اس بہانے خزانۂ غیب سے انھیں دولت پہنچاتے ہیں - ہمیں اس مال سے کوئی غرض نہیں"

۳ - نسخۂ ج میں ہے : "اس کے بعد امین خان سے کہنے لگے : "آنکھ بند کر لے - اس نے ایسا ہی کیا - جب آنکھ کھولی اپنے آپ کو دہلی کے قریب پایا - جب سلطان کی خدمت میں باریاب ہوا تو خاص بات جو اپنے سفر کے (بارے) میں کہی ، یہی قصہ تھا - جو لوگ حاضر تھے وہ بھی گرداب حیرت میں ڈوب گئے -"

ذکر بعض امرائے سکندری کا جو سخاوت میں بے مثال تھے

اس مبارک عہد کے بعض امراء میں ، جو اس زمانے کے اہل کرم پر سبقت لے گئے تھے ، ایک بھیکن خان بھی تھا جسے منصب ہفت ہزاری حاصل تھا[1] ۔ اس کا معمول تھا کہ جب دسترخوان پر بیٹھتا[2] چینی کے ایک بڑے سے برتن میں ہر طرح کا کھانا ڈالتا ، اس پر دو تین تنوری روٹیاں اور ان پر ایک اشرفی اور ایک پان کا بیڑا رکھ کر فقراء کو بھیجتا تھا اور پھر کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتا تھا ۔ ایک دن احمد خان فرملی[3] ، جو اس کا مصاحب تھا ، کچھ رنجیدہ خاطر اس کے حضور آیا ۔ بھیکن خان نے کہا : ''احمد خان میں دیکھ رہا ہوں کہ آج تم کچھ دلگیر سے ہو ۔ کیا بات ہے ؟'' اس نے عرض کیا : ''کل گھر سے ایک شخص آیا تھا ۔ بیٹی کی شادی نزدیک آ پہنچی ہے ۔ اس کا انتظام ہونا چاہیے جب کہ میرے حالات تو آپ کو بخوبی معلوم ہیں ۔'' بھیکن خان نے پوچھا : ''کس قدر سامان کی ضرورت ہو گی ؟'' اس نے کہا : ''تیس ہزار ٹنکے درکار ہوں گے'' ۔ بھیکن خان نے اپنے غلام کو کہا : ''جاؤ وہ صندوق ، جو میرے پلنگ کے نیچے پڑا ہے ، میرے پاس لے آؤ ۔'' جب اس غلام نے صندوق پیش کیا تو بھیکن خان نے تین

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب دونوں میں نقل ہے : ''جو شخص اپنا سخاوتمندانہ دامن ، اس عہد میں (لوگوں پر) جھاڑتا تھا ، بھیکن...''

۲ ۔ نسخہ ج میں ہے : ''اس میں عجب ایثار تھا کہ جب کھانے کے دستر خوان پر''

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ہے : ''سید خان سور''

مٹھیاں اشرفیوں کی اس کے دامن میں ڈال دیں ۔ احمد خان[3] وہاں سے خوش خوش باہر آیا اور روانہ ہو گیا ۔ وہ غلام پھر بھاگم بھاگ اس کے پیچھے پہنچا اور کہنے لگا : ''منشیوں کے پاس چلے جاؤ تاکہ وہ حساب کریں کہ کس قدر رقم بنے گی ؟'' ۔ جب انہوں نے حساب کیا تو اسی ہزار ٹنکے نکلے ۔ اس کے بعد اس نے احمد خان کو پھر طلب کیا اور مٹھی بھر اشرفیاں اور اس کے دامن میں ڈال دیں تاکہ ایک لاکھ ٹنکہ پورا ہو جائے ۔

کہتے ہیں کہ ایک دن بھیکن خان شکار کو گیا ہوا تھا ۔ رات ایک گاؤں میں گزاری ۔ ایک عورت پکا ہوا ساگ لے آئی ۔ جب کھایا تو اسے بہت لذیذ پایا ۔ پوچھا : "یہ کون سا ساگ ہے ؟" اس نے کہا : "لیموں کے پتے ہیں لیکن ان کے پکانے میں نہایت مشکل پیش آئی ہے ۔" خان نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو چار اشرفیاں نکلیں جو اسے دے دیں اور کہا : "تیری قسمت کی کوتاہی ہے جو اتنی ہی نکلیں ۔" بعد ازاں اپنے ایک خدمت گار سے کہا : ''یہ ساگ پکانے کا طریقہ اس عورت سے سیکھ لے ۔''

وہ دربار جاتے اور آتے وقت دو ہزار ٹنکے فقیر فقراء میں تقسیم کرتا تھا[1] ۔ اس نے چالیس مسجدیں بھی تعمیر کرائیں جس میں سے ہر ایک میں اس نے قاری اور امام مقرر کیے ۔ سخاوت کے علاوہ اس میں (حد درجہ) شجاعت بھی تھی ۔ جہاں کہیں جنگ کی نوبت آتی تو سب سے پہلے تن تنہا غنیم کی فوج میں گھوڑا دوڑاتا ، دو تین سوار مار گراتا اور پھر فوج کو حکم دیتا کہ دشمن پر ٹوٹ پڑے ۔

اس کے امرائے سلطنت میں دوسرا "دولت خان لودھی"[2] تھا جو ایسا دلاور تھا کہ گویا ہندوستان میں ایک دوسرا رستم پیدا ہو گیا ہو ۔ بیس جنگوں میں فتح پائی اور کبھی پیٹھ نہ دکھائی ۔ شجاعت کے علاوہ

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ہے : ''سیکھ لے ۔ سواری کے وقت ہر روز پانچ سو ٹنکے فقراء کو دے دیتا تھا''

۲ ۔ نسخہ ج میں : "الہ داد خان"

کمال کا سخی بھی تھا - (وہ اتنا سخی تھا کہ) اگر اسے قارون کا خزانہ بھی مل جاتا تو لوگوں میں ایسے ہی لٹاتا -

کہتے ہیں (ایک بار) تیس عراقی گھوڑے ولایت سے آئے ہوئے تھے - پندرہ گھوڑوں پر ساز ڈال کر دولت خان کے پاس لائے - جب (اس کے سامنے) ایک گھوڑے کو پھرایا گیا[1] تو احمد خان سے جو (اس کا مخلص اور) جانی دوست تھا ، پوچھا : "احمد خاں ! یہ کیسا گھوڑا ہے ؟" - اس نے تعریف کرتے ہوئے کہا : "خان صاحب سلامت رہیے ، نہایت خوبصورت گھوڑا ہے -" (اس پر وہ گھوڑا) اسے بخش دیا اور دوسرا گھوڑا طلب کیا - اسے بھی اس کے سامنے پھرایا گیا تو پھر احمد خان سے پوچھا[2] - اس نے بھی تعریف کی تو اسے بھی بخش دیا - ایسے ہی دس گھوڑے دے دیے - جب گیارھواں گھوڑا لائے تو پھر احمد خان سے پوچھا[3] مگر وہ خاموش رہا - کہنے لگا : "خاموش کیوں ہوگئے ؟" احمد خان[3] نے کہا : "بخشش حد سے زیادہ گزر چکی ہے" - کہنے لگا : "ایک لینے سے کیا عاجز آ گئے ہو ؟" پھر داروغہ[4] اصطبل سے پوچھا : "کتنے گھوڑے باقی رہ گئے ہیں جو ابھی تک دیکھنے میں نہیں آئے ؟" - اس نے عرض کیا : "چار عدد رہ گئے ہیں جو ھنوز نظر سے نہیں گزرے"۔ فرمایا : "انہیں بھی احمد خان کے گھر باندھ آؤ -"

اس عہد کے فیاض لوگوں میں سے ایک میاں حسین خان بھی تھا - ایک دن ایک زرگر تین جڑاؤ مانگ ٹیکے[5] جن میں بڑے قیمتی جواہر

---

۱ - نسخہ ج میں "دو سو گھوڑے ولایت سے خرید کر لائے تھے - ان میں سے بیس گھوڑے دکھانے کے لیے لائے - ایک گھوڑا اس کے سامنے گھما پھرا رہے تھے"

۲ - نسخہ ج میں "صدر جہان سے پوچھا"

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "بخش دیے - اس طرح پانچ گھوڑے - جب چھٹا سامنے آیا ، پھر احمد خان سے پوچھا"

۴ - نسخہ الف اور ب میں "باندھ کر آ جاؤ"

۵ - مانگ ٹیکا : ایک قسم کا موتی جڑا ہوا زیور جسے امیر عورتیں ماتھے پر لٹکاتی ہیں - فرہنگ آصفیہ ، جلد چہارم ، صفحہ ۲۷۰

جڑے ہوئے تھے ، تیار کر کے لایا۔ شام کا وقت تھا ، اس کے سامنے ایک سفید چادر پر رکھے تھے - پاس ہی شمع بھی پڑی تھی - شمع کی روشنی سے (جواہرات) شراروں کی طرح چمک رہے تھے - اس کا مصاحب حمید خان[1] وہاں پر حاضر تھا - خان نے زرگر سے پوچھا : "ان پر کتنا روپیہ صرف ہوا ؟" اس نے کہا : "پہلے پر پانچ لاکھ ٹنکے ، دوسرے پر تین لاکھ ٹنکے اور تیسرے پر دو لاکھ ٹنکے -" اس اثنا میں[2] حمید خان سے پوچھا : تیرے خیال میں میں کون سا تجھے عطا کروں گا ؟" حمید خان نے کہا : "جن کے لیے تیار کیے گئے ہیں ، انھیں کو مبارک ہوں" - حسین خان نے پھر بتاکید کہا[3] "بتاؤنا" - حمید خان نے کہا : "میرا خیال ہے یہ تیسرا[4]"- حسین خان نے ہنستے ہوئے کہا : "تیرے دل میں اس چھوٹے کا خیال آیا لیکن میرے دل میں اس بڑے کا خیال تھا - یہ تیسرا اکیلا رہ جائے گا لہٰذا یہ تینوں میں نے تمھیں بخشے -" جب حسین خان نے اس رات ایسی بخشش کی تو دولت خان فرملی[5] نے ، جو اس کا مخالف تھا ، بادشاہ کو خبر پہنچا دی کہ حسین خان اس طرح اپنا مال ضائع کر رہا ہے - اس کا خیال تھا سلطان اس سے بگڑ جائے گا - سلطان نے فرمایا : "مجھے تو اس بات پر خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ میرے عہد میں ایسے سخی امراء موجود ہیں جن کے بارے میں مؤرخ اپنی تاریخوں میں لکھیں گے اور جو لوگ ہمارے تمھارے بعد پیدا ہوں گے ، اسے پڑھیں گے تو کہیں گے کہ عجیب بادشاہ تھا کہ اس عہد میں ایسے ایسے سخی اور عالی ظرف امراء ہو گزرے ہیں - حسین خان

---

۱ - نسخہ ج میں "حمید خان اور یوسف خان بیٹھے تھے"
۲ - نسخہ ج میں "اس اثنا میں حسین خان نے پوچھا کہ حمید خان تیرے خیال میں ان میں سے کون سا تجھے بخشوں گا ؟"
۳ - نسخہ الف اور ب میں "دولت خان نے پھر تاکید کی"
۴ - نسخہ ج میں "حمید خان نے حسین خان کو روکنے کے لیے کہا : "یہی چھوٹا"
۵ - نسخہ ج میں "دولت خان"

کو طلب کیا ، اسے سروپا دیا اور اس کے منصب اور اقطاع میں بھی اضافہ کر دیا ۔ ندینہ اور چاند پور کے پرگنے بھی اسے جاگیر میں دے دیے جس پر سب امراء نے سلطان کو شاباش دی ۔[1]

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''شہر کے بزرگوں اور اشراف نے یہ بات سنی تو سلطان کی سوجھ بوجھ پر آفرین کہی ۔ لوگ اس کا کلمہ پڑھنے لگے اور سالہا سال اس کا نیک نام باقی رہا''

سکندر لودھی کے بقیہ احوال کا تذکرہ

ایک دن حاجی عبدالوہاب نے جو کہ اپنے زمانے کے ولی تھے، سلطان سے کہا: "تم مسلمانوں کے بادشاہ ہوکر داڑھی نہیں رکھتے - یہ بات تو شعائر اسلامی سے بعید ہے۔" فرمایا: "ہماری داڑھی نہایت چھدری ہے؛ اگر رکھ لیں گے تو بدنما معلوم ہوگی اور لوگ ہنسیں گے"۔ حاجی نے کہا: "میں آپ کی داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوں[1] - اتنی اچھی داڑھی نکل آئے گی کہ تمام داڑھی والے لوگ اس پر رشک کرنے لگیں گے - پھر کس کی مجال ہو گی کہ ہنسے۔" سلطان خاموش رہا - حاجی نے کہا: "آپ جواب کیوں نہیں دیتے؟"[2] فرمایا: "جب میرا پیر کہے گا رکھ لوں گا۔ حاجی نے کہا: "تمہارا پیر کہاں ہے؟"۔ کہنے لگا: "ایک شخص ہے جو موضع بھوہ میں، جو کہ جالیسر کے قریوں میں سے ہے، رہتا ہے - کبھی کبھی مجھ سے ملنے آتا ہے۔" حاجی نے کہا: "اس کے داڑھی ہے؟" فرمایا: "نہیں" حاجی نے کہا: "تو تم رکھ لو جب کبھی اس سے ملوں گا اسے بھی امر معروف کی تلقین کروں گا۔" سلطان نے جواب نہ دیا - حاجی اٹھ کر اپنے ڈیرے[3] میں آ گیا - سلطان نے اس کی پیٹھ پیچھے فرمایا: "لوگ ان کی خدمت میں آتے ہیں اور پا بوسی

---

۱ - نسخہ ج میں "ہاتھ پھیرتا ہوں"

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "آپ جواب نہیں دے رہے؟ فرمایا کہ میرا مرشد فرمائے گا تو رکھ لوں گا"

۳ - ڈیرہ ہندی لفظ ہے بمعنی قیام گاہ، فرودگاہ، خانہ اور مکان، فرہنگ آصفیہ (جلد دوم، صفحہ ۳۲۲) - دائرہ کی بگڑی ہوئی شکل ... (آ)

کرتے ہیں جو ان کی عظمت کی دلیل ہے[1] ۔ اگر میں کسی غلام کو پالکی میں بٹھا دوں تو سب امراء اس پالکی کو کندھوں پر اٹھاتے پھریں ۔"[2] شیخ عبدالجلیل بھی وہاں موجود تھے ۔ انھوں نے یہ بات حاجی صاحب تک پہنچا دی کہ آپ کی پیٹھ پیچھے یہ کہا جاتا رہا ۔ حاجی عبدالوھاب نے کہا : "اس نے چونکہ فرزند رسول کی توہین کی ہے اور مجھے غلام سے نسبت دی ہے ، انشاء اللہ تعالیٰ اس کا گلا پکڑا جائے گا ۔"[3] اس کے بعد حاجی عبدالوھاب نے اجازت لیے بغیر اپنے وطن کی راہ لی[4] ۔ ایک مہینہ گزرا تھا کہ بادشاہ کے گلے میں تکلیف پیدا ہوئی جو روز بروز بڑھتی چلی گئی ۔ چنانچہ اس نے ایک دن شیخ لاڈن کو ، جو اس کا پیش نماز تھا ، فرمایا کہ نماز روزے کی قضا ، داڑھی منڈوانے اور کان ناک کٹوانے کا کفارہ لکھ کر ارسال کریں ۔ شیخ مذکور نے تفصیل سے لکھ بھیجا ۔ پھر واقعہ نویسوں کو حکم ہوا کہ اس کی سلطنت کے دوران اس قسم کے جتنے بھی جرائم سرزد ہو چکے ہیں اور جتنی بھی ان کے کفارے کی رقم بنتی ہو ، اس سے مطلع کریں ۔ جب ان کے جرائم اور ان کے کفارہ کی تفصیل پیش کی گئی تو حکم ہوا کہ وہ خزانہ جو بیت المال سے الگ ہے ، اس میں سے کچھ علماء و صلحاء کو پہنچا دیں[5] ۔ انھوں نے خزانہ دار سے پوچھا : "وہ خزانہ جو بیت المال سے الگ ہے ، آیا کہاں

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں "آتے ہیں اور ان کے جوتے اٹھاتے ہیں ۔ ایسا ہی ہے"

۲ ۔ نسخہ ج میں "اگر میں کسی غلام کو سجادے پر بٹھا دوں ، سب امراء اسے کاندھوں پر اٹھائے پھریں" ۔ چنڈول کے معنی ہیں محافہ ، ڈولا ، ایک زنانہ سواری جسے کہار اٹھاتے ہیں ۔ دراصل چوڈول تھا ۔ فرہنگ آصفیہ (جلد دوم ، صفحہ ۱۲۲) چوڈول... (آ آ)

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "انشاء اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے"

۴ ۔ نسخہ ج میں "اپنے وطن لوٹ گیا"

۵ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "پیش کرو ۔ جب یہ مال و زر پیش کر دیا گیا تو فرمایا : وہ مال و زر جو کہ ..."

سے ہے؟" اس نے کہا: "ہمسایہ ممالک کے بادشاہ[1] جو تحائف سلطان کو بھیجتے تھے اور جو کچھ امراء اپنی عرضداشتوں کے ساتھ بطور پیشکش ہر سال ارسال کرتے تھے، اس کے بارہ میں صادر ہوا تھا کہ اسے علیحدہ رکھیں اور جیسا ہمارا حکم ہو ویسے خرچ کریں - آج حکم ہوا کہ آپ کو دے دیں -"[2] ان سب نے سلطان کی عقل و دانش پر آفرین کہی - الغرض سلطان کی بیماری بڑھ گئی[3] - یہاں تک کہ روٹی اور پانی تک حلق سے نیچے نہیں اترتا تھا - سانس لینے کا راستہ بند ہو گیا اور اس نے بروز اتوار، ۷ ذی‌الحجہ[4] ۹۲۲ھ کو اس دارالفنا سے دارالبقا[5] کی طرف کوچ کیا - اس بادشاہ دین پناہ کی مدت سلطنت اٹھائیس سال پانچ مہینے اور دو دن تھی[6] - ایک شاعر نے اس فرشتہ خصلت بادشاہ کے عدل اور اسلام پروری کے بارے میں کہا ہے:

---

۱ - نسخہ الف اور ب دونوں میں "دوسری اقالیم کے بادشاہوں نے"

۲ - نسخہ ج میں "بطور پیشکش بھیجتے تھے - ہر سال جمع ہوجاتی تھی - آج حکم دیا گیا ہے کہ اس مال و زر میں سے دے دیں"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "الغرض سلطان کے گلے میں تکلیف زیادہ بڑھ گئی"

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "ساتویں ذی‌الحجہ" - تاریخ بدایونی (جلد اول، صفحہ ۳۲۲) میں "۷ ذی قعدہ" - مخزن افغانی میں "۷ ماہ ذی‌القعدہ"

۵ - تینوں نسخوں میں سنہ رحلت مذکور نہیں - یہ سنہ ۹۲۳ھ ہے جو طبقات اکبری (جلد اول، صفحہ ۳۳۴)، مخزن افغانی (صفحہ ۹۶ب) اور مآثر رحیمی (جلد اول، صفحہ ۴۷۳) میں درج کیا گیا ہے -

۶ - نسخہ ج میں "اٹھائیس برس، پانچ مہینے اور نو دن تھی - جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے:

سکندر برون رفتہ زین بارگہ
بیرهیم افتاد تخت و کلاہ*

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

"شہنشاہی کہ چون ذوالقرن گشت اسلام را بانی
مسلم شد ازان بر وی خطاب اسکندر ثانی[۱]"

اس کے بعد سلطان ابراہیم نے ، جو کہ اس کا فرزند ارجمند تھا اور سلطنت کے شایان شان تھا ، تخت سلطنت کو زینت بخشی ۔

(گذشتہ صفحے کا حاشیہ)

*(جب) سکندر اس بارگاہ سے باہر نکل گیا (تو) تخت و تاج ابراہیم کے ہاتھ آ گئے ... (آ ا)

(امرائے) سلطان ابراہیم

خان خانان ، اعظم ہمایون ، ہیبت خان ، دولت خان ، دلاور خان ، اسلام خان ، داؤد خان ، عالم خان ، میاں مانکون ، حسین خان ، معروف خان ، فتح خان ،کالا پہاڑ ، نظام خان ، فرید خان ، رستم خان ، حاجی خان ، محمود خان ، زین خان ، الپ خان ، تاتار خان ، احمد خان ، منصور خان ، ملک آدم ۔بعض نے لکھا ہے... الخ

۱ ۔ (وہ ایک ایسا) شہنشاہ تھا جو ذوالقرنین کی طرح اسلام کا بانی ہوا لہٰذا اس کے لیے سکندر ثانی کا خطاب مسلم ہوگیا ۔ ... (آ ا)

سلطان ابراہیم لودھی

مؤرخان اخبار و سیر میں سے بعض نے لکھا ہے کہ جب سکندر نے دوسری دنیا کی طرف کوچ کیا تو اس کے دو بیٹے ایک ماں سے تھے - ایک سلطان ابراہیم ، دوسرا جلال خان - چونکہ ابراہیم بڑا تھا اور حسن صورت و سیرت اور سخاوت و شجاعت جیسی صفات سے بھی متصف تھا ، لہٰذا امراء نے طے کیا کہ وہ تخت پر بیٹھے - انھوں نے پنج شنبہ[1] ، دسویں ذی الحجہ سنہ ، ۹۲۳ھ کو اس بادشاہ کی تخت نشینی کے لیے مقرر کیا - اس روز انھوں نے شاہی دربار کو طلائی اور جواہر نگار شامیانوں ، رنگا رنگ اور زرتار قالینوں سے آراستہ کیا اور تخت سکندری کو جس میں بڑے قیمتی اور گران بہا موتی ٹکے ہوئے تھے ، ایک رنگ برنگے قالین پر رکھا - امراء اور ملوک نے رنگا رنگ لباس اور کامدار اور خلعت زرکار ، جیسے چمن میں پھول کھلے ہوں[2] ، پہنے ہوئے تھے اور ہاتھیوں اور گھوڑوں کو بڑے خوبصورت ساز و سامان اور برگستوان سے زیب و زینت دے رکھی تھی[3]- چونکہ پہلے کبھی کسی کی تخت نشینی کے موقع پر یوں دربار نہیں سجایا گیا تھا ، اس کی آرائش و زیبائش مدتوں لوگوں کو یاد رہی -

---

۱ - تینوں نسخوں میں سنہ جلوس مرقوم نہیں - اس کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے - الف اور ب دونوں نسخوں میں ۲ ذی الحجہ ، طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۳۴۳) اور مآثر رحیمی (جلد اول ، صفحہ ۴۸۰) میں سنہ جلوس روز جمعہ ۱۵ ماہ ذی الحجہ سنہ ۹۲۳ھ لکھا ہے - مخزن افغانی میں ۸ ماہ ذی قعدہ سنہ ۹۲۳ھ مذکور ہے -

۲ - نسخہ ج میں ''گل ہائے نوبہاری کھلے ہوئے''

۳ - نسخہ ج میں ''خوبصورت سازوں اور برگستوانوں سے سجا رکھا تھا''

انھوں نے یوں اس شاہ جواں بخت کو تخت پر بٹھایا اور اس کے حقیقی بھائی کو ، جس کا نام جلال خان تھا ، سلطان جلال‌الدین کا خطاب دے کر امراء اور ارکان سلطنت کے ہمراہ بہت بڑی فوج دے کر سلطنت جونپور کے لیے بھجوایا - چار ماہ کے بعد جب اعظم ہمایوں اور خان خانان لودھی[1] اپنی جاگیر سے مبارک باد کے لیے[2] پایہ تخت میں پہنچے تو امراء حاضر دربار تھے - ان پر زبان طعن کھولی اور انہیں سرزنش کی کہ سلطنت کے معاملے کو مشترک رکھنا بہت بڑی غلطی ہے - بادشاہی میں شرکت نہیں چل سکتی - کیا تم نے وہ نہیں سنا جو اگلے وقتوں کے لوگوں نے اس بارے میں کہا ہے -

دو جان ہرگز بیک پیکر نگنجد　　　　دو فرمان دہ بیک کشور نگنجد[3]

سلطان ابراہیم نے یہ پتے کی بات سنی تو بھائی سے جو عہد کر رکھا تھا اسے بالائے طاق رکھ دیا اور پھر مشورے کے بعد قرار پایا کہ شہزادہ چونکہ ابھی جم کر نہیں بیٹھا اور پایہٴ تخت سلطنت تک نہیں پہنچا، اسے لکھنا چاہیے- چونکہ چند ایک ضروری امور (کی انجام دہی) کے لیے جن کا تعلق اس کی موجودگی سے ہے ، برادر کو چاہیے نہایت تیزی سے دربار کی طرف روانہ ہو جائے اور مشورہ کے بعد ، جس میں طرفین کی بھلائی ہے[4] ، اپنے دارالملک واپس چلا جائے - اس کے بعد ہیبت خان گرگ انداز کو ، جو مکاری اور عیاری میں مشہور تھا ، حکم بھیجا کہ خوشامد اور چاپلوسی سے کام لے اور شہزادے کو دربار کی طرف روانہ کر دے - مگر یہ جو کہا گیا ہے کہ دیوار ہم گوش دارد ، اس بات کی اطلاع پہلے سے شہزادے کو مل چکی تھی - ہیبت خان خوشامد اور چاپلوسی سے

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''ہمایوں لودھی اور خان خانان فرملی''

۲ - نسخہ الف میں ''سلطنت کی مبارک باد کے لیے''

۳ - (جس طرح) ایک جسم میں دو جانیں کبھی نہیں سماتیں (اسی طرح) دو فرمان روا (بھی) ایک ملک میں نہیں سماتے -

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''مشورہ کے بعد ، جو طرفین کے لیے بہتر ہوگا ، دارالملک کی طرف''

پیش آیا اور شہزادے سے اس کے مزاج کے مطابق باتیں کیں مگر وہ پھر بھی اس کی چکنی چپڑی باتوں میں نہ آیا اور (دربار میں) آنے پر راضی نہ ہوا - ہیبت خان نے عرضداشت بھیجی تو سلطان نے اپنے مقربوں میں سے بعض دوسرے اشخاص کو روانہ کیا - ان کا کہنا بھی کارگر نہ ہوا - شہزادہ نے واپسی کے لیے ہرگز کوئی قدم نہ اٹھایا - اس پر سلطان نے اس صوبے کے امراء اور جاگیرداروں میں سے ہر ایک کو التفات و مہربانی سے بھرپور فرمان بھیجے اور بڑے بڑے انعامات کی امید دلائی تاکہ جلال خان کی اطاعت اور موافقت سے احتراز کریں[1] اور اس کے یہاں سلام کو نہ جائیں - بعض امرائے کبار کو خاص خلعت بھجوائے اور بعض پر درپردہ نوازشیں بھی کیں[2] (اور کہلوا بھیجا) کہ جونہی یہ فرمان عنایت نشان پہنچے ، جلال خان سے الگ ہو جائیں اور اس کے احکام بجا نہ لائیں - چونکہ قضا و قدر نے سلطنت جلال خان کے نصیب میں نہیں لکھی تھی ، اس لیے سب بڑے بڑے امراء نے اس کی اطاعت سے منہ پھیر لیا[3] ، اس سے باغی ہو گئے اور مخالفت کی راہ اختیار کر لی -

اس دوران میں شہزادہ جلال خان نے ایک جواہر نگار تخت آراستہ کیا، محل کے درو دیوار کو دیبا سے پیراستہ کیا[4] اور مذکورہ سال کی ۱۵ ربیع الاول

---

۱ - نسخہ ج میں "ہزاروں مہربانیوں کی امید دلا کر حکم بھیجا کہ اطاعت سے"

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "بعض امراء کو در پردہ ایک خدمت گار کے ہاتھ خلعت خاص ، گھوڑا اور دیگر انعامات" مخزن افغانی (صفحہ ۷۷ ب) میں ہے - "ان میں سے ہر ایک کو اپنے قابل اعتماد اور راز دار آدمی کے ہاتھ گھوڑا ، خلعت خاص ، کمربند اور مرصع خنجر بھیجے"

۳ - دونوں نسخوں ، الف اور ب میں "انھوں نے اس کے حکم سے سرتابی کی"

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ۱۵ ذی الحجہ سنہ مذکور لکھا ہے۔ فقیر کا خیال ہے کہ شہزادہ جلال الدین کی تاریخ جلوس ۱۵ ربیع الاول

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کو اس تخت پر بٹھا اور ایک مجلس عالی ترتیب دے کر دربار عام منعقد کیا ۔ ملازمان درگاہ ، اعیان دولت اور سرداران لشکر کو حسب مرتبہ خلعت ، تلوار ، کمربند ، خنجر ، گھوڑوں اور ہاتھیوں کے ساتھ ساتھ مناصب و خطابات سے بھی سرافراز فرمایا اور عوام و خواص کو اپنے سے راضی کر کے فقراء اور مساکین پر خیرات کے دروازے کھول دیے ۔ ان کے معاش اور وظیفہ میں اضافہ فرمایا اور امور سرداری کو از سر نو تازہ کرتے ہوئے سلطان ابراہیم کی مخالفت کی راہ اختیار کی ۔ اپنے نام کا خطبہ پڑھایا اور سکہ بھی جاری کرایا ۔ جب اس نے کچھ قوت حاصل کر لی تو اعظم ہمایوں کے پاس ، جس نے ان دنوں قلعہ کالنجر[1] کا محاصرہ کر رکھا تھا ، بعض معتبر اشخاص کو بھجوایا اور کہلوایا :
"آپ میرے باپ اور چچا کی جگہ ہیں اور خود جانتے ہیں کہ مجھ سے کوئی قصور سر زد نہیں ہوا اور عہد شکنی سلطان ابراہیم کی طرف سے ہوئی ہے ۔ باپ کے ملک سے میرے لیے تھوڑا بہت ورثہ (جو اس نے خود میرے لیے تجویز کیا تھا ، اب اس پر بھی اس نے اپنی نظریں گاڑھ لی ہیں ، حالانکہ وہ میرا حقیقی بھائی ہے مگر پھر بھی صلہ رحمی کے شیشے کو

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

سنہ ۹۲۴ھ ہے ۔ اس لیے کہ صفحہ ۶۶ پر مذکور ہے کہ سلطان ابراہیم کے جشن تخت نشینی کے چار ماہ بعد جب کہ تاریخ ۱۰ ماہ ذی الحجہ سنہ ۹۲۳ھ تھی ، اعظم ہمایوں اور خان خانان مبارک باد کہنے کے لیے پایہ تخت میں آئے ۔ انہی کے کہنے سے ابراہیم اپنے بھائی (کے ساتھ کیے ہوئے عہد) سے منحرف ہو گیا اور قاصد کو شہزادہ جلال خان کی طلبی کے لیے بھیجا ۔ طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۳۴۳) اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۳۸) نے بھی سلطان ابراہیم کی تخت نشینی کا ذکر کیا ہے لیکن اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ جلال خان نے بھی اپنی تخت نشینی کا جشن ترتیب دیا تھا ۔۔۔ مرتب ۔

۱ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۷۸ ب) میں ۔ "اعظم ہمایوں جس نے قلعہ گوالیار کا محاصرہ کر رکھا تھا" تاریخ فرشتہ (صفحہ ۲۳۸ ، قلعہ کالنجر" ۔ نسخہ الف میں "قلعہ کالنجر پر" نسخہ ج میں "کانجر"

بے مروتی کے پتھر سے توڑ رہا ہے ، اس لیے آپ کو چاہیے کہ حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں[1] اور مظلوم کی مدد کریں'' ۔

چونکہ اعظم ہمایوں دراصل سلطان سے آزردہ خاطر تھا اس لیے اس کی لجاجت و سماجت نے اس پر بہت اثر کیا اور اس نے قلعہ کے محاصرے سے ہاتھ اٹھا لیا[2] ۔ دونوں میں عہد و پیمان ہوئے ۔ قرار پایا کہ پہلے ولایت جونپور کو تصرف میں لایا جائے اس کے بعد کچھ اور سوچا جائے ۔ وہ دونوں متواتر کوچ کرتے ہوئے اودھ کی جانب روانہ ہو گئے ۔ والیِ اودھ تابِ مقاومت نہ لا کر کڑہ کی طرف بھاگ گیا[3] اور حقیقت حال سلطان کی خدمت میں عرض کر دی ۔ سلطان نے چاہا کہ چیدہ چیدہ اور منتخب سپاہیوں کا لشکر لیے اس فتنے کے سد باب پر توجہ دے ۔ پہلے بعض امراء کے مشورے سے اپنے چار بھائیوں کو قلعہ ہانسی میں بند کر دیا[4] اور محمد خان کو پانچ سو سواروں کے ساتھ وہاں متعین کیا ۔ پھر تمام امراء کو منصب ، خلعت اور زر و مال دے کر ان کی خوشنودی اور شکر گزاری حاصل کر لی ۔ بخشیوں کو حکم دیا کہ سپاہ

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''چاہیے کہ رعایت''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''دراصل اعظم ہمایوں آزردہ خاطر ہو کر فوراً جلال خان کی خدمت میں آگیا جس کی نرمی اور ملائمت نے اس پر بہت اثر کیا اور اس نے قلعہ سے ہاتھ اٹھا لیا''

۳ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۷۸ ب) سعید خان بن مبارک خان ، حاکم اودھ ، تاب مقاومت نہ لا کر لکھنو کی طرف بھاگ گیا'' ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۳۸) میں بھی ہے ''اس نے خود کو لکھنو پہنچایا'' ۔ نسخہ ج میں ''لکھنو کی جانب بھاگ کر''

۴ ۔ نسخہ الف میں ''اپنے چار بھائیوں کو پکڑ کر قلعہ ہانسی میں قید کر دیا ۔ ان بھائیوں کے نام ہیں اسماعیل خان ، حسین خان ، محمود خان اور دولت خان ۔ ہر ایک کی خدمت کے لیے دو کنیزیں مقرر کرکے ماکولات ، ملبوسات اور تمام ضروری اشیاء معین کر دیں'' کذا فی مخزن افغانی (۷۸ ب) اور تاریخ فرشتہ (صفحہ ۳۴۹)

کے واجبات سرکار کے خزانے سے ادا کریں - ایک ماہ کی تنخواہ بطور انعام دینے کا بھی حکم دیا[1] اور پھر جمعرات کے دن ۲۴ ربیع الآخر[2] کو جون پور کا رخ کیا اور متواتر کوچ کرتے ہوئے بھوگانو[3] پہنچا - اس اثناء میں خبر ملی[4] کہ اعظم ہمایوں اور اس کا بیٹا فتح خان سلطان جلال الدین سے برگشتہ ہو کر ، اس کی خدمت میں آ رہے ہیں - سلطان یہ خبر سن کر بہت خوش ہوا - جہاں تھا وہیں قیام پذیر ہو گیا اور دربار لگایا - جس روز اعظم ہمایوں کو آنا تھا ، بہت سے امرائے کبار کو اس کے استقبال کے لیے بھیجا - وقت ملاقات اسے طرح طرح کے التفات شاہانہ سے سرفراز کیا اور خلعت خاص[5] ، کمر بند ، مرصع خنجر اور ایک ممتاز و معروف ہاتھی سے ممنون فرمایا - اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک بے حساب لشکر اور جنگی ہاتھیوں کو دوسرے ساز و سامان کے ساتھ سلطان جلال الدین کے خلاف نامزد کیا - سلطان جلال الدین اپنے جملہ متعلقین کو قلعہ کالپی میں چھوڑ کر ، اس سے پہلے کہ یہ لشکر آ پہنچے[6] ، تیس ہزار سواروں اور

---

۱ - نسخہ ج میں "شکر گزار بنا کر اور لشکر کا معائنہ کر کے بخشیوں کو حکم دیا کہ ادائیگی سرکار سے"

۲ - مخزن افغانی (صفحہ ۷۸ ب) میں : "۲۴ ذی الحجہ سنہ ۹۲۳ھ" اور دونوں نسخوں ، الف اور ب میں "۲۴ ذی الحجہ"

۳ - مخزن افغانی (صفحہ ۷۸ ب) میں ہے "بھنگانو کے قصبے میں" - طبقات اکبری (صفحہ ۳۴۵) میں "قصبہ بھون گارنوں" - نسخہ ج میں "بھونگانو"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "وہاں خبر ملی"

۵ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "خلعت زرنگار"

۶ - مخزن افغانی صفحہ ۸۳ ب "اس سے پہلے کہ یہ لشکر کالپی پہنچے شہزادہ جلال خان نے نعمت خاتون ، قطب خان لودھی کے اہل و عیال ، عمادالملک ، ملک بدر الدین جلوانی اور اپنے حرم کے جملہ متعلقین کو قلعہ کالپی میں چھوڑ کر خود تیس ہزار سواروں اور چند ہاتھیوں کے ساتھ دارالسلطنت آگرہ کا رخ کیا تا کہ وہاں پہنچ کر ہو سکے تو آگرہ پر قبضہ کر لے"

چند ہاتھیوں کے ساتھ آگرہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا ۔ سلطان نے[1] کالپی کو محاصرے میں لے لیا اور تھوڑے ہی دنوں میں اس پر قابض ہو کر اسے تباہ و برباد کر دیا ۔ پھر جب بھائی کے آگرہ جانے کی خبر سنی تو ملک آدم کاکر کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر آگرہ کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ۔ ملک مذکور بسرعت تمام آگرہ پہنچا ۔ سلطان جلال الدین چاہتا تھا کہ کالپی کے بدلے[2] آگرہ میں لوٹ مار کرے لیکن ملک آدم نے حیلوں بہانوں سے اور سلطان کے مزاج کے مطابق باتیں بنا کر اسے اپنے اس ارادے سے باز رکھا[3] اور ایک اور لشکر اپنی مدد کے لیے طلب کر لیا ۔ حقیقت حال اعلی حضرت تک پہنچا دی[4] ۔

سلطان نے ۱۸ ہزار سوار اور پچاس جنگی ہاتھی بطور امداد ملک آدم کے پاس بھیج دیے اور لشکر کی آمد سے جب ملک آدم کا دل بڑھ گیا تو اس نے سلطان جلال الدین کو پیغام بھیجا کہ اگر سلطنت کی ہوس سے باز آ کر[5] ، جیسا کہ امراء کا طریق ہے ، چتر ، آفتاب گیر ، نوبت اور تخت چھوڑ دے تو سلطان سے درخواست کی جائے گی کہ تیرا قصور معاف کر دے اور میں تجھے بدستور سابق کالپی کا صوبہ دے دوں گا ۔ بدنصیب جلال الدین نے ، جو کاروبار سلطنت کے ساتھ کوئی مناسبت نہ رکھتا تھا ، باوجود تیس ہزار سواران جرار اور ایک سو ساٹھ جنگی ہاتھیوں کے بودے پن کا مظاہرہ کیا اور اس شرط پر راضی ہو گیا ۔

---

۱ ۔ مخزن افغانی صفحہ ۷۹ الف میں "امرائے سلطان نے"

۲ ۔ نسخہ الف میں "کالپی کے راستے"

۳ ۔ مخزن افغانی صفحہ ۸۰ الف میں "ملک آدم نے خود آگرہ پہنچایا اور جلال خان کو طرح طرح کی خوشامدانہ باتوں سے ، جو کہ اس کے مزاج کے موافق تھیں ، تسلی دے کر آگرہ کو تباہی سے بچا لیا"

۴ ۔ نسخہ ج میں "طلب کرتے ہوئے سلطان جلال الدین کی بالادستی کی اطلاع دی"

۵ ۔ نسخہ الف اور ب میں "چتر ، آفتاب گیر ، نوبت اور دوسری علامات پادشاہی سے دست بردار ہو جاؤ اور (بادشاہ کی بجائے) امراء کے طور طریقے اختیار کر لو" جیسا کہ امراء کا طریق ہے"

ہر چند کہ اس کے امراء کہتے رہے[1] کہ یہ بزدلی ہے[2]۔ سلطان تجھے کسی صورت میں زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ہم دس سال سے تمہارا نمک کھا رہے ہیں۔ پائے ہمت بساط ثبات پر رکھو تاکہ جاں باز اور دلاور تمہارے لیے جان بازی اور دلاوری کا مظاہرہ کریں[3]۔ فتح دینے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ سلطان تند مزاج ہے۔ آخر کار اپنے باپ کے امیروں سے بد سلوکی سے پیش آئے گا اور انجام کار ساری فوج تیرے ساتھ ہو جائے گی۔ لیکن حق سبحانہ تعالیٰ نے چونکہ تقدیر کا حکم اس کے بارے میں یوں ہی چلایا تھا کہ دشت ادبار میں تلف ہو جائے وہ اس شرط پر راضی ہو گیا اور علامات سلطانی اپنے سے جدا کر دیں۔ ملک آدم کا کرنے جملہ علامات شاہی اس سے لے کر سلطان کی خدمت میں بھیج دیں اور اس کی درخواست بھی پیش کر دی[4]۔ سلطان نے اسے قبول نہ کیا بلکہ سلطان جلال الدین کے تدارک کے لیے روانہ ہو گیا۔ اس نے یہ خبر سنی تو راجہ گوالیار کے یہاں پناہ لی۔ اس کا پرانا لشکر تتر بتر ہو گیا تھا۔ سلطان ابراہیم نے آگرہ میں قیام کیا تھا، جہاں بعض امراء جو اس کے خلاف تھے، راہ اخلاص پر چل پڑے۔ اس نے کریم داد خان طوغ[5] کو کچھ دیگر امراء کے ساتھ دہلی کی پاسبانی کے لیے روانہ کیا۔

اس دوران میں سلطان کے لشکر نے گوالیار کا محاصرہ کر لیا۔ (اس کے علاوہ سلطان ابراہیم نے) اعظم ہمایوں کو قلعہ گوالیار کی تسخیر کے لیے

---

۱ - نسخہ ج میں ''کار سلطنت سے مناسبت نہیں رکھتا تھا، اس شرط پر راضی ہو گیا۔ تیس چالیس ہزار سوار اور پچاس جنگی ہاتھیوں کے باوجود بے ہمتی دکھائی۔ ہر چند امراء نے''

۲ - نسخہ ج میں ''غر دلی'' لکھا ہے جو ممکن ہے بز دلی ہو''

۳ - نسخہ ج میں ''تاکہ تیرے دلاور تیرے سلسلہ میں جاں نثاری کا مظاہرہ کریں''

۴ - نسخہ الف اور ب دونوں میں ''اس کے لیے جاگیر کی درخواست بھی پیش کر دی''

۵ - طبقات اکبری (جلد اول، ص ۳۴۷) میں ''کریم داد توغ'' اور نسخہ ج میں ''طوغ''

روانہ کیا ۔ سلطان جلال الدین گوالیار سے نکل کر مالوہ کی طرف چلا گیا ۔ جب اس نے سلطان مالوہ[1] کی طرف سے اچھا سلوک نہ دیکھا تو کچھ آدمیوں کے ساتھ کھرہ کنتہت کا رخ کیا[2] جہاں گنواروں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا جنھوں نے اسے سلطان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس بھیج دیا ۔ سلطان نے اس خوشخبری سے خوش ہو کر ایک بہت بڑا جشن ترتیب دیا جس میں سلطان جلال الدین کے ہاتھوں کو دستار سے باندھ کر اس کے حضور میں لایا گیا[3] ۔ (سلطان کے حکم سے) اسے قلعہ ہانسی میں بھیج دیا گیا ۔ راستے ہی میں تھا کہ (سلطان نے) احمد خان کو روانہ کیا جس نے اسے قتل کر دیا ۔

''شربت سلطنت و جاہ چنان شیرین''[4] است
کہ شہان از پی آن[5] خون برادر ریزند

بر سر خویش کلاہ خز و اکسون بنهند
خاک ادبار بفرق دگران در بیزند

خون آزردہ دلان از پی این ملک مریز
کہ ترا نیز ہمین جرعہ بساغر ریزند

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''سلطان محمود''
۲ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں '' اچھا سلوک نہ دیکھا تو وہاں سے فرار ہوکر کرہ بک تنکہ چلا گیا'' ۔ مخزن افغانی (ص ۸۸ الف) میں ''ولایت کتکہ کا رخ کیا اور راستے میں اوباشوں کے ہاتھ آ گیا''۔ ''طبقات اکبری (ص ۳۴۸) میں ''ولایت کڑہ کتنکہ چلا گیا'' اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۱) میں ''راجہ کدھر کی طرف بھاگا ، چنانچہ گوندوں کی ایک جماعت اسے پکڑ کر لے آئی''
۳ ۔ نسخہ ج میں ''حضور میں لائے اور اس کو پابجولان قلعہ[?] قریام میں بھیج کر نظر بند کر دیا'' (آ ا)
۴ ۔ نسخہ الف میں ''جاہ جہان شیرین'' ۔ نسخہ ج میں ''جاہ وجہان''
۵ ۔ نسخہ الف و ج میں ''از پی او''

"چون بود کار بد و نیک جہان را پاداش[1]
خرم آن قوم کہ با خلق خدا نستیزلد"[2]

ان کے بعد سلطان نے دل جمعی سے سارے ملک کو تن تنہا اور بلا خوف و خطر تصرف میں لا کر قلعہ گوالیار کی تسخیر کی فکر میں مبتلا ہوا ۔ اتفاقاً راجہ مان ، والیِ گوالیار ، جو سالہا سال سے سلاطین دہلی کی مزاحمت کرتا چلا آ رہا تھا ، واصل جہنم ہوا اور اس کے بیٹے بکرما جیت نے اس کی جگہ لی ۔ سلطان نے کئی ایک جنگوں کے بعد قلعہ اس سے لے لیا اور تانبے کی وہ گائے جو قلعے کے دروازے پر نصب تھی اور آپ ہی آپ آواز نکالتی تھی ، وہاں سے لا کر قلعہ آگرہ کے دروازے پر رکھ دی ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے تک یہ گائے وہیں رہی ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں

"عیش دنیا چو ازین رفتن و بگزاشتنی است

مخزن افغانی (صفحہ ۸۱ ب) میں یہ اشعار اس طرح مرقوم ہیں :

"خسروان از پی یک روزہ حیات فانی
خون صد سالہ برادر بتظلم ریزند

تاج اقبال بفرق خود از آکسون بنہند
خاک ادبار بفرق دگران در بیزند

این جہانیست کہ البتہ فنا خواھد شد
خنک آن قوم کہ با خلق خدا نستیزند"

۲ ۔ سلطنت اور جاہ و حشمت کا شربت ایسا میٹھا ہوتا ہے کہ بادشاہ اس کی خاطر بھائی کا خون بھی بہا دیتے ہیں ۔ اپنے سر پر حریر و مخمل کا تاج رکھتے ہیں اور دوسروں کے سر میں بدبختی کی خاک چھانتے ہیں ۔ اس ملک کے لیے دکھیے دل والوں کا خون نہ بہا ورنہ (کارکنان قضا و قدر) ایسا ہی گھونٹ تیرے لیے بھی ساغر حیات میں انڈیل دیں گے ۔ چونکہ دنیا کے اچھے برے کام کی جزا و سزا ہے ، اس لیے اچھے لوگ وہی ہیں جو خلق خدا سے لڑائی جھگڑا نہیں کرتے (آ ا)

پھر اس بادشاہ کے حکم سے پگھلا کر اس سے توپ ڈھالی گئی[1] ۔

سلطان جب گوالیار کو فتح کر کے دہلی آیا تو غرور جوانی کے باعث بدمزاج ہو گیا ۔[2] ایک دم باپ کے امراء سے بدسلوکی سے پیش آنے اور چھوٹی چھوٹی بات پر انھیں سزائیں دینے لگا[3] ۔ جس کے باعث امراء اس سے بد گمان ہو گئے ۔ اس پر اس نے بعض کو قید میں ڈال دیا ۔ میاں بھوہ کو ، جو اس کے باپ کے امرائے کبار اور صاحب اعتبار لوگوں میں سے تھا اور اٹھائیس سال تک اسکندر کی سلطنت میں با اختیار وزیر رہ چکا تھا ، زنجیروں میں جکڑ کر ملک آدم کاکر کے سپرد کر دیا ۔ اس نے بعض حاسدوں کے کہنے سے ، اس کے اور بعض دیگر امراء کے لیے ، ایک ایوان اور اس کے نیچے ایک تہ خانہ تیار کرایا ۔ دو مہینوں کے بعد جب تہ خانہ خشک ہو گیا تو اسے پوشیدہ طور پر بارود کی تھیلیوں سے بھروایا مگر پھر میاں بھوہ اور چند دیگر امراء کو ، جن کو ٹھکانے لگانے کے لیے یہ تدابیر کی تھی ، قید سے رہا کر دیا اور انھیں خلعت عطا کر کے ان کی دل جوئی کی[4] ۔ انعامات و عنایات سے خوش کر دیا تاکہ ان کے دل سے خوف دور ہو جائے ۔ ایک دن ان سب کو طلب کر کے یہ فرمایا :''اسلام خان نے ، جسے میرے باپ نے خاک سے اٹھایا اور پروان چڑھایا تھا ، خوف زدہ ہو کر بغاوت اور منافقت کی راہ اختیار کر لی ہے ۔ اس عمارت میں جسے میں نے ابھی بنوایا ہے ، تشریف رکھیے اور مشورہ دیجیے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے ۔ چونکہ مجھے آپ کی قیمتی رائے پر پورا اعتبار ہے ۔ یقین ہے جو کچھ آپ کے دل میں آئے گا ، اسی میں میری بہتری ہو گی ۔'' وہ بغیر کسی بدگمانی کے اس

---

۱ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۸۱ الف) میں ''اور حکم اشرف سے سن ۹۹۹ھ میں اس (تانبے کی گائے) کو پگھلایا اور اس کو گھڑیال کی صورت میں ڈھلوایا جو تا حال بجنسہ سرکار بادشاہی میں موجود ہے''

۲ ۔ نسخہ الف اور ب دونوں میں ''دہلی آیا تو غرور نے اس کے سر میں جگہ بنا لی اور باپ کے امراء سے.....''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سزا دیتا تھا''

۴ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۸۰ ب) میں ۔ ''میاں بھوہ نے کچھ عرصہ بعد زندان ہی میں جان جان آفریں کے سپرد کر دی''

میں جا بیٹھے - بات چیت میں مشغول تھے کہ ناگاہ ایک آتشیں شعلہ بلند ہوا - میاں بھوہ اور جو لوگ وہاں تھے ، درختوں کے پتوں کی طرح، جو کہ ہوا سے فضا میں اڑ جاتے ہیں ، باد فنا سے اڑ گئے[1]- لہٰذا کئی ایک امیروں نے ، جو سلطان کے مزاج سے واقف ہو گئے تھے ، مفارقت اور مخالفت کا پرچم بلند کیا - اسلام خان نے ، جو کڑہ میں تھا ، بغاوت کر دی[2] اور لشکر جمع کرنے لگا - جب اس حادثے کی خبر سلطان کو پہنچی ، اس نے چاہا کہ ایک لشکر روانہ کرے لیکن اچانک امرائے کبار میں سے کچھ دہلی سے فرار ہو کر اسلام خان کے پاس جا پہنچے[3] - ایک فتنۂ عظیم برپا ہو گیا - سلطان نے بعض دوسرے امراء کو نامزد کیا - جب یہ لکھنئو کے نواح میں پہنچے تو اقبال خان نے ، جو اعظم ہمایوں کے گروہ کا خاص آدمی تھا[4] ، پانچ ہزار سواروں کے ساتھ ان پر حملہ کر دیا جس میں بہت سے آدمی مارے گئے - دہلی کی فوج بھاگ نکلی - سلطان نے یہ خبر سن کر ایک دوسرا لشکر روانہ کیا اور حکم دیا کہ پہلے باغیوں کو قابو میں لائیں پھر اقبال خان کا سد باب کریں[5] - جب اسلام خان کا لشکر چالیس ہزار سواروں اور پانچ سو جنگی ہاتھیوں کے ساتھ قریب پہنچا تاکہ جنگ کے لیے صف آرائی کرے تو شیخ راجو نے باغیوں کو

---

۱ - نسخہ ج میں ''جو وہاں تھے جل کر راکھ ہو گئے''

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''اسلام خان نے بغاوت کر دی''

۳ - مصنف کا اشارہ مبارک خان لودھی کے منجھلے بیٹے سعید خان لودھی وغیرہ کی طرف ہے - دیکھیے : تاریخ فرشتہ (صفحہ ۳۵۱)

۴ - تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۱ ، مطبوعہ بمبئی) میں ہے ''اعظم ہمایوں لودھی کے غلام اقبال خان نے'' - سلطانی لشکر کی شکست کا یہ واقعہ قنوج کے نزدیک بانگر مو میں پیش آیا - دیکھیے : تاریخ ایلیٹ ، جلد پنجم ، صفحہ ۱۵

۵ - نسخہ ج میں ''فتح خان کا علاج''

نصیحت کی[1] - انھوں نے کہا کہ اگر سلطان اعظم ہمایوں کو قید سے آزاد کر دے تو ہم اس کی اطاعت کرتے رہیں گے - سلطان نے یہ بات نہ مانی اور باغیوں کے خلاف بعض دوسرے امراء کو نامزد کر دیا - جب لڑنے والوں نے میدان جنگ آراستہ کیا تو ایسی جنگ ہوئی کہ اس وقت تک زمانے کی آنکھ نے نہ دیکھی تھی - دونوں طرف سے تین چار ہزار تجربہ‌کار سوار میدان میں کھیت رہے - خون کی ندی بہ نکلی - اچانک ایک گولی سپاہ سلطانی کی طرف سے آئی اور اس جنگی ہاتھی کی پیشانی میں لگی جس پر اسلام خان سوار تھا ، چنانچہ وہ پلٹا تو اپنی ہی فوج پر پل پڑا - یوں دشمن کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی - سلطان کے لشکر نے یہ دیکھا تو دھاوا بول دیا - چونکہ غداری اور نمک حرامی کبھی اچھا پھل نہیں دیتی ، اسلام خان مارا گیا اور سعید خان بھی کچھ امراء کے ساتھ گرفتار ہو گیا - باغیوں کے لشکر کو بہت بڑی شکست ہوئی اور یہ فتنہ دب گیا -

جب یہ خبر سلطان کو ملی تو بہت خوش ہوا - جن امراء نے بہادری اور دلسوزی سے کام لیا تھا ان پر نوازشیں کیں - با ایں ہمہ امراء کے لیے جو کینہ اس کے دل میں تھا دور نہ ہوا -

اس دوران میں ایک لشکر رانا سانگا کے خلاف بھی متعین ہوا[2] -

---

۱ - تاریخ فرشتہ (ص ۳۵۱) میں ہے ''شیخ راجو بخاری نے ، جو اس عہد کا امام تھا ، بیچ میں پڑتے ہوئے ان کو جنگ کرنے سے منع کیا - اس جماعت نے'' - اخبار الاخیار (صفحہ ۱۵۰) میں لکھا ہے : ''سید صدرالدین راجو قتال بخاری کو اپنے باپ سید احمد کبیر اور اپنے بھائی مخدوم جہانیاں سے ارادت اور خلافت ملی تھی - ان کے بعد سجادۂ خلافت پر بیٹھے - مخدوم جہانیاں اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہمیں مخلوق اور شیخ راجو کو خود میں مشغول کر دیا'' - تاریخ ہندی میں مرقوم ہے - ''وہ ہمیشہ عالم استغراق میں رہتے اور لوگوں سے کھلتے ملتے نہیں تھے''

۲ - نسخہ ج میں - ''میاں ماکھن کی قیادت میں رانا کے خلاف متعین ہوا - حسین خان اور معروف خان جو کہ سلطان سکندر کے سپاہ سالار تھے''

میاں حسین خان اور میاں معروف خان سلطان سکندر کی فوج کے سپہ سالار رہ چکے تھے[1] اور سلطان مذکور نے انھیں باعتبار منصب و قرب اپنی بارگاہ کے سب امراء سے ممتاز کر دیا تھا - وہ ایسے دلاورانِ روزگار تھے جو رستم دستان کو بھی آئینِ حرب سکھا سکتے تھے - انھوں نے مرحوم سلطان کے عہد میں کئی ایک قلعے بزور شمشیر فتح کیے تھے - سلطان ابراہیم نے انھیں میاں ماکھن کے ماتحت کر دیا[2] - جب سلطان کا لشکر رانا کے ملک میں داخل ہوا تو میاں ماکھن کو فرمان بھیجا کہ حسین خان اور معروف خان کو ، جیسے بھی ممکن ہو ، پکڑ لو اور قید کر کے یہاں بھیج دو - میاں ماکھن معروف خان کے بیٹے کی تعزیت کا بہانہ کر کے ، جسے فوت ہوئے دو مہینے گزرے تھے ، اس کے ڈیرے میں جا پہنچا - میاں حسین خان کو خبر ملی تو وہ بھی تیزی سے وہاں پہنچ گیا اور کہنے لگا : ''میاں ماکھن ! اس خیال محال کو اپنے دل سے نکال دو کہ میاں معروف کو پکڑ کر قید میں ڈال دو گے - اٹھو اور یہاں سے زندہ و سلامت چلے جاؤ - کیونکہ ہمارے سلطان کے دماغ میں فتور آ گیا ہے'' - میاں ماکھن نے وہاں سے واپس آ کر یہ ماجرا دربار میں لکھ بھیجا - حکم ملا : ''تو ان لوگوں کے ڈیرے میں کیوں جاتا ہے ؟ ایک سرا پردہ میدان میں نصب کر اور انھیں خبر دے کہ شاہی فرمان آیا ہے[3] ، آؤ اور پڑھ لو - جب آئیں تو دونوں کو وہیں گرفتار کر لو اور زنجیروں میں جکڑ کر ہمارے پاس روانہ کر دو'' -

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''متعین ہوا - میاں حسین خان زر بخش ، میاں خان خانان فرملی اور میاں معروف سپہ سالار لشکر''

۲ - نسخہ ج میں ''میاں ماکھن جو کہ نو دولت تھا''

۳ - نسخہ الف و ب میں ''انھیں خبر بھیج کہ فرمان آیا ہے - آؤ اور فرمان کا مضمون سن لو - وہاں پہلے حسین خان کو گرفتار کر لو''

ماکھن نے ایسا ہی کیا[1] - ایک سراپردہ بنوایا - اس کے پہلو میں ایک دوسرا سراپردہ لگوایا اور دو سو منتخب آدمیوں کو ، جو اسلحہ میں غرق تھے ، وہاں بٹھایا (اور ان کو حکم دیا) کہ جب حسین اور معروف آئیں تو ان پر حملہ کر کے گرفتار کر لو - اس کے بعد اس نے دونوں کو طلب کیا - پہلے معروف آیا لیکن میاں حسین خان کو راستے ہی میں بعض لوگوں نے خبردار کر دیا - چنانچہ وہ تین سو آدمیوں کو ساتھ لیے آن پہنچا۔ پہلے اس خیمے کی طنابوں کو ، جہاں سپاہیوں کو چھپا رکھا تھا ، کاٹ دیا - یہاں تک کہ خیمہ ان پر گر گیا - پھر خود میاں ماکھن کے خیمے میں جا نکلا اور کہنے لگا : "میاں ماکھن ! بادشاہ کا فرمان پڑھ" - میاں ماکھن نے کہا : "اس طرح فرمان پڑھنے کا حکم نہیں ہے" - حسین خان نے کہا : "ہمیں معلوم ہے فرمان اور اس لشکر کا آنا اس لیے ہے کہ ہماری جان لی جائے - (یاد رکھو کہ) ہم ایسی ذلت اور رسوائی سے جان نہیں دیں گے" - پھر میاں معروف کا ہاتھ پکڑا اور وہاں سے باہر نکل آیا - جب حسین خان نے یہ دیکھا کہ سلطان کی ہیبت سے خلاصی ممکن نہیں[2] تو اسے خیال آیا کہ رانا کے پاس چلا جائے - چنانچہ اس نے اپنا وکیل اس کے پاس بھیجا اور آنے کی خواہش ظاہر کی - رانا پہلے تو اس صورت حال

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس نے ایسا ہی کیا - جب امراء جمع ہوگئے - حسین خان نے اپنے ایک ہزار سپاہیوں کو زرہوں کے اوپر سفید کپڑے پہنا کر کہا : "جب میں اندر جاؤں تو باہر سے دروازہ بند کر کے خبردار رہنا" - میاں ماکھن نے اس خیمہ کے پاس ایک اور خیمہ نصب کر رکھا تھا جس میں ایک ہزار شمشیر زن بٹھا رکھے تھے کہ جب معروف خان اندر آ جائے تو تم پہلے حسین خان کو گرفتار کر لینا - جب حسین خان اس خیمے کے نواح میں قریب پہنچا تو کچھ لوگوں نے اسے خبردار کیا کہ خیمے میں کچھ لوگوں کو بٹھایا گیا ہے کہ تمہیں اور معروف خان کو گرفتار کر لیں - الغرض میاں حسین خان وہاں پہنچا اور اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ رسیاں..."

۲ - نسخہ ج میں "ہیبت بادشاہی سے جان خلاصی ممکن نہیں"

سے خوف زدہ ہو گیا[۱] کہ آخر حسین خان ہمارے پاس کیوں آ رہا ہے ؟ ۔ چونکہ اس کی دلاوری کا سن رکھا تھا ، ڈر گیا کہ شاید کسی حیلے بہانے سے آیا ہے مگر بعد ازاں قول و قرار ہو گئے ۔ چار ہزار سواروں کے ساتھ[۲] رانا کے ہاں چلا گیا ۔ رانا نے اپنے بھتیجے کو استقبال کے لیے بھیجا ۔ اس نے جا کر رانا سے ملاقات کی ۔ میاں ماکھن ، باوجودیکہ اس کے پاس تیس ہزار سوار اور تین سو کوہ پیکر ہاتھی تھے ، حسین خان کے چلے جانے سے بے دست و پا ہو کر رہ گیا مگر پھر دوسرے ہی دن چار و ناچار میاں ماکھن نے فوج تیار کی اور رانا کے خلاف جنگ کے لیے میدان میں اتر پڑا ۔ دوسری جانب رانا نے بھی اپنی فوج کو ہمراہ لے کر جنگ کے لیے صف آرائی کی[۳] ۔ میاں ماکھن نے معروف خان کو ، جو میمنہ کا سردار تھا ، پیغام بھیجا : ''تمھارے اور حسین خان کے درمیان تو اتفاق تھا مگر وہ تو نمک حرامی کر کے سلطان کے مخالفوں سے جا ملا ہے ۔ (ایسی صورت میں) تمھارے ہمارے بیچ میں رہنے سے کیا فائدہ ؟'' معروف خان نے جواب دیا : ''ہم نے تیس سال سلطان بہلول لودھی اور اس کی اولاد کا نمک کھایا ہے ۔ عہد سکندری میں ہم سپہ سالار تھے ۔ ہماری کوشش سے قلعہ[۴] خود[۴] فتح ہوا ۔ ہم نے راجہ نگرکوٹ کو قتل کر کے اس بت کو جو تین ہزار سال سے ہنود کا معبود تھا اور ظہور اسلام سے لے کر اس زمانے تک ، اگرچہ بڑے عالی شان بادشاہ ہو گزرے ہیں ، جو اپنے آپ کو سکندر اور فریدون کہتے تھے اور جنھوں نے ایک دنیا کو اپنے قابو میں لا رکھا تھا ، با ایں ہمہ اس قلعہ کو بغرض محاصرہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکتے تھے ، ہم نے اسے فتح کیا[۵] اور اس بت کو لا کر لوگوں کے پاؤں تلے روندوا ڈالا ۔ (اسی طرح

---

۱ ۔ نسخہ ج میں '' رانا اس کے اس طرح آنے سے ڈر گیا ۔ اس کے بعد قول و قرار...''

۲ ۔ دونوں نسخوں (الف اور ب) میں ''ایک ہزار سوار کے ساتھ''

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں '' رانا اور میاں حسین خان بے انتہا فوج لے کر آئے''

۴ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''قلعہ' جوند''

۵ ۔ اس سے پہلے محمود غزنوی نے نگرکوٹ فتح کیا تھا...مترجم

ہم نے) سات من سونا[1] (بطور خراج) بہار کے راجہ سے لیا ۔ اب جب کہ سلطان ابراہیم کا زمانہ بادشاہت آیا ہے ، نوخیزوں اور نو دولتوں نے سر نکالا ہے اور ہمیں نمک حراموں میں داخل کر دیا ہے ۔ اب بھی جو کچھ ہم فقیروں سے بن پڑے گا ، اس میں اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کریں گے" ۔ اس گفتگو کے بعد معروف خان لشکر سلطانی سے جدا ہو گیا ۔

اس دوران میں مخبروں نے آ کر خبر دی کہ رانا کا لشکر نزدیک آ گیا ہے ۔ میاں ماکھن نے میمنہ اور میسرہ کی صف بندی کی[2] ۔ سعید خان فرط اور حاجی خان سات ہزار سواروں کے ساتھ میمنہ اور دولت خان ، الہ داد خان اور یوسف خان کو میسرہ میں متعین کیا اور خود مقدمہ کی کمان سنبھالی ۔ میاں حسین خان اگرچہ میاں ماکھن سے آزردہ خاطر تھا تاہم سلطان کے حق نمک کے خیال سے لشکر سلطانی کے مقابل نہ آیا[3] ۔ جب طرفین نے صف آرائی کر لی اور دونوں طرف کے سپاہیوں نے میدان جنگ کا رخ کیا ، ہنود نے جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے داد شجاعت دی ۔ دفعۃً[3] لشکر سلطانی کو شکست ہو گئی ۔ بہت سے اچھے اور جنگجو سپاہی شہید ہوگئے اور دوسرے ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے ۔ میاں ماکھن نے ، جو کہ سپہ سالار اور سردار تھا ، شکست کھائی اور خلق خدا کو مروا کر اپنی چھاؤنی کی طرف چلا گیا ۔ اس رات میاں حسین خان نے میاں ماکھن کو پیغام بھیجا : "اب تمہیں مخلص لوگوں کی قدر معلوم ہوئی ؟ افسوس ، صد افسوس کہ تیس ہزار سوار چند گنے چنے ہندوؤں سے شکست کھا گئے ! اب اس نمک حلالی کو جو

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "تین من سونا"

۲ ۔ نسخہ ج میں "میاں ماکھن نے اپنی فوج ترتیب دی اور خود مقدمے میں جگہ لی ۔ میاں حسین خان ، اگرچہ رنجیدہ ہو کر چلا گیا تھا ، لشکر سلطانی کے مقابل نہ آیا"

۳ ۔ ایلیٹ تاریخ ہند (جلد پنجم ، صفحہ ۹۱) میں لکھتا ہے : "تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ میاں حسین خان نے رانا کے لشکر کا سردار بن کر جنگ کی اور میاں ماکھن کو شکست دے کر بیانہ تک تعاقب کیا"

بندگان مخلص کی سرشت میں رکھی گئی ہے ، دیکھو[۱]"۔ پھر میاں معروف کو در پردہ پیغام بھیجا : "جب آدھی رات گزر جائے تو اپنے لشکر کو جنگ کے لیے تیار کر کے مجھ سے آ ملو ۔ تم نے میاں ماکھن کی سرداری کو دیکھ لیا ۔ اب ہم پر واجب ہے کہ سلطان کا حق نمک ادا کریں (اس کے باوجود کہ وہ اپنے باپ کے زمانے کے خیر اندیش بندوں کی قدر نہیں پہچانتا) تاکہ[۲] لوگ مجھے اور تمھیں طعنہ نہ دیں کہ تیس سال سلطان سکندر کا نمک کھایا اور اس کے امرائے کبار میں سے ہونے کے باوجود نمک حرامی کی اور مخالفوں سے جا ملے"۔ الغرض میاں معروف خان نے چھ ہزار سوار جنگ کے لیے تیار کیے[۳] اور میاں حسین خان کے لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر پہنچ کر اسے اطلاع دی ۔ دونوں لشکر اکٹھے ہو گئے ۔ رانا کے کچھ سپاہی اپنی فتح سے مغرور ہو کر عیش و عشرت میں مشغول تھے اور کچھ سو رہے تھے ۔ اجل ان کی بے پروائی پر ہنس رہی تھی ۔ ناگاہ چاروں طرف سے نقارے اور کرنا کی آوازوں نے کافروں کے گوش ہوش سے غفلت کی روئی نکال دی اور وہ بوکھلا اٹھے ۔ افغانوں نے تلواریں سونت لیں اور قتل عام شروع کر دیا ۔ رانا زخموں سے نیم جان ہو کر چند ایک سپاہیوں کے ساتھ نکل بھاگا ۔ باقی سب تلوار کی نذر ہو گئے ۔ صبح یہ خبر جب میاں ماکھن کو پہنچی تو بہت شرمندہ ہوا ۔ اتا لودھی کے بیٹے میاں بایزید نے ، جو لشکر کا بخشی تھا اور جس کا میاں حسین خان سے بھی رابطہ اتحاد تھا ، میاں حسین اور میاں معروف کا فتح نامہ لکھ کر سلطان کی خدمت میں روانہ کیا ۔ اس کے بعد میاں حسین خان نے پندرہ ہاتھی ، تین سو چار عمدہ گھوڑے اور دیگر

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں "آزما کر دیکھو ۔ میاں معروف کو آدھی رات کو جنگ کے لیے تیار کر کے ہمارے پاس بھیج دو ۔ میاں معروف کو بھی لکھا کہ سرداری"

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں "لیکن لوگ مجھے اور تمھیں طعنہ دیں گے کہ تیس سال"

۳ ۔ نسخہ الف و ب میں "میاں معروف چھ ہزار سواروں کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو کر"

مال غنیمت دہلی بھیجا - سلطان نے اس فتح کی خوب خوب خوشی منائی[۳] اور حکم دیا کہ زور زور سے شادیانے بجائیں - پھر از رہ لوازش (خوشنودی کا) فرمان لکھوا کر دو خاص خلعت ، دو خنجر ، دو مشہور ہاتھی اور چار گھوڑے حسین خان اور میاں معروف کو بھیجے[1] -

اس دوران میں اعظم ہمایوں کو ، جو امرائے کبار میں سے تھا اور جسے بارہ ہزاری منصب حاصل تھا ، اس کے بیٹوں کے ہمراہ قلعۂ گوالیار[۲] کی تسخیر کے لیے روانہ کیا جس نے اس ملک میں جا کر بڑی کوششوں سے ارد گرد کے پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور پھر قلعۂ گوالیار کو محاصرے میں لے لیا - بہادروں میں مورچے تقسیم کیے - پھر منجنیقوں اور جنگی رتھوں سے کام لیتے ہوئے جنگ چھیڑ دی - وہ (بارود سے بھرے ہوئے) ڈبوں کو آگ لگا کر قلعہ کے اندر پھینکتے تھے اور ہندو ان کے جواب میں روئی کے تیل سے تربتر گولوں کو آگ لگا کر (قلعہ سے نیچے) پھینکتے تھے - ہر طرف آدمی جل رہے تھے - اعظم ہمایوں قلعہ کے نیچے اونچے ساباط پر توپ خانہ نصب کروا کر ایسی گولہ اندازی کر رہا تھا کہ اہل قلعہ گھروں کے صحنوں میں چل پھر نہیں سکتے تھے - اہل قلعہ کا جینا دوبھر ہو گیا - قریب تھا کہ قلعہ آج کل میں فتح ہو جاتا کہ راجہ نے سات من سونا ، شام سندر ہاتھی اور اپنی بیٹی سلطان کے پاس بھیجنا قبول کر لیا - ناگاہ فرمان پہنچا کہ اعظم ہمایوں اس متن سے آگاہ ہوتے ہی دربار کا رخ کرے[۳] - جب اس نے فرمان پڑھا تو قلعہ سے ہاتھ اٹھا کر

---

۱ - ایلیٹ تاریخ ہند (جلد پنجم ، صفحہ ۲۰) - میں واقعات مشتاق اور تاریخ داؤدی سے نقل کرتا ہے :"حسین خان کو سلطان کے حکم سے چندیری میں قتل کر دیا گیا - سلطان نے قاتل کو سات سو اشرفیاں اور دس دیہات انعام میں دیے" - مآثر رحیمی (جلد اول صفحہ ۴۸۷) میں لکھا ہے "حسین خان چندیری کے علاقے میں سلطان کے اشارے سے وہاں کے اوباش شیخ زادوں کے ہاتھوں قتل ہوا"

۲ - نسخہ ج میں "قلعہ" کالنجر"

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "خط کا مضمون بھانپ کر درگاہ سلطانی میں آ جائے"

کوچ کی تیاریاں کرنے لگا[۱] مگر اس کے بیٹوں اور عزیزوں نے کہا: "ہم خوب جانتے ہیں کہ سلطان تمہاری جان لینا چاہتا ہے[۲] - وہ دوسرے امراء کی طرح تمہیں بھی ہلاک کر دے گا" - بعض امراء نے جو اس کے ماتحت تھے، کہا: "تیرا دربار میں حاضر ہونا خلاف مصلحت ہے" - اعظم ہمایوں نے کہا: "چالیس سال سے اس خاندان کا نمک کھا رہا ہوں - میرا شمار اس کے خیر خواہوں میں ہوتا تھا[۳] - اب اس سے منہ پھیر لوں اور نمک حراموں کے زمرے میں داخل ہو جاؤں؟" محمد خان لودھی[۴] اور داؤد خان سروانی نے بھی، جو کہ امرائے کبار میں سے تھے، کہا: "ہمارے سلطان کا دماغ خراب ہو چکا ہے اور وہ نمک حلالی اور نمک حرامی میں فرق نہیں کرتا - اس وقت تیرے پاس تیس ہزار سوار ہیں - اس سے روگردانی کر اور اپنی جان کی حفاظت کر[۵] - ہمیں یقین ہو چکا ہے کہ وہ اس وقت تمہیں بلا کر وہی کچھ کرے گا جو (میاں) بھوہ اور حاجی خان سے کیا ہے" - اعظم ہمایوں نے کہا: "مجھ سے ایسا نہیں ہو سکتا کہ اپنی سفید داڑھی کو سیاہ کر ڈالوں - جو ہوگا دیکھا جائے گا"[۶] - اس مشورے کے بعد دہلی کی طرف روانہ ہو گیا - آدھا راستہ طے کیا تھا کہ خبر ملی سلطان نے محمود سربنی[۷] اور حسام خان شاہو خیل کو، جو امرائے کبار میں سے تھے، مار ڈالا ہے -

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "جب اعظم ہمایوں فرمان سے آگاہ ہوا تو محاصرے سے ہاتھ روک لیا اور سامان سفر درست کیا"

۲ - نسخہ ج میں "ہمیں بخوبی اندازہ ہو چکا ہے کہ وہ تیری جان لینا چاہتا ہے"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "کیا مناسب ہوگا؟"

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "محمود خان"

۵ - نسخہ الف میں "تیرے ساتھ ہیں - یہیں سے اپنے بیٹے کے پاس چلا جا اور اپنی حفاظت..."

۶ - الف اور دونوں نسخوں میں "ایسا نہیں ہو سکتا کہ پھر جاؤں اور منہ پر کالک مل لوں - ہرچہ بادا باد"

۷ - ایلیٹ (جلد پنجم، صفحہ ۲۱) "محمود سرہانی"

چند خان[1] اور اللہ داد خان نے پھر کہا : "ابھی کچھ نہیں گیا ہے ، یہیں سے پلٹ کر جون پور میں اپنے بیٹے کے پاس چلے جاؤ" - اعظم ہمایوں نے کہا : "تم ٹھیک کہتے ہو - سلطان کے افعال کچھ ایسے ہی ہیں لیکن مجھ سے یہ نہیں ہوگا"- چونکہ اعظم ہمایوں کی اجل آ پہنچی تھی ، ان مخلص اور خیر اندیشوں[2] کی باتوں پر کان نہیں دھرا[3] - کوچ در کوچ دہلی روانہ ہو گیا - جب قریب پہنچا تو سلطان کا حکم ملا کہ پہلے اپنے ہاتھی اور گھوڑے درگاہ سلطانی میں بھیج دو - اس نے ایسا ہی کیا - اس پر ساری فوج اس سے الگ ہو کر اس کے بیٹے سے جا ملی[4] - جب شہر سے دو کوس[5] کے فاصلہ پر بھاپور کے گاؤں کے پاس پہنچا تو مخلص شرابدار نے آ کر کہا : "حکم یہ ہے کہ تمام لشکر ، خزانہ اور جو کچھ اس کے پاس ہے ، اس سے لے لو ، اسے گھٹیا قسم کے گھوڑے پر سوار کر کے لاؤ اور حوالہ' زندان کر دو[6]"- جب اس خلوص کیش انسان کو زندان میں ڈالا گیا تو اس نے سلطان سے عرض کیا : "جو کچھ آپ کے دل میں ہوگا آپ وہی کریں گے - البتہ دو ضروری باتیں کہنے کی ہیں ، عرض کرتا ہوں - ایک یہ کہ میرا بیٹا فتنہ انگیز ہے ، اس کا تدارک کرنا بہت ضروری ہے - دوسری یہ کہ (میرے لیے) وضو کے پانی اور استنجے کے ڈھیلوں کی ممانعت نہ کی جائے" - اس کے بعد کسی قسم کی کوئی اور بات نہیں کہی - آخر کار سلطان نے ایسے پاک اعتقاد شخص کو قید خانے میں مار

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "داؤد خان"

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "دولت خواہان ِ خیر اندیش"

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "خاطر میں نہ لایا"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "ساری فوج بکھر گئی"

۵ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "جب دو کوس کے فاصلہ پر آ گیا"

۶ - الف اور ب دونوں نسخوں میں - "اس سے الگ کر دے اور چھوٹے سے ٹٹو پر سوار..." اور نسخہ ج میں "تاتو"

ڈالا[1] اور اپنی سلطنت کی جڑ اپنے ہی ہاتھ سے اکھاڑ دی ۔

اس کی سلطنت کی خرابی کی پہلی وجہ یہ تھی کہ اس نے اعظم ہمایوں کو قتل کروا دیا جس کا بیٹا فتح خان دس ہزار سواروں کا مالک تھا ۔ والیِ بہار اور اس کے ساتھ دریا خان لوحانی کا بیٹا شہباز خان بھی بہار میں سلطان سے برگشتہ ہو گئے[2] ۔ ستر ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ سلطان محمد خان اس کا خطاب ہوا ۔ انہوں نے باہم مل کر بغاوت کر دی اور ایک فتنۂ عظیم برپا کر دیا ۔ بہار سلطان کے قبضے سے نکل گیا ۔ اس دوران میں اس نے تاتار خان کے بیٹے دولت خان لودھی کو ، جو بیس برس سے پنجاب میں حکومت کر رہا تھا[3] ، لاہور سے طلب کیا ۔ وہ خود تو آنے میں ٹال مٹول کرتا رہا البتہ اپنے بیٹے دلاور خان کو بھیج

---

۱ - نسخہ ج میں ''زندان میں مار ڈالا ۔ اس کے قتل سے ابراہیم کے نظام سلطنت میں خلا پیدا ہو گیا ۔ اس دن سے روز بروز فتنہ بڑھتا ہی چلا گیا ۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس دوران میں دولت خان بن تاتار خان...''

۲ - مآثر رحیمی (جلد اول ، صفحہ ۴۸۷) میں ''کچھ دنوں کے بعد دریا خان لوہانی فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا ، بہادر خان ، سلطان سے برگشتہ ہو کر اپنے باپ کا جانشین بن گیا ۔ حدود بہار میں تقریباً ایک لاکھ سوار جمع کر لیے اور ولایت سنبل تک کا علاقہ قبضے میں لے لیا اور سلطان محمد خطاب اختیار کرتے ہوئے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کیا''۔ یہی مضمون مخزن افغانی (صفحہ ۸۴ ب) اور طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۳۵۱) اور منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۳۰) میں ملے گا ۔ تاریخ ایلیٹ (صفحہ ۲۲ ، نوٹ ۴) بھی ملاحظہ کیجیے ۔ میرا گمان ہے کہ عبارت مذکور یوں ہوگی ''دس ہزار سوار والیِ بہار اور دریا خان لوہانی کے بیٹے شہباز خان کے پاس تھے ۔ واللہ اعلم'' ۔ نسخہ ج میں یہ عبارت ''سلطنت کی بربادی کا پہلا سبب'' سے لے کر ''بہار سلطان کے تصرف سے نکل گیا'' نہیں لکھی گئی ۔

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''دیر سے حکومت...''

دیا ۔ سلطان نے پوچھا : ''تمھارا باپ کیوں نہیں آیا ؟'' ۔ اس نے عرض کیا : ''اسے بیماری لاحق ہوگئی تھی ، اس لیے مجھے بھیج دیا ہے''[۱] سلطان نے کہا : ''اگر مستقبل قریب میں تمھارا باپ نہیں آئے گا تو دوسرے امراء کی طرح مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا''[۲] ۔ اس کے بعد حکم دیا کہ اسے قید خانے میں لے جا کر وہ جگہ دکھائیں کہ جہاں امرائے کبار کو دیوار میں چن دیا گیا تھا اور بتائیں کہ اس سے پہلے نافرمانوں کا کیا حال ہوا ہے'' ۔ دلاور خان کو وہاں لے گئے تو ان کا حال دیکھ کر لرز اٹھا ۔ اس کے دماغ سے دھواں نکلنے لگا[۳] ۔ جب اسے پھر حضور میں واپس لائے تو فرمایا[۴] : ''جنھوں نے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی ان کا حال دیکھ لیا ؟'' ۔ دلاور خان نے لرزتے ہوئے سر زمین پر رکھ دیا[۵] ۔ کہتے ہیں اس نے چاہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں بھی سلائی پھیر دے اور اسے دیوار میں چن دے ۔ دلاور خان نے جب دیکھا کہ سلطان کے قہر و غضب سے رہائی کی کوئی صورت نہیں تو دہلی سے بھاگ نکلا اور چھ دنوں کے اندر اندر باپ کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ صورت حال کیا ہے اور نیز اگر اپنی زندگی چاہتے ہو تو اپنی فکر کرو ورنہ ذلت اور خواری سے ہلاک کر دیے جاؤ گے[۶] ۔

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''دکھایا کہ خزانے کے ساتھ آئے ۔ سلطان نے فرمایا''

۲ - نسخہ ج میں ''سلطان نے فرمایا کہ تم میری سزا سے نہیں ڈرتے اور میرا حکم بجا نہیں لاتے ؟ فرمایا کہ اسے قید خانے میں...''

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اس کے اندر سے سر کی طرف بلند ہوا''

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''فرمایا' تم نے ان لوگوں کا حال ، جنھوں نے نافرمانی کی ، دیکھ لیا ؟''

۵ - نسخہ ج میں ''الغرض دلاور خان بہت ڈرا اور اگلی رات دہلی سے بھاگ کر چھ روز میں...''

۶ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ورنہ سلطان تجھے بیدردی اور ذلت سے مار ڈالے گا''

دولت خان اندیشہ ھائے دور و دراز میں مبتلا ہو گیا[1] ۔ اس نے سوچا کہ اگر بغاوت کرتا ہے تو نمک حرامی کی تہمت لگتی ہے اور اگر سلطان کے پنجہ قہر میں گرفتار ہو جاتا ہے تو جان نہیں بچتی ۔ آخر طے کیا کہ شاہ گیتی ستان کی طرف رجوع کرے ۔ لہٰذا اس نے دلاور خان کو بابر بادشاہ کے پاس بھیجا تا کہ وہاں جا کر سلطان کی بد مزاجی ، امراء کے اختلاف اور اس کے ساتھ فوج کی نفرت کا حال بتفصیل شاہ بابر میرزا کے حضور میں عرض کرے[2] اور انھیں ہندوستان آنے کی دعوت بھی دے ۔ دلاور خان انتہائی تیز رفتاری سے دس روز کے اندر اندر کابل پہنچ گیا ۔ ملازمان شاہی نے عرض کیا کہ ایک افغان ہندوستان کے بادشاہ سے رنجیدہ خاطر ہو کر آیا ہے اور چاہتا ہے عرض احوال کرے ۔ حکم ہوا کہ حاضر کریں ۔ دلاور خان (بارگاہ شاہی میں) حاضر ہو کر کورنش بجا لایا اور ایک ایک کر کے ہندوستان کی خرابی احوال بیان کی ۔ بابر بادشاہ نے فرمایا : ''تم تیس سال سے سلطان ابراہیم اور اس کے باپ دادا کا نمک کھا رہے ہو اور بیس سال سے ملک پنجاب میں صاحب اختیار چلے آ رہے ہو[3] ۔ اب یکبارگی کیا ہو گیا ہے کہ اس سے ناراض ہو کر اس بارگاہ کی طرف متوجہ ہو گئے ہو ؟'' دلاور خان نے عرض کیا : ''چالیس سال ہوئے ہیں کہ میرے باپ دادا اس کے اور اس کے باپ کے لیے جان نثاری کرتے آئے ہیں ۔ انھوں نے اس کی سلطنت کی بنیاد مضبوط کر دی ہے ۔ اب سلطان ابراہیم اپنے باپ کے امراء سے بد سلوکی کر رہا ہے ۔ اب تک وہ

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''دولت خان نے دو ایک دن عزیزوں سے مشورہ کیا ۔ بالآخر قرار پایا کہ کابل جا کر شاہ بابر کو یہاں لے آئے ۔ ایک مناسب دن دیکھ کر اپنے بیٹے کو ، جو کہ بڑا شائستہ تھا ، کابل روانہ کر دیا تا کہ وہاں جا کر سلطان ابراہیم کی بے وقوفی اور اختلاف...''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''اعلیٰ حضرت سے ہندوستان آنے کا بھی عرض کرے ۔ دلاور خان نے شاہ گیتی ستان کی خدمت میں پہنچ کر ایک ایک بات عرض کی ۔ شاہ بابر نے فرمایا...''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بیس سال تک تیرے باپ اور دادا صاحب اختیار تھے''

لئیس امراء کو ، جو ستون دولت اور بنیاد سلطنت تھے ، کو بے گناہ قتل کر چکا ہے - بعض کو دیواروں میں چن چکا ہے اور بعض کو آگ میں جلا چکا ہے (چونکہ بقیۃ السیف امراء کو اس کے قہر سے نجات کی امید نہیں) انہوں نے مجھے اس بارگاہ میں بھیجا ہے[۱] - وہ سب امراء بادشاہ سلامت کے نوکر چاکر اور موکب ہمایوں کے انتظار میں چشم براہ ہیں''[۲]- ان دنوں چونکہ مرزا کامران کی شادی تھی ، اس لیے باغ شہر آرا شاہ لالہ[۳] میں بہت بڑا جشن منایا گیا جس میں عشوہ طراز ، شیریں کار ، کبک رفتار ، گل عذار ، شکر گفتار ناچ گانے والیاں موجود تھیں اور ایک ابر نو بہار جیسا سائبان زرنگار لگا رکھا تھا - چمن کے مختلف تختوں میں رنگا رنگ پھول کھلے ہوئے تھے[۴] - مختصر یہ کہ ایک ایسا جشن تھا کہ چشم دوراں نے کبھی اس کی مثال نہ دیکھی ہو گی[۵] - افغانوں کی نگاہیں مغلوں کی حشمت و صولت پر پڑیں تو حیران رہ گئے - یہ جشن عروسی جب نیک خواہوں کے حسب مراد ختم ہوا تو بادشاہ بابر نے وہ رات اسی باغ میں بسر کی[۶]- رات کے پچھلے پہر دو رکعت نماز درگاہ کار ساز میں ادا کرنے کے بعد دست نیاز اٹھائے اور دعا کی : ''اے خدائے کار ساز ! اگر ہندوستان کی حکومت میرے اور میری اولاد کے نصیب میں ہے تو ہندوستان سے پان اور آم دولت خان کی طرف سے بطور سوغات آئیں -''

۱ - نسخہ ج میں ''انہوں نے بھیجا ہے اور الگ الگ خدمت عالی میں عرض کیا ہے - ساری فوج حضرت کی غلام ہے''

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''رایات عالیہ کے انتظار میں ہیں''

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''شاہ لالا''

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''چمن میں رنگا رنگ پھول اور تختوں سے گونا گوں سبزہ''

۵ - الف اور ب دونوں نسخوں ''جو چشم روزگار نے نہ دیکھا تھا - افغان کی نظر میں وہ جاہ و حشمت''

۶ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اور صبح کے وقت دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد''

۷ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''اس بار پان اور آم ہندوستان سے بطور سوغات آئیں''

حسن اتفاق سے آموں کا موسم تھا ۔ دولت خان نے پان اور نیم پختہ آم شہد کے کوزوں میں رکھ کر احمد خان سربنی کے ہاتھ تحفۃً کابل بھیجے ۔ دلاور خان نے عرض کیا : ''دولت خان کا ایلچی احمد خان حاضر خدمت ہے۔''[1] جب وہ دربار میں پہنچا اور وہ سوغات بابر بادشاہ کی نظر سے گزری تو اس نے تخت سے اٹھ کر درگاہ بے نیاز میں اپنا روئے نیاز زمین پر رکھ دیا ۔ اسے یقین ہو گیا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سلطنت اسے بخش دی ہے اور وہ دیر تک میری اولاد میں برقرار رہے گی ۔

دلاور خان اور احمد خان کو گھوڑا اور خلعت عطا کی[2] ۔ دس عراقی گھوڑے اور نفیس پارچات دولت خان کے لیے دے کر احمد خان کو آگے بھیج دیا اور اسی دن سے ہندوستان پر یورش کی تیاری شروع کر دی ۔ جہانگیر قلی خان کو چار (سو ؟) مغلوں کے ساتھ پہلے سے روانہ کر دیا[3] تاکہ راستوں کا پتہ چلائے اور دریاؤں کے لیے کشتیاں تیار کرے[4]۔ چہار شنبہ کے دن شوال کی دوسری تاریخ کو سنہ ۹۳۲ھ میں[5] شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ[6] پشاور کا رخ کیا ۔ کوچ بکوچ وہاں پہنچ گیا اور اس شہر کو غارت کر دیا ۔ جب رایات جاہ و جلال[7] پشاور سے اور آگے

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''دولت خان فتح باب کا منتظر ہے ۔ دلاور خان نے ان کو دربار میں لا کر کھولا ، جونہی بابر میرزا کی نظر آموں پر پڑی ، تخت سے اٹھا''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''دلاور خان کو گھوڑا اور سروپا دیا ، اسی دن سے تیاری ۔۔''

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''جہانگیر قلی خان کو دو ہزار مغل سواروں کے ساتھ روانہ کیا''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''تا کہ راستوں اور گزرگاہوں کا جائزہ لے''

۵ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۹۳) میں ''جمعہ غرہ صفر ۹۳۲ھ کو پائے عزیمت رکاب توکل اعتصام میں رکھتے ہوئے ہندوستان کی تسخیر کے لیے روانہ ہوا''

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بادشاہان کبار''

۷ ۔ نسخہ ج میں ''پشور آیا ۔ جب رایات عالیہ''

بڑھے[1] تو دولت خان نے شرف باریابی حاصل کیا[2] اور دس ہزار اشرفی اور بیس ہاتھی بطور نذرانہ پیش کیے - بابر بادشاہ کابل سے روانہ ہوا تو اس وقت کل دس ہزار مغل سوار اس کی مبارک رکاب میں[3] تھے - اس نے دولت خان کے تعاون سے کوشش کی کہ نئے نوکر بھرتی کرے - لاہور پہنچتے پہنچتے بہت سی فوج جمع ہو گئی - پنجاب امرائے چغتائی کے قبضے میں آ گیا -

جب آگرہ میں سلطان ابراہیم کو بابر بادشاہ کے آنے کی خبر ملی اور معلوم ہوا کہ لاہور تا ملک پنجاب اس کے تصرف میں آ گیا ہے تو حیران رہ گیا - میاں بھوہ اور خیر خواہ امراء کے قتل پرپشیمان ہوا[4] مگر اب کیا فائدہ کیونکہ اب تو پانی سر سے گزر چکا تھا اور اب بابر ایسا شیر غراں اس کے بیشے میں در آیا تھا - آگرہ سے دہلی آیا اور دولت خان کو فرمان بھیجا : ''تو میرے باپ کی مہربانی سے اس درجے کو پہنچا کہ بیس سال پنجاب کا حکمران رہا - یہ تو نے کیا کیا کہ میرے موروثی ملک میں مغلوں کو لے آیا اور افغانوں کے ناموس کا پردہ اپنے ہاتھوں سے چاک کر ڈالا ؟ - اب میں تجھ سے صلح کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ تیرے اور تیرے بیٹوں کے حق میں بد سلوکی کا خیال تک دل میں نہیں لاؤں گا - کلام ربانی کی قسم کھاتا ہوں (کہ میں اپنے عہد پر قائم رہوں گا) ذرا سوچ اور خیال خام کو دل میں جگہ نہ دے'' - دولت خان نے جواب میں لکھا : ''بیشک میں سلطان سکندر کا پروردہ ہوں - اس نے مجھے خاک سے اٹھایا اور مجھ پر نوازشیں کیں - میری بھی ساری عمر اس کی خیر خواہی میں کٹی - وہ مرحوم بادشاہ امراء کا کس قدر خیال رکھتا اور ان کی دل جوئی کرتا تھا - اس نے کبھی کسی صورت میں کوشش

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''دولت خان نے بھی آ کر ملاقات کی - دس ہزار اشرفی اور ہاتھی بطور نذرانہ پیش کیے''

۲ - نسخہ ج میں ''دولت خان نے شرف ملازمت حاصل کیا - جب شاہ بابر کابل سے''

۳ - نسخہ الف اور ب میں ''دو ہزار مغل ساتھ تھے''

۴ - نسخہ ج میں ''خبر ملی تو حیران رہ گیا اور میاں بھوہ اور دوسرے امراء کے قتل پر پشیمان ہوا''

نہیں کی کہ امراء کو ہلاک کرے ۔ مگر تم نے نوجوانی کے باعث دو تین کوتاہ اندیشوں کے بہکانے سے اپنی سلطنت کی بنیاد خود کھود ڈالی اور اپنے باپ کے کتنے ہی خادموں کو ، جو تمھاری سلطنت کا ستون تھے ، ہلاک کر ڈالا ، حتیٰ کہ دوسروں کو بھی تجھ پر اعتماد نہ رہا ۔ مغلوں کو میں نہیں لایا ہوں بلکہ تمھارے ناپسندیدہ افعال لائے ہیں'' ۔

الغرض جب پنجاب سہرند تک اور حصار فیروزہ امرائے چغتائی کے ہاتھ آ گئے[1] تو انھوں نے دہلی کا رخ کیا ۔ جب تھانیسر کے نواح میں پہنچا تو اس شہر کے کئی ایک عالم و فاضل اور حفاظ ہلاک ہو گئے[2] ۔

سلطان ابراہیم ابھی سونی پت[3] میں تھا جب خبر ملی کہ امرائے کبار کی ایک جماعت نے بابر کے آنے کا سن کر کوئی چالیس ہزار سواروں کے ساتھ دہلی کا محاصرہ کر لیا ہے ۔ سلطان نے یہ خبر سنی تو پریشان ہو کر دہلی کی جانب لوٹ گیا تاکہ باغیوں کو شکست دے سکے ۔ اس کے بعد باغیوں نے طے کیا کہ سلطان سے دن میں لڑنا ٹھیک نہیں کہ نمک خواری کی شرم مانع ہے ، اس لیے بہتر ہے کہ شبخون ماریں ۔ رات کے آخری حصہ میں سلطانی لشکر کے پاس پہنچ گئے ۔ اس رات بعض اور امراء بھی سلطان کے لشکر سے بھاگ کر باغیوں سے جا ملے ۔ طلوع آفتاب کے بعد جب سلطان کی نظر مخالفوں کے قلب پر پڑی تو دیکھا کہ عالم خان[4] چند آدمیوں کو لیے وہاں کھڑا ہے ۔ بادشاہ نے اس پر حملہ کیا ۔ عالم خان نے راہ فرار اختیار کی ۔ باغیوں کی نمک حرامی چونکہ کام نہیں آئی اس لیے چالیس ہزار سوار اکٹھے ہو کر بھی کچھ نہ کر سکے ۔

بابر بادشاہ نے جب یہ سنا کہ سلطان ابراہیم کا لشکر بکھر گیا ہے تو دہلی کا رخ کیا ۔ اس اثنا میں سلطان ابراہیم پرگنہ کنور کے نواح میں پہنچ گیا ۔ ایک روز منجموں سے کہا کہ اسطرلاب کی مدد سے معلوم کر

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''جب لاہور اور اس کے مضافات امرائے چغتائی کے ہاتھ...''

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''فضلاء اور حفاظ دونوں مارے گئے''

۳ ۔ متن میں ''سون پتہ'' ــــ مترجم

۴ ۔ یہ عالم خان سلطان ابراہیم کا چچا تھا اور اس نے خود کو علاء الدین بادشاہ کے نام سے مشہور کر رکھا تھا ۔

کے بتائیں فتح کس کو ہو گی ؟ نجومیوں نے بڑی احتیاط سے کام لیتے ہوئے عرض کیا کہ سیاروں کی گردش سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ہمارے سب گھوڑے اور ہاتھی مغلوں کے لشکر میں چلے گئے ہیں ۔ سلطان نے کہا : ''اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں مغلوں پر فتح ہو گی'' ۔ کہنے لگے : ''خدا کرے ایسا ہی ہو'' ۔ نجومیوں کو بابر بادشاہ کی فتح کا علم ہوا تو وہاں سے بھاگ نکلے ۔ یمین خان وہیں سے بھاگ کر بابر بادشاہ سے جا ملا ۔

اس دوران میں جب سلطان کا خاصہ خیل حمید خان چار ہزار سوار لیے اس کی امداد کے لیے آ رہا تھا تو محمد ہمایوں شہزادہ ، جو قراولی[1] کے لیے آیا ہوا تھا ، اس سے دوچار ہوا ۔ دونوں میں جنگ ہوئی ۔ حمید خان کی فوج نے شکست کھائی[2] ۔ اس کے بہت سے سپاہی مارے گئے اور دوسرے تتر بتر ہو گئے ۔

جمعرات کے دن سلطان نے تمام امراء اور فوج کو طلب کیا ۔ جو بھی ملبوسات اور پہننے کے کپڑے ان کے ساتھ تھے فرمایا کہ پہن لیں ۔ ایک اطلس کا خیمہ اور زردوز سائبان نصب کروا کر بزم آراستہ کی اور جو زر و جواہر ، موتی ، اشرفیاں پاس تھیں ان پر نچھاور کرتے ہوئے کہا : ''دوستو ! کل وہ دن ہے جب میں مغلوں کی فوج پر دھاوا بولوں گا ۔ اگر فتح ہماری ہوئی تو تمہاری دلجوئی کروں گا ۔ اگر نہیں تو بھی تم مجھ سے خوش ہو جاؤ ۔ سارا دن عیش و عشرت میں گزارو ۔ اگلے روز جنگ ہونا قرار پایا ہے''۔

---

۱ ۔ قراول : زبر کے ساتھ (فرہنگ ترکی) وہ شخص جو (دشمن کی) سپاہ پر نظر رکھتا ہے یا وہ فوج جو آگے آگے جاتی ہے اور دشمن کی سپاہ کے قریب آنے کی خبر دیتی ہے اس فوج کا کام دیدبانی ہے (فرہنگ انند راج ، جلد دوم ، صفحہ ۹۵۱)

۲ ۔ نسخہ ج میں ''حمید خان گر پڑا ۔ اس کی ساری فوج بکھر گئی ۔ سلطان ابراہیم نے پانی پت سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا ۔ بابر بادشاہ نے کھرونده سے کوچ کیا اور مشرق کی جانب پہنچ کر خیمہ زن ہوا ۔ مغل فوج کل پندرہ ہزار سوار پر مشتمل تھی جب کہ ابراہیم کے لشکر میں پچاس ہزار سوار اور دو ہزار کوہ پیکر ہاتھی تھے ۔ اسی سال جمعے کے دن آٹھ ماہ رجب کو ابراہیم کی اجل...''

پھر وہاں سے کوچ کرتے ہوئے سلطان ابراھیم نے پانی پت[1] سے دو کوس مغرب[2] کی جانب پڑاؤ ڈالا - ادھر بابر بھی سرائے کھرونده سے چل کر (پانی پت سے) دو کوس مشرق کی جانب خیمہ زن ہوا۔ مغلوں کی فوج چوبیس ہزار اور ابراھیم کی فوج پچاس ہزار سپاہیوں اور دو ہزار کوہ پیکر ہاتھیوں پر مشتمل تھی[3] - لیکن ابراھیم کی ساری فوج اس سے رنجیدہ خاطر اور اس کی بد سلوکی سے نالاں تھی - جمعے کے دن[4] آٹھ رجب ۹۳۲ھ کو اجل نے ابراھیم کا گریبان آ پکڑا[4] اور میدان میں لے آئی - دوسری جانب بابر بھی مقابلے پر آیا - جانبین[5] جب ایک دوسرے

---

۱ - نسخہ الف میں "پانی پنتہ"

۲ - نسخہ الف میں "غروب"

۳ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۹۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ مغل فوج بارہ ہزار سے زیادہ نہیں تھی - سلطان ابراھیم کے پاس ایک لاکھ سوار اور ہزار جنگی ہاتھی تھے - لیکن میرا خیال ہے کہ بابر کی توپ نے اہم کردار ادا کیا اور سلطان ابراھیم کی شکست کا سبب بنی - مخزن افغانی (صفحہ ۸۴ ب) میں سلطان ابراھیم کے بارے میں لکھا ہے : "عزیمت ملوکانہ اور ہمت شاہانہ کے ساتھ اپنی فوج کو ترتیب دے کر ایک لاکھ سواروں ، پانچ ہزار ہاتھیوں ، بے شمار پیادوں اور بے حد و حساب آتشباری کے سامان کے ساتھ محاربہ و مقابلہ کے لیے آگے بڑھا اور پانی پت کے مقام پر فریقین کا آمنا سامنا ہوا" -

۴ - تاریخ مخزن افغانی (صفحہ ۸۵) میں "جمعہ سات ماہ رجب المرجب سنہ ۹۳۲ھ" اور نسخہ الف میں "چار رجب کو اجل نے ابراھیم کو بالوں سے پکڑ کر کھینچنا شروع کیا - اس نے فوجیں آراستہ کیں اور انھیں مقابلہ کے لیے (میدان میں) اتارا - بابر نے بھی..."

۵ - نسخہ الف اور ب میں ہے "دونوں طرف کی افواج نے صف بندی کی اور جنگ کے لیے کمر بستہ ہو گئیں" جس کا ترجمہ ایلیٹ : جلد پنجم ، صفحہ ۲۸ اور سطر ۱۲ میں یوں کیا گیا ہے : "دونوں فریق لڑائی کے لیے تیار ہو گئے"

کے قریب ہوئے تو بابر مرزا نے[1] فرمایا کہ مغل فوج تین دستوں میں بٹ جائے۔ ہراول اپنی جگہ پر رہے۔ دوسرے دونوں دستے سلطان (ابراہیم) کے لشکر پر عقب سے حملہ آور ہوں۔ افغانی فوج اگرچہ بے انتہا تھی لیکن اس کا زیادہ حصہ اس کی بد سلوکی سے رنجیدہ و کبیدہ خاطر اور بے دل ہو گیا تھا۔ دونوں بادشاہوں کے درمیان قصبہ پانی پت سے مشرق کی جانب ایسی گھمسان کی لڑائی ہوئی کہ چشم روزگار نے کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ سلطان ابراہیم کے اکثر سپاہی قتل ہو گئے اور بہت سوں نے، جو سلطان سے رنجیدہ خاطر تھے، بغیر لڑے جنگ سے منہ پھیر لیا۔ سلطان چند ایک سپاہیوں کے ساتھ کھڑا تھا کہ محمود خان نے عرض کیا[2]: ''حالت بہت نازک ہوگئی ہے، لہٰذا بہتر ہوگا کہ آپ بذات خود

۱۔ نسخہ ج میں "بابر مرزا نے فرمایا کہ مغل فوجیں تین دستوں میں تقسیم ہوجائیں، ہراول دستہ اپنی جگہ پر رہے اور دوسرا دستہ مقابلے پر آئے۔ سلطان ابراہیم کا لشکر اگرچہ بہت بڑا تھا مگر اس کی بد سلوکی سے رنجیدہ خاطر تھا"

ایلیٹ (جلد پنجم : صفحہ ۲۸ ' حاشیہ ۳) میں لکھا ہے :

The original and Tarikh Daudi say "the other two divisions to advance from behind the army of the Sultan and commence the attack".

ڈورن (Dorn) مخزن افغانی کے ترجمہ صفحہ ۷۸ میں لکھتا ہے :

"Whilst Babur Padishah, who had likewise marshalled the left and right wings, on the second line of the right wing, prepared for the contest. Babur in his Tuzuk-i-Baburi (Elliot Vol. IV, p. 254), is clear and explicit, 'I sent orders to the troops stationed as flankers on the extremes of the right and left divisions to wheel round the enemy's flank with all possible speed, and instantly to attack them in the rear; the right and left divisions were also ordered to charge the enemy. The flankers accordingly wheeled on the rear of the enemy".

۲۔ نسخہ ج میں "محمود نے عرض کیا کہ وقت ہم پر تنگ ہو چکا ہے۔ بہتر ہوگا کہ اس جنگ سے احتراز کریں اور (میدان جنگ سے) نکل جائیں تاکہ دوسری بار پھر فوج کو دلاسا دے کر کام نکالیں۔ سلطان نے کہا — "

جنگ سے گریز کرتے ہوئے میدان جنگ سے نکل آئیں - اگر بادشاہ سلامت رہیں گے تو پھر بہت سی فوج جمع ہوجائے گی اور ہم پھر مغلوں سے لڑ سکیں گے - بہتر ہے کہ اب ہم وہی کریں جو وقت کا تقاضا ہے - آگے جو سلطان کی رائے عالی ہو ، وہی ٹھیک ہے"- سلطان نے کہا : "محمود خان بادشاہوں کے لیے لڑائی سے منہ پھیرنا ننگ و عار کی بات ہے - ذرا دیکھو تو ہمارے سب امراء ، مصاحب ، خیر خواہ اور دوست شربت شہادت پی چکے ہیں اور جا بجا گرے پڑے ہیں - (ایسی حالت میں انھیں چھوڑ کر) اب ہم کہاں جائیں ؟- ہم اپنے گھوڑے کے پاؤں سینے تک خون میں غرق دیکھ رہے ہیں - جب تک ہمارا عہد تھا ہم نے بادشاہی کی اور من مانیاں کیں - اب یہ بے وفا آسمان مغلوں کی مرضی کے مطابق چل رہا ہے - اب ہمارے زندہ رہنے میں لطف ہی کیا رہ گیا ہے ؟ - بہتر یہی ہے کہ ہم بھی خاک و خون میں مل کر دوستوں کے ساتھ یکجا ہو جائیں"- پانچ ہزار سواران جرار کے ساتھ ، جو خاص سپاہیوں میں سے باقی بچ گئے تھے[1] ، میدان میں کود پڑا - کئی ایک مغلوں کو قتل کردیا - حتیٰ کہ دن کے اختتام کے قریب رتبۂ شہادت پر فائز ہوا[2] - سا کھی ہندوی نے ہندی میں تاریخ کہی ہے :

---

۱ - نسخہ ج میں "امراء ، مصاحبوں ، خواص اور قریبی لوگوں میں سے جو باقی رہ گئے تھے ، پانچ ہزار سواروں کے ساتھ بابر کے قلب پر حملہ کیا اور قتل ہو گیا - اسی جگہ جہاں اب ... "

۲ - مخزن افغانی (صفحہ ۸۴) میں لکھا ہے "سلطان ابراہیم کی سلطنت آٹھ سال آٹھ مہینے اور اٹھارہ دن تھی اور قصبہ پانی پت کے مغربی حصہ میں مدفون ہوا - اب اس کا مدفن ارباب سرور و اہل نشاط کا مرجع اور اہل راز کے لیے فیض بخش ہے - (دوسرے قلمی نسخہ میں اہل راز کی بجائے زوار (زائرین) لکھا ہے اور جہاں جمعرات کو سلطان کی روح (کو ثواب پہنچانے) کے لیے بہت سی نذریں نیازیں آتی ہیں اور ایک عجیب و غریب مجمع لگ جاتا ہے - اہل حاجت کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں - ہندوستان میں بجز سلطان ابراہیم کوئی اور بادشاہ درجۂ شہادت پر فائز نہیں ہوا - انار اللہ برہانہ جعل الفرادیس مکانہ - لودھی سلطنت کے کل سلاطین تین تھے جنھوں نے کچھ اوپر ۷۵ سال حکومت کی"

نو سی اوپر بڑھتا بتیسا ‏ ‏ ‏ ‏ پانی پتہ مدھ بھارتہ دیسا

چوتھی رجب شکر وارا ‏ ‏ ‏ ‏ بابر جت براھم ہارا

جب اس کی شہادت کی خبر بادشاہ بابر کو ملی[1] تو اس نے دلاور خان کو بھیجا کہ تحقیق کرے ۔ وہ میدان قتال میں آیا اور اس نے آ کر سلطان ابراھیم کو خاک و خون میں لت پت دیکھا ، جبکہ اس کا تاج سر سے جدا پڑا تھا اور سائبان جدا ۔ دلاور خان نے یہ حال دیکھا تو رو پڑا اور جا کر (جو دیکھا تھا) عرض کردیا ۔ بابر بادشاہ[2] بنفس نفیس وہاں پہنچا ۔ اس چار تکیوں والے تخت پر بیٹھنے والے سلطان کو خاک و خون میں لت پت دیکھا تو اس کی اس عبرت ناک حالت کو دیکھ کر کانپ اٹھا ۔ اس کا سر زمین سے اٹھایا اور کہا : "آفرین ہے تمھاری جوان مردی پر" اور پھر حکم دیا کہ زربفت کے پارچے لائیں اور قند سے حلوا تیار کریں ۔ دلاور خان ، امیر خلیفہ اور جہانگیر قلی کو کہا کہ سلطان مرحوم کو غسل دے کر جہاں مرتبۂ شہادت کو پہنچا ہے ، وہیں پر دفن کردیں[3]۔ اس کے بعد[4] بجا بجا لوگوں کو متعین کیا کہ مال و حشم ، خزانہ ، شاہی خیمہ، ہاتھی گھوڑوں ، جملہ آلات اور تمام علامات سلطانی پر قبضہ کرلیں ۔ چنانچہ اسی روز دو ہزار سات سو گھوڑے[5] ، ایک ہزار

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "قلب میں کھڑا تھا" ۔

۲ ۔ ہر دو نسخوں الف اور ب میں "بابر بنفس نفیس وہاں آیا ، اس کا سر زمین سے اٹھایا اور فرمایا"

۳ ۔ سلطان شہید نور اللہ مضجعہ کے زمانے میں ہندوستان میں بہت ارزانی اور خوشحالی تھی ۔ تاریخ داؤدی میں لکھا ہے کہ سلطان شہید کے عہد میں اشیاء ، اجناس اور دیگر لوازم ضرورت اس قدر سستی تھیں کہ گذشتہ سلاطین کے زمانے میں اس قدر نہ تھیں ۔ دیکھیے : ایلیٹ ، جلد چہارم ، صفحہ ۴۷۵

۴ ۔ نسخہ الف اور ب میں "دفن کریں اور حکم دیا کہ ابراھیم کے اموال سے خبردار رہیں ۔ اسی روز ..."

۵ ۔ نسخہ ج میں "دو ہزار تین سو گھوڑے ، ایک ہزار دو سو ہاتھی ، خزانہ اور سراپردۂ شاہی کے علاوہ اور جو کچھ تھا بابر بادشاہ کے لشکر میں لے آئے ۔ دنیا میں ایک دوسری روایت قائم ہوئی ۔ وہاں سے کوچ..."

پانچ سو ہاتھی ، خزانہ اور سراپردۂ شاہی ، غرض جو کچھ تھا بابر بادشاہ کی لشکر گاہ میں لایا گیا ۔

دوسرے روز بابر نے وہاں سے کوچ کر کے مغرب کی جانب ، جہاں بارگاہ سلطانی قائم تھی ، قیام فرمایا ۔ وہیں سے امیر خلیفہ ، اللہ وردی خان اور رستم بہادر کو دو تین ہزار مغل سواران جرار کے ساتھ[1] آگے روانہ فرمایا تاکہ دہلی اور آگرہ میں سلطان کے جو بھی اموال و خزائن ہیں ، ان کو اپنی تحویل میں لے لیں ۔

اپنی ستر سالہ سلطنت کے دوران افغان بڑے دولت مند ہو چکے تھے ۔ (ان میں سے اکثر) نے اپنے گھر بار ، مال و منال اور خزانوں سے دست بردار ہو کر بنگال کی راہ لی ۔ ان کے درمیان عجب تفرقہ رونما ہوا ۔ اس کے بعد بابر بادشاہ نے مال غنیمت کا بندوبست کر کے دہلی کا رخ کیا ۔ وہاں پہنچا اور سلاطین گذشتہ کے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا ۔

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''وہاں سے امیر خلیفہ، اللہ داد خان اور ترسم بہادر کو دس ہزار کے ساتھ...''

سلطان ابراہیم کے عہد کے بعض عجائب کا ذکر

کہتے ہیں سامانہ میں ایک شخص تجارت سے گزر اوقات کرتا تھا۔ اسے بحری سفر کرنے کا اتفاق ہوا[1]۔ گھر اور گھر والوں کی دیکھ بھال ایک ہمسایہ کے، جس کے ساتھ صرف ایک دیوار درمیان میں تھی، سپرد کی اور چلا گیا۔ وہ ہمسایہ اکثر اس کے گھر آتا اور کام کاج میں اس کے اہل خانہ کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ وہ جب بھی وہاں آتا، ایک خوش شکل جوان کو دیکھتا جو سوداگر کے گھر میں آتا جاتا تھا[2]۔ ہمسایے کے دل میں خیال آیا کہ یہ جوان بھی سوداگر کے عزیزوں میں سے کوئی ہوگا۔ پھر سوچا اگر یہ شخص اس کا قرابتدار ہوتا تو گھر کی نگہداشت وہ میرے ذمہ کیوں لگاتا۔ قصہ مختصر وہ اس بات کے درپے ہو گیا کہ اس جوان کا حال معلوم کرے۔ لہٰذا اس نے اپنے اور سوداگر کے گھر میں جو دیوار تھی، اس میں ایک سوراخ کر لیا اور گاہ بگاہ اس میں سے جھانکنا شروع کر دیا۔ ایک رات دیکھا کہ سوداگر کی بیوی نے ایک خوب صورت قالین بچھایا اور پلنگ کو رنگ برنگے بستر سے سجایا ہوا ہے اور نقل، شراب اور پان سے اس جوان کی خاطر تواضع میں مشغول ہے۔ جب رات کا ایک پہر گزر گیا تو وہ اس کے ساتھ عیش و نشاط میں مصروف ہو گئی۔ اس عورت کا ایک دو سال کا بچہ تھا جسے اس نے کسی دوسری جگہ سلا دیا۔ جب وہ بچہ روتا تو عورت اسے دودھ پلا کر پھر معشوق کے بستر پر آ جاتی۔ جب بچہ رونے سے باز نہ آیا تو اس مکار عورت نے جا کر اس زور سے اس کا گلا دبایا کہ اس بچے نے جان دے دی۔ یوں اس کو ابدی نیند سلا دیا اور پھر اس جوان کی آغوش میں آ گئی۔ جب دو تین ساعتیں گزر گئیں تو اس جوان نے پوچھا کہ بہت دیر سے تیرا بچہ رویا نہیں، کیا بات ہے؟ عورت نے کہا: ”اب میں ایسا بندوبست کر چکی ہوں کہ وہ کبھی نہیں

---

[1] ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”تجارت کا اتفاق ہوا“

رونے گا" - جوان گھبرا گیا - اس سے زور دے کر پوچھا تو اس نے کہا : "میں نے تیری خاطر اس بچے کو مار ڈالا ہے - " جوان نے یہ بات سنتے ہی کہا : " اے بے رحم ! تو نے ایک لحظے کی لذت کے لیے اپنے جگر گوشے کو مار ڈالا - مجھ سے کیسے وفا کرے گی ؟" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے کپڑے پہنے اور چاہا کہ اٹھ کر باہر نکل جائے مگر عورت نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا : "میں نے تیری خاطر یہ کام کیا اور تو ہے کہ مجھ سے قطع تعلق کر رہا ہے - خدا کے واسطے کوئی ایسی تدبیر کر کہ میں رسوا نہ ہوں - اس گھر کے گوشے میں ایک گڑھا کھود تاکہ اسے وہاں دفن کر دیں -" نوجوان نے مجبوراً یہ بات قبول کر لی - عورت نے پھاوڑا[1] لا کر اس نوجوان کے ہاتھ میں دیا - اس نے گڑھا تیار کیا تو عورت بچہ اٹھا لائی اور اس نوجوان کو دے دیا تاکہ وہ اسے زمین میں دفن کر دے - اس نوجوان نے ، جو عورت کے مکر سے غافل تھا ، جونہی بچے کو گڑھے میں لٹانے کے لیے سر جھکایا ، اس مکارہ نے وہی پھاوڑا دونوں ہاتھوں سے اس طرح مارا کہ اس کا سر دو ٹکڑے ہو گیا - وہ بے ہوش ہو کر اس گڑھے میں گر گیا اور جان دے دی - عورت نے فوری طور پر گڑھے کو مٹی سے پر کر کے زمین کو ہموار کر دیا - ہمسائے نے یہ سارا واقعہ دیکھا تو حیران رہ گیا - بعد ازاں عورت نے چیخ و پکار شروع کر دی کہ میرے بیٹے کو بھیڑیا لے گیا ہے - جب کچھ عرصہ کے بعد سوداگر بحری سفر سے واپس آیا تو لوگ اس کے بیٹے کی تعزیت کے لیے جمع ہوئے اور فاتحہ خوانی کی - جب سب لوگ چلے گئے تو ہمسائے نے سوداگر سے کہا : "تھوڑی دیر کے لیے میرے گھر آؤ تاکہ تمھاری افسردگی رفع ہو جائے -" اسے اپنے گھر لایا - کھانا کھانے کے بعد اسے اس بچے کے قتل اور اس جوان کو ہلاک کرنے کا تمام ماجرا کہہ سنایا اور اسے کہا : "تو اس بہانے سے کہ میں نے یہاں کچھ سونا دفن کیا ہے ، اس جگہ کو کھود تاکہ تمھیں اپنی بیوی کے کرتوتوں کا پتہ چل سکے -" وہ شخص گھر آیا اور بیوی سے کہا : "میں نے اس جگہ سو اشرفی رکھی ہوئی ہے ، پھاوڑا لانا تاکہ اسے نکالیں -" عورت نے

---

۱ - کلند : بضم اول و فتح لام و سکون نون و دال - زمین کھودنے کا آلہ جو غلط طور پر کلنگ کے نام سے مشہور ہے - فرہنگ آنند راج : (جلد دوم ، صفحہ ، ۱۱۷)

خوشی خوشی پھاوڑا شوہر کے ہاتھ میں دے دیا ۔ سوداگر نے اس جگہ کو ، جس کی نشان دہی ہمسائے نے کی تھی ، کھودنا شروع کیا ۔ عورت نے جب دیکھا کہ اس کا بھید کھل جائے گا ۔ اس چھپر[1] کے دروازے کو ، جہاں وہ زمین کھود رہا تھا ، مضبوطی سے زنجیر لگا کر آگ لگا دی ۔ جب شعلے بلند ہوئے تو دھائی دینے لگی[2] : ''ہمسایو ! جلدی آؤ میرے گھر میں آگ لگ گئی ہے اور میرا شوہر جل رہا ہے ۔'' جب تک لوگ پہنچے ، وہ بے چارا سوداگر جل بھن کر کباب ہو چکا تھا ۔ ہمسائے نے یہ سب کچھ بھی دیکھا تو اس نے ان سب لوگوں کو جو اس کی ہمسائیگی میں رہتے تھے ، جمع کیا اور کوتوال کو خبر کر دی ۔ جب حاکم وہاں پہنچا تو پہلے اس نے اس مکار عورت کو گرفتار کیا اور پھر مقتولوں کے بارے میں تفتیش کی ۔ اس عورت کو چوراہے میں آدھی زمین میں گاڑھ کر اس پر تیروں کی بوچھاڑ کی گئی[3] اور اس کا سب مال و اسباب بحق سرکار ضبط کر لیا گیا ۔

کہتے ہیں ایک حسین عورت ، کہ سورج اپنی تمام تر روشنی کے باوجود اس کے رخسار تاباں کی تابانی کے سامنے بادلوں کے نقاب میں چھپ جاتا تھا ، اپنے شوہر کے گھر سے باپ کے گھر جا رہی تھی ۔ اتفاقاً گرمی کے باعث ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گئی ۔ وہاں پر ایک درویش کا ، جسے دوسری دنیا کی دولت میسر تھی ، تکیہ تھا[4] ۔ وہ

---

۱ ۔ چھپر : ہندی لفظ ہے ۔ فرہنگ آصفیہ (جلد دوم ، صفحہ ۳۸) میں لکھا ہے : ''وہ سائبان جو پھوس کی مدد سے ڈالا جائے ۔ پھوس کی چھت''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''دروازے کو کنڈی لگا دی اور اس چھپر کے نکلنے کے راستے کو آگ لگا کر چیخنے چلانے لگی''

۳ ۔ الف اور ب ہر دو نسخوں میں ''جمع کیے جو اس کے پڑوس میں رہتے تھے ۔ پھر جا کر کوتوال کو اس ماجرے کی خبر دی ۔ جب لوگوں نے اس گڑھے کو کھودا تو اس بچے اور جوان کو دیکھا ۔ اس عورت کو ، جس نے لوگوں کے خون بہانے پر کمر باندھ رکھی تھی ، چوراہے میں آدھا جسم زمین میں گاڑھ کر...''

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سکونت رکھتا تھا'' ۔ تکیہ زبر کے ساتھ بمعنی سرہانہ اور نیز فقراء کے قیام کی جگہ ۔ فرہنگ آصفیہ : جلد اول ، صفحہ ۶۲۱

اس کے حسن کی ایک ہی جھلک دیکھ کر اس پر شیفتہ ہو گیا اور اس کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو کر رہ گیا - وہ نازنین جب بھی اس کی طرف دیکھتی تو اس کو اپنی طرف دیکھتا ہوا پاتی - آخر کار وہ عورت بھی اپنا دل اسے دے بیٹھی - گھڑی بھر ٹھہرنے کے بعد نقاب گرایا اور سوار ہو گئی - درویش نے جب اس چمن کو اس لالہ رخسار سے خالی پایا تو ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اپنی جانان کے لیے جان دے ڈالی - ایک مہینے کے بعد[1] اس عورت کا پھر وہاں سے گزر ہوا تو اس درخت کے نیچے بیٹھ گئی - چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر اپنے شیدائی کا کوئی نشان نہ پایا - البتہ اس نے اس درخت کے نیچے ایک تازہ قبر دیکھی - لوگوں سے پوچھا کہ یہ قبر پہلے تو یہاں نہیں تھی ، کس کی ہے ؟ انھوں نے کہا : "ایک درویش تھا جو یہاں رہتا تھا - ایک دن ایک آفتاب رو اور سلسلہ مو عورت یہاں آئی - جب گئی تو درویش کی جان بھی اس کے ساتھ ہی چلی گئی - یہ اسی بد نصیب کی قبر ہے" - عورت کو اپنے کشتۂ جمال کا حال معلوم ہوا تو اسی وقت چہرے سے نقاب اٹھایا اور اس قبر کو اپنی آغوش میں لے لیا - اچانک قبر شق ہوئی ، وہ نازنین اس میں سما گئی اور زمین ہموار ہو گئی - جو لوگ اس عورت کے ساتھ تھے ، انھوں نے گریہ و زاری کرتے ہوئے دوبارہ اس قبر کو کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ عورت تو وہاں نہیں ہے ، البتہ وہ درویش موجود ہے اور وہ زیورات جو اس عورت نے کان اور گلے میں پہن رکھے تھے ، اس مرد کے بدن پر سجے ہوئے ہیں اور وہ سرمہ جو اس عورت کی آنکھوں میں لگا تھا ، اس درویش کی آنکھوں سے آشکار ہے اور وہ پان کی سرخی ، جو اس عورت کے ہونٹوں پر تھی ، اس درویش کے ہونٹوں سے نمودار ہے - گویا درویش کے عشق نے اس عورت کے حسن کو اپنے اندر جذب کر لیا - آخر انھوں نے اس عورت کے زیورات کو اس مرد کے بدن سے جدا کر کے اپنا راستہ لیا -

کہتے ہیں کہ صلحائے دہلی میں سے ایک شخص جب تلاوت قرآن کرتا تھا ، ایک صورت مثل امرد کے ظاہر ہو جاتی اور قرآن کے صفحے پر

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "ایک ہفتہ کے بعد"

بیٹھ جاتی تھی - یہاں تک کہ الفاظ چھپ جاتے تھے - جب وہ شخص ہاتھ اٹھاتا کہ اسے پکڑ لے تو وہ صورت غائب ہو جاتی تھی - جس وقت وہ دوبارہ پڑھنا شروع کرتا ، دوبارہ وہ صورت آ کر صفحات کو ڈھانپ لیتی - آخر وہ شخص عاجز آ گیا - صلحاء میں سے کسی ایک سے صورت حال بیان کی تو اس نے کہا کہ جونہی وہ صورت ظاہر ہو اس کے دونوں کان پکڑ لینا - اس نے کہا کہ پکڑنے کی بہت کوشش کرتا ہوں مگر قابو میں نہیں آتی - کہنے لگا :"تو اسے اس طرح پکڑے گا تو تیرے ہاتھ آ جائے گی -" چنانچہ جب پھر پڑھنے لگا تو وہ صورت پھر ظاہر ہو گئی اور کلام پاک کے صفحہ پر بیٹھ گئی - اس شخص نے جھٹ سے اس کے دونوں کان پکڑ لیے - کانوں کا پکڑنا تھا کہ وہ صورت غائب ہو گئی اور اس شخص نے دیکھا کہ اس کے دونوں ہاتھوں نے اس کے اپنے کان پکڑ رکھے ہیں -

کہتے ہیں ایک صاحب حال درویش قصبہ پانی پت میں ایک ندی کے کنارے رہتا تھا جو اس کے مشرق کی جانب بہتی تھی - ایک حسین عورت ، جس کے رنگ رخسار سے گل بوستاں شرما جاتا اور جس کی زلف مشکیں سنبل گلستاں کو پیچ و تاب میں مبتلا رکھتی تھی ، اپنی دو تین ہم عمر ہمجولیوں کے ساتھ غسل کے لیے آئی ہوئی تھی - جب پانی کا لوٹا[1] لیے جا رہی تھی ، وہ درویش اس کی ایک ہی جھلک دیکھ کر اس کے حسن کا شیفتہ ہو گیا - اس سے پانی مانگا تو اس پری وش نے مسکراتے ہوئے کہا : "ہاتھ پھیلا -" درویش نے ہاتھ پھیلایا - جب وہ گل رخ (اس کی اوک میں) پانی انڈیل رہی تھی وہ اس کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا - حتیٰ کہ اس نے سارا پانی انڈیل دیا - وہ دلبر درویش کی یہ حالت دیکھ کر ہنستی ہوئی چل دی - وہ درویش (بھی بے خودی کے عالم میں) اس کے پیچھے پیچھے چلتا گیا - جب وہ لالہ رو حسینہ گھر کے دروازے پر

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "پانی کا لوٹا ہاتھ میں لیے جا رہی تھی -"

لوتہ : لوٹا ہندی لفظ ہے - فرہنگ آصفیہ میں لکھا ہے : "ایک قسم کا ٹونٹی والا برتن ، خواہ تانبے کا ہو خواہ مٹی کا ، جو اکثر وضو اور طہارت وغیرہ کے کام آتا ہے - مطہرہ ، آب ریز ، ابریق"

پہنچی تو اس پر ایک نگاہ عاشق نواز ڈالتی ہوئی اندر چلی گئی - درویش کی ایسی حالت ہو گئی کہ دیر تک اس کے دروازے پر مدہوش پڑا رہا - (جب ہوش میں آیا تو) ٹھکانے پر واپس آ گیا ، جب کہ وہ نالہ و زاری کر رہا تھا اور دل گرم سے آہ سرد بھر رہا تھا - دوسرے دن وہ لڑکی دو تین پری پیکر سہیلیوں کے ساتھ پھر نہانے آئی - درویش کی نظر جب اس کوکب درخشاں پر پڑی تو اس کے آفتاب جمال کے سامنے ذرے کی مانند ناپید ہو کر رہ گیا - وہ نازنین کچھ اس ادا سے مسکرائی کہ دامن آفاق شکر سے بھر گیا - کہنے لگی : "پانی نہیں پیو گے ؟" درویش نے جب اس سرمایۂ زندگی کو مہربان پایا تو ہاتھ بڑھایا اور (اپنی آتش عشق کو) سرچشمۂ آب حیات سے بجھایا - چند دن جب اس نظر بازی میں گزرے تو ان دونوں کے عشق کی داستان لوگوں کی زبان پر آ گئی - باپ نے بیٹی کو ندی پر آنے سے منع کر دیا - درویش بیچارہ یار کے جمال جاں افزا کے نظارے سے محروم رہ گیا - وہ گریہ و زاری میں وقت گزارتا رہا - یہاں تک کہ ایک دن جب کہ ہندوؤں کے اشنان کا دن تھا ، شہر بھر کی عورتیں زر و زیور سے سج دھج کر گھروں سے نکلیں تو وہ لڑکی بھی لباس زرتار اور زیورات گوہر نگار پہن کر دوسری عورتوں کے ساتھ گھر سے نکل آئی اور وہاں پہنچی جہاں درویش اس گلدستۂ خوبی کے انتظار میں سر راہ بیٹھا تھا - جونہی اس کی نظر اس نازنین پر پڑی ، دوڑ کر سر اس کے قدموں پر رکھ دیا اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی - اس نازنین نے بھی جب یہ حال دیکھا تو سر درویش کے قدموں پر رکھ دیا اور اپنے مرغ روح کو اڑا دیا - (مرتے وقت) یہ دوہرہ اس کی زبان سے نکلا :

"ہم تو ملی پیتم[1] سون جای بوند گئی دریا مہای"
لوگ اس نظارے پر مارے حیرت کے انگشت بدنداں رہ گئے[2]۔

---

۱ - نسخہ الف میں "ہم"
۲ - نسخہ ج میں "اس عجب منظر پر حیران رہ گئے"

دریا خان جلوانی[1] کو ، جو وہاں کا حاکم تھا ، جب یہ خبر ملی تو سوار ہو کر خنجر عشق کے ان مقتولوں کے سرہانے پہنچا اور علمائے شہر کو طلب کر کے ان سے مسئلہ پوچھا ۔ انھوں نے کہا کہ یہ لڑکی صادق العقیدہ ہو کر جہان سے رخصت ہوئی اور از روئے شرع مسلمان ہو گئی ، لہٰذا اس کا جلانا کسی طرح بھی جائز نہیں ۔ اس دوران میں ہزارہا ہندو جمع ہو گئے تا کہ اس لڑکی کو جلا دیں ۔ دریا خان نے کہا : ''یہ عورت مسلمان مری ہے[2] ۔ لہٰذا تمھارے لیے روا نہیں کہ اسے جلاؤ ۔'' قریب تھا کہ دونوں طرف کے لوگ آتش قتال بھڑکا دیں ۔ اچانک پھٹے پرانے کپڑوں والا[3] ایک درویش نمودار ہوا اور دریا خان سے کہنے لگا : ''یہ ضد کس لیے کر رہے ہو ؟ اس لڑکی کو ہندوؤں کے حوالے کر کے خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو''[4] ۔ دریا خان راضی ہو گیا ۔ ہندو اس لڑکی کو لے گئے اور ایندھن جمع کر کے چتا کو آگ دکھائی مگر اسے سرے سے آگ ہی نہ لگی ۔ چنانچہ انھوں نے روئی کو تیل میں تر کر کے آگ لگائی تب بھی شعلہ نہیں اٹھا ۔ یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گئے ۔ بالآخر اسے ایندھن کے درمیان اسی طرح چھوڑ کر گھر آ گئے ۔ دریا خان اور ان لوگوں نے جو وہاں جمع تھے ، لڑکی کو درویش کے پہلو میں دفن کر دیا ۔ رات کے وقت[5] ہندوؤں نے کچھ آدمی بھیجے کہ اس

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''دریا (خان) جلوانی کو ، جو اس جگہ کا حاکم تھا ، خبر پہنچی''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''مسلمان ہو گئی ہے ۔ تمھیں کیا حق ہے کہ اسے جلاؤ ؟''

۳ ۔ تینوں نسخوں میں ''زندہ پوش'' ۔ مگر صحیح لفظ ژندہ پوش ہے ۔ ژند بر وزن چند جس کے معنی ہیں پرانا خرقہ ۔ حکیم سنائی نے ژندہ لکھا ہے ۔

دید وقتی یکی پراگندہ   زندہ ای زیر جامہ ژندہ

ژندہ پوش بمعنی خرقہ پوش ۔ فرہنگ آنند راج ، جلد دوم ، صفحہ ۳۲۶

۴ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''تم کیوں کینہ پیدا کر رہے ہو ؟ اس لڑکی ۔۔۔''

۵ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''رات کے آخری حصہ میں''

لڑکی کو قبر سے نکال لیں اور دریائے جمنا میں بہا دیں - انھوں نے قبر کو بہت کھودا مگر اس کا سراغ نہ پایا -

کہتے ہیں پالم کے گرد و نواح کے ایک گاؤں میں ایک ہندو عورت کو اپنے شوہر سے حد درجہ محبت تھی - نہ مرد کو اس کے بغیر چین آتا تھا اور نہ ہی وہ عورت اپنے شوہر کے بغیر رہ سکتی تھی - وہ دونوں ایک باغ کے دو پھولوں کی مانند باہم زندگی گزارتے تھے اور وصال کی چوسر پر کامیابی سے پانسہ پھینکتے تھے- اچانک زمانے کی ناسازگاری نے، جو دو دوستوں کو یک جا نہیں دیکھنا چاہتا ، اس نوجوان کا پیانۂ عمر لبریز کر دیا اور بد قسمتی سے اجل کی ہوا نے اس جوان کی زندگی کے نونہال کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا - عورت ، جو اس کی جدائی میں ستائیسویں رات کے چاند کی طرح[1] لاغر ہوگئی تھی ، نالہ و زاری اور سوگواری میں زندگی بسر کر رہی تھی اور اس یار وفادار کے ہجر و فراق میں اپنے جسم کو خنجر فنا کے سپرد کیے دے رہی تھی - (اس کی یہ حالت زار دیکھ کر اس کے ماں باپ نے) اس کی شادی ایک خوب رو اور مشکین مو نوجوان سے کر دی تاکہ شاید اس سے محبت کرنے لگے اور اس جگر خواری اور گریہ و زاری سے باز آ جائے - وہ نوجوان جہاں تک ممکن تھا اس کے ساتھ محبت و یگانگت سے پیش آتا مگر لڑکی قطعاً اس کی طرف ملتفت نہ ہوتی اور اس طرف محبت کی نظر سے نہ دیکھتی - جوان نے چاہا کہ اسے اپنے گھر لے جائے تاکہ شاید وہاں تسکین پائے - ماں باپ نے اس لڑکی کو زیورات سے آراستہ کر کے اس نوجوان کے ہمراہ روانہ کر دیا - مجبوراً دیدۂ گریاں اور سینۂ بریاں کے ساتھ اس کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی کہ اچانک ایک صاحب جمال اور خوش آواز لڑکا کہ (جس کی سریلی آواز) پرندوں کو بھی فضا سے نیچے لے آئے ، گاتا گاتا سامنے سے آ نکلا - اس لڑکی نے اسے روک لیا اور کہا : ''ذرا پھر پڑھنا'' - اس نے پڑھا - یہ ایک دوہڑہ تھا جس کا مضمون وہی تھا جو مندرجہ ذیل بیت میں ہے :

---

۱ - نسخہ ج میں ''ماہ نو کی طرح''

''تو عہد با دگری نوجوان بہم بستی
دریغ عہد کہ بامات بود بشکستی''[۱]

جو لوگ ادھر ادھر کھڑے تھے اور آ جا رہے تھے ، انھیں روک کر اس لڑکے سے کہا : ''خدا کے لیے ایک بار پھر پڑھو'' ۔ اس نے پھر پڑھا ۔ عورت نے سنتے ہی ایک زور کا نعرہ تہ دل سے لگایا ، (دھڑام سے) گری اور جان جاناں کے سپرد کر دی[۲] ۔

---

۱ ۔ ''تو نے ایک دوسرے نوجوان کے ساتھ عہد محبت استوار کر لیا ۔ افسوس کہ ہمارے ساتھ تیرا جو عہد تھا تو نے اسے توڑ ڈالا !''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''جان جان آفریں کے سپرد کر دی''

ذکر سلطان ابراھیم کے بعض امراء کا

احمد خان[1] ایک عالی ہمت شخص تھا ۔ جس زمانے میں سلطان نے اسے قلعہ مانڈو[2] کی تسخیر کے لیے بھیج رکھا تھا ۔ اونٹ ، جن پر فوج کی تنخواہ لدی تھی ، بیمار ہوگئے ۔ بخشی نے عرض کیا : ''حکم ہو تو یہ روپیہ سپاہیوں کو پہنچا دوں ؟'' فرمایا : ''بہت خوب'' اس نے روپیہ فوج میں تقسیم کر کے ان سے رسید لے لی اور خان کی خدمت میں پیش کردی ۔ اس نے فرمایا : ''یہ کاغذ کیا ہے ؟'' بخشی نے عرض کیا : ''یہ رسید ہے جو میں نے سپاہیوں سے لی ہے تاکہ تنخواہ تقسیم کرتے وقت (یہ رقم) اس میں سے منہا کرلی جائے ۔'' اس نے فرمایا : ''میں بنیا نہیں ہوں کہ ان سے رسید لوں ۔ چونکہ وہ میرے لیے جان کی بازی لگاتے ہیں ، میں نے یہ روپیہ انہیں بخش دیا'' ۔ یہ رقم نو لاکھ ٹنکے تھی ۔

تاتار خان ایک دنیا پر بخشش کرتا تھا ۔ اس کا یہ قاعدہ تھا[3] کہ جہاں کہیں سے بھی نذرانہ آتا تھا وہ اپنے عہدیداروں میں بانٹ دیتا تھا۔ اگر یہ نذرانہ سواری کی صورت میں ہوتا تو وہ جلوداروں اور چوبداروں کو مل جاتا ، اگر جلوت میں پیش ہوتا تو مصاحبوں اور خلوت میں آتا تو خدمت گاروں کے ہاتھ آ جاتا تھا ۔ ایک دن ایک حجام حجامت بنا رہا تھا ۔ سنبھل کے حاکم زین خان[4] نے تین عمدہ قسم کے اور دلفریب نقوش سے

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''جلال خان''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''قلعہ مانڑو'' ۔ نسخہ ج میں ''ماندون''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''ایمن خان حد درجہ بخشش کرنے والا تھا ۔ اس کا یہ ضابطہ تھا''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''احمد خان حاکم سنبھل''

منقش شامیانے[1] بھیجے ۔ اس نے حکم دیا حجام کو دے دیے جائیں ۔ ملو خان سروانی[2] نے ، جو کہ مصاحب اور خان سے بے تکلف تھا ، کہا : ''اگر ارشاد عالی ہو تو میں ان کی قیمت حجام کو دے دوں اور یہ شامیانے لے لوں۔[3]'' فرمایا : ''تو ہمارے ضابطے کو توڑ رہا ہے ۔ یہ بات اگر کوئی دوسرا کہتا تو ہم اس کو سزا دیتے ۔''

ہیبت خان گرگ انداز تھا ۔ گرگ اندازی کا خطاب اسے یوں ملا کہ ایک دن بیانہ کے نواح میں شکار کے لیے گیا ہوا تھا ۔ سکندرہ کے باغ میں[4] جشن برپا تھا ۔ امراء میں سے دریا خان سروانی ، محمود خان لودھی اور دولت خان بھی مجلس میں بیٹھے تھے ۔ ناگاہ دو بڑے بڑے بھیڑیے ایک بھیڑ کو اٹھا لے بھاگے[5]۔ گلہ بانوں نے شور مچایا ۔ اس وقت ہیبت خان رفع حاجت کے بعد واپس آرہا تھا ۔ جب بھیڑیے اس کے پاس پہنچے تو اس نے خدمت گاروں سے تیر کمان طلب کیا ۔ وہ بلا کا تیر انداز تھا ۔ تیر اس کی شست سے نکلا اور دونوں بھیڑیوں کے جسم کو چھیدتا ہوا زمین پر جا گرا ۔ اس دن سے وہ اس لقب سے ملقب ہوا ۔ وہ مجلس میں[6] اتنی بخشش کرتا تھا کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے[7]۔ ایک دن

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''راوٹی'' فرہنگ آصفیہ (جلد دوم ، صفحہ ۳۴۶) میں راوٹی کے معنی لکھے ہیں ۔''ایک قسم کا چھوٹا تنبو ، چھولداری ، چار طاق ، چو گوشہ خیمہ''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بلو خان''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''عرض کیا کہ یہ راوٹی میں لے لوں اور اس کی قیمت اسے پہنچا دوں''

۴ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''سکندری باغ میں''

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''گلے کو لے اڑے''

۶ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''شراب کی مجلس میں''

۷ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''ایک دن سلطان ابراہیم کے بھائی جلال خان نے کہا : ہیبت خان ! ہم نے سنا ہے کہ تم مستی میں اتنی بخشش کرتے ہو ، اگر ہشیاری میں کرو تو جانیں ۔ ہیبت خان نے اس دن سے شراب چھوڑ دی اور عالم ہوش میں اتنی بخشش کی کہ لوگوں کو حیران کر دیا ۔ جتنی سونے چاندی کی صراحیاں تھیں توڑ ڈالیں اور سونا چاندی لوگوں میں بانٹ دیا ۔ ایک دن ایک شاعر...''

مومن خان[1] نامی ایک شاعر نے ، جو بیانہ کا رہنے والا تھا ، ایک قطعہ خان عالی شان کی شان میں کہا اور قوالوں کو دیا تاکہ ، جس روز خان جشن منائے اور امراء کبار بھی موجود ہوں ، خان کے حضور میں گائیں ۔ قوالوں نے جشن کے دن وہ قطعہ گایا تو بساط ، جس پر اس روز بیٹھا تھا ، اس شاعر کو دے دی اور سات ہزار ٹنکے[2] قوالوں کو بطور انعام دیے ۔ اس سے اس کی سخاوت کا (بخوبی) اندازہ کیا جا سکتا ہے ۔

قطب خان جو ایک حسین و جمیل نوجوان تھا ، سخاوت اور شجاعت میں اپنی مثال آپ تھا ۔ سلطان نے اسے اپنے مصاحبوں میں شامل کر رکھا تھا ۔ جن دنوں سلطان کالپی گیا ہوا تھا ، قطب خان ایک روز شکار کے لیے نکلا ۔ اچانک اسے ایک سفید کھال والا ہرن نظر آیا تو اس نے اس کی طرف اپنا گھوڑا دوڑایا ، هرن آہستہ آہستہ بھاگتا رہا تا آنکہ (وہ اس کے پیچھے پیچھے) لشکر سے جدا ہوگیا ۔ جب ذرا اور آگے بڑھا تو اسے ایک وسیع میدان نظر آیا ۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں پر خیمے برپا ہیں ۔ وہ ہرن ان میں سے ایک خیمے میں گھس گیا ۔ قطب خان بھی اس کے پیچھے پیچھے وہاں جا پہنچا ۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ایک رنگین بساط بچھی ہے ۔ جس کے حاشیہ پر موتی اور جواہر ٹکے ہوئے ہیں اور جس پر مرصع تخت بچھا ہوا ہے ۔ لیکن وہاں پر کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا ۔ وہ وہاں پر

---

۱ ۔ ضیاء برنی نے تاریخ فیروز شاہی (صفحہ ۱۱۳) میں ملک علاءالدین کشلی خان، جو کہ سلطان بلبن کا برادر زادہ تھا ، کے بارے میں لکھا ہے :
''داد و دہش کا یہ عالم تھا کہ حاتم طائی سے بھی سبقت لے گیا تھا ۔ خواجہ شمس معین نے گویوں کو ایک غزل دی کہ جشن کے روز علاءالدین کی مدح میں پڑھیں ۔ ملک علاءالدین نے غزل سننے کے بعد اپنی پایگاہ میں جتنے بھی گھوڑے تھے ، خواجہ شمس معین کو بخش دیے اور گویوں کو دس ہزار ٹنکے انعام میں دیے''

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''دو ہزار ٹنکے'' شاید صحیح دس ہزار ٹنکے ہو کیونکہ نسخہ الف اور ب میں بعض جگہوں پر دو ہزار لکھا ہے اور نسخہ ج میں دو ہزار کی بجائے دس ہزار لکھا گیا ہے ۔ دیکھیے صفحہ ۹۲ ، نوٹ ۱

حیرت زدہ سا ہو کر کھڑا رہا ۔ نہ اس بات کا یارا تھا کہ لوٹ آئے اور نہ اس کی ہمت کہ اندر چلا جائے ۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس سر بستہ حکمت کا سررشتہ معلوم کرے اور کھوج لگائے کہ آخر ماجرا کیا ہے ؟ اسی اثنا میں ایک آفتاب عذار اور لطافت میں گل گلزار ، خوش قامت اور دلکش صورت والی دوشیزہ خیمے سے باہر آئی اور شکر گفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت ہی رسیلی آواز میں گویا ہوئی : ”قطب خاں ! حیران کیوں ہے؟ گھوڑے سے اتر اور ہمارے کاشانے کی روشنی میں اضافہ کر تاکہ وہ سربستہ راز ، جو تو جاننا چاہتا ہے ، جان جائے ۔“ قطب خاں اس دلاوری کو بروئے کار لاتے ہوئے ، جس کے لیے وہ شہرت رکھتا تھا ، گھوڑے سے اترا اور گھوڑے کو خیمے کی طناب سے باندھ دیا ۔ جب پہلے سرا پردے میں داخل ہوا تو دوپہر کا وقت[1] تھا اور جب دوسرے سرا پردے میں پہنچا تو دیکھا کہ رات ہے[1] اور ہزاروں مشعلیں روشن ہیں ۔ ایک بساط بچھی ہے ۔ اس پر ایک مرصع تخت بچھا ہے جس پر ایک پری پیکر نازنین بیٹھی ہے اور اس کے ارد گرد کئی لالہ رخ کنیزیں دست بستہ اور خدمت کے لیے کمر بستہ حاضر ہیں ۔ جب اس چینی کی گڑیا کی نگاہ قطب خاں پر پڑی تو تخت سے اتر کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ لے جا کر تخت پر بٹھا لیا ۔ شراب ناب کا جام بھر کر دیا اور کہا : ”آؤ اور کسی طرح کا خوف دل میں نہ لاؤ ۔“ قطب خاں نے شراب ناب کے دو تین جام پیے ۔ جب شراب کا نشہ اس کے دماغ پر طاری ہو گیا تو ایسا گانا شروع ہوا کہ عالم بالا کے ساکنین بھی اس کو سن کر سر دھننے لگے ۔ یہاں تک کہ زہرہ بھی آسماں پر لوٹ پوٹ ہونے لگی ۔ قطب خاں اس مجلس خلد آئین میں ان حوران خورشید جبیں کے ساتھ جام پر جام چڑھاتا اور ان سیمیں قامتوں کے نظارے سے اپنی نظروں کو چمکاتا رہا ۔ یہاں تک کہ اسے اپنے گھوڑے اور گھر کی یاد تک نہ آئی ۔ جب رات اختتام کو پہنچ گئی اور صبح کا ستارہ طلوع ہوا تو فرط مستی و بے خوابی کے باعث اس پر نیند نے غلبہ پا لیا اور تھوڑی دیر کے لیے اسے اونگھ سی آ گئی ۔ جب آنکھ کھولی تو نہ وہ مجلس تھی ، نہ خیمہ ، اور

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”آدھا دن تھا ۔ جونہی خیمہ میں داخل ہوا ، دیکھا کہ رات کا وقت ہے ۔“

نہ وہ خورشید رو ۔ کیا دیکھتا ہے کہ اس کا گھوڑا ایک کھونٹے سے بندھا ہے اور اس کے آگے دانہ اور گھاس رکھی ہے ۔ وہ حیران رہ گیا ۔ اس کا جی چاہا کہ ان پری پیکروں کی یاد میں اپنے جامۂ جان کا گریبان چاک کر کے مجنوں بن جائے ۔ پھر جب اپنے آپ میں آیا تو چار و ناچار حیرت ہی میں سوار ہوا اور اپنے لشکر کی راہ لی[1]۔ جب اس نے یہ ماجرا سلطان کے سامنے بیان کیا تو سلطان بھی حیران رہ گیا ۔ جب بعض داناؤں سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ (کارکنان قضا و قدر نے) عالم سفلی میں اسے عالم سماوی دکھایا ہے[2]۔ قطب خان جب تک زندہ رہا اس کے دل سے یہ حیرانی نہ گئی اور ان لالہ رخوں کی یاد اس کے ذہن سے محو نہ ہوئی ۔

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں "شہر کی راہ لی"

۲ ۔ نسخہ ج میں "کہنے لگے کہ انہیں عالم سیمیا دکھایا گیا"

ظہیر الدین بابر شاہ[1]

گوہر معانی کے صرافوں نے اس گوہر تابدار کو رشتہ نظم میں یوں پرویا ہے[2] کہ ۹۳۲ھ میں بابر بادشاہ گیتی ستان نے، جس نے اس معرکے میں فتح پائی تھی، ایک ہفتہ تک اسی میدان فتح انجام میں قیام فرمایا[3]۔ سلطان ابراہیم کا تمام مال و زر، ہاتھی گھوڑے اور دیگر ساز و سامان اپنے تصرف میں لے لیا۔ اس سرزمین کو مبارک سمجھا۔ شہر کے جملہ بزرگوں کو[4] طلب کیا۔ ہر ایک کو اپنے انعام عام سے سرفراز و خوش دل فرمایا اور سلطان محمد اوغلی کو، جس نے اس جنگ میں دلیری اور بہادری دکھلائی تھی[5]، دس ہزار سوار دے کر پانی پت کا حاکم بنایا اور ایک فصل کے واجبات اسے بخش دیے۔

بعد ازاں دہلی روانہ ہوا۔ دہلی اور ارد گرد کی آبادیوں کے لوگ مغلوں کے دبدبے سے ڈر کر ادھر ادھر نکل گئے تھے۔ ہندوستان کے

۱۔ نسخہ ج میں ''بابر بادشاہ گیتی ستان''
شہزادہ محمد ہمایوں، شہزادہ میرزا کامران، شہزادہ میرزا عسکری، امیر نظام الدین، مہدی خواجہ، امیر ہندو بیگ، شاہم خان، امیر علی دیوانہ، مجنون بیگ، قرا بیگ صوفی، سلطان توس بیگ، ابراہیم افشار، جوگی بیگ، نورم بیگ، بختیار بیگ، میرک بیگ، میر حسین، نورلک بیگ، قراچہ بیگ، قاسم بیگ، احمد بیگ، آقا رضی، اعظم بیگ، میرک بیگ، جلائر خان، تردی بیگ

۲۔ نسخہ ج میں ''ان آبدار موتیوں کو اس طرح لڑی میں پرویا ہے''

۳۔ نسخہ ج میں ''ایک ہفتہ اس جگہ قیام کیا''

۴۔ نسخہ ج میں ''تمام مشاہیر کو''

۵۔ نسخہ ج میں ''محمد اوغلی کو جس نے اس جنگ میں بہادری سے''

اچھے سے اچھے آدمیوں کو دہلی اور آس پاس کے بزرگوں اور مشہور لوگوں کی تسلی خاطر کے لیے متعین کیا تاکہ انھیں عنایات شاہی کی امید دلا کر بارگاہ گیتی پناہ میں واپس لے آئیں۔

جب رایات جاہ و جلال سونی پت پہنچے تو اس شہر کے بزرگ، چودھری، سپاہی اور صراف جوق در جوق اور گروہ در گروہ بارگار والا میں پہنچے اور شاہی نوازشات سے نوازے جاتے رہے۔ تخت نشینی کے پہلے مہینے میں[1] حضرت گیتی ستاں نے لوگوں پر اتنی نوازشات اور عنایات کیں کہ ان کے دل سے خوف و ہراس دور ہو گیا اور ان کی حکومت کی طرف راغب ہو گئے۔ ایک مہینہ اور کچھ دن قلعہ الد پتھہ* کے نواح میں، جو دریائے جمنا کے کنارے واقع اور ایک دل کش جگہ ہے، ایک آرامگاہ تیار کر کے وہاں توقف فرمایا[2]۔ امیر خلیفہ اور امیر قلی سلطان کو آگرہ میں متعین کیا[3] کیونکہ سلطان ابراہیم کی ماں اور افغانوں کے اہل و عیال وہاں موجود تھے۔ چنانچہ وہ کوچ بہ کوچ

۱۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تخت نشینی کے پہلے دو مہینوں میں"

*۔ الدر پرست ؟ .. (آ آ)

۲۔ طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۱۶) میں "فرمان سعادت نشان صادر ہوا کہ شہزادۂ عالمیان محمد ہمایوں میرزا، امیر خواجہ کلاں، امیر مہدی کوکلتاش، امیر یونس علی، امیر شاہ منصور برلاس اور کچھ اور لوگ یلغار کرتے ہوئے آگرہ کی طرف جا کر اس قلعہ کو تصرف میں لے آئیں اور اس کے خزانہ کو عوام و خواص کے تصرف سے محفوظ رکھیں۔ ان کے پیچھے پیچھے آنحضرت نے بھی عنان عزیمت کو آگرہ کی طرف موڑا اور اس شہر میں نزول اجلال فرمایا" اور مآثر رحیمی (جلد اول، صفحہ ۴۹۹) میں "فتح ہی کے دن امراء کو حضرت جہانبانی جنت آشیانی کی رکاب میں دارالملک آگرہ کی جانب، جو سلطان ابراہیم کا پایۂ تخت تھا، روانہ کیا تاکہ خزانوں کی حفاظت کریں"

۳۔ نسخہ الف میں "سال... میں آگرہ میں متعین..."

وہاں پہنچ گئے - سلطان ابراہیم کی ماں[1] نے اپنے اموال ، خزائن ، اشرفیوں ، سونے کے آلات اور جواہرات ، ہاتھی گھوڑوں ، اونٹوں ، خیموں ، بارگاہوں ، غلاموں اور کنیزوں کی شق وار فہرست قلمبند کی اور خلیفہ کی خدمت میں بھیج دی اور ضمناً اپنی رہائی کے لیے بھی درخواست کی - سلطان ابراہیم کے غلام محمود خان نے آ کر اس فہرست کی دفعات خلیفہ کے حضور میں پڑھیں - خلیفہ نے یہ فہرست گیتی ستان کی خدمت میں بھیج دی اور

---

۱ - خلاصہ التواریخ مصححہ ظفر حسن (صفحہ ۲۸۸) میں لکھا ہے : ''سلطان ابراہیم کی ماں ، بچوں اور متعلقین پر بڑی عنایات کیں - ان کے خاص اموال اور خزانے انھیں کو عطا کر دیے بلکہ سات لاکھ ٹنکے از راہ شفقت سلطان کی والدہ کے لیے بطور وظیفہ بھی مقرر کیے - سلطان کی ماں نے اس عنایت بے نہایت سے ممنون ہو کر ایک الماس ، جس کا وزن آٹھ مثقال تھا اور مبصران جواہر شناس کے اندازے کے مطابق جس کی قیمت اتنی تھی کہ اس سے ربع مسکوں کا روزمرہ کا نصف خرچ چل سکتا تھا اور جس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ الماس سلطان علاء الدین کے اس خزانے میں سے تھا جو اسے راجہ بکرماجیت کی اولاد سے ہاتھ آیا تھا ، حضرت بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا'' - خلاصة التواریخ کی یہ عبارت اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۹۸) سے ماخوذ ہے لیکن تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۸۱) میں لکھا ہے : ''گوالیار کا راجہ بکرماجیت جو سلطان ابراہیم کے ساتھ تھا ، جنگ میں مارا گیا - اس کے آدمیوں نے ، جو قلعہ آگرہ میں تھے ، شہزادہ محمد ہمایوں کو ایک الماس ، جس کا وزن آٹھ مثقال تھا اور جو سلطان علاءالدین خلجی مالوی کے خزانے سے دست بدست ان تک پہنچا تھا اور جوہریوں نے جس کی قیمت کا اندازہ ساری دنیا کے ایک دن کے نصف خرچ کے برابر لگایا تھا ، پیش کیا - شہزادہ محمد ہمایوں نے اسے بادشاہ کے ملاحظہ کے لیے پیش کیا - آنحضرت نے اسے قبول کر لیا اور پھر شہزادہ ہی کو بخش دیا''

خود ایک لشکر جرار کے ساتھ اہل شہر کی حفاظت کے لیے ٹھہرا رہا[1] -

اس دوران میں خبر ملی کہ سلطان ابراہیم کے بعض امراء نے جون پور میں جمع ہو کر بغاوت کر دی ہے - گیتی ستان نے امیر قلی بیگ اور شہزادہ مرزا کامران کو اس کے گرد و نواح میں روانہ کیا - وہ مارا مار کرتے وہاں پہنچ گئے[2] - افغانوں نے اس شہزادۂ با اقبال کی آمد کا سنا تو پٹنہ کی طرف بھاگ گئے - جون پور پر قبضہ ہو گیا - شہزادہ نے امیر قلی بیگ کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ وہاں چھوڑا اور خود خدمت عالی میں واپس پہنچ گیا جہاں وہ صوبہ پنجاب کی حکومت کے لیے نامزد ہوا - میرزا قلی بیگ ملتان کی حکومت پر فائز ہوا اور ٹھٹھہ کی مہم اس کے سپرد کی گئی - محمد ہمایوں میرزا ، جو آنحضرت کا سب سے بڑا بیٹا اور ولی عہد تھا ، حضوری میں رہا[3] -

جب شہزادگان کامگار اور امرائے شوکت شعار جا بجا متعین ہو گئے تو حسن خان میواتی اور رانا سانگا کی بغاوت کی خبر ملی - معلوم ہوا کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر لیے میوات میں جمع ہو گئے ہیں - اس پر شاہ گردوں سریر نے حکم دیا کہ نئے سپاہی بھرتی کریں اور ابراہیم شاہ کے خزانے ان سپاہیوں پر نچھاور کریں - حسن خان کئی پشتوں سے صاحب سکہ و خطبہ تھا[4] - فیروز شاہ کے عہد سے اس کے خاندان میں دولت و سعادت

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "قلعہ کے اندر والے لوگوں کی نگرانی کے لیے قیام کیا تاکہ ان اندر والوں میں سے کوئی باہر نہ جانے اور اموال و خزائن ضائع نہ ہونے پائیں"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "مسلسل کوچ کرتے ہوئے وہاں پہنچے"

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "پنجاب کے لیے رخصت ہوا ، میرزا عسکری صوبۂ کابل کے لیے نامزد ہوا - ٹھٹھہ کی مہم اس کے سپرد کی اور فرمایا کہ اس کو سر کرنے کی کوشش کرے اور محمد ہمایوں میرزا... "

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "چونکہ ان دنوں عہد فیروز شاہ تک پشت در پشت صاحب تخت تھا"

اور جاہ و حشمت جمع تھے - رانا سانگا[1] نے ، جو ان ایام میں بہت بڑا رانا تھا ، حسن خان کو پیغام بھیجا کہ مغلوں نے ہندوستان آ کر سلطان ابراہیم کو مار ڈالا ہے اور اس کے ملک کو تصرف میں لے آئے ہیں - مجھے یقین ہے کہ اب وہ مجھ پر اور تم پر بھی لشکر کشی کریں گے - اگر تم مجھ سے اتفاق و اتحاد کر لو تو باہم مل کر اس کو اپنے ملک میں دخل نہ دینے دیں - حسن خان نے کچھ اپنی فوج کی کثرت کے باعث مغرور ہو جانے اور کچھ رانا مذکور کے بھکانے سے وہ پیشکش ، جو گیتی ستاں کو بھیجنے کے لیے تیار کر رکھی تھی ، نہ بھیجی - چنانچہ بادشاہ کا وکیل حصول غرض کے بغیر وہاں سے واپس آ گیا - آگرہ میں یہ اطلاع جب گیتی ستاں کے سمع شریف میں آئی تو میرزا ہندال اور اپنے داماد محمد مہدی خواجہ کو بیشمار فوج دے کر روانہ کیا اور خود بھی ان کے پیچھے اس طرف کوچ کیا - جب ان افواج قاہرہ کے آنے کی خبر حسن خان کو ملی تو رانا سانگا[2] کو پیغام بھیجا اور اسے گیتی ستاں کے لشکر کی آمد سے مطلع کیا - رانا بھی فوج جمع کر کے[3] جنگ کے ارادہ سے اپنے مسکن سے نکلا اور حسن خان سے جا ملا - انھوں نے افواج قاہرہ کی آمد کی خبر سنی تو فیروز پور کے نواح میں صف آرا ہو گئے[4] - رانا سانگا نے حسن خان کو[5] تو دائیں بازو پر متعین کیا اور خود بائیں بازو کی کمان سنبھالی - چونکہ در پردہ حسن خان سے ناراض تھا ، اس لیے چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی بہانے اسے تباہ و برباد کرا دے ، خفیہ طور پر میرزا ہندال اور خواجہ مہدی سے مل گیا - ایک وکیل بھیجا (اور کہلوایا) کہ میں تو بادشاہ کا غلام اور فرماں بردار ہوں[6] - مجھے حضرت کے نام کا خطبہ پڑھوانا

---

۱ - نسخہ ج میں ''رانا سانگا لیر''
۲ - نسخہ ج میں ''رانا سانگا نیر''
۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ہندوؤں کا لشکر جمع کر کے''
۴ - نسخہ ج میں ''فیروز پور جھرکا کے نواح میں صف آرائی کی''
۵ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''رانا سانگا کو حسن خان نے''
۶ - نسخہ ج میں ''خفیہ طور پر ہندو بیگ سے ساز باز کر کے بہت سا روپیہ بھیجا اور لکھا کہ میں بندۂ فرمانبردار ہوں۔۔''

اور سکہ جاری کرانا منظور ہے - حسن خان زبردستی مجھے میدان جنگ میں لے آیا ہے - میں افواج شاہی کے مقابلے میں نہیں آؤں گا - تمہارے معمولی سے حملے پر بھاگ نکلوں گا[1] - آپ کوشش کیجیے کہ حسن خان گرفتار ہو جائے یا مارا جائے - اگر آپ اسے مار ڈالیں گے تو ملک میوات بھی آپ کے تصرف میں آ جائے گا -

الغرض جب طرفین میں مقابلہ اور مقاتلہ شروع ہوا تو گھمسان کا رن پڑا - مہدی خواجہ حسن خان پر اچانک حملہ آور ہوا اور اسے لڑنے کی مہلت نہ دی - حسن خان نے راہ فرار اختیار کی[2] اور اس کے لشکر کے سپاہی بکھر کر ادھر ادھر چلے گئے - حسن خان کے غلام، لاو خان نے، جو دل ہی دل میں اپنے آقا سے کد رکھتا تھا، اس کے بھائیوں سے ساز باز کر کے اور ان کے بہکانے سے اپنے مربی سے بے وفائی کی - جب حسن خان کے مقربوں اور نزدیکی لوگوں میں سے کوئی شخص اس کے پاس نہ رہا تو ایک کنوئیں کے کنارے گھوڑے سے اترا اور اپنے غلام سے کہنے لگا : "اگر کھانے کے لیے کچھ ہے تو لے آؤ" اس نے کچھ روٹیاں اور مرغ کباب حسن خان کے سامنے رکھے - چند ہی لقمے کھائے تھے کہ بابر بادشاہ کے لشکر کا ایک سردار قریب آن پہنچا - حسن خان گھبرا کر اٹھا کہ سوار ہو جائے مگر اس غلام نے اس پر تلوار کا ہاتھ مارا اور اسے زخمی کر کے کنوئیں میں گرا دیا اور اس کا گھوڑا لے کر

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "تمہارے حملہ کرتے ہی طرح دے کر چلا جاؤں گا"

۲ - طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۲۶) میں "اس معرکے میں حسن خان میواتی کو، جو مرتد ہوکر اس کافر حربی سے جا ملا تھا، باوجود اپنے تیس ہزار کے مخصوص لشکر کے، ایک ایسا تیر لگا کہ اس کے اپنے لشکری اس کو وہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور مآثر رحیمی (جلد اول، صفحہ ۵۰۸) میں ہے : "حسن خان میواتی بندوق کی گولی سے گرد فنا میں جا ملا - کچھ لوگ رانا سانگا کے تعاقب پر مقرر ہوئے اور زور زور سے فتح کا نقارہ بجاتے واپس ہوئے - شیخ زین صدر نے اس واقعہ کی تاریخ "فتح بادشاہ اسلام" (۹۳۲ھ) سے نکالی ہے"-

بھاگ نکلا ۔ ادھر رانا سالنگا بھی فرار ہو گیا[1] ۔ ہندو بیگ نے اس کا پیچھا کیا اور اس کے لشکر کو تباہ کر دیا ۔ شاہ گیتی ستان کی فوج کو گھوڑوں، اونٹوں اور اسلحہ کی صورت میں اتنا مال غنیمت ملا کہ سالہا سال تک کے لیے ان کے لیے کافی تھا[2] ۔ غرض فتح عظیم حاصل ہوئی اور وہ ملک پورے طور پر تصرف میں آ گیا ۔ جا بجا عامل مقرر ہوئے ۔ سکہ اور خطبہ جاری ہوا ۔ اسے شہزادۂ اقبال مند ہمایوں کی جاگیر میں دے دیا اور خود واپس آگرہ آ گئے ۔

تخت نشینی کے ایک سال بعد میرزا کامران لاہور سے آیا[3] ۔ بھٹیوں اور کھوکھروں سے جو بہت سے گھوڑے اور زر و مال اسے ملا تھا، اس نے ایک کر کے گیتی ستان کے سامنے پیش کیا[4] ۔

اس دوران میں جون پور سے خبر پہنچی کہ سلطان محمد افغان نے، جس کا سکہ اور خطبہ بہار میں جاری ہو چکا تھا، میرزا ہندال کے خلاف لشکر کشی کی ہے اور وہ تاب مقاومت نہ لا کر جون پور سے بھاگ گیا ہے ۔ سلطان محمد کی فوج نے اس کا پیچھا کیا ۔ مقابلہ ہوا تو جنگ میں میرزا کے بہت سے سپاہی ہلاک ہو گئے[5] ۔ گیتی ستان نے سلطان جنید برلاس اور جہانگیر قلی بیگ کو دوسرے مغلوں کے ساتھ[6] (اس مہم کے لیے)

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''جون (پور ؟) کی طرف بھاگ گیا''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''تاخت و تاراج کر دیا ۔ ان میں سے کوئی لڑنے کے لیے آمادہ نہ ہوا ۔ شاہ گیتی ستان کی فوج کو مال غنیمت کے طور پر اتنے گھوڑے اور اونٹ وغیرہ ہاتھ لگے کہ شمار میں نہیں آتے تھے''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''پنجاب سے آیا''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''خداوند عالی کی نظر سے گزارے''

۵ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''پیچھے آیا ۔ اس کے بعد میرزا نے اس سے جنگ کی ۔ بہت سی فوج ...''

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''برلاس اور حیدر ملک حولک کو مغلوں کے ساتھ...''

نامزد کیا[1] - سلطان جنید دو منزلوں کو ایک ہی منزل میں طے کرتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور سلطان محمد کے لشکر کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ شروع کر دیا - ایسی جنگ ہوئی کہ چشم روزگار نے کبھی نہ دیکھی ہو گی[2] - افغان مغلوں کے تیران موشگاف کے سامنے تاب مقاومت نہ لا سکے اور بھاگ نکلے - جون پور پھر تصرف میں آ گیا - اس نے مال غنیمت اور گھوڑوں کے ساتھ فتح نامہ بھی آگرہ میں درگاہ گیتی ستان میں بھیجا - حکم ہوا کہ سلطان جنید وہیں ٹھہرا رہے اور میرزا ہندال کو دریا کی طرف روانہ کر دے - سلطان جنید افغان سے اس طرح سے پیش آیا کہ پھر کبھی انھوں نے جون پور کا رخ نہیں کیا - اس علاقے کے افغانوں اور باغیوں کے دل میں اس کی دہشت اور ہیبت بیٹھ گئی - گیتی ستان نے میرزا ہندال کو قندہار بھیجا تاکہ اس طرف سے خبردار رہے -

تخت نشینی کے دوسرے سال حضرت گیتی ستان نے دریائے جمنا کے کنارے ایک بے نظیر باغ لگایا - یہ پہلا موقع تھا جب ہندوستان میں خیابان کی طرح بندی کی گئی - ورنہ ہندوستان میں اس سے پہلے خیابان کی طرح بندی کا رواج نہ تھا - دن رات مغلوں کے ساتھ عیش و عشرت میں گزارے - گلستان مینو نشان[3] میں مصاحبوں اور مقربوں کے ساتھ رہے اور لولیانِ شیریں کار و لالہ رخسار کے ساتھ داد عیش دیتے رہے[4] - یوں مغلوں کو ، جنھیں سالہا سال سے ہندوستان کی حکومت حاصل کرنے کی آرزو تھی ، اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہندوستان کی حکومت حاصل ہو گئی اور وہ عیش و نشاط میں مصروف ہو گئے - اس باغ ہی کی طرح میرزا کامران نے لاہور میں ایک دوسرا باغ لگایا -

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''دوسرے مغلوں اور ہندوستان کے لشکر کے ساتھ نامزد کیا''

۲ - نسخہ ج میں ''گھسان کی لڑائی ہوئی''

۳ - نسخہ الف اور ب ''مینوشان''

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سرود سازی اور شاہد بازی کرتے رہے''

امیر خلیفہ سلطنت کا کام چلاتا تھا ۔ اس کا حکم گویا سلطان ہی کا حکم تھا[1]۔ الغرض جب ہندوستان میں بادشاہت کو بطریق احسن استحکام حاصل ہو گیا اور اس کا فرمان آب رواں کی طرح بحر و بر پر رواں دواں ہو گیا تو راجہ چندیری نے بغاوت کر دی اور بادشاہ کی اطاعت سے منہ موڑ لیا ۔ اس نے ارغون خان سے ، جو اس صوبہ میں موجود تھا ، جنگ کر کے اس کو شکست دی ۔ ارغون خان نے امیر خلیفہ کو اس امر کی اطلاع دی تو اس نے ارغون خان کے بھائی کو بہت بڑی فوج دے کر روانہ کیا جو کوچ بکوچ وہاں پہنچ گیا[2]۔ راجہ چندیری ، جو ارغون خان کو شکست دے کر دلیر ہو گیا تھا ، اپنی فوج لیے چندیری سے باہر نکلا ۔ پادہرا کے میدان میں ، جو کہ چندیری کے مضافات میں ایک گاؤں ہے ، جنگ کر کے ارغون خان کے بھائی کو بھی شکست دی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے مظفر و منصور چندیری لوٹ گیا ۔ امیر خلیفہ نے جب اس فوج کی ہزیمت کا حال کشور ستانی کی خدمت میں عرض کیا تو حکم ہوا کہ گیتی ستان کے کارخانے جنگ کی تیاری کرنا شروع کر دیں ۔ جب کارخانوں میں جنگ کا ساز و سامان تیار ہو گیا تو شاہان عالیشان کی طرح بڑے کر و فر کے ساتھ آگرہ سے نکلے اور متواتر کوچ کرتے ہوئے وہاں کا رخ کیا ۔ امیر ہندو بیگ کو چھ ہزار سواران جرار کے ساتھ آگے آگے روانہ کیا اور اللہ وردی خان شاملو کے نام بھی جو مالوہ میں تھا ، فرمان صادر ہوا کہ امیر ہندو بیگ سے مل کر اس کافر کی تادیب کے لیے روانہ ہو ۔ چنانچہ ان دونوں نے چندیری کا رخ کیا ۔ راجہ چندیری نے

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ہے "امیر خلیفہ کاروبار حکومت چلاتا تھا ۔ چونکہ امیر خلیفہ سلطنت کا کرتا دھرتا تھا ، فوج اور فوج کے سردار امیر شہریار کی اطاعت کا دم بھرتے تھے"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس سے جنگ کی اور وہ خزانہ ، جو اس نے حضرت کو روانہ کیا تھا ، راستے میں لوٹ لیا ۔ شاہ گیتی ستان نے ارغون خان کے بھائی اور احمد سلطان کو ایک بہت بڑی فوج دے کر روانہ کیا"

فرور میں آکر ہر طرف سے فوج جمع کی اور اپنے بھتیجے کو ان دو امیروں سے ، جن کا شمار اس زمانے کے بہادروں اور صف شکنوں میں ہوتا تھا ، لڑنے کے لیے بھیجا - لڑائی دریائے جمنا کے کنارے ہوئی - جنگ کے شروع میں کافر جان ہتھیلی پر رکھ کر اس شدت سے لڑے کہ گیتی ستاں کی فوج کے بہت سے سپاہی میدان جنگ میں شہید ہوگئے - ان دونوں امیروں نے جب یہ دیکھا کہ ان کی فوج کافروں سے پٹ کر بیدل ہوگئی ہے تو میدان سے پسپا ہو کر ایک باغ میں چلے آئے - راجہ کا بھتیجا بھی شیر ہو کر[۱] ان کے مقابلے کے لیے آ پہنچا - گیتی ستاں کو جب ان دونوں امیروں کی ہزیمت کی خبر پہنچی تو انھوں نے ایک طول طویل سفر طے کر کے اس طرف کا رخ کیا - ان دولوں امیروں نے جب رایات عالیہ کی آمد کا سنا تو ایک رات ، جو ظالموں کے دل سے بھی زیادہ سیاہ تھی ، دو دستے تیار کیے اور کافروں پر شب خون مار کر ان کالے منہ والوں کا بھرکس نکال دیا[۲]۔ راجہ کا بھتیجا قتل ہو گیا اور باقی سپاہی گرفتار ہوگئے - کفار کے اس لشکر سے اس قدر مال غنیمت بادشاہ گیتی ستاں کی فوج کے ہاتھ آیا کہ سالہا سال ان کی کفایت کرتا رہا - انھوں نے ان کے سروں کا انبار لگا دیا ، خون کا دریا بہا دیا اور حضرت کے نام فتح نامہ بھجوا دیا - گیتی ستاں بھی چندیری کی طرف روانہ ہوئے - راجہ نے جب اپنے لشکر کی شکست اور اپنے بھتیجے کے قتل کا حال سنا تو گھبرا گیا کیونکہ اس کا بازوئے شمشیر زن تو وہی بد کردار اور جفاپیشہ تھا[۳]۔ بہر حال اس نے ایک اور فوج جمع کی اور سلطانی لشکر کے مقابلے میں آیا - وہ بد بخت یہ نہیں جانتا تھا کہ مچھر کی کیا طاقت جو باد صرصر کے سامنے ٹھہرا رہے ؟ -

---

۱ - شیرک بمعنی دلیر اور جری اور یہ لفظ ساختن ، شدن اور کردن کے ساتھ مستعمل ہے - فرہنگ آنند راج : دوم ، صفحہ ۹۰۶ اور نسخہ ج میں ہے ''راجہ کا بھائی''

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ان کا بھیجا نکال دیا ، بہت سے مجرموں کو قتل اور باقیماندہ کو قید کردیا''

۳ - الف اور ج دونوں نسخوں میں ''سراسیمہ ہو گیا کیونکہ جتنے بھی مردان کار تھے ، میدان جنگ میں گھوڑوں کے سموں تلے روندے گئے''

بھولے کا شہباز سے کیا مقابلہ ؟ مغلوں نے پہلے ہی حملے میں ان سیاہ رووں کے قدم اکھاڑ دیے[1] - جب راجہ کا سر مست ہاتھی کے پاؤں تلے کچلا گیا[2] تو گیتی ستان نے رایات جاہ و جلال کے ساتھ چندیری کے نواح میں نزول اجلال فرمایا - لشکر عالی کے ہراول دستے کے جوان مردوں نے قلعہ چندیری کو قبضہ میں لے لیا اور راجہ کے اہل و عیال کو قید کر کے انہیں دارالسلطنت میں پہنچا دیا - (ان میں دوشیزائیں بھی تھیں) ایسی گل رخسار کہ ستاروں کی آنکھوں کے سوا کسی نے ان کا چہرہ تک نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ہوائے گرم نے ان کے بدن کو چھوا تھا - راجہ کی دو بیٹیاں ، جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھیں ، (گرفتار ہو کر آئیں) جن میں سے ایک تو انھوں نے میرزا کامران کو اور دوسری میرزا محمد

---

۱ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''پہلے ہی حملے میں اس سیاہ رو کو پچھاڑ دیا اور اس کے لشکر کے خون کی ندی بہ نکلی - جب اسی راجہ (میدنی رائے) کا سر مست ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلا گیا''

۲ - نسخہ ج میں ''ان کافروں کے سر مست ہاتھی کے پاؤں تلے کچلے گئے''- ہاتھی کے پاؤں تلے ڈبہ پھینکنا ، ایک طریقہ تھا جو ہاتھیوں کو دلیر اور نڈر بنانے کے لیے استعمال ہوتا تھا - ڈبہ ایک معین و مقرر ظرف ہوتا تھا جو خام چمڑے (یا ٹین) سے تیار کرتے تھے اور بسا اوقات اسے روغن یا ڈھیلوں وغیرہ سے پر کر کے ان کے پاؤں میں ڈال دیتے اور انہیں ان پر چلاتے تھے تاکہ ان سے بار بار وحشت خیز آوازیں نکلیں اور جب ان کو ان پر چلنے کی عادت ہو جائے تو معرکوں میں بندوقوں وغیرہ کی آواز سے وحشت زدہ نہ ہوں - فرہنگ آنند راج : جلد دوم ، صفحہ ۲۳ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۱۲) میں لکھا ہے : ''بدھ کی صبح ۷ جمادی الاول ۹۳۴ھ کو چندیری حسب دل خواہ فتح ہو گیا اور اس تائید الٰہی کی تاریخ ''فتح دارالحرب'' میں ہے - اس مقصد کے حاصل ہو جانے کے بعد چندیری سلطان ناصرالدین کے نواسے احمد شاہ کو عنایت کیا اور اتوار ۱۱ جمادی الاول کو مراجعت فرمائی''

ہمایوں کی خدمت عالی میں ارسال فرمائی[1]۔ باقی (دوشیزائیں) سرداران فوج کو بخش دیں ۔ تین مہینے[2] وہیں سیر و شکار میں گزارے اور پھر وہاں سے آگرہ کا رخ کیا ۔

تخت نشینی کے تیسرے سال رایات جاہ و جلال سرہند پہنچے[3]۔ راجہ کہلور خدمت عالی میں حاضر ہوا اور تین من زر سرخ بطور نذرانہ پیش کیا[4]۔ چنانچہ وہاں اس کی زمینداری پر بدستور متعین رہا ۔ پھر جب علم آسمان فرسا لاہور کے نواح پر سایہ فگن ہوا تو میرزا کامران نے شرف باریابی حاصل کیا ۔ آس پاس کے زمینداروں کو تخت گیتی ستان کی پایہ بوسی کے لیے ہمراہ لایا ۔ شاہی لشکر لاہور کے گرد و نواح میں اترا تو آفتاب فلک پیما (بابر بادشاہ) کا سراپردہ ، میرزا کامران کے باغ میں نصب کیا گیا[5] ۔ اس گلستان فردوس نشان میں ایسا جشن منایا گیا کہ چشم ستارگان جس کی پیالہ خوان تھیں ۔ تین روز وہاں جشن برپا رہا ۔ اس کے بعد حضرت گیتی ستان کے پرچم بلند ہوئے اور قلعہ لاہور میں داخل ہوئے ۔ جس روز قلعہ میں داخل ہو رہے تھے ، میرزا کامران نے لاہور کے بازاروں کو ابریشمی اور زردوزی کے کپڑے سے خوب صورت دلہنوں کی طرح آراستہ کیا اور ساری فوج کو سرخ اور زرد پرچموں کے ساتھ نو بہار کی طرح پیراستہ کر کے باغ کے دروازے سے شہر کے دروازے تک دو رویہ کھڑا کیا ۔ مست ہاتھیوں پر زر نگار پالان ڈالے اور انہیں زیورات پہنا

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''دوسری کو انھوں نے میرزا محمد ہمایوں شہزادہ کی خدمت کے لیے مقرر کیا''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''دو مہینے'' اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۱۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ چار روز بعد وہاں سے مراجعت فرمائی ۔

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''رایات جاہ و جلال لاہور کی جانب روانہ ہوئے ۔ سرہند تک راجہ...''

۴ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''سات باز اور تین من سونا نظر سے''

۵ ۔ نسخہ ج میں ''میرزا کامران آ کر شرف پابوسی سے مشرف ہوا ۔ علاقہ سندھ کے زمینداروں کو ایک ایک کر کے پیش کیا ۔ بادشاہ نے میرزا کامران کے گلستان میں نزول فرمایا''

کر کوکبۂ خاص کے سامنے سے گزارا - پھر شہر کے دروازے سے لے کر قلعے کے دروازے تک فقیروں اور محتاجوں پر اشرفیاں نچھاور کرتے ہوئے قلعہ میں داخل ہوئے، جہاں سکندر لودھی کے محل میں ایک عالی شان مجلس آراستہ کی[۱] - الغرض جب نواحِ پنجاب میں سیر و شکار پسند خاطر ہوا تو ایک سال تک یہاں قیام فرمایا[۲] - میرزا ہندال بھی کابل سے آکر شرف پا بوسی سے مشرف ہوا اور طرح طرح کے اعزازات سے سرفراز کیا گیا - جب سردی کے دن گزر گئے تو کابل کی طرف مراجعت فرمائی اور وقت رخصت اس کو دو ہاتھی، چار گھوڑے، خنجر کے لیے مرصع کمر بند اور ایک لاکھ روپیہ عنایت ہوا -

رجب کی چوتھی تاریخ کو پھر آگرہ کا رخ کیا[۳] - جب سرہند[۴] پہنچے تو سامانہ کے شرفاء میں سے کسی نے استغاثہ دائر کیا کہ موہن منداہر[۵] نے ہمارے دیہات اور املاک جلا دیے ہیں اور مویشی لوٹ کر ہمارے بیٹے کو جان سے مار ڈالا ہے - حضرت گیتی ستان نے علی قلی ہمدانی کو تین ہزار سواروں کے ساتھ متعین فرمایا کہ منداہر سے کینہ جوئی کا انتقام لے[۶] - علی قلی نے وہاں پہنچ کر گاؤں پر جہاں اس

---

۱ - نسخہ ج میں ”فوج رنگا رنگ پرچموں اور مست ہاتھی ساز گوہر نگار و زرتار سے آراستہ، کوکبۂ عالی کے آگے آگے متعین کر کے، شہر کے دروازے سے قلعہ کے دروازے تک فقیروں اور محتاجوں پر اشرفیاں نچھاور کرتے ہوئے، قلعہ میں آئی - ایک جشن عالی محل میں...“

۲ - نسخہ ج میں ”چونکہ وہاں کی آب و ہوا پسند آئی، اس لیے ایک سال قیام رہا“

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ”آگرہ کی طرف روانگی کے لیے حضرت گیتی ستان کے رایات جاہ و جلال بلند کیے گئے“

۴ - نسخہ الف میں ”سہرند“

۵ - نسخہ الف میں ”موہن منداہرو“

۶ - نسخہ ج میں ”متعین کیا کہ اس کی فریاد رسی کریں - انھوں نے اس گاؤں میں جہاں وہ منداہرو“
نقار کا لفظ بکسر اول اور رائے مہملہ کینہ اور عناد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے - غیاث اللغات : صفحہ ۵۷۵“

منداہر کی سکونت تھی ، حملہ کر دیا ۔ اتفاق سے اس منداہر کے بیٹے کی شادی تھی اور وہاں بہت سے منداہر جمع تھے جو سب کے سب جنگ کے لیے نکل آئے ۔ سردیوں کے دن تھے ۔ سلطانی فوج ساری رات سفر کر کے صبح کے وقت وہاں پہنچی ۔ سردی کے باعث ہاتھ یوں شل ہو گئے تھے کہ وہ کمان کا چلہ تک نہیں کھینچ سکتے تھے ۔ منداہر اپنے گھروں میں آگ کے سامنے سے گرما گرم اٹھ کر جنگ کے لیے نکل آئے ۔ انھوں نے ایسی تیر اندازی کی کہ سلطانی فوج کو مقابلے کی تاب نہ رہی ۔ بہت سے مشہور و معروف مغل میدان میں کھیت رہے ۔ اگرچہ علی قلی نے کوشش میں کوتاہی نہیں کی تھی لیکن منداہروں نے کسی کو گاؤں کے قریب بھی نہ پھٹکنے دیا[1] ۔ وہاں سے پیچھے ہٹ کر فوج ایک جنگل میں آ گئی جہاں بہت سا ایندھن جمع کر کے جلایا ۔ جب فوج کو سردی سے نجات ملی تو اس نے پھر اس گاؤں پر حملہ کر دیا لیکن پھر بھی کوئی فائدہ نہ ہوا[2] ۔ جب پانی پت میں یہ خبر حضرت گیتی ستان کو پہنچی تو ترسم بہادر[3] اور نورنگ بیگ کو چار ہزار سواروں اور بہت سے ہاتھیوں کے ساتھ اس مہم پر متعین کیا[4] ۔ لہٰذا وہ راتوں رات کوچ کر کے وہاں پہنچ گئے ۔ اتفاقاً اس رات کچھ اور منداہروں کی شادی تھی ۔ شراب پی کر داد عیش دے رہے تھے ۔ مغلوں نے رات کے آخری حصہ میں تین فوجیں تیار کیں ۔ ترسم بہادر کی فوج مغرب ، علی قلی خاں کی فوج مشرق اور نورنگ بیگ کی فوج شمال کی طرف متعین ہوئی ۔ ترسم بہادر مغرب کی طرف سے سامنے آیا تو منداہر ، جو علی قلی کو شکست دے کر جری ہو گئے تھے ، جنگ کے لیے نکل آئے ۔ ترسم بہادر ، جیسا کہ قرار پایا تھا ، جنگ سے منہ پھیر کر بھاگ نکلا ۔ منداہروں نے اس کا پیچھا کیا ۔ جب وہ (پیچھا کرتے) گاؤں سے ایک کوس دور نکل آئے تو نورنگ بیگ

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "علی قلی نے کوشش کی مگر بات نہ بنی"
۲ ۔ نسخہ ج میں "منداہروں نے کمانداری کی"
۳ ۔ نسخہ ج میں "رستم بہادر"
۴ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "چھ ہزار سواروں کے ساتھ"

اور علی قلی بلائے ناگہانی کی طرح گاؤں پر پل پڑے اور اس کو آگ لگا کر قتل عام کرنے لگے - منداھروں نے آگ لگی دیکھی تو گاؤں کی طرف دوڑے - دوسری جانب سے ترسم بہادر بھی لوٹ آیا - اس طرح سلطانی لشکر نے انھیں گھیرے میں لے کر تہ تیغ کرنا شروع کر دیا - ایک ہزار کے قریب آدمی قتل ہوئے اور کوئی ایک ہزار کے قریب ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے گئے - خون کی ندی بہ نکلی اور سروں کے انبار لگ گئے[1] - وہ منداہر زندہ گرفتار ہو گیا[2] - انھوں نے اس گاؤں کا فتح نامہ حضرت گیتی ستاں کی خدمت میں بھیجا اور اس گاؤں کو اس طرح پیوند زمین کر دیا کہ ہمارے زمانے تک ، جب کہ اس واقعہ کو ایک سو تیس سال[3] گزر چکے ہیں ، وہ گاؤں ویران رہا اور کبھی آباد نہ ہوا - الغرض یہ مال غنیمت لیے سریر آسمان نظیر کی پابوسی کے لیے بڑی تیزی سے روانہ ہوئے اور بارگاہ سلطانی میں آ کر تمام کا تمام مال غنیمت تخت سلطانی کے سامنے پیش کر دیا - جب حضرت گیتی ستان نے ان سب عورتوں کو دیکھا تو ان میں سے بیس تخت کی خدمت کے لیے رکھ کر باقی سب امراء کو بخش دیں - اس منداہر کو ، جسے زندہ پکڑ کر لائے تھے ، آدھا زمین میں گاڑ کر تیروں کی باڑھ ماری - یوں شاہی فوج کا رعب داب اس حد تک ھند کے لوگوں کے دل میں بیٹھ گیا کہ اس کے بعد کسی نے مخالفت کا دم نہ مارا اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کی -

اس کے بعد حضرت گیتی ستان دو مہینے دہلی کے نواح میں سیر و شکار میں گزار کر آگرہ گئے جہاں انھوں نے شہزادۂ بلند اقبال محمد ہمایوں

---

۱ - نسخہ ج میں ''سروں کے ڈھیر لگ گئے - جب فوج کو ایسی فتح نصیب ہوئی تو اس گاؤں کو پیوند خاک کر کے''

۲ - ایلیٹ (جلد پنجم ، صفحہ ۱۴ ، سطر ۳۲ ''موہن زندہ گرفتار ہو گیا''

۳ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''وہ گاؤں جو کہ کیتھل کے پرگنے میں واقع ہے ، آج کے دن تک ایک سو ساٹھ سال سے ویران پڑا ہے''

میرزا کو ایک بہت بڑی فوج دے کر صوبہ سنبل[1] میں تعینات فرمایا اور حکم دیا کہ عید کے بعد روانہ ہو جائیں ۔

کہتے ہیں جاڑوں کی ایک رات جب حضرت پیالہ نوش جان فرما چکے تھے ، کسی کام کے سلسلے میں محمد ہمایوں میرزا کو طلب کیا ۔ بوستان شاہی کا یہ اونہال جب حضور میں آیا تو حضرت چونکہ مدھوش تھے ، تکیے پر سر رکھے سو گئے ۔ شہزادہ اسی طرح ہاتھ باندھے با ادب کھڑا رہا ۔ جب آدھی رات کو حضرت گیتی ستاں نیند سے بیدار ہوئے تو اسے کھڑا دیکھ کر فرمایا : ''تو کب آیا ؟'' شہزادہ نے عرض کیا : ''اسی وقت جب حضرت نے مجھے یاد فرمایا تھا'' ۔ بادشاہ کو یاد آ گیا ۔ بے حد خوش ہوئے ۔ فرمایا : ''اگر خدا تعالیٰ تجھے تخت و تاج بخشے تو بھائیوں کو قتل نہ کرنا اور چشم پوشی سے کام لینا'' ۔ شہزادہ نے سر زمین پر رکھا اور حضرت کا کہنا قبول کیا ۔ حضرت نے اس کے بعد اسے ولی عہد کے خطاب والا سے سرفراز اور خوش دل کر کے رخصت فرمایا[2] ۔ یہی وجہ تھی کہ میرزا کامران ، میرزا عسکری اور میرزا ہندال نے اگرچہ سو طرح سے گستاخیاں کیں اور جنگ پر بھی اتر آئے لیکن جب ان پر فتح حاصل کی تو ان کے افعال ناشائستہ کو خاطر میں نہ لائے ۔ جب بھی وہ راہ راست پر آ جاتے ، سو گنا زیادہ التفات فرماتے اور ان کے کرتوتوں کو کبھی نہ جتاتے تھے ۔

الغرض شہزادے کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ صوبہ سنبل کی طرف ، جو مواس کے اس طرف واقع تھا ، روانہ فرمایا ۔

دو تین مہینوں کے بعد جب گیتی ستاں کے بدن مبارک میں بیماری رونما ہوئی تو انھیں اسی باغ میں جو انھوں نے دریائے جمنا کے کنارے لگایا تھا ، لے گئے ۔ امیر نظام الدین خلیفہ ان کا علاج معالجہ بھی

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''سنبھل''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''رخصت ارزانی فرمائی ۔ اس کے بعد بدن مبارک میں ایک بیماری''

کراتا رہا ور کاروبار بادشاہی بھی چلاتا رہا ۔ جب بیماری بڑھ گئی[1] تو اسے خیال آیا کہ جب جنت آشیانی[2] کے مرض کی یہ حالت ہے تو تدبیر کرنی چاہیے کہ یہ ملک صاحب قران کے خاندان ہی میں رہے اور کسی بیگانے کے پاس نہ چلا جائے۔

مختصر یہ کہ حضرت کشور ستانی کی بیماری روز بروز بڑھنے لگی ۔ آخر کار قضائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے بروز جمعہ بتاریخ چہارم ۹۳۷ھ آگرہ میں اس جہان فانی سے بہشت جاودانی کی راہ لی[3] ۔ انار اللہ برھانہ ۔

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''جب بیماری روز بروز بڑھتی جا رہی تھی''

۲ ۔ اکبر نامہ میں فردوس مکانی سلطان بابر اور جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ کے لیے استعمال ہوا ہے لیکن یہاں جنت آشیانی سے مراد بابر بادشاہ ہے۔

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''بتاریخ ۹ ذی الحجہ سنہ'' (سن مذکور نہیں اور دونوں نسخوں میں بھی جگہ خالی ہے) ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۶) میں لکھا ہے ''پانچویں جمادی الاول سنہ ۹۳۷ھ محنت سرائے انس سے عالم قدس کی طرف روانہ ہوئے ۔ اس شہر یار گیتی مدار کی مدت سلطنت اڑتیس سال تھی جن میں سے پانچ سال ہندوستان میں گزرے تھے ، بارہ سال کی عمر میں سلطنت پائی اور پچاس سال کی عمر میں دنیا کو خیر باد کہا'' ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۹۳) میں ہے ۔ ''دو شنبہ کے دن پانچ ماہ جمادی الاول ۹۳۷ھ کو داعی حق کو لبیک کہا'' ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۱۸) میں ''ششم جمادی الاول سنہ ۹۳۷ھ میں وفات پائی''

محمد ہمایوں پادشاہ[1]

راویان اخبار اور داہیان آثار نے معدن الاخبار کے گلستان سے[2] یوں گل چینی کی ہے کہ چوتھی آبان سنہ ۹۳۷ھ کو جب شاہ کشور ستان نے آگرہ میں جہان فانی سے کوچ کیا تو امیر نظام الدین خلیفہ کے دل میں، جو اس وقت صاحب اختیار اور سلطنت کا مدار المہام تھا، شہزادہ محمد ہمایوں میرزا سے بعض وجوہات کی بنا پر، جو کہ دنیوی معاملات میں پیش آ جاتی ہیں، خوف و ہراس سا تھا اور ان کی سلطنت سے راضی نہ تھا۔ دوسرے شہزادے دور تھے۔ حضرت فردوس مکانی کا داماد مہدی خواجہ چونکہ جوان، سخی اور فیاض تھا اور امیر خلیفہ سے رابطہ[3] اتحاد رکھتا تھا، خلیفہ نے فیصلہ کیا کہ بادشاہت اسے دے دے۔ یہ بات لوگوں میں

۱۔ نسخہ ج میں "محمد ہمایوں بادشاہ، جلال الدین محمد اکبر شاہزادہ، محمد حکیم شہزادہ، میرزا کامران بھائی، میرزا عسکری بھائی، میرزا ہندال بھائی، بیرم خان، خواجہ معظم، بابا دوست، محمد حیدر، میرزا قلی، علی قلی شیبانی، حسن قلی، اسکندر خان، شاہ ابوالمعالی، خضر خان، اسکندر خان، خواجہ تردی، شاہ بداغ خان، کیان خان، خواجہ قلی، تمر بیگ دیوانہ، پولاد بیگ، احمد بیگ، ابراہیم بیگ

۲۔ معدن الاخبار یا معدن اخبار احمدی، احمد بن بہبل بن جمال کم گو المشتہر بہ کنبو کی تصنیف ہے جو سلطان جہانگیر بن اکبر بادشاہ کے عہد میں سنہ ۱۰۲۳ھ میں تالیف ہوئی اور تاریخ عالم از حضرت آدم النبی لبینا علیہ السلام اور ان سے لے کر عہد جہانگیر تک کے واقعات پر مشتمل ہے۔ دیکھیے: فہرست کتب خطی برٹش میوزیم از ڈاکٹر ریو۔ جلد دوم، صفحہ ۸۸۸"

پھیل گئی اور وہ اس کے سلام کے لیے جانے لگے[1] - ایک دن جب کہ مہدی خواجہ دربار میں آیا ہوا تھا ، اتفاقاً امیر خلیفہ بھی اس سے ملاقات کے لیے آ گیا - وہ دربار میں تنہا بیٹھا تھا - امیر خلیفہ ، خواجہ مہدی اور مقیم ہروی کے سوا دربار میں اور کوئی نہیں تھا -کچھ وقت گزرا تو امیر خلیفہ رخصت ہوا - مہدی خواجہ نے دربار کے دروازے تک اس کا ساتھ دیا اور پھر دروازے میں ٹھہر گیا - خواجہ مقیم از روئے ادب اس کے پیچھے کھڑا رہا - مہدی خواجہ چونکہ معجون کے نشے میں تھا ، اس کی موجودگی سے بے خبر تھا - خلیفہ کے جانے کے بعد داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا - انشاء اللہ تیری کھال کھینچ دوں گا - ادھر یہ کہا اور ادھر مقیم ہروی کی موجودگی سے با خبر ہو کر محبت سے یوں گویا ہوا : اے تاجیک !

"زبان سرخ سر سبز برباد می دھد[2]"

اس کے بعد خواجہ مقیم اجازت لے کر باہر آیا اور تیزی سے خلیفہ کے پاس پہنچا - کہنے لگا : "باوجودیکہ تم نے ہمایوں میرزا اور اس کے دوسرے برادران رشید کی نمک حلالی سے آنکھیں پھیر رکھی ہیں ، تم چاہتے ہو کہ

---

۱ - نسخہ ج میں "اس کے سلام کے لیے جاتے تھے - مہدی خواجہ نے یہ دیکھ کر بادشاہوں کا سا سلوک کرنا شروع کر دیا - حضرت کے مرض کی شدت کے زمانے میں ایک دن مہدی خواجہ دربار میں آیا - اتفاقاً امیر خلیفہ"- نسخہ الف میں "اس کے سلام کے لیے جاتے تھے- ایک دن مہدی خواجہ دربار میں آیا ہوا تھا - اتفاقاً امیر خلیفہ ٹھہر گیا - اس کے بعد خواجہ مقیم ہروی آ گیا - جب ایک ساعت گزر گئی"

۲ - نسخہ الف میں "تا جنگ زبان سرخ سر سبز پای می دھد" - نسخہ ج میں "زبان سرخ سر سبز بار می دھد" اور فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۶۵) میں لکھا ہے "زبان سرخ معروف میرزا عبدالغنی قبول :

"سر سبز از زبان سرخ خود برباد داد آن کس
کہ با اھل سخن چون طوطی از تقلید سر بر زد"

یہ سلطنت بیگانوں کے پاس چلی جائے پھر بھی یقینی طور پر اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا" (یعنی تمھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا اور پھر) جو کچھ مہدی خواجہ نے کہا تھا بیان کیا ۔ خلیفہ نے اسی وقت کسی کو محمد ہمایوں میرزا ، جو سنبھل میں تھا ، کو بلانے کے لیے بھیج دیا اور یساولوں سے کہا : "مہدی خواجہ سے کہہ دو کہ اپنے گھر چلے جاؤ" ۔ مہدی خواجہ نے اس وقت دستر خوان بچھا رکھا تھا اور کھانے کا خوانچہ اپنے سامنے رکھا ہوا تھا ۔ یساولوں نے مل کر طوعاً و کرھاً اسے اس کے گھر بھیج دیا ۔ بعد ازاں امیر خلیفہ نے منادی کر دی کہ کوئی شخص مہدی خواجہ کے سلام کے لیے نہ جائے اور وہ خود بھی دربار میں نہ آئے ۔

اس اثنا میں شہزادہ محمد ہمایوں سنبل سے آن پہنچا اور امیر نظام الدین خلیفہ کی کوشش سے ، جو کہ وکیل اور رکن سلطنت تھا ، ۹ جمادی الاول ۹۳۷ھ کو تخت پر جلوس فرمایا[1] ۔ امراء نے نثار و ایثار کی رسوم ادا کیں اور دربار کے امراء و اعیان خسروانہ عنایات سے سر بلند ہوئے ۔ (نئے بادشاہ نے) جو منصب اور کام فردوس مکانی کے زمانے میں ان کے پاس تھے ، جوں کے توں اور حسب دستور سابق ان کے پاس رہنے دیے اور ہر کسی کو نئی نئی عنایتوں اور نوازشوں سے خوش دل فرمایا ۔

---

۱ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۲۹) میں بھی یہی تاریخ اور سنہ مذکور ہے اور مزید مرقوم ہے "تخت سلطنت اور مسند ریاست پر جلوس فرما کر آگرہ کو دنیا کے لیے باعث رشک بنا دیا" ۔
اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۲۱) میں لکھا ہے "حضرت جہاں بانی جنت آشیانی (ہمایوں بادشاہ) کی ولادت با سعادت منگل کی رات ۴ ماہ ذی قعد (۹۱۳ھ) کو قلعۂ کابل میں ماہم بیگم کے بطن مقدس سے واقع ہوئی ۔ اس عفت پناہ کی سلطان حسین مرزا سے قرابت داری ہے ۔ جن دنوں فردوس مکانی (بابر بادشاہ) نے سلطان حسین مرزا کے بیٹوں کی احوال پرسی کے لیے ہرات میں نزول فرمایا تھا ، اس عصمت مآب کو اپنے حبالۂ عقد میں لائے تھے"

انہیں ایام میں مرزا ہندال بدخشاں سے آیا اور طرح طرح کی نوازشات اور سلاطین سلف کے خزانوں میں سے ایک خزانہ بطور انعام پا کر مفتخر ہوا - یہ سونا چونکہ کشتیاں بھر بھر کر تقسیم کیا گیا تھا اس لیے ''کشتیِ زر'' ۹۳۷ھ اس واقعہ کی تاریخ ٹھہری -

(اس موقع پر) ولایتوں کی تقسیم بھی کر دی گئی - میوات کا علاقہ مرزا ہندال کی جاگیر قرار پایا - پنجاب اور کابل مرزا کامران کو دیے گئے[1] اور سنبل[2] کی سرکار مرزا عسکری کو دی گئی - امراء میں بھی ہر کوئی جاگیر اور وظیفہ میں اضافہ سے سرفراز ہوا -

امور سلطنت سر انجام پائے تو رایات جاہ و جلال قلعۂ کالنجر کی طرف حرکت میں آئے - کالنجر کا راجہ از رہ بندگی پیش آیا اور خیر خواہوں میں شامل ہوا -[3]

سلطان سکندر لودھی کے بیٹے سلطان محمود نے ، چونکہ ان دنوں افغان

---

۱ - نسخہ ج میں ''میوات میرزا کامران کو بطور جاگیر دیا - سرکار سنبل میرزا عسکری کو عنایت ہوئی اور امراء میں سے ہر ایک کو'' اور اکبر نامہ (جلد دوم ، صفحہ ۱۲۳) میں ''سرکار الور میرزا ہندال کو نوازش فرمائی'' اور طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۰) میں ''میوات کی جاگیر میرزا ہندال کو مرحمت ہوئی'' اور ایلیٹ (جلد پنجم ، صفحہ ۱۸۹ ، نوٹ (۱) میں لکھا ہے کہ الور اور میوات دونوں دراصل ایک ہی ہیں

۲ - نسخہ الف میں ''سنبھل''

۳ - منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۴۴ میں ''امور مہمہ کا انتظام فرما کر قلعۂ کالنجر کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ تسخیر فرمایا'' - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۲۳) میں ''پانچ چھ مہینوں کے بعد قلعۂ کالنجر کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوئے اور تقریباً ایک مہینہ تک اس قلعے کو محاصرے میں لیے رکھا - جب اہل قلعہ بے بس ہو گئے تو حاکم کالنجر نے اطاعت قبول کرتے ہوئے ۱۲ من سونا اور دوسری چیزیں بطور نذرانہ بھیجیں''

امراء بین اور بایزید[1] کے بہکانے سے ، غلبہ و استیلاء کے باعث ، مخالفت کا علم بلند کرتے ہوئے[2] ولایت جون پور اور اس کے گرد و نواح پر قبضہ کر رکھا تھا ، رایات جہاں کشا اس کے سد باب کے لیے حرکت میں آئے۔ فتح مندی و کامرانی کے ساتھ آگرہ واپس آ کر ایک جشن عظیم منعقد کیا گیا[3] جس میں امراء اور اعیان سلطنت میں سے ہر ایک کو خلعت ہائے فاخرہ اور اسپان باد رفتار سے سرفراز فرمایا گیا۔

کہتے ہیں اس بزم عالی میں بارہ ہزار امراء[4] کو خلعت ، جن میں مرصع کار زردوز تکمے لگے تھے ، انعام میں دئے[5]۔

عجیب اتفاق ہے کہ انہیں دنوں محمد زمان بن بدیع الزمان میرزا بن سلطان حسین میرزا (بایقرا) نے ، جو کہ ماضی میں بلخ آ کر فردوس مکانی کے حضور پناہ گزین ہوا تھا ، مخالفت کی راہ اختیار کی ۔ لہٰذا اسے گرفتار کر لیا گیا ۔ (یاد رہے کہ) اسے بیانہ کی حکومت دی گئی تھی[6] ۔ حکم ہوا کہ اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی جائے لیکن یادگار بیگ کے آدمیوں نے

---

۱ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۰) میں "بین ، بایزید اور امرائے افغان"۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۲۴) میں "سنہ ۹۳۹ھ میں بین اور بایزید"

۲ ۔ نسخہ الف میں "افغانوں نے علم استیلا"

۳ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۲۴) میں "سلطان جنید برلاس کو جونپور اور اس کے مضافات مرحمت فرما کر مرکز خلافت میں واپس آ گئے"

۴ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۴) میں "بارہ ہزار خلعت بطور انعام پا کر ممتاز ہوئے ۔ ان میں سے دو ہزار امراء زردوزی شدہ اور مرصع تکموں والے خلعتوں سے خصوصی طور پر سرفراز ہوئے"

۵ ۔ نسخہ الف میں "امراء زردوز تکموں والے خلعت" ۔ نسخہ ج میں "بارہ ہزار خلعت"

۶ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "گرفتار ہوا اور اسے بیانہ بھیج دیا گیا"

اس کی آنکھوں کو سلائی کے گزند سے بچا لیا اور جلد ہی وہ قید سے بھاگ کر سلطان بہادر گجراتی کے یہاں پناہ گزین ہو گیا ۔

انہیں ایام میں محمد سلطان میرزا اپنے دو بیٹوں الغ میرزا اور شاہ میرزا کے ساتھ قنوج جا کر مخالفت پر اتر آیا[1]۔ حضرت ہمایوں شاہ نے سلطان بہادر گجراتی کو محبت آمیز خطوط لکھے اور محمد زمان کو طلب کیا۔ سلطان مذکور نے غرور و نخوت کے باعث سخت جواب دیا اور سرکشی کی راہ اختیار کی ۔ غیرت و حمیت بادشاہی جوش میں آ گئی اور ان کے ضمیر الہام پذیر نے گجرات کی طرف روانگی اور سلطان بہادر کی گوشمالی کا مصمم ارادہ کرلیا ۔

اسی دوران میں رایات نصرت آیات نے گوالیار کی جانب کوچ کیا ۔ دو مہینے وہاں سیر و شکار میں گزارے اور پھر واپس آ گئے ۔ اتفاقاً اسی موقع پر سلطان بہادر نے گجرات اور مالوہ کے لشکروں کے ساتھ قلعہ چتوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا اور رانا سانگا سے لڑ رہا تھا ۔ اس نے تاتار خان لودھی کو ، جو اس کے امرائے کبار میں سے تھا ، انتہائی جسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قلعۂ بیانہ اور اس کے گرد و نواح کے علاقوں کی تسخیر کے لیے روانہ کیا جس نے قلعۂ بیانہ کو مسخر کر لیا اور آگرہ تک لوٹ مار کرنے لگا[2]۔ حضرت نے میرزا ہندال کو اس کے سد باب کے لیے نامزد فرمایا ۔ میرزا ہندال کی آمد کا سنا تو اس کے لشکر کا بڑا حصہ منتشر ہو گیا ۔ وہ خود تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر مقابلہ پر آیا اور میرزا کی خاص فوج پر حملہ آور ہوا اور اس بے جگری سے لڑا کہ اپنے تمام ساتھیوں سمیت قتل ہو گیا ۔ بیانہ اور اس کے مضافات (میرزا ہندال کے) تصرف میں آ گئے ۔ سلطان بہادر نے یہ خبر سنی تو حیران و پریشان ہو گیا ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "ان ایام میں سلطان محمد میرزا اور اس کے چھوٹے بیٹے الغ بیگ میرزا نے فرار ہو کر قنوج میں"

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۳۱) میں "آگرہ تک لوٹ مار کی"

بادشاہ نے اسی وقت سلطان بہادر کی گوشمالی کے ارادے سے آگرہ سے کوچ کیا[1]۔ سلطان بہادر نے ان دنوں دوسری بار چتوڑ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔

اسی سال میرزا کامران نے لاہور سے جا کر قندھار فتح کرلیا[2]۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب بادشاہ طہماسپ نے ہرات کی حکومت اغر نواز شاملو سے لے کر[3] صوفیان خلیفہ کو دے دی تو اغر نواز شاہ کے بھائی سام میرزا کو بہکا کر قندھار لے آیا تا کہ فتح قندھار کے بہانے اپنے لیے فرار کا راستہ پیدا کرلے۔ خواجہ کلان بیگ، جوکہ میرزا کامران کی طرف سے قندھار کا حاکم تھا، محصور ہوگیا۔ سام میرزا اور اغر نواز نے آٹھ مہینے تک قلعۂ قندھار کو محاصرے کی حالت میں رکھا۔ خواجہ کلان بیگ چونکہ بڑا بہادر اور تجربہ کار تھا، قزلباشوں کی ایک نہ چلی۔ کامران میرزا خواجہ کلان بیگ کی امداد کے لیے لاہور سے روانہ ہوا۔ قندھار کے مضافات میں پہنچ کر سام میرزا سے جا ٹکرایا اور خواجہ کی تدبیر اور تجربہ کاری کے باعث فتح پائی اور اغر نواز میدان جنگ ہی میں گرفتار ہوگیا۔ سام میرزا شکست کھا کر پریشان حال شاہ (طہماسپ) کے پاس جا پہنچا۔

جب سلطان بہادر کو رایات جہان کشا کے آنے کی خبر ملی تو اس نے مجلس مشاورت منعقد کی۔ زیادہ تر لشکریوں کی رائے یہ تھی کہ محاصرہ اٹھا لینا چاہیے لیکن صدر خان نے، جو اس کے بزرگ ترین امراء میں سے تھا، کہا: "ایسی حالت میں جبکہ ہم نے کافروں کا محاصرہ کر رکھا ہے اگر کوئی مسلمانوں کا بادشاہ ہم پر چڑھائی کرے گا تو گویا کفار کی حمایت کرے گا۔ اس بات کا قیامت تک مسلمانوں میں چرچا رہے گا۔ بہتر یہ ہے کہ استقامت سے کام لیں، کیونکہ ہمارا خیال ہے کہ آنحضرت اس وقت ہم پر چڑھائی نہیں کریں گے"۔ جب آنحضرت بلاد مالوہ سے

---

۱ - ہمایوں کے اس کوچ کی تاریخ اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۱۲۶) میں جمادی الاول ۹۴۱ھ مذکور ہے
۲ - نسخہ الف میں "میرزا کامران نے لاہور اور قندھار کو فتح کرکے"
۳ - طبقات اکبری (صفحہ ۳۱) میں "اغروار خان کو ہٹا کر..."

سارنگ پور پہنچے تو یہ عرضداشت پیش کی گئی جو سبب توقف ہی - حتیٰ کہ سلطان بہادر نے قلعہ چتوڑ فتح کرلیا[1]۔ بہت سا مال غنیمت اس کے ہاتھ لگا - اس فتح کے شکرانے میں بہت بڑی ضیافت کی - جو کچھ ہاتھ آیا تھا، لشکریوں کو بطور انعام دے کر آنحضرت سے جنگ کے لیے آگے بڑھا - آنحضرت نے بھی جب اس فتح کی خبر سنی تو اس کا رخ کیا تا آنکہ دونوں لشکر مندسور کے نواح میں، جو مالوہ کے مضافات میں سے ہے، ایک دوسرے کے قریب پہنچ گئے - ابھی خیمے بھی نصب نہیں کئے گئے تھے کہ سید علی خان اور خراسان خان، جو سلطان بہادر کے ہراول دستے میں تھے، افواج قاہرہ سے شکست کھا کر سلطان بہادر سے جا ملے - گجرات کا لشکر بد دل ہو کر وہیں اتر پڑا سلطان بہادر نے امراء سے جنگ کے بارے میں مشورہ کیا - صدر خان نے کہا کہ کل لڑائی کے لیے صف بندی کرلینی چاہیے[2] - کیونکہ ہماری فوج چتوڑ کی فتح سے حوصلہ مند ہوگئی ہے اور ابھی مغل لشکر بھی مکمل طور پر نہیں پہنچا - رومی خان، جو سلطان بہادر کے توپ خانے کا مختار تھا، کہنے لگا: "صف بندی کی لڑائی میں توپ کام نہیں دیتی - ہمارے پاس اتنا بڑا توپ خانہ جمع ہو گیا ہے کہ قیصر روم[3] کے سوا ایسا توپ خانہ کسی اور کے پاس نہیں ہے - بہتری اس میں ہے کہ اپنے لشکر کے ارد گرد خندق کھود کر ہر روز جنگ کی جائے - جب مغلوں کا لشکر سامنے آئے گا تو توپوں کے گولوں سے اکثر ہلاک ہو جائیں گے"۔ سلطان بہادر کو اس کی رائے پسند آئی - چنانچہ انہوں نے اپنے لشکر کے ارد گرد خندق کھود لی - دو مہینے تک یہ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے - اکثر ایسا ہوتا کہ کچھ مبہم جو لشکر سے باہر آکر حملہ کرنے کی کوشش کرتے تھے - البتہ مغل سپاہی بہت کم توپوں کے سامنے جاتے تھے -

---

۱ - مآثر رحیمی (جلد اول، صفحہ ۵۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ چتوڑ کا قلعہ ۹۴۱ھ میں فتح ہوا

۲ - طبقات اکبری (صفحہ ۲۳) میں "کل صف بندی کرکے جنگ کرنی چاہیے"

۳ - یہاں پر معاصر عثمانی خلیفہ مراد ہے ... (آ ا)

اس اثناء میں آنحضرت نے افوج قاہرہ متعین فرمائیں ۔ سلطان بہادر کے لشکر کو گھیرے میں لے کر اس میں غذا ، چارا اور ایندھن کے جانے کی ممانعت کر دی ۔ جب کچھ دن اس حالت میں گزرے تو سلطان بہادر کے لشکر میں قحط پڑ گیا ۔ غلہ نایاب[1] ہوگیا ۔گھوڑے ، اونٹ اور آدمی ھلاک ہونے لگے ۔ سلطان بہادر نے جب یہ دیکھا کہ گجرات کا لشکر بے دل ہو رہا ہے اور مزید توقف باعث گرفتاری ہوگا تو امرائے مقرب میں سے پانچ ، قاسم خان[2] ، قادر شاہ حاکم مالوہ اور تین اشخاص کو ساتھ لیے شاہی خیمے کے عقب سے باہر نکلا اور مانڈو کی طرف بھاگ کھڑا ہوا[3] ۔ لشکریوں کو جب اپنے سلطان کے فرار کا حال معلوم ہوا تو ان میں سے ہر ایک نے ادھر ادھر راہ فرار اختیار کی ۔ اس واقعہ کی تاریخ "ذل بہادر" نکالی گئی ہے ۔ مختصر یہ کہ آنحضرت کو اس کے فرار کا پتہ چلا تو وہ بھی اس کے تعاقب میں روانہ ہوگئے اور صدر خان ، جو بہت بڑی جمعیت ساتھ لیے مانڈو کی طرف جا رہا تھا ، کے سر پر جا پہنچے۔ اس نے یہ سمجھتے ہوئے کہ سلطان بہادر ہے ان کی طرف رخ کیا ۔ آنحضرت کو جس وقت خبر ملی ، صرف تین چار ہزار سوار ان کے ساتھ تھے، باقی لشکر لوٹ مار میں لگا تھا ۔ گجرات کے بہت سے لشکری مارے گئے ۔ حضرت نے قلعہ مانڈو کی فصیلوں تک ان کا تعاقب کیا ۔ سلطان بہادر قلعہ مانڈو میں محصور ہو گیا ۔ محاصرے نے چند روز طول کھینچا ۔ آخر کار سپاہ ظفر پناہ ایک رات قلعہ کے اندر پہنچ گئی ۔ جب سلطان بہادر سو رہا تھا ، اچانک شور بلند ہوا ۔ گجراتیوں نے سراسیمہ ہو کر راہ فرار اختیار کی ۔ سلطان

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "نایاب ہوگیا اور چارا جو گرد و نواح میں تھا ، ختم ہو گیا ۔ لشکر کے بہت سے آدمی ہلاک ہو گئے ۔ گجرات کا لشکر بیدل ہو گیا ۔ سلطان بہادر کو جب معلوم ہوا ... "

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "دولت خان اور الغ خان"

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "مالوہ کی جانب بھاگ گیا"۔ نسخہ ج میں ہے "ماندوں"

بہادر نے چار سوار ساتھ لیے اور اسی رات گجرات کا راستہ لیا[1]۔ صدر خان اور سلطان عالم نے قلعہ سونگ میں[2]، جو قلعہ مانڈو کے نواح میں تھا، پناہ لی۔ ایک دن کے بعد باہر آئے۔ صدر خان نے، جو زخمی تھا، آنحضرت کی ملازمت اختیار کرلی اور سلطان عالم کے پاؤں کاٹ دیے گئے[3]۔

بعد ازاں آنحضرت نے قلعہ مانڈو سے فارغ ہو کر گجرات کا رخ کیا۔ سلطان بہادر نے خزانہ اور جواہرات، جو قلعہ چمپانیر میں تھے، ساتھ لیے اور احمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا۔ آنحضرت قلعۂ چمپانیر تک جا پہنچے۔ سلطان بہادر تاب مقاومت نہ لا کر احمد آباد سے بھاگ کر کنبھایج[4] چلا گیا۔ احمد آباد فتح ہو کر تاخت و تاراج ہوا۔ بہت سا مال غنیمت شاہی فوج کے ہاتھ لگا۔ آنحضرت نے پھر سلطان بہادر کا تعاقب شروع کر دیا۔ جب (سلطان بہادر) کھمبایت پہنچا تو اس کے گھوڑے تھک گئے۔ اس نے تازہ دم گھوڑے تبدیل کیے اور بندر دیپ کی طرف چلا گیا۔ آنحضرت بھی اسی دن جب کہ سلطان بہادر روانہ ہو چکا تھا، کھمبایت پہنچ گئے۔ دوسرے دن ایک شخص داد خواہوں کے انداز میں حاضر ہوا اور باواز بلند بولا: "آج رات گرد و نواح کے لوگ آپ پر شب خون ماریں گے"۔ آنحضرت نے فرمایا: "تو اس لشکر پر کیوں اتنا مہربان ہو گیا ہے؟"۔ اس نے جواب دیا: "میرا بیٹا گرفتار ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنا حق آپ پر ثابت کردوں اور بیٹے کو چھڑا لوں"۔ وہ رات سارے لشکر نے حزم و احتیاط سے گزاری۔ صبح کے قریب چھ ہزار سوار اور

۱۔ نسخہ الف میں "بھاگ کھڑے ہوئے۔ سلطان بہادر نے چار ہزار سواروں کے ساتھ گجرات کی راہ لی"

۲۔ نسخہ ج میں "صدر خان قلعہ میں"۔ طبقات اکبری (صفحہ ۴۳) میں "قلعۂ سونکر"

۳۔ طبقات اکبری (صفحہ ۴۳) "میں صدر خان کو، جو زخمی تھا، قید کر دیا اور سلطان عالم کے پاؤں کاٹ دیے گئے۔ اس کے بعد صدر خان سرکار جنت آشیانی کا ملازم ہوگیا"۔ نسخہ الف میں "خان عالم کے پاؤں کاٹ دیے گئے"

۴۔ طبقات اکبری (صفحہ ۴۳) میں "کنبایت"۔ کھمبائت ... (آ)

پیادے شب خون مارنے کے لیے آئے ۔ جن لشکریوں کو معلوم تھا خیموں سے نکلے اور لشکر گاہ میں جمع ہوگئے[1]۔ جوکچھ لشکر کے باہر تھا ، لٹ گیا ۔ صبح ہوئی تو مغلوں نے اطراف و جوانب سے گجراتیوں کو گھیر لیا اور ان میں سے بہتوں کو قتل کر ڈالا ۔ جام فیروز کو ، جو کبھی ٹھٹھہ کا حاکم تھا اور جس نے ارغون کے لشکر سے شکست کھانے کے بعد گجرات آکر اپنی بیٹی سلطان بہادر کو دے دی تھی ، سلطان بہادر کی شکست کے وقت آنحضرت کے لشکریوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا تھا ، محافظوں نے اس رات اس خیال سے کہ راہ فرار اختیار کر رہا ہے، قتل کرڈالا ۔

دوسرے دن شاہی لشکر نے قلعہ چمپانیر کی طرف کوچ کیا اور اس قلعہ کا محاصرہ کرلیا ۔ اختیار خان نے ، جو اس قلعے کا محافظ تھا ، حصار داری کے تقاضے پورے کیے ۔ ایک دن آنحضرت قلعہ کے نواح میں سیر کر رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ جنگل سے باہر آئے اور اس لشکر کو دیکھتے ہی پھر سے جنگل میں گھس گئے ۔ آنحضرت نے کچھ لوگ ان کے تعاقب میں بھیجے جو ان میں سے چند ایک کو پکڑ لائے ۔ معلوم ہوا کہ آس پاس کے زمیندار ان کے ذریعے غلہ اور گھی قلعہ میں پہنچا رہے تھے ۔ اس جگہ بڑا بلند ، سیدھا اور عمودی پہاڑ تھا ۔ آنحضرت بہ نفس نفیس ، اسی راستے سے ، جس راستے سے غلہ اوپر کھینچ لیتے تھے ، تشریف لے گئے اور غور سے اس جگہ کا معائنہ فرما کر واپس آگئے ۔ خاطر اشرف میں آیا کہ قلعہ کے اس جانب چونکہ پہاڑ بڑا مستحکم ہے اس لیے اہل قلعہ مطمئن ہیں اور بہت کم اس کی پاسبانی کرتے ہیں ۔ بکثرت فولاد کے کھونٹے تیار کیے اور اسی روز ہر طرف سے جنگ چھیڑ دی ۔ خود تین سو آدمیوں کے ساتھ ، جن میں سے آخری آدمی بیرم خان تھا ، اوپر چڑھے ۔ دائیں بائیں مضبوطی سے کھونٹے گاڑھ کر اسی راستے سے اوپر چڑھنا شروع کردیا اور چڑھتے چلے گئے ۔ اہل قلعہ کو چونکہ اس طرف سے اطمینان تھا ، انہیں کچھ پتہ نہ چلا ۔ دیکھتے ہی

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "باخبر ہو گئے"۔ طبقات اکبری (صفحہ ۳۵) میں "خیموں سے باہر آکر لشکر سے باہر جمع ہوئے اور لشکر گہ غارت ہوگئی"

دیکھتے تین سو آدمی ، جن میں آخری بیرم خان تھا ، اوپر چڑھ گئے اور آنحضرت بھی بہ نفس نفیس فصیل پر جا چڑھے[1]۔

"شجاعت مہین زیور آدمی است
نمایندۂ جوہر آدمی است

بود فخر مردان ز سر باختن
رسد پر دلان را سر انداختن"[2]

طلوع آفتاب تک وہ تین سو آدمی قلعہ کے اندر داخل ہو گئے جہاں گھی اور غلہ کے انبار لگے تھے - جب روشنی ہوئی تو لشکر کے آدمیوں نے یک بارگی قلعے کا رخ کیا - آنحضرت بھی قلعہ کے برج پر سے تکبیر کہتے ہوئے دروازے کی طرف بڑھے اور اسے لشکر کے لیے کھول دیا - قلعہ باوجود اتنے استحکام کے فتح ہو گیا - اختیار خان نے

---

۱ نسخہ الف میں "اور تین شخص ، جن میں سے آخری بیرم خان تھا ، اوپر پہنچ گئے"۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۳۷) میں "حکم عالی سے ستر اسی آہنی کھونٹے حاضر کیے گئے اور پہاڑ میں ایک ایک گز کے فاصلے پر دائیں بائیں نصب کر دیے گئے - بہادر جوانوں کو حکم دیا کہ اس معراج مردانگی پر چڑھیں - انتالیس اشخاص چڑھ چکے تھے کہ آنحضرت نے خود بھی چڑھنا چاہا - بیرم خان نے عرض کیا : بس اس قدر توقف فرمائیں کہ سپاہی آدھا راستہ طے کرلیں ، پھر خود بدولت آگے بڑہیں - یہ کہا اور خود آگے بڑھ گیا - خان کے پیچھے پیچھے حضرت جہان بانی خود بھی دولت و اقبال کے ساتھ اوپر چڑھ گئے - آنحضرت اکتالیسویں آدمی تھے"۔ طبقات اکبری (صفحہ ۳۶) میں "انتالیس آدمی ، جن میں سب سے آخری بیرم خان تھا ، جب اوپر پہنچے تو آنحضرت بھی بنفس نفیس اوپر چلے آئے"

۲ - شجاعت آدمی کا سب سے بڑا زیور اور جوہر مردانگی کا مظہر ہے - سر کی بازی لگانا مردوں کے لیے باعث فخر ہوتا ہے اور سر کٹوانا بہادروں کو زیب دیتا ہے... (آ ا)

ارک قلعہ میں ، جو کہ مولیان کے نام سے مشہور ہے[1] ، پناہ لی - قلعہ کے اکثر لوگ قتل ہو گئے - جوان عورتوں میں سے بہت سی عورتوں نے[2] قلعہ سے کود کر جان دے دی - اختیار خان نے نیچے آ کر آنحضرت کی خدمت میں حاضری دی[3] - چونکہ وہ علم و فضل کے اعتبار سے اہل گجرات میں ممتاز تھا ، تربیت پا کر خاص ندیموں میں داخل ہوا - بادشاہان گجرات کے خزانے جو سالہا سال سے جمع ہو رہے تھے ، تصرف میں آ گئے اور لشکریوں میں تقسیم کر دیے گئے - روم ، فرنگ ، زنگ ، خطا[4] اور اطراف عالم سے جو مال و اسباب اور پارچات جمع ہوئے تھے ، لشکریوں کے ہاتھ لگے - چونکہ سپاہیوں کو بے انتہا روپیہ اور سامان مل گیا اس لیے اس سال کسی نے بھی ولایت گجرات کا رخ نہیں کیا کہ مالیہ وصول کرے - یہ دیکھ کر گجرات کی رعایا نے کسی کے ہاتھ سلطان بہادر کو پیغام بھیجا کہ گجرات کے اکثر پرگنوں میں چونکہ مغلوں کا کوئی گماشتہ موجود نہیں ہے ، اگر ایک فوج متعین ہو جائے تو ہم اپنا مال واجب آپ کی خدمت میں بھیج دیں گے - سلطان بہادر نے اپنے غلام عماد الملک کو ، جو سب سے بہادر امیر تھا ، بھیج دیا - وہ احمدآباد کے نزدیک پہنچا تو سپاہیوں اور زمینداروں کا ایک عظیم لشکر اس کے گرد جمع ہو گیا - غالباً پچاس ہزار سوار ہوں گے - وہ احمد آباد کے باہر خیمہ زن ہوا اور تحصیل زر میں مشغول ہو گیا -

---

۱ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۳۸) میں "اختیار خان وہاں سے ، جہاں مقیم تھا ، ایک پہاڑی (جسے مولیہ کہتے تھے) پر پہنچ کر محصور ہو گیا - ایک فاضل شخص نے اس فتح کی تاریخ اول ہفتہ ماہ صفر ۹۴۳ نکالی ہے" - طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۶) میں "اختیار خان نے قلعہ ارک میں ، جسے مولیا کہتے ہیں ، پناہ لی"

۲ - نسخہ الف اور ب میں "اس کے رہنے والوں میں سے اکثر نے خود کو"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "اختیار خان امان پا کر باہر آیا"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "روم ، فرنگ اور خطا"۔ روم : ترکی ، زنگ : زنگبار یا زنجبار - فرنگ : یورپ - یہاں پر غالباً پرتگال مراد ہے - خطا : چین ہے (آ)

چنپانیر کی فتح کے بعد جب یہ خبر آنحضرت کو پہنچی تو گجرات کے مال غنیمت میں سے بہت سی دولت ایک بار پھر سپاہیوں پر نچھاور کی اور چمپانیر کو تردی بیگ کے حوالے کر کے خود احمد آباد کی طرف متوجہ ہوئے ۔ انھوں نے میرزا عسکری کو میرزا یادگار ناصر اور ہندو بیگ کے ساتھ لشکر کا ہراول مقرر کر کے ایک منزل آگے روانہ کر دیا ۔ محمود آباد کے نواح میں ، جو کہ احمد آباد سے بارہ کوس پر واقع ہے ، عماد الملک نے میرزا عسکری سے جنگ کی اور شکست کھائی[1] ۔ اس کے لشکر کا بہت سا حصہ تہ تیغ ہو گیا[2] ۔ اس عاجز نے اپنے باپ سے ، جو ان دنوں میرزا عسکری کا وزیر تھا ، سنا ہے کہ دوپہر کے وقت جب ہوا نہایت گرم تھی گجراتی بڑی تیزی کے ساتھ احمد آباد سے آن پہنچے ۔ میرزا کو فوج کی صف بندی کی بھی مہلت نہ مل سکی ۔ کچھ آدمیوں کے ساتھ تھوہر کی خاردار جھاڑیوں میں محصور ہو کر بیٹھ گیا ۔ گجراتیوں نے میرزا سے تعرض نہیں کیا ، بس لوٹ مار کرنے لگے اور بہت سا مال غنیمت لے کر منتشر ہو گئے ۔ اس دوران میں جب میرزا یادگار ناصر اور ہندو بیگ بھی اپنا لاؤ لشکر لیے آ پہنچے تو گجراتی بھاگ نکلے ۔ میرزا عسکری نے خار بند سے باہر آ کر علم لہراتے اور نقارہ بجاتے ہوئے احمد آباد تک ان کا تعاقب کیا ۔ اس معرکے میں دو ہزار سے زیادہ آدمی قتل ہو گئے[3] ۔ مختصر یہ کہ فتح کے بعد آنحضرت نے احمد آباد اور اس کے مضافات میرزا عسکری کی جاگیر میں دے دیے ۔ نہر والہ اور پٹن میرزا یادگار ناصر کو ، بھروچ ہندو بیگ کو اور چمپانیر تردی بیگ

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "نواحی محمود آباد اور جریر عمادالمک میرزا عسکری کے ساتھ" ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۱۴۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ قصبہ لرباد اور محمود آباد کے درمیان لڑی گئی اور میرزا عسکری نے شکست کھائی"

۲ ۔ نسخہ ج میں "دونوں طرف سے بہت سے آدمی قتل ہوئے"

۳ ۔ نسخہ الف اور ب میں "دس ہزار" ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۸) میں "دو ہزار سے زیادہ آدمی اس معرکے میں قتل ہوئے تھے"

کو مرحمت ہوئے - بڑودہ قاسم حسین بیک کو عطا ہوا[1] - خان جہان شیرازی اور دوسرے امراء ان کی کمک کے لیے مقرر ہوئے - آنحضرت وہاں سے کامیاب اور با اقبال برہان پور اور وہاں سے مانڈو تشریف لے گئے -

کچھ عرصہ بعد سلطان بہادر کے امراء میں سے ایک نے نوساری کے علاقے میں ، جوکہ سورت کے قریب واقع ہے، ایک محفوظ مقام دیکھ کر لشکر جمع کردیا اور نوساری پر قابض ہو گیا - رومی خان بندر سورت سے نکلا اور خان جہان کے ساتھ مل کر بھروچ پر چڑھ دوڑا - قاسم حسین مقابلے کی تاب نہ لا کر چمپانیر کی طرف بھاگ نکلا - گجراتیوں نے بھی اطراف و جوانب میں بغاوت کر دی - ہر طرف خلل برپا ہو گیا - اتفاقاً ایک رات میرزا عسکری کے منہ سے نکل گیا : "میں ظل اللہ ہوں"- غضنفر نے ، جو کہ قاسم حسین کا بھائی اور میرزا کے رضاعی بھائیوں میں سے تھا ، آہستہ سے کہا : "ہو مگر مست ہو"[2] اس کے ندیم ہنسنے لگے - میرزا نے انھیں ہنستے دیکھا تو غضبناک ہو کر غضنفر کو زندان میں ڈال دیا - وہ قید سے بھاگ کر سلطان بہادر کے پاس جا پہنچا اور اسے احمد آباد آنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا : "میں خوب

---

۱ - نسخہ الف میں "اور بڑودہ قاسم بیگ کو" - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۳۱) میں "پٹن میرزا یادگار ناصر کو عنایت فرمایا اور قاسم حسین سلطان کو بھروچ ، نوساری اور بندر سورت عطا ہوئے اور دوست بیگہ ایشک آقا نے کھمبایت اور بڑودہ پائے اور محمود آباد توچکہ بہادر کے لیے مختص ہوا" - اور ہمایوں نامہ مصنفہ گلبدن بیگم (صفحہ ۳۹) میں لکھا ہے - "احمد آباد میرزا عسکری کو ، بھروچ قاسم حسین سلطان کو دیا اور پٹن یادگار ناصر میرزا کو عنایت فرمایا"

۲ - نسخہ الف میں "لیکن تو خود میں نہیں ہے" یعنی تو خودی اور ہوشیاری کی حالت میں نہیں ہے - نسخہ ج میں "غضنفر ، جو کہ قاسم حسین کا بھائی اور میرزا کے رضاعی بھائیوں میں سے تھا ، اپنے ہم نشینوں کے ساتھ اس کی اس بات پر ہنس رہا تھا - میرزا نے ہنسی کی وجہ جان کر..."

جانتا ہوں مغلوں کا ارادہ کیا ہے ۔ سب فرار ہونے کا بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں ۔ مجھے قید میں لے لو اور مغلوں پر حملہ کر دو ۔ اگر مغل جنگ کریں تو بیشک مجھے قتل کرا دینا"[۱]۔ سلطان بہادر ولایت سورت کے زمینداروں کو ساتھ لیے احمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا ۔

یہی وقت تھا جب امیر ہندو بیگ نے میرزا عسکری کو اکسایا کہ اپنے نام کا خطبہ پڑھے اور سکہ جاری کرکے سلطنت کا علم بلند کر دے تاکہ سپاہی تمہاری ملازمت میں جاں نثاری کا مظاہرہ کریں ۔ میرزا عسکری نہ مانا اور اس کا ہم خیال نہ بنا[۲]۔ آخر کار بحث و مباحثہ کے بعد فرار کا فیصلہ ہوا ۔ میرزا عسکری[۳] ، میرزا یادگار ناصر ، امیر ہندو بیگ اور دوسرے امراء نے احمد آباد (سے آکر) اساول[۴] کے عقب میں سرکیج کے بالمقابل ایک لشکر گاہ تیار کی ۔ سلطان بہادر سرکیج میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا ۔ اتفاقاً میرزا عسکری کے لشکر سے توپ داغی گئی جس سے سلطان بہادر کی بارگاہ تباہ ہوگئی ۔ سلطان بہادر نے پریشان ہو کر غضنفر کو اپنے حضور طلب کیا اور قتل گاہ میں کھڑا کر دیا ۔ غضنفر نے عرض کیا کہ جب تک صف آرائی نہ ہو میرے معاملے میں توقف کیجئے کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ میرزا عسکری آج رات راہ فرار اختیار کرے گا ۔ جب رات ہوئی میرزا نے ضرورت سے زائد خیموں کو چھوڑ کر امراء کے ہمراہ چمپانیر کی راہ لی ۔ دس کوس کے فاصلے پر جا کر اتر پڑا ۔ سلطان بہادر بھی پیچھا کرتے ہوئے اس کے قریب جا پہنچا ۔ میرزا عسکری اور دیگر امراء بھی اس کے ہمراہ لڑنے کے لیے پلٹے مگر آخر کار بھاگ نکلے[۵] ۔ چمپانیر پہنچے تو تردی بیگ ان کے خلاف قلعہ بند ہوگیا اور

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "اگر تمام مغل آپ کے قدموں تلے نہ آئیں تو ۔۔۔"

۲ ۔ نسخہ ج میں "قبول کرتے ہوئے ہم خیال ہو گیا"

۳ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۹) میں "آخر بہت قیل و قال کے بعد طے پایا کہ میرزا عسکری"

۴ ۔ اساول احمد آباد کے علاقے میں ہے ۔ ایلیٹ : جلد پنجم ، صفحہ ۱۹۸ ، نوٹ نمبر ۱ ۔

۵ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۳۹) میں "میرزا عسکری اور امراء سلطان بہادر کے ساتھ جنگ کے لیے گئے مگر الٹے قدموں لوٹ آئے"

آنحضرت کو اطلاع بھیجی کہ میرزا عسکری مخالفت پر آمادہ ہے - اس کا ارادہ ہے کہ آگرہ پہنچے اور سلطنت کا علم بلند کرے - اس سے پہلے کہ میرزا عسکری احمد آباد سے فرار کرے ، جاسوسوں نے وہ تمام باتیں جو امیر ہندو بیگ نے مذکورہ بادشاہی کے بارے میں کہی تھیں اور جن کو اگرچہ میرزا نے قبول نہیں کیا تھا (حضرت جنت آشیانی کی خدمت میں لکھ بھیجیں کہ میرزا عسکری مخالفت پر آمادہ ہے) - آنحضرت نے بسرعت تمام مانڈو سے آگرہ کا رخ کیا - راہ میں میرزا عسکری حاضر خدمت ہوا اور حقیقت حال عرض کی -

سلطان بہادر نے تردی بیگ سے صلح کرکے چمپانیر واپس لے لیا۔

اس سال کے شروع میں ہی شاہ طہماسپ سام میرزا کا انتقام لینے کے لیے قندھار پر حملہ آور ہوا تو خواجہ کلاں بیگ قلعہ خالی کرکے لاہور چلا گیا۔ کہتے ہیں خواجہ کلاں ، جو اپنا پیشی خانہ[1] ترتیب دے رہا تھا ، وقت فرار بڑے نفیس قالین بچھے ہوئے اور عمدہ برتن لگے ہوئے چھوڑ گیا - شاہ کو یہ چیزیں بڑی پسند آئیں - وہ قندھار کو اپنے امراء کے سپرد کر کے عراق چلا گیا - میرزا کامران نے پھر لاہور سے قندھار کا عزم کیا - قزلباش مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے محاصرے کے دوران جان کی امان پا کر باہر آگئے اور قندھار پھر قبضہ میں آگیا - جب آنحضرت آگرہ آگئے تو انھوں نے ایک سال عیش و عشرت میں گزارا[2]- اپنی ہزیمت کے ایام میں سلطان بہادر نے محمد زمان میرزا کو ہندوستان روانہ کیا تاکہ وہاں پر رخنہ اندازی کرے - محمد زمان ، جن دنوں میرزا کامران قندھار گیا ہوا تھا ، لاہور آیا اور اسے محاصرے میں لے لیا مگر آنحضرت کی واپسی کی خبر سن کر گجرات واپس چلا گیا -

چونکہ شیر خان افغان ولایت بہار ، جونپور اور قلعہ چنار پر قابض ہو چکا تھا - جس زمانے میں آنحضرت ولایت گجرات میں تھے ، اس نے فرصت پا کر خوب خوب قوت اور طاقت حاصل کر لی تھی - آنحضرت اس

---

۱ - نسخہ ج میں "اپنے خس خانے کو"

۲ - نسخہ ج میں "ایک سال ٹھہر کر سابق سلطان"

جاننا ہوں مغلوں کا ارادہ کیا ہے ۔ سب فرار ہونے کا بہانہ ڈھونڈ رہے ہیں ۔ مجھے قید میں لے لو اور مغلوں پر حملہ کر دو ۔ اگر مغل جنگ کریں تو بیشک مجھے قتل کرا دینا"[1]۔ سلطان بہادر ولایت سورت کے زمینداروں کو ساتھ لیے احمد آباد کی طرف روانہ ہو گیا ۔

یہی وقت تھا جب امیر ہندو بیگ نے میرزا عسکری کو اکسایا کہ اپنے نام کا خطبہ پڑھے اور سکہ جاری کرکے سلطنت کا علم بلند کر دے تاکہ سپاہی تمھاری ملازمت میں جان نثاری کا مظاہرہ کریں ۔ میرزا عسکری نہ مانا اور اس کا ہم خیال نہ بنا[2]۔ آخر کار بحث و مباحثہ کے بعد فرار کا فیصلہ ہوا ۔ میرزا عسکری[3] ، میرزا یادگار ناصر ، امیر ہندو بیگ اور دوسرے امراء نے احمد آباد (سے آکر) اساول[4] کے عقب میں سرکیج کے بالمقابل ایک لشکر گاہ تیار کی ۔ سلطان بہادر سرکیج میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا ۔ اتفاقاً میرزا عسکری کے لشکر سے توپ داغی گئی جس سے سلطان بہادر کی بارگاہ تباہ ہوگئی ۔ سلطان بہادر نے پریشان ہو کر غضنفر کو اپنے حضور طلب کیا اور قتل گاہ میں کھڑا کر دیا ۔ غضنفر نے عرض کیا کہ جب تک صف آرائی نہ ہو میرے معاملے میں توقف کیجئے کیونکہ مجھے خبر ملی ہے کہ میرزا عسکری آج رات راہ فرار اختیار کرے گا ۔ جب رات ہوئی میرزا نے ضرورت سے زائد خیموں کو چھوڑ کر امراء کے ہمراہ چمپانیر کی راہ لی ۔ دس کوس کے فاصلے پر جا کر اتر پڑا ۔ سلطان بہادر بھی پیچھا کرتے ہوئے اس کے قریب جا پہنچا ۔ میرزا عسکری اور دیگر امراء بھی اس کے ہمراہ لڑنے کے لیے پلٹے مگر آخر کار بھاگ نکلے[5] ۔ چمپانیر پہنچے تو تردی بیگ ان کے خلاف قلعہ بند ہوگیا اور

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "اگر تمام مغل آپ کے قدموں تلے نہ آئیں تو ۔ ۔ ۔"

۲ ۔ نسخہ ج میں "قبول کرتے ہوئے ہم خیال ہو گیا"

۳ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۳۹) میں "آخر بہت قیل و قال کے بعد طے پایا کہ میرزا عسکری"

۴ ۔ اساول احمد آباد کے علاقے میں ہے ۔ ایلیٹ : جلد پنجم ، صفحہ ۱۹۸ ، نوٹ نمبر ۱ ۔

۵ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۳۹) میں "میرزا عسکری اور امراء سلطان بہادر کے ساتھ جنگ کے لیے گئے مگر الٹے قدموں لوٹ آئے"

آنحضرت کو اطلاع بھیجی کہ میرزا عسکری مخالفت پر آمادہ ہے۔ اس کا ارادہ ہے کہ آگرہ پہنچے اور سلطنت کا علم بلند کرے۔ اس سے پہلے کہ میرزا عسکری احمد آباد سے فرار کرے، جاسوسوں نے وہ تمام باتیں جو امیر ہندو بیگ نے مذکورہ بادشاہی کے بارے میں کہی تھیں اور جن کو اگرچہ میرزا نے قبول نہیں کیا تھا (حضرت جنت آشیانی کی خدمت میں لکھ بھیجیں کہ میرزا عسکری مخالفت پر آمادہ ہے)۔ آنحضرت نے بسرعت تمام مانڈو سے آگرہ کا رخ کیا۔ راہ میں میرزا عسکری حاضر خدمت ہوا اور حقیقت حال عرض کی۔

سلطان بہادر نے تردی بیگ سے صلح کرکے چمپانیر واپس لے لیا۔

اس سال کے شروع میں ہی شاہ طہماسپ سام میرزا کا انتقام لینے کے لیے قندھار پر حملہ آور ہوا تو خواجہ کلاں بیگ قلعہ خالی کرکے لاہور چلا گیا۔ کہتے ہیں خواجہ کلاں، جو اپنا پیشی خانہ[1] ترتیب دے رہا تھا، وقت فرار بڑے نفیس قالین بچھے ہوئے اور عمدہ برتن لگے ہوئے چھوڑ گیا۔ شاہ کو یہ چیزیں بڑی پسند آئیں۔ وہ قندھار کو اپنے امراء کے سپرد کر کے عراق چلا گیا۔ میرزا کامران نے پھر لاہور سے قندھار کا عزم کیا۔ قزلباش مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے محاصرے کے دوران جان کی امان پا کر باہر آ گئے اور قندھار پھر قبضہ میں آ گیا۔ جب آنحضرت آگرہ آگئے تو انھوں نے ایک سال عیش و عشرت میں گزارا[2]۔ انہی ہزیمت کے ایام میں سلطان بہادر نے محمد زمان میرزا کو ہندوستان روانہ کیا تاکہ وہاں پر رخنہ اندازی کرے۔ محمد زمان، جن دنوں میرزا کامران قندھار گیا ہوا تھا، لاہور آیا اور اسے محاصرے میں لے لیا مگر آنحضرت کی واپسی کی خبر سن کر گجرات واپس چلا گیا۔

چونکہ شیر خان افغان ولایت بہار، جونپور اور قلعہ چنار پر قابض ہو چکا تھا۔ جس زمانے میں آنحضرت ولایت گجرات میں تھے، اس نے فرصت پا کر خوب خوب قوت اور طاقت حاصل کر لی تھی۔ آنحضرت اس

۱۔ نسخہ ج میں "اپنے خس خانے کو"

۲۔ نسخہ ج میں "ایک سال ٹھہر کر سابق سلطان"

فتنے کے سدباب کو اہم ترین مہم جان کر ۱۴ ماہ صفر ۹۴۴ھ[1] کو افواج قاہرہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب رایات جہاں کشا چنار کے قریب نصب کئے گئے تو رومی خان نے، جو سلطان بہادر کو چھوڑ کر حضرت کی ملازمت میں آگیا تھا اور اسے ہر طرح کی مراعات حاصل تھیں، فتح کا بیڑا اٹھایا۔ حضرت نے اسے مطلق العنان بنایا اور فرمایا قلعہ کی مہم سر کرنے کے لیے جس چیز کی ضرورت ہو طلب کرے[2]۔ رومی خان نے قلعہ کے اطراف و جوانب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ قلعہ چنار کا جو حصہ خشکی سے متصل ہے، بڑا مستحکم ہے۔ اس طرف کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو گی۔ لہٰذا دریا کی جانب ایک بہت بڑی کشتی تیار کر کے اس کے اوپر ایک قلعۂ متقابل بنانا شروع کر دیا[3]۔

۱۔ نسخہ ج میں "ماہ صفر سنہ ۹۳۵ھ"۔ منتخب التواریخ میں (جلد اول، صفحہ ۳۴۸) میں "۱۴ ماہ صفر ۹۴۳ھ۔ طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۳۰) "میں ۱۴ ماہ صفر ۹۴۲ھ" اور تاریخ فرشتہ (ج ۱، ص ۲۰۴) میں "۱۸ ماہ صفر ۹۴۴ھ میں جونپور کا رخ کیا۔ ان دنوں شیر خان افغان چونکہ بنگالہ گیا ہوا تھا، بادشاہ نے قلعہ چنار کے پاس پہنچ کر اسے محاصرے میں لے لیا۔ آنحضرت نے محمد رومی خان پر، جو بہادر شاہ گجراتی کو چھوڑ کر ان کی خدمت میں آ گیا تھا، نوازش فرماتے ہوئے قلعہ چنار کی فتح کی ذمہ داری اسے سونپ دی"

۲۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں جگہ خالی ہے اور سنہ مذکور نہیں۔

۳۔ طبقات اکبری (صفحہ ۳۱) میں "اس نے ایک بڑی کشتی تیار کی اور اس کے اوپر سرکوب بنانا شروع کر دیا۔ جب سرکوب بن کر تیار ہو گیا تو چونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ اسے ایک کشتی اٹھا سکے، اس لیے ایک کشتی ایک طرف اور ایک دوسری کشتی دوسری طرف سے لا کر پہلی کشتی سے باندھا اور سرکوب کو دوبارہ اونچا کیا اور اسی طرح جب کشتی بوجھ نہ اٹھا سکتی تو اسے دوسری کشتی کا سہارا دے دیتا۔ یہاں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

جب سرکوب بلند ہوا اور کشتی اس کا بوجھ نہ اٹھا سکی تو ایک دوسری کشتی کو پہلی کشتی سے باندھ کر سرکوب کو دوبارہ بلند کیا ۔

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)
تک کہ قلعہ کا سرکوب تیار ہو گیا ۔ پھر اس نے اچانک سرکوب کو قلعہ سے متصل کر دیا اور (یوں) قلعہ فتح ہو گیا ۔ اکبر نامہ (جلد اول ' صفحہ ۱۵۱) میں لکھا ہے : "اس نے کشتیوں پر ساباط لگائے اور تختوں پر پختہ اینٹوں کو یوں جمایا کہ بڑے بڑے لوگ انگشت بدنداں رہ گئے اور دیوار میں اس طرح نقب لگائے کہ جب ان کے سوراخوں کو آگ دکھائی گئی تو زمین و آسمان لرز اٹھے ۔ قلعہ امرائے شاہی کے تصرف میں آ گیا ۔ اگرچہ آنحضرت نے رومی خاں کو معتبر ٹھہراتے ہوئے امان حاصل کرنے والوں کو اس کے حوالے کر دیا تھا لیکن موید بیگ دولدی کے بہکانے پر اس نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں اور یہ ظاہر کیا کہ یہ بادشاہ کا حکم ہے (حالانکہ) ایسی دیدہ دلیری خود اس سے سرزد ہوئی ۔ لہٰذا حضرت جہاں بانی نے اسے لعنت ملامت فرمائی"۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ توپچیوں کے ہاتھ حضرت جہاں بانی کے حکم سے نہیں کاٹے گئے ۔ جوہر نے بھی لکھا ہے کہ جب بادشاہ کو اس واقعے کی خبر ملی تو وہ بے حد خفا ہوئے اور انھوں نے رومی خاں کو لعنت ملامت کی ۔ نیز دیکھیے : ہمایوں نامہ مصنفہ پروفیسر ایس کے اینرجی ، صفحہ ۲۰۳ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۹۶) میں لکھا ہے "رومی خاں نے ، جو آتش بازی اور توپ خانہ کا افسر اعلیٰ تھا ، دریا میں سرکوب تیار کیے اور اہل قلعہ کو بے بس کر دیا ۔ اس پر جو لوگ قلعے کے اندر تھے انھوں نے مجبوراً صلح کر لی اور قلعے کو بادشاہ کے گماشتوں کے حوالے کر دیا"۔ کوت : بر وزن حوت ، ہندی زبان میں قلعہ کو کہتے ہیں ۔ برہان قاطع ، صفحہ ۶۱۳ ۔ سرکوب : وہ بلند عمارت جس کا رخ کسی دوسری عمارت کی طرف ہو ۔ لہٰذا قلعہ فتح کرنے کے لیے اس کے مقابل جو پشتہ بناتے ہیں ، اسے بھی سرکوب کہتے ہیں ۔ دمدمہ بھی یہی چیز ہے ۔ فرہنگ آنند راج : ج ۲، ص ۳۰۸

اور اسے قلعہ سے متصل کر کے قلعہ کو فتح کر لیا اور اہل قلعہ نے جب یہ دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے تو ایک رات دریا کے راستے کشتی میں بیٹھ کر باہر نکل گئے ۔ آنحضرت نے رومی خان پر نوازش فرمائی ۔ اس نے توپچیوں کے ، جو قلعہ کے اندر تھے[۱] ، ہاتھ کٹوا دیے ۔

ان ایام میں شیر خان افغان حاکم بنگالہ سے لڑ رہا تھا ۔ حاکم بنگالہ بھاگ کر جہاں پناہ کی بارگاہ میں آ گیا ۔ آنحضرت نے متواتر کوچ کرتے ہوئے بنگالے کا رخ کیا ۔ شیر خان نے اپنے بیٹے جلال خان[۲] اور خواص خان کو گڑھی[۳] کی حفاظت کے لیے ، جو کہ بنگال کے راستے میں واقع ہے ، چھوڑ دیا ۔ گڑھی نہایت محفوظ جگہ ہے ۔ اس کے ایک طرف بلند پہاڑ اور گھنا جنگل ہے اور دوسری جانب ساتھ ساتھ دریائے گنگا بہتا ہے ۔ آنحضرت نے جہانگیر قلی کو اس مہم کے لیے متعین کیا ۔

میرزا ہندال کو ، جو منگیر تک رکاب ظفر انتساب میں تھا ، محمد سلطان میرزا ، الغ میرزا اور شاہ میرزا کی شورش رفع کرنے کے لیے ، جو آگرہ سے بھاگ کر[۴] سلطنت میں خلل پیدا کر رہے تھے ، آگرہ کی طرف رخصت کر دیا ۔ جب محمد زمان کی گجرات میں کوئی پیش نہ چلی تو

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ج میں "توپ خانہ جو قلعہ کے اندر تھا"

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۴۰) میں "شیر خان نے اپنے بیٹوں ، جلال خان اور خواص خان کو ، گڑھی کی حفاظت کے لیے" لکھا گیا ہے لیکن مخزن افغانی (صفحہ ۹۳) میں "شیر خان نے اپنے بیٹے جلال خان اور ملک سکھا کے بیٹے خواص خان کو ، جو اس کا سپہ سالار تھا ، بہت بڑے لشکر کے ہمراہ بنگال فتح کرنے کے لیے بھیجا" اور بدایونی (جلد اول ، صفحہ ۳۴۹) میں " شیر خان کا مشہور غلام خواص خان" ثبت ہے ۔ پس خواص خان شیر خان کا بیٹا نہ تھا جیسا کہ طبقات میں لکھا ہے ۔

۳ ۔ نسخہ ج میں "کدھی" لکھا ہے اور بدایونی (صفحہ ۳۴۸) میں "گڑھی"۔ مزید تحقیق کے لیے دیکھیے : ایلیٹ ، جلد چہارم ، صفحہ ۳۶۷ ، نوٹ ۲

۴ ۔ نسخہ ج میں "جو آنحضرت سے بھاگ کر"

آنحضرت کی خدمت میں ایلچی بھیج کر امان کی درخواست کی اور امان پا کر بارگاہ کا رخ کیا ۔

جہانگیر بیگ گڑھی پہنچا تو جلال خان ولد شیر خان اور خواص خان نے یلغار کرتے ہوئے اس سے پہلے کہ لشکر پڑاؤ ڈالے اس کو شکست دی ۔ وہ زخمی حالت میں لشکر سے الگ ہو کر آنحضرت کی خدمت میں پہنچ گیا ۔ بادشاہ سلامت وہاں سے کوچ کرتے ہوئے گڑھی سے بارہ کوس کے فاصلہ تک جا پہنچے ۔ جلال خان اور خواص خان آنحضرت کے سامنے مقابلہ کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ نکلے ۔ آنحضرت بھی گڑھی سے ہوتے ہوئے بنگال کی طرف روانہ ہوئے ۔ شیر خان مقابلے کی تاب نہ لا کر چہار کھنڈ کے راستے رہتاس کی طرف چلا گیا ۔ آنحضرت نے تین مہینے بنگالہ میں توقف فرمایا اور گور شہر کا نام جنت آباد رکھا ۔

میرزا ہندال نے ۹۴۴ھ میں موقع پا کر آگرہ میں مہم جو لوگوں کے بہکانے سے مخالفت پر کمر باندھ لی ۔ شیخ بہلول[1] کو ، جو مشائخ عہد

---

۱ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۵۴) سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ شیخ بہلول کو جنت آشیانی نے میرزا ہندال کے پاس بھیجا تا کہ وہ خیالات فاسدہ سے باز آجائے لیکن اس نے مفسدوں کے بہکانے سے شیخ بہلول کو قتل کرا دیا۔ ہمایوں نامہ ، مصنفہ گل بدن بیگم ، صفحہ ۴۰ ، میں لکھا ہے "مشیخت پناہ حضرت شیخ بہلول نے اسوقت زرہیں ، کاٹھیاں ، کجم اور اسباب سپہ گری زمین کے نیچے چھپا رکھے ہیں اور انہیں چھکڑوں میں لاد کر شیر خان اور میرزؤں کو بھیج رہے ہیں ۔ میرزا ہندال باور نہیں کرتے تھے ۔ آخر اس بات کی تحقیق کے لیے میرزا نورالدین محمد کو بھیجا ۔ انھیں وہ زرہیں اور کاٹھیاں مل گئیں ۔ لہٰذا انھوں نے حضرت شیخ بہلول کو قتل کردیا" ۔ منتخب‌التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۰) میں لکھا ہے "۹۴۵ھ میں میرزا ہندال نے محمد غوث گوالیاری کے بڑے بھائی شیخ بہلول کو ، جو اسمائے حسنہ کی دعوت دینے والے بزرگوں میں سے تھے اور بادشاہ کو بھی ان سے بڑی نسبت اعتقاد و اخلاص تھی ، خود غرض اور فتنہ پرور لوگوں کے بہکانے سے مار ڈالا اور اس واقعہ کا سال تاریخ قتل مات شہیدا (۹۴۵) نکالا گیا ہے ۔ میرزا ہندال نے اسی سال آگرہ میں اپنے نام کا خطبہ پڑھا"۔ نیز دیکھیے : پروفیسر بینر جی ، ہمایوں بادشاہ ، ص ۲۱۶ ، نوٹ ۲

میں سے تھے ، جن کو دعوت اسماء میں امتیاز حاصل تھا اور آنحضرت کو بھی ان سے بڑا حسن اعتقاد تھا ، ارباب غرض کی باتوں میں آ کر ، جو چاہتے تھے کہ میرزا کو آنحضرت سے منحرف کردیں ، اس بہانے سے کہ شیر خان کی حمایت کر رہے ہیں ، قتل کر کے اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا ۔

جب یہ خبر آنحضرت کو بنگالہ میں پہنچی تو اسے جہانگیر قلی کے حوالے کر کے پانچ ہزار چیدہ چیدہ سوار اس کی کمک کے لیے چھوڑے اور خود آگرہ کی طرف روانہ ہوگئے ۔

محمد زمان میرزا اس دوران انتہائی شرمندگی کی حالت میں گجرات سے آنحضرت کی خدمت میں پہنچا ۔ آنحضرت نے اس کے قصور کو نہ صرف نظر انداز کر دیا بلکہ جتلایا بھی نہیں ۔

جب دو تین مہینے بنگالہ میں لگ گئے تو بنگالے کی آب و ہوا سے اکثر سپاہیوں کے گھوڑے ہلاک ہو گئے ۔ اس بے سروسامانی کی حالت میں چوسا پہنچے ۔ وہ امراء ، جو جونپور اور چنار میں تھے ، حاضر خدمت ہو گئے ۔ شیر خان کو لشکر کی پریشانی کی خبر ملی تو اس نے قریب آ کر پڑاؤ ڈال دیا ۔ مدت مقابلہ نے تین ماہ تک طول کھینچا ۔

میرزا ہندال نے بادشاہ کی واپسی ، شیر خان کی قوت اور غلبے کا حال سنا تو آگرہ جانے کا عزم کر لیا[1] ۔ جب دہلی پہنچا تو میر فخر علی میرزا یادگار ناصر کو قلعے میں لا کر محصور ہو گیا ۔ میرزا ہندال نے بے حد کوشش کی مگر دہلی کو فتح نہ کر سکا ۔

اس اثنا میں میرزا کامران بھی لاہور سے دہلی کے نواح میں آن پہنچا ۔ میرزا ہندال نے مجبوراً اس سے ملاقات کی ۔ میر فخر علی قلعہ سے نکل کر میرزا کامران سے ملا اور کہا کہ میرزا یادگار ناصر دہلی کے قلعے سے

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''میرزا کامران نے قندھار کے سفر سے واپسی کے بعد میرزا ہندال کی مخالفت ، بادشاہ کی بے سر و سامانی کی حالت میں واپسی اور شیر خان کے غلبے اور قوت کی خبر سن کر آگرہ کا عزم کیا''

ہاتھ نہیں اٹھائے گا ۔ بہتر یہ ہے کہ آپ آگرہ چلے جائیں ۔ اگر وہ ولایت آپ کے ہاتھ آ جائے تو دارالملک دہلی بھی آپ کے ہاتھ آ جائے گا ۔ چنانچہ میرزا کامران نے آگرہ کا رخ کیا جس کے نواح میں پہنچ کر میرزا ہندال اس سے الگ ہو گیا اور الور کی طرف چل دیا ۔

جب میرزا ہندال کی مخالفت اور میرزا کامران کے دہلی اور آگرہ آنے کی خبر آنحضرت کو ملی تو ان کی پریشانی خاطر کا باعث ہوئی ۔ اس دوران میں شیر خان نے شیخ خلیل[1] نامی ایک درویش کو، جسے وہ اپنا مرشد کہتا تھا، بادشاہ کی خدمت میں بھیجا اور صلح کا پیغام دیتے ہوئے کہا کہ اس کے بعد بنگالہ کے سوا سارے علاقے سے دست بردار ہو جائے گا ۔ اس نے کلام اللہ کی قسم کھا کر صلح کی پیشکش کی ۔ اس نے آنحضرت کے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کرنا بھی قبول کر لیا ۔ دل کو جو دھڑکا لگا تھا، جاتا رہا اور آنحضرت کی فوج جو ساری رات جاگتی رہتی تھی، مطمئن ہو گئی مگر دوسرے ہی دن شیر خان بد عہدی کرتے ہوئے آدھی رات کو شاہی لشکر پر[2] ٹوٹ پڑا اور اسے اسلحہ سنبھالنے کی مہلت بھی نہ دی ۔ آنحضرت کی فوج میں افراتفری پھیل گئی ۔

---

۱ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۹۸ الف) میں لکھا ہے ''شیخ خلیل نبیرۂ حضرت شیخ فرید شکر گنج کو، جس کا وہ مرید تھا، جنت آشیانی کی خدمت میں بھیجا ۔ کچھ دنوں صلح کی گفتگو ہوتی رہی ۔ آخرالامر صلح کا فیصلہ ہوا اور اس نے شیخ خلیل کے ہاتھ پر پکی قسم کھا کر عہد کیا کہ گڑھی کی سرحد سے لے کر ولایت بہار تک سارا علاقہ اولیائے دولت کے تصرف میں دے دوں گا (بشرطیکہ) ولایت بنگالہ مجھے دے دیں اور اس ملک میں بادشاہ کے نام کا خطبہ اور سکہ بھی جاری کروں گا''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''دوسری رات آدھی رات کے وقت بدعہدی کرتے ہوئے لشکر پر۔۔۔''

افغانوں نے ان سے پہلے ہی پل تک پہنچ کر پل توڑ ڈالا[1] اور وہاں تیر اندازوں کو متعین کردیا جو ہر اس شخص کو جو دریا کے کنارے پر پہنچ پاتا تیر اور نیزے مار کر غرقاب کر دیتے تھے ۔ محمد زمان میرزا بھی دریا میں غرق ہو گیا ۔ آنحضرت نے (اضطراری حالت میں) گھوڑا دریا میں ڈال دیا ۔ غرق ہونے کا اندیشہ تھا[2] کہ اتنے میں ایک سقا (فرشتہ رحمت بن کر) آن پہنچا ، جو مشک کے سہارے انھیں پانی سے باہر لے آیا ۔ فرمایا : "تمھارا نام کیا ہے ؟"۔ اس نے عرض کیا : "نظام"۔ فرمایا : "تو نظام اولیاء ہے"۔ اس کے بعد آگرہ کی طرف روانہ ہوگئے[3]۔

میرزا کامران ان سے پہلے ہی آگرہ پہنچ چکا تھا اور میرزا ہندال الور میں شرمندگی میں دن گزار رہا تھا ۔ جب آنحضرت چند سواروں کو ساتھ لیے یلغار کرتے ہوئے آگرہ پہنچے تو میرزا کامران کو مطلق خبر نہ تھی ۔ دفعۃً اس کے سراپردہ میں داخل ہو گئے ۔ میرزا کامران نے (آگے بڑھ کر) شرف پابوسی حاصل کیا ۔ دونوں بھائیوں نے (خوشی کے) آنسو بہائے ۔ جب انھوں نے میرزا ہندال کا قصور معاف کر دیا تو وہ بھی حاضر خدمت ہو گیا ۔ محمد سلطان بھی ، جس نے مخالفت کی راہ اختیار

---

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ۴۴) "انھوں نے پل کو توڑ دیا تھا ۔ کشتیوں میں سوار ہو کر دریا پر قابض ہو گئے اور اہل لشکر میں سے جس کسی کو دریا میں دیکھتے تھے ، نیزہ مار کر بحر فنا میں غرق کر دیتے تھے" اور نسخہ ج میں "انھوں نے پل کو توڑ ڈالا اور اپنے آدمیوں کو پل پر بٹھا دیا تاکہ بادشاہ کے آدمیوں کو دریا کے کنارے دیکھیں تو نیزے اور تیروں کی مدد سے انھیں دریا میں غرق کر دیں"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "ڈوبنے کے قریب" پروفیسر بینرجی نے اپنی کتاب "ہمایوں بادشاہ" (صفحہ ۲۳۱) میں لکھا ہے کہ ہمایوں بادشاہ ہاتھی کی پیٹھ پر سوار تھا لیکن یہ درست نہیں ، گھوڑے پر سوار تھا ۔ دیکھیے : بدایونی ، (صفحہ ۳۵۱) اور طبقات اکبری ، صفحہ ۴۴

۳ - منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۳) میں لکھا ہے "یہ واقعہ ۹۴۶ھ میں پیش آیا"

کر رکھی تھی ، خدمت میں حاضر ہوگیا ۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا ۔ ایسی حالت میں میرزا کامران کے دل میں لاہور جانے کی خواہش پیدا ہوئی[1] ۔ اس نے بڑی بڑی توقعات لگائیں ۔ آنحضرت نے سوائے واپسی کے اس کی سب درخواستوں کو قبول فرمایا ۔ خواجۂ کلاں بیگ میرزا کامران کی واپسی کے لیے کوشاں تھا ۔ اس گفتگو نے دو مہینے[2] تک طول کھینچا ۔ اس دوران میرزا کامران بیمار ہو گیا ۔ ارباب غرض کی یہ بات اس کے دل میں گھر کر گئی کہ اس بیماری کی وجہ وہ زہر ہے جو آنحضرت کے حکم سے اسے دیا گیا ہے ۔ اسی حالت میں لاہور کی طرف روانہ ہوگیا ۔ اس نے خواجۂ کلاں کو آگے آگے بھیج دیا ۔ اگرچہ اس نے وعدہ کر رکھا تھا کہ لشکر کے بڑے حصے کو بطور کمک آگرہ میں چھوڑ دے گا مگر اس قرار داد کے برخلاف تمام لشکر اپنے ساتھ لے گیا ۔ صرف دو ہزار آدمی سکندر کی سرکردگی میں آگرہ میں رہنے دیے ۔ میرزا حیدر دغلات کشمیری نے ، جو میرزا کامران کے ہمراہ تھا ، آنحضرت کے پاس ٹھہر کر بھرپور مراعات حاصل کیں ۔ میرزا کامران بادشاہ کے بہت سے آدمیوں کو بھی توڑ کر اپنے ساتھ لے گیا ۔

اس نفاق کی وجہ سے جو بھائیوں میں پیدا ہوا ، شیر خان جری اور دلیر ہو کر گنگا کے کنارے تک آن پہنچا (اور پھر موقع پا کر) کالپی

---

۱ ۔ منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۲) میں لکھا ہے ''میرزا کامران ظاہر یہ کرتا تھا کہ پنجاب کا لشکر چونکہ تازہ دم ہے ، بادشاہ مجھے رخصت فرمائیں تا کہ شیر خان کا سد باب کروں اور اس سے انتقام لوں ۔ حضرت خود اطمینان سے پایۂ تخت میں آسائش و عیش کے ساتھ دن گزاریں ۔ جب بادشاہ نے یہ بات قبول نہیں کی ۔ میرزا کے جی میں آئی کہ پنجاب کی طرف چلا جائے ۔ وہ بے اندازہ توقعات رکھتا تھا جن کے پورا ہونے کی کوئی صورت نہ تھی ۔ باوجود اس کے بادشاہ نے اس کی جملہ درخواستیں بجز درخواست مراجعت قبول فرمائیں''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب اور طبقات اکبری (صفحہ ۴۴) اور بدایونی (صفحہ ۳۵۳) اور فرشتہ (صفحہ ۲۰۷) میں ''چھ مہینے''

پر چڑھ دوڑا[1] ۔ قاسم حسین سلطان ازبک میرزا نے یادگار ناصر اور اسکندر سلطان کے ساتھ مل کر افغانوں سے جنگ کی اور شیر خان کے ایک بیٹے کو ، جو اس لشکر کا سردار تھا ، بہت سے آدمیوں سمیت قتل کر کے اس کا سر آگرہ بھیج دیا ۔

آنحضرت بھی شیر خان کے ساتھ (فیصلہ کن) جنگ لڑنے کے لیے گنگا کے کنارے کنارے آگے بڑھے ۔ قنوج کے پاس دریا سے پار اترے اور ایک مہینہ تک غنیم کے رو برو خیمہ زن رہے ۔ اس وقت بادشاہ کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ سوار اور افغانوں کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار سوار تھی[2] مگر اس موقعے پر سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں نے دوبارہ بے وفائی کی اور آنحضرت کے لشکر سے بھاگ کھڑے ہوئے اور وہ جماعت بھی ، جسے میرزا کامران پیچھے چھوڑ گیا تھا ، بھاگ کر لاہور پہنچ گئی ۔ (دیکھا دیکھی) یہ رسم چل پڑی[3] ۔ لشکر کا اکثر حصہ بکھر گیا اور ہندوستان کے مختلف اطراف کی طرف چل دیا[4] ۔ (بدقسمتی سے) اس دوران میں موسم برسات بھی شروع ہو گیا ۔ جب بارشوں کا سلسلہ شروع ہوا

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ”جری ہو کر قریب گیا اور لشکر کالپی تک لے آیا“

۲ ۔ منتخب‌التواریخ بدایونی (جلد اول ، صفحہ ۳۵۳) میں ”بادشاہ بہت بڑی جمعیت کے ساتھ ، جو تقریباً ایک لاکھ سواروں پر مشتمل تھی ، شیر خان کے سدباب کے لیے نکلا اور دریائے قنوج سے گزر کر ایک مہینے تک غنیم کے بالمقابل ٹھہرا رہا ۔ شیر خان کا سارا لشکر پانچ ہزار سواروں سے زیادہ نہیں تھا“ ۔ لیکن بدایونی کے ایک خطی نسخے میں پانچ کی بجائے پچاس ہزار سوار لکھا ہے اور یہی صحیح ہے ۔ نیز فرشتہ (صفحہ ۲۰۸) میں ہے ۔ ”جنت آشیانی سفر کا سامان تیار کر کے ایک لاکھ سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے ۔ قنوج کے نواح میں گنگا کو پار کیا اور تقریباً ایک ماہ تک شیر خان افغان کے لشکر کے بالمقابل ، جو کہ پچاس ہزار سواروں پر مشتمل تھا ، ٹھہرے رہے“

۳ ۔ نسخہ الف میں ”یہ رسم جاری نہ رہی“ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۴۵) میں ”یہ رسم چل پڑی“

۴ ۔ نسخہ ج میں ”بہت سے لشکری فرار ہو گئے ۔ اس دوران میں“

تو وہ جگہ جہاں فوج مقیم تھی زیر آب آ گئی - طے پایا کہ وہاں سے ہٹ کر کسی بلند جگہ پر پڑاؤ ڈالیں مگر عین اس وقت جب لوگ خیمے اکھاڑنے اور سامان باندھنے میں مشغول تھے ، شیر خان بلائے ناگہانی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا - یہ معرکہ دسویں محرم کو پیش آیا[1] - بہت سے سپاہی بغیر جنگ کیے بھاگ نکلے - بہت کم نوجوان مردانہ وار کار زار میں آئے لیکن چونکہ میدان ہاتھ سے نکل چکا تھا ، وہ بھی پلٹ کر بھاگ نکلے[2] - آنحضرت دریائے گنگا میں گھوڑے سے الگ ہو گئے - شمس الدین محمد کی کوشش سے ، جو بالآخر خلیفہ الہٰی کا اتکہ بنا اور خان اعظم کے خطاب سے سرفراز ہوا ، دریا سے باہر نکلے اور آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے - دشمن قریب پہنچ چکے تھے - وہاں بھی توقف نہ فرمایا ، لاہور کا رخ کیا اور اسی سال یکم ربیع الاول کو جملہ ملوک اور امرائے چغتائی لاہور میں جمع ہوئے - سلطان میرزا اور اس کے بیٹوں نے لاہور سے بھاگ کر ملتان کا رخ کیا - میرزا ہندال اور میرزا یادگار ناصر نے یہی بہتر سمجھا کہ بکروند* چلے جائیں[3] - میرزا کامران اس فکر میں تھا کہ یہ لوگ ، جس قدر جلدی ہو سکے ، منتشر ہو جائیں تاکہ وہ کابل لوٹ جائے۔

جب آنحضرت کو یقین ہو گیا کہ بھائیوں اور امراء کے نفاق نے کام بگاڑ دیا ہے تو رنجیدہ خاطر ہو گئے - کافی صلاح مشورہ کے بعد میرزا حیدر کو ایک فوج کے ساتھ ، جس نے کشمیر کی مہم کو انجام دینا قبول کر لیا تھا[4] ، روانہ کر کے حکم دیا کہ خواجہ کلاں

---

۱ - سنہ ۹۴۷ھ تھا - بقول بدایونی ، جلد اول ، صفحہ ۳۵۴ اور فرشتہ ص ۴۰۸
۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "انھوں نے ہاتھ سے جاتا ہوا دیکھا تو لشکر کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا"
۳ - طبقات اکبری (صفحہ ۴۹) میں - "بھکر اور ٹھٹہ" بدایونی (صفحہ ۳۵۵) "بھکر اور ٹھٹہ" اور نسخہ ج میں "ملتان"
۴ - نسخہ الف میں - "خدمت کرنا قبول کیا تھا"
* بھکر ۹۰۰۹ (آ)

میرزا حیدر کے پیچھے روانہ ہو جائے۔ جب میرزا حیدر* تو شہرہ پہنچا اور خواجہ کلاں بیگ نے سیالکوٹ کا رخ کیا تو آنحضرت کو خبر ملی کہ شیر خان نے سلطان پور کا دریا بھی پار کر لیا ہے۔ لہٰذا آنحضرت نے بھی اسی سال یکم ماہ رجب کو دریائے راوی عبور کیا[1]۔

میرزا کامران نے نقض عہد کے باوجود ، (ایک بار پھر) بڑی پکی قسمیں کھانے کے بعد کہ جیسا اتفاق ہو چکا ہے اس کے خلاف نہیں کرے گا ، مصلحۃً بھیرہ کے مضافات تک ساتھ دیا[2]۔ خواجہؒ کلاں نے یہ خبر سنی تو (سیالکوٹ سے) یلغار کرتے ہوئے لشکر سے آن ملا۔

میرزا حیدر کو کشمیریوں کی حمایت حاصل تھی۔ وہ آئے اور میرزا حیدر کو لے گئے۔ اس نے ان کی طاقت کے بل پر بے جنگ و نزاع کشمیر کو تصرف میں لے لیا۔

میرزا کامران بھیرہ کے نواح میں میرزا عسکری ، جو آنحضرت سے جدا ہو گیا تھا ، اور خواجہؒ کلاں کو ہمراہ لے کر کابل چلا گیا۔

آنحضرت نے بھائیوں کے نفاق اور امراء کی بے وفائی کو دیکھا تو ہندوستان کی سلطنت سے مایوس ہو کر سندھ کا رخ کیا۔ میرزا ہندال اور

۱۔ طبقات اکبری (صفحہ ۴۹) میں لکھا ہے ''شیر خان سلطان پور کا دریا پار کر کے لاہور سے تیس کوس ادھر پہنچ گیا اور یکم ماہ رجب کو حضرت جنت آشیانی نے لاہور کا دریا پار کیا''

۲۔ نسخہ الف میں ''بھیرہ کے نواح تک''

*۔ میرزا حیدر دوغلت ظہیرالدین بابر کا خالہ زاد بھائی تھا۔ جنگ قنوج میں شیر شاہ سے دوسری بار عبرتناک شکست کھانے کے بعد ہمایوں نے اس کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ کشمیر کی تسخیر کے لیے روانہ کیا تاکہ اس کو اپنا مرکز سلطنت قرار دے کر شیر شاہ سے اپنا چھینا ہوا تخت و تاج واپس لینے کی جد و جہد کرے۔ میرزا حیدر نے حسب قرار داد کشمیر کو فتح کر لیا مگر حالات کے فشار نے ہمایوں کو وہاں جانے کی مہلت نہ دی ، البتہ میرزا حیدر تقریباً دس سال تک وہاں ہمایوں کے نام پر حکومت کرتا رہا۔ (۱۲)

میرزا یادگار ناصر ہمرکاب تھے - دریائے سندھ کے کنارے پہنچے تو لشکر میں قحط پھیل گیا اور دریا کو پار کرنے کے لیے کشتیاں بھی نہیں ملیں - بخشو لنگاہ نے غلہ سے بھری ہوئی بہت سی کشتیاں لشکر میں بھیجیں تو اس پر بڑی نوازشیں کیں - وہ دریائے سندھ عبور کر کے بھکر[۱] کی طرف روانہ ہوئے اور خیمہ ہائے اقبال نے قصبہ لہری میں نزول اجلال فرمایا - اس اثنا میں میرزا ہندال نے بھی سندھ پار کیا اور قصبہ پاتر چلا گیا، جہاں لشکر کو جن چیزوں کی ضرورت تھی، آسانی سے حاصل ہو جاتی تھیں - لہری* سے پاتر کا فاصلہ پچاس کوس ہے - میر طاہر حیدر کو ایلچی کی حیثیت سے شاہ حسن ارغون[۲] حاکم تتہ کے پاس بھیجا اور سمندر بیگ، جو آنحضرت کے قریبی لوگوں میں سے تھا، ارغون مذکور کے لیے خلعت بھی لے گیا اور اسے ترغیب دلائی کہ حضرت سے وابستہ ہو جائے - خلاصہ پیغام یہ تھا کہ مجبوری انھیں ولایت بھکر اور تتہ[۳] لے آئی ہے - اب ارادہ یہ ہے کہ گجرات کو آزاد کرایا جائے - حاضر خدمت ہو جائے تا کہ گجرات کو فتح کرنے کے بارہ میں مشورہ کیا جائے - شاہ حسن نے چار پانچ مہینے تو حیلوں بہانوں میں گزار دیے - پھر جواب دیا کہ بھکر کی ولایت میں تو کچھ حاصل نہیں ہوگا - لشکر تتہ کی ولایت کے اور قریب آ جائے تو بہتر ہو گا، اس لیے کہ بات چیت میں دو مہینے گزرنے والے ہیں - قریب آ گئے تو تقاضائے وقت کے مطابق جیسا مناسب ہو گا"[۴]

---

۱ - نسخہ ج میں "بھکھر"

۲ - طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۴۷) اور دوسری جگہوں میں "شاہ حسین ارغون" لکھا ہے - "ہمایوں نامہ" (صفحہ ۱۵) میں بھی "شاہ حسین" ہی مرقوم ہے -

۳ - نسخہ ج میں "ولایت یکروتہ"

۴ - نسخہ ج میں "اگر قریب تر ہو جائیں تو بہتر ہو گا کیونکہ (دوری کے باعث اب تک) گفت و شنید ہی میں دو تین مہینے گزر گئے ہیں - نزدیک آنے کے بعد جو کچھ کرنا ہو گا کر لیا جائے گا"

* - روہڑی ؟۰۰۰ (آ ا)

ویسا ہی کیا جائے گا۔ چونکہ بھکر میں غلہ نایاب تھا۔ حضرت کوچ کرتے ہوئے پاتر، جہاں میرزا محمد ہندال خیمہ زن تھا، تشریف لے گئے۔ وہیں آنحضرت بیگم حمیدہ بانو کو، جو کہ مریم مکانی اور خلیفہ الٰہی جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کی والدہ تھیں، عقد میں لائے[1]۔ میرزا ہندال کی اشکر گاہ میں عیش و عشرت میں دن گزارے۔ انھوں نے میرزا ہندال کو قندہار جانے سے روک دیا اور قصبہ لہری میں واپس آئے۔

ادھر قراچہ خان نے میرزا ہندال کو عریضے بھیجے اور قندھار آنے کی درخواست کی۔ میرزا نے کوچ کرتے ہوئے قندھار کا رخ کیا۔ آنحضرت کو اطلاع ہوئی تو بھائیوں کی بے التفاتی پر حیران رہ گئے۔ میرزا یادگار ناصر نے بھی جو بادشاہ سے دس کوس دور مقیم تھا[2] اور دریا ان کے درمیان حائل تھا، قندھار جانے کا ارادہ کر لیا۔ (یہ بات آنحضرت تک پہنچی تو) انھوں نے میر ابوالمعالی[3] کو روانہ کیا کہ میرزا یادگار ناصر کو اطمینان دلائے۔ اس نے میرزا یادگار ناصر کو قندھار جانے سے روک دیا۔ دریا کے راستے واپس لوٹ رہا تھا کہ ایک جماعت نے قلعہ[4] بھکر سے باہر آ کر اہل کشتی پر تیر برسانا شروع کر دیے۔ ایک تیر میر ابوالمعالی کے حلقوم پر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ آنحضرت کو میر کی وفات پر بڑا افسوس ہوا۔ بحساب ابجد ۹۴۷ھ تاریخ شہادت قرار پائی۔

القصہ میرزا یادگار ناصر دریا پار کر کے بادشاہ کے لشکر میں آ گیا۔ صلاح مشورے کے بعد طے ہوا کہ میرزا یادگار بھکر میں ٹھہرا

۱۔ گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ (ہمایوں نامہ، صفحہ ۵۳) میں لکھتی ہیں: "غرض کہ چالیس روز کے بعد ماہ جمادی الاول ۹۴۸ میں بروز سوموار، بمقام پاتر، بوقت ظہر، مبارک گھڑی دیکھ کر، میر ابوالبقاء کو طلب کیا اور حکم دیا کہ نکاح پڑھوائیں۔ مبلغ دو لاکھ روپے نکاح پڑھوانے کے صلہ میں میر ابوالبقاء کو دیے" نسخہ ج میں "پاتر جہاں میرزا عسکری کا پڑاؤ تھا" لکھا ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔

۲۔ نسخہ ج میں "بادشاہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا"

۳۔ طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۴۸) میں "میر ابوالبقاء"

رہے اور آنحضرت تتہ[1] کی تسخیر کے لیے روانہ ہو جائیں کیونکہ حسن ارغون سے خیر خواہی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے - میرزا یادگار ناصر بھکر میں ٹھہر گیا اور قوت حاصل کر لی کیونکہ اس سال وہاں کی فصلوں کو نقصان نہیں پہنچا - آنحضرت متواتر کوچ کرتے ہوئے قلعہ سیوہان[2] پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا لیکن سلطانی لشکر کی آمد سے پہلے ہی شاہ حسن کے امراء کی ایک جماعت قلعہ میں آ کر حتی المقدور اس کی پاسبانی کر رہی تھی - میرزا حسن کو جب حضرت کی آمد اور قلعہ کے محاصرے کی خبر ملی تو کشتی میں بیٹھا اور لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر اتر پڑا - اس طرح لشکر گاہ میں غلے کی آمد و رفت کا راستہ مسدود ہو گیا - لشکری مشکل میں پھنس گئے - بہت سے لوگ حیوانات کے گوشت پر گزر بسر کرنے لگے - جب (پھر بھی) فتح حاصل نہ ہو سکی تو ایک شخص کو بھکر میں میرزا یادگار ناصر کے پاس بھیجا کہ قلعہ کا فتح ہونا تمہارے آنے پر موقوف ہے - اس لیے کہ اگر ہم شاہ حسن سے لڑنے اور اس کے سد باب کے لیے متوجہ ہوں تو قلعہ کے لوگ موقع پا کر اور باہر آ کر غلے کا ذخیرہ قلعے میں لے جائیں گے - غلے کی کمی اور (بعض لوگوں کی) غداری کے باعث قلعہ کی فصیل تلے مقیم رہنا نا ممکن ہے - اگر اس طرف سے تم شاہ حسن پر حملہ آور ہو جاؤ تو اسے مقابلے کی تاب نہیں ہو گی - میرزا یادگار ناصر نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو مدد کے لیے بھیج دیا مگر ان کے آنے سے کوئی فائدہ نہ ہوا - پھر ایک شخص میرزا کے پاس گیا کہ اسے لے آئے - ادھر شاہ حسن نے بھی اپنے ایک آدمی کو میرزا یادگار ناصر کے پاس بھیجا اور اسے فریب دیتے ہوئے اس کی اطاعت کرنے، اپنی بیٹی دینے، اس کے نام کا خطبہ پڑھنے اور سکہ جاری کرنے کا وعدہ کیا - میرزا مارے خوشی کے فریب میں آ گیا اور آنحضرت کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا - جب شاہ حسن کو میرزا یادگار ناصر کی طرف سے اطمینان ہو گیا تو بادشاہ کے لشکر کی بے سر و سامانی اور پریشانی کو دیکھ کر اور نزدیک آ گیا اور بادشاہ کی کشتیاں قبضے میں لے لیں - جب آنحضرت نے قلعہ کی فصیل تلے ٹھہرنا ممکن

---

۱ - ٹھٹہ...(آ ا)

۲ - سہون...(آ ا)

نہ دیکھا تو مجبوراً بھکر کی طرف لوٹ گئے ۔ میرزا یادگار سے کچھ کشتیاں طلب کیں تاکہ دریا پار کریں تو میرزا نے جو ٹھٹہ کے لوگوں کا ساتھ دے رہا تھا جواب دیا کہ آپ خود آئیں اور اپنی کشتیاں لے جائیں ۔ اگلی صبح عذر کیا کہ پچھلی رات لوگ کشتیاں لے گئے ۔ جب آنحضرت کو کشتیاں نہ ملیں تو انھیں چند دن اور ٹھہرنا پڑا ۔ آخر بھکر کے کچھ زمیندار حاضر خدمت ہوئے اور دریا سے کشتیاں نکلوا کر لے آئے[1] اور آنحضرت نے دریا کو عبور فرمایا ۔ میرزا یادگار کو ان کے دریا پار کرنے کی خبر ملی تو مارے حیرت اور خجالت کے ان کی خدمت میں تو باریاب نہ ہوا البتہ شاہ حسن کے آدمیوں پر ، جو غافل پڑے تھے ، حملہ آور ہوکر ان میں سے بہت سے قتل اور قیدکر کے چلا گیا ۔ شاہ حسن ٹھٹہ چلا گیا اور میرزا یادگار ناصر شرمسار اور نادم ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور مخالفوں کے سر پیش کیے ۔ آنحضرت نے ایک مرتبہ پھر اس کا گناہ معاف کر دیا اور اس کے سامنے اس کا ذکر تک نہ کیا[2] ۔

میرزا شاہ حسن نے پھر میرزا یادگار کو کئی خط لکھے اور اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی ۔ میرزا شاہ حسن نے میرزا یادگار سے ان زمینداروں کو ، جنھوں نے آنحضرت کو کشتیاں بہم پہنچائی تھیں ، طلب کیا ۔ انھیں معلوم ہوا تو لشکرگاہ خاص میں پناہ کے لیے چلے آئے ۔ میرزا نے ایک شخص کو بھیجا کہ ان دو آدمیوں کے معاملات در پیش ہیں[3] ۔

---

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۵۰) میں ”کچھ کشتیاں ، جو انھوں نے دریا میں غرق کر دی تھیں ، باہر لے آئے“

۲ ۔ نسخہ ج میں ”آنحضرت نے اس کا قصور معاف کر دیا ۔ میرزا یادگار نے ان دو زمینداروں کو ، جو کشتیاں لائے تھے ، طلب کیا ، انھوں نے مطلع ہو کر“ اور نسخہ الف میں ”روانہ کیا اور اتفاق کرتے ہوئے اپنی طرف“

۳ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۵۱) میں ۔ ”مجھے ان دو شخصوں سے ولایت بھکر کے مالی معاملات کا ، جو مجھے جا گیر میں عطا ہوئی ہے ، تصفیہ کرنا ہے“ نسخہ الف اور ب دونوں میں ”کچھ معاملات ہمارے درمیان ہیں“

بادشاہ نے کچھ آدمی روانہ کیے تا کہ انھیں میرزا کے پاس لے جائیں اور معاملے کی چھان بین کے بعد ان کی خدمت میں لے آئیں ۔ بادشاہ کے آدمی انھیں میرزا یادگار کے پاس لے گئے تو اس نے انھیں دیکھتے ہی زبردستی چھین کر شاہ حسن کے پاس بھیج دیا اور ایک دفعہ پھر مخالفت پر آمادہ ہو کر حاضر خدمت نہیں ہوا ۔ بادشاہ کے لشکری نہایت پریشان حالی میں تھے۔ ایک ایک دو دو کر کے میرزا یادگار کے پاس جانے لگے ۔ منعم خان اور اس کا بھائی فضائل بیگ بھی اسی فکر میں تھے مگر بات ظاہر ہو گئی ۔ چنانچہ انھوں نے انھیں قید کرنے کا حکم دیا[1] ۔ میرزا یادگار نہایت بے شرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے آنحضرت سے جنگ پر آمادہ ہو گیا اور اس ارادے سے سوار ہو گیا ۔ بادشاہ بھی جنگ کے لیے تیار ہو گئے۔ ہاشم بیگ نے ، جسے میرزا کا اعتماد حاصل تھا ، اس کو اس حرکت سے منع کیا اور کہا کہ بے ادبی حد سے نہیں بڑھنی چاہیے ۔

جب معلوم ہوا کہ اگر یہاں توقف کیا گیا تو لوگ الگ ہو کر میرزا یادگار کے پاس ، جو کہ نہایت بے شرم ہے ، چلے جائیں گے اور وہ آخرالامر کوئی نہ کوئی ناشائستہ حرکت کرے گا تو مالدیو کی طرف ، جو ہندوستان کے معتبر زمینداروں میں سے تھا اور قوت و حشمت میں ہند میں اس کا کوئی ہمسر نہیں تھا ، اتکہ خان کو بھیجا ۔ کیوں کہ وہ کئی عریضے بھیج کر اطاعت اور فرمانبرداری کے علاوہ ہندوستان کی تسخیر میں امداد دینے کا ارادہ بھی ظاہر کر چکا تھا ۔ حضرت نے جیسلمیر کے راستے[2] ادھر کا رخ کیا ۔ مگر جیسلمیر کے حاکم نے ، بے مروتی کی خاک سر پر ڈالتے ہوئے ، ایک جماعت کو روانہ کیا کہ حضرت کا راستہ

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "اور اس کا بھائی فضائل بیگ بھی یہی سوچ رہے تھے۔ یہ معلوم ہوا تو آنحضرت نے ، اس خیال سے کہ یہاں ٹھہرنا ان کے وابستگان کا ان سے جدا ہو جانے اور میرزا یادگار سے جا ملنے کا باعث ہوگا ، مالدیو کی جانب"

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۶۲ اور ہمایوں نامہ ، صفحہ ۵۵) میں بھی "جیسلمیر کے راستے" لیکن نسخہ الف اور ج میں "جہلم کے راستے" لکھا گیا ہے

روک لے - آنحضرت نے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ، جو ان کے ہمراہ تھی ، اس سے جنگ کی - وہ جماعت منہزم ہوگئی لیکن اس طرف بھی بہت سے آدمی زخمی ہو گئے - تاہم بادشاہ یلغار کرتے ہوئے کسی نہ کسی طرح ولایت مالدیو کے قریب جا پہنچے - اتکہ خان[1] کو دوبارہ مالدیو کے پاس بھیجا اور خود چند دن اسی منزل پر توقف فرمایا -

ادھر جب میرزا ہندال قندھار کے نزدیک پہنچا تو قراچہ خان استقبال کے لیے آیا اور قندھار اس کے حوالے کر دیا - میرزا کامران کو اس اس کی اطلاع ہوئی تو قندھار کی طرف روانہ ہو گیا اور چار ماہ تک اس کا محاصرہ کیے رکھا - بالآخر میرزا ہندال پریشان ہوکر صلح کے لیے باہر آ گیا اور قندھار میرزا کامران اور میرزا عسکری کے سپرد کر دیا[2] - قراچہ خان میرزا ہندال کو غزنی لے آیا اور پھر چند دنوں کے بعد غزنی بھی اس سے واپس لے لیا - میرزا ہندال جان گیا کہ میرزا کامران نفاق پر آمادہ ہے - مجبوراً ترک سلطنت کرتے ہوئے کابل میں گوشہ نشین ہو گیا - اس پر میرزا کامران نے کابل ، قندھار اور غزنی میں خود مختار ہو کر اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دیا -

آنحضرت ولایت مالدیو کی سرحد پر اتکہ خان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے - رائے مالدیو کو جب آنحضرت کی آمد کی اطلاع ہوئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بہت تھوڑی سی جمعیت ان کے ساتھ ہے تو فکرمند ہو گیا کیوں کہ اس میں شیر خان کے مقابلے کی تاب نہیں تھی - جب کہ شیر خان نے بھی ایک ایلچی مالدیو کے پاس بھیج کر اس کے ساتھ بہت سے وعدے وعید کر رکھے تھے - مالدیو نے بڑی بے مروتی سے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ اگر ہو سکے تو آنحضرت کو گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کر دے - ولایت ناگور اور اس کے مضافات شیر خان کے تصرف میں آ چکے تھے ، اس لیے ڈر گیا کہ شیر خان اس سے ناراض ہو جائے گا - اس نے ایک بہت بڑی جمعیت اس نیت سے آنحضرت

---

۱ - نسخہ الف میں ''اپکہ خان'' اور نسخہ ج میں ''اتکہ خان''
۲ - طبقات اکبری (صفحہ ۲۰۵) میں '' میرزا کامران نے قندھار میرزا عسکری کو دے دیا'' - بظاہر یہی درست ہے...(آ ا)

کی جانب بھیج دی اور اتکہ خان کو بھی اس لیے رخصت نہیں دیتا تھا کہ کہیں آنحضرت کو صورت حال سے آگاہ نہ کر دے لیکن خان کسی نہ کسی طرح اس کے ما فی الضمیر کو بھانپ کر اس سے رخصت لیے بغیر واپس آ گیا ۔ آنحضرت کے رکاب داروں میں سے ایک نے ، جو اس شکست کے بعد مالدیو کے پاس چلا آیا تھا ، اس موقع پر ایک عریضہ درگاہ میں بھیجا کہ مالدیو غداری پر آمادہ ہے ، اس لیے جتنی جلدی اس کی ولایت سے نکل جائیں اتنا ہی بہتر ہو گا ۔ لہٰذا اتکہ خان کی کوشش اور رکاب دار کے عریضے میں تاکید کی بنا پر وہ اسی وقت امر کوٹ کی جانب کوچ کر گئے ۔ ہندوؤں میں سے دو آدمی ، جو جاسوسی کے لیے آئے تھے ، پکڑ لیے گئے ۔ انھیں حضرت کے پاس لائے ۔ انھوں نے حقیقت حال جاننے اور تحقیق و تفتیش کے بعد حکم دیا کہ ان میں سے ایک کو قتل کر دیں مگر ان دونوں نے اپنے آپ کو چھڑا کر ، ان آدمیوں میں سے جو ان کے پاس کھڑے تھے ، چھری چھین لی اور مردوں اور عورتوں سمیت سترہ جانداروں کو ہلاک کر ڈالا[1] اور خود بھی قتل ہو گئے ۔ حضرت کی سواری کا خاص گھوڑا بھی انھیں ہلاک شدگان میں سے تھا ۔

جلو داروں نے چونکہ سواری کے لیے کسی دوسرے گھوڑے کا انتظام نہیں کر رکھا تھا ، اس لیے انھوں نے تردی بیگ سے گھوڑا طلب کیا ۔ اس نے خاک بے مروتی سر پر ڈالتے ہوئے حیل و حجت سے کام لیا ۔ چنانچہ آنحضرت اونٹ پر ہی سوار ہو گئے ۔ ندیم نے ، جو کہ پیدل چل رہا تھا اور اس کی ماں گھوڑے پر سوار تھی ، گھوڑا آنحضرت کی خدمت میں پیش کر دیا اور اپنی ماں کو اونٹ پر سوار کرا دیا ۔

چونکہ وہ سارا راستہ ریگ زار تھا اور پانی نایاب ، آنحضرت کے لشکریوں کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی ۔ ہر لحظہ مالدیو کے لشکر کے قریب آنے کی خبریں ملتی رہیں ۔ آنحضرت نے اس کے سد باب کے لیے تیمور سلطان ،

---

۱ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۵۳) میں "سترہ جاندار ، آدمی اور گھوڑے ، ان کے حملوں سے ہلاک ہو گئے ۔ وہ دونوں بھی قتل کر دیے گئے ۔ آنحضرت کا خاص گھوڑا بھی انھیں میں سے ایک تھا"۔

منعم خان اور کچھ اور لوگوں کو حکم دیا کہ حزم و احتیاط کے ساتھ اور آہستہ آہستہ[1] لشکر کے پیچھے پیچھے آئیں - اگر مخالف آ پہنچیں تو ان کا مقابلہ کریں - رات آئی تو بدقسمتی سے راستہ بھول گئے - صبح کے قریب مخالفین کی فوج نظر آئی - شیخ علی بیگ ، درویش بیگ کوکہ اور کچھ اور لوگ ، جو سب مل کر بائیس اشخاص ہوتے تھے اور روشن بیگ ولد باقی بیگ جلائر بھی ان میں شامل تھا ، مخالفوں کی طرف روانہ ہو گئے - وہ جس وقت ہندوؤں کے قریب پہنچے تو حسن اتفاق سے وہ ایک تنگ سے درے میں داخل ہو چکے تھے[2] - شیخ علی بیگ نے پہلے ہی تیر سے مخالفوں کے سردارو کو ھلاک کر ڈالا - غرض جو تیر بھی اس جماعت کے چلے سے نکلتا ، اس سے مخالفوں میں سے کوئی نہ کوئی معتبر شخص پیوند خاک ہو جاتا - آخر وہ تاب مقاومت نہ لا سکے - یوں ایک عظیم لشکر چھوٹی سی جماعت کے مقابلے میں بھاگ نکلا - بھاگتے ہوئے مخالفوں میں سے بہت سے آدمی قتل ہو گئے اور بہت سے گھوڑے اور اولٹ آنحضرت کے لشکریوں کے ہاتھ لگے - انھوں نے فتح کی خبر سنی تو مراسم شکر گزاری بجا لائے -

اس کے بعد ایک کنوئیں کے پاس پہنچے جس میں پانی کم تھا[3] - وہ امراء بھی جو رات کو راستہ بھول گئے تھے آ ملے اور مزید خوشی کا موجب بنے - دوسرے روز (وہاں سے) کوچ فرمایا تو (راستے میں) تین دن تک پانی نہ ملا - چوتھے روز ایک کنوئیں کے قریب پہنچے - جب ڈول قریب آتا تو لوگ ڈھول بجاتے تھے - یہاں تک کہ وہ بیل جو رہٹ کو

---

۱ - نسخہ ج میں "ثابت قدمی اور آہستگی سے" - نسخہ الف میں ہوں یہی لکھا ہے

۲ - دونوں نسخوں الف اور ج میں "حسن اتفاق سے جب ہندوؤں کے قریب پہنچے دن ڈھلنے والا تھا"

۳ - نسخہ ج میں "اس کے بعد ایک کنوئیں کے پاس ، جس میں پانی کم تھا ، پڑاؤ ڈالا"

چلاتا تھا رک جاتا تھا[1] - بالآخر جب پیاس کے مارے نڈھال ہو گئے[2] تو چار پانچ آدمی پہلے پانی پینے کے لیے ڈول پر پل پڑتے تھے جس کی وجہ سے رسی ٹوٹ جاتی تھی اور ڈول کنویں میں جا گرتا تھا - یوں بہت سی جانیں تلف ہو گئیں[3] - آخر بڑی مشقت کے بعد امر کوٹ پہنچے -

رانا مانی ، امر کوٹ کا حاکم ، جو بڑا بامروت انسان تھا ، خیر مقدم کے لیے آیا - جو کچھ اس کے پاس تھا اس نے ایک طبق میں رکھ کر پیش کر دیا[4] - لشکریوں نے بھی چند دن مشقت سے نجات پائی - آنحضرت نے خزانے میں جتنا کچھ تھا لشکریوں پر نچھاور کر دیا - جب سب کے لیے پورا نہ اترا تو تردی بیگ اور دوسروں سے کچھ روپیہ بطور قرض لے کر انھیں دے دیا - رانا اور اس کے بیٹوں کو سو اشرفیاں ، کمر بند اور مرصع خنجر انعام دے کر سرفراز فرمایا - شاہ حسن ارغون نے چونکہ رانا کے باپ کو قتل کرایا تھا ، رانا نے اپنے اطراف و جوانب سے ایک لشکر جمع کیا اور آنحضرت کے ہم رکاب ہو گیا -

آنحضرت نے ساز و سامان کے ہمراہ امر کوٹ میں توقف فرمایا اور مریم مکانی کے بھائی خواجہ معظم کو اس جماعت کے نظم و ضبط پر مقرر فرمایا اور خود مسلسل کوچ کرتے ہوئے بھکر کی طرف روانہ ہو گئے -

---

۱ - منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۴۴۱) "تین دن کے بعد ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں پانی کے زیادہ گہرائی میں ہونے کی وجہ سے ڈھول بجاتے تھے ، یہاں تک کہ اس کی آواز جہاں پانی کھینچنے والا بیل تھا ، وہاں تک پہنچ جاتی"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "شدید پیاس کی وجہ سے نالہ و فریاد کرتے تھے - اس طرح سے لوگ..."

۳ - طبقات اکبری (صفحہ ۵۴) میں "اس طرح سے بہت سے آدمی شدید پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو گئے"

۴ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۸۲) میں "حاکم قلعہ جس کا نام رانا پرشاد تھا" - یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۱۰ جمادی الاول ۹۴۹ھ کو پیش آیا

جب پرگنہ جون پہنچے تو وہاں ایک ماہ تک ٹھہرے رہے[1] - وہ بہت سے لوگ جو اطراف و جوانب سے جمع ہو گئے تھے ، دوران توقف منتشر ہو گئے - شیخ علی ، جو ایک دلیر اور سخی انسان تھا ، پرگنات ٹھٹہ میں سے کسی پرگنہ میں ، شاہ حسن ارغون کے لشکریوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا - آنحضرت کے لشکریوں نے بھی ایک ایک کر کے راہ فرار اختیار کرنا شروع کر دیا - یہاں تک کہ جب منعم خان بھی بھاگ گیا تو حضرت نے وہاں زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور قندھار کا عزم کیا - انھیں دنوں بیرم خان[2] بھی گجرات سے آ کر حاضر خدمت ہو گیا - بادشاہ نے کسی شخص کو شاہ حسن ارغون کے پاس بھیجا اور دریا عبور کرنے کے لیے کشتیاں طلب فرمائیں - شاہ حسن نے اس دفعہ تیس کشتیاں اور تین سو اونٹ بھیج دیے - آنحضرت نے دریا عبور کر کے قندھار کا رخ کیا -

اس دوران میں شاہ حسن نے میرزا عسکری اور میرزا کامران کو پیغام بھیجا کہ آنحضرت قندھار کی طرف روانہ ہو گئے ہیں[3] - میرزا کامران نے میرزا عسکری کو لکھا کہ راستہ روک کر بادشاہ کو گرفتار کر لو - میرزا کامران نے کفران نعمت کرتے ہوئے ایسا اقدام کیا - آنحضرت جب قصبہ سال زستان[4] کے نزدیک پہنچے تو میرزا عسکری نے قندھار سے یلغار

---

۱ - نسخہ الف اور ب میں ''روانہ ہوا اور خط لکھے اور آنحضرت جب جون کے پرگنہ میں پہنچے'' طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۵۶) میں ''بھکر روانہ ہوا اور خط لکھ کر شاہزادۂ عالم کی حفاظت کی بڑی تاکید کی - حتی کہ حضرت جنت آشیانی پرگنہ جون میں جا پہنچے''

۲ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۸۵) ''انھی دنوں ۷ محرم ۹۵۰ھ کو بیرم خان حدود گجرات سے تن تنہا بارگاہ مقدس میں پہنچا''

۳ - نسخہ الف اور ب ''کسی کو بھیجا اور اطلاع دی کہ آنحضرت ...''

۴ - نسخہ ج میں ''آنحضرت جب فقیرانہ انداز میں سال زستان پہنچے'' - اکبر نامہ (صفحہ ۱۹۰) میں ''جب موکب عالی حدود شال میں ، جو کہ قندھار سے تین فرسخ دور ہے ، خیمہ زن ہوا'' - طبقات اکبری

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کرتے ہوئے جولی اوزبک کو خبرگیری اور راستہ معلوم کرنے کے لیے پہلے سے روانہ کر دیا - وہ چونکہ حضرت کا نمک پروردہ تھا، اس لیے اس نے میرزا عسکری سے ایک طاقتور گھوڑا طلب کیا اور خود کو نہایت تیزی کے ساتھ بادشاہ کے لشکر میں پہنچایا - جب دولت خانہ کے قریب پہنچا تو گھوڑے سے اترتے ہی بیرم خان کو اطلاع دی کہ میرزا عسکری آنحضرت کو گرفتار کرنے کے لیے آ رہا ہے - خان مذکور نے اسی وقت سراپردۂ شاہی کے عقب سے میرزا عسکری کے آنے کی خبر ان کی خدمت میں عرض کر دی - حضرت نے فرمایا کہ قندھار اور کابل کے بدلہ میں کیا ملے گا[1] اگر بے وفا بھائیوں سے جھگڑا کریں اور پھر یہ شعر پڑھا :

"عرش است نشیمن تو شرمت بادا
کائی و نزاع بر سر خاک کنی"[2، 3]

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

(صفحہ ۵۷) "قصبہ سال زمستان کے قریب پہنچے" نسخہ الف اور ب میں "شال دمتان" اور منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۴۴۲) میں "جس دن قصبہ شال مشانگ میں (آنحضرت) کا قیام تھا ، میرزا عسکری نے قندھار سے یلغار کرتے ہوئے جولی بہادر نامی ایک ازبک کو خبرگیری کے لیے بھیجا جس نے سرپٹ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آدھی رات کو بیرم خان کی قیام گاہ پر پہنچ کر خبردار کیا" - اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۱۱) میں "سال وہستان" - امپیریل گزیٹیر (جلد ۲۱ ، صفحات ۱۳ اور ۲۰) میں لکھا ہے کہ کوئٹہ کا نام شال یا شال کوٹ تھا..."

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ۵۷) میں "قندھار اور کابل کے لیے کتنا مہنگا پڑے گا"

۲ - تینوں نسخوں میں یہ شعر یوں ہے :

"عرش است ترا نشیمن تو
سہل است ترا نزاع بر خاک کہن"

تاریخ بدایونی (جلد اول ، صفحہ ۴۴۳) میں "یہ واقعات ۹۵۰ھ میں پیش آئے"

۳ - "تیرا نشیمن تو عرش (بریں) پر ہے ، تجھے (اس بات پر) شرم آنی چاہیے کہ (وہاں سے نیچے) آئے اور (حقیر سی) زمین کے لیے جھگڑا کرے" ... (آ آ)

اسی وقت سوار ہوئے اور خواجہ معظم اور بیرم خان کو بھیجا کہ مریم مکانی کو لے آئیں ۔ وہ تیزی سے روانہ ہوگئے اور ملکہ کو سوار کرا کے آنحضرت کے پاس پہنچا دیا ۔ چونکہ کار آمد گھوڑے کم تھے[1] تردی بیگ سے گھوڑا طلب کیا ۔ اس بے مروت نے پھر انکار کر دیا ۔ وہاں سے اور آگے بڑھ جانے کے ارادے سے کچھ اشخاص کے ہمراہ چل پڑے[2]۔ بے وفائی کے سبب جو زمانے کی پرانی رسم ہے ، وہ دن آنحضرت کے لیے موافق اور سازگار نہیں تھے ، اس لیے اس سے زیادہ تاب مقاومت نہ لا سکے ۔

با این ہمہ آسمان نے کوشش کی کہ اس چند روزہ پریشانی خاطر کی تلافی اس طرح کر دے کہ اس کا نام ظہور آخرالزمان تک صفحۂ روزگار پر باقی رہے ۔ چنانچہ بروز اتوار ، بتاریخ ۵ رجب المرجب ، سال ۹۴۹ھ کو[3] ، فرخندہ ترین طالع کے ساتھ ، جب چار گھڑی دن گزر چکا تھا ، آنحضرت کی چشم سعادت ، اپنے مبارک ترین بیٹے کے نور طلعت سے کہ آبائے علوی اور امہات سفلی کی تزویج و تکوین کا مقصد اس کا وجود فائض الجود تھا ، روشن ہوئی اور زبان حال یہ کہتے کہتے مترنم ہو گئی :

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "چونکہ حضرت کی سواری کے لیے دوسرا گھوڑا نہیں تھا"

۲ ۔ بدایونی (جلد اول ، صفحہ ۴۴۳) میں "بائیس آدمیوں کے ساتھ کہ بیرم خان اور خواجہ منعم خان بھی ان میں شامل تھے (اسپ) سعادت پر سوار ہو گئے"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں سنہ مرقوم نہیں کیا گیا ہے ۔ یہ سنہ نسخہ ج اور طبقات اکبری (صفحہ ۵۵) میں مذکور ہے اور اکبر نامہ (صفحہ ۸۳) میں تاریخ ولادت یک شنبہ کی رات پنجم رجب ۹۴۹ھ دی گئی ہے ۔ گل بدن بیگم نے ہمایوں نامہ (صفحہ ۵۹) میں لکھا ہے "حضرت کی (بھکر کی طرف) روانگی کے بعد تین دن گزرے تھے کہ چہارم ماہ رجب المرجب سنہ ۹۴۹ھ کو اتوار کے دن صبح کے وقت حضرت بادشاہ عالم پناہ ، عالمگیر ، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی ، کی ولادت ہوئی"

"تا تو بہ ہستی ننہادی قدم
ننگ ہمی داشت وجود از عدم"[1]

تردی بیگ نے ایمن آباد کے قریب یہ خبر پہنچائی[2] اور حضرت نے الہام غیبی کی بنا پر جلال الدین محمد اکبر کے نام سے موسوم فرمایا ۔ حکم ہوا کہ اس گوہر سلطنت کو ماہم انگا[3] کے دامن تربیت میں دے دیا جائے ۔ چونکہ دھوپ میں حدت بہت زیادہ تھی ، حکم ہوا کہ لشکر گاہ ہی میں ان کی دیکھ بھال کریں ۔ پھر انھوں نے حضرت مریم مکانی کو طلب کیا اور ساتھ لے گئے ۔

میرزا عسکری جب دو گھڑی بعد لشکر گاہ کے قریب آیا اور خبر ملی کہ آنحضرت خیر سے روانہ ہو چکے ہیں تو ایک جماعت کو لشکر گاہ کا مال و اسباب لوٹنے کے لیے مقرر کیا ۔ دوسرے دن بڑی ڈھٹائی سے دیوان خانہ عالی میں فرو کش ہو گیا ۔ جب اتکہ خان شہزادہ والا گوہر کو میرزا عسکری کے پاس لے گیا[4] تو اس نے ان کو گرفتار کر لیا ۔ اس نے محصل مقرر کیے تاکہ آنحضرت کے خیموں کی تلاشی لیں اور اموال کو ضبط کریں ۔ پھر میرزا عسکری شاہزادہ کو قندھار لے گیا اور اپنی بیوی سلطان بیگم کے سپرد کردیا جو لوازم مہربانی میں اپنی طرف سے کمی نہیں کرتی تھی ۔

---

۱ ۔ "جب تک تو نے (بساط) ہستی پر قدم نہیں رکھا تھا (وجود کو عدم سے) شرم آتی تھی ۔۔ (آ ا)

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۵۶) میں "تردی بیگ خان نے اس کوٹ کے قریب یہ خبر پہنچائی"۔ ہمایوں نامہ (صفحہ ۵۹) میں "حضرت پندرہ کوس کے فاصلے پر تھے کہ تردی محمد خان نے یہ خبر پہنچائی ۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور اس خوشخبری اور بشارت کی بنا پر انھوں نے تردی محمد خان کی سب گذشتہ خطائیں معاف کر دیں"

۳ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۱۹۳) میں "ماہم آغا"

۴ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۱۹۳) میں "میر غزنوی اور ماہم آغا حضرت شاھنشاھی کو عزت کے کاندھے پر اٹھائے اور عافیت کی گود میں بٹھائے میرزا عسکری کے پاس لائے"

آنحضرت بائیس آدمیوں کے ساتھ، جو بیرم خان، خواجہ معظم، بابا دوست بخشی، خواجہ غازی، حیدر ملک آختہ بیگی، اس کے بھائی یوسف، ابراہیم لنگ اور حسین علی وغیرہ ایسے امرائے کبار پر مشتمل تھے، روانہ ہو گئے۔ جب کچھ راستہ طے کیا تو ایک بلوچ ملا جس نے رہبری کی[1]۔ بڑی مشقت کے بعد قلعہ بابا حاجی پہنچے جسے انھوں نے بڑا خوبصورت اور فرحت افزا پایا۔ وہاں کے باشندوں نے جو کچھ میسر تھا جوں کا توں پیش کر دیا۔ بھائیوں اور عزیزوں کی بے مروتی کے باعث چونکہ انھیں کہیں (چین سے) ٹھہرنے کی جگہ نہ ملی تھی، اس لیے اس جگہ کو جب انھوں نے بڑا فرحت بخش پایا تو اسے اپنا مسکن ٹھہرایا اور مکمل اطمینان خاطر کے ساتھ بھائیوں کی پریشانی کے آزار سے نجات پا کر اسے اپنا پڑاؤ بنایا۔

اس بادشاہ آسمان جاہ کا ذکر اپنے مناسب موقع پر پھر آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ فی الحال یہی بہتر ہوگا کہ خامہ عنبر شمامہ فرید بن حسن بن ابراہیم کے ذکر میں، جسے اپنے ایام دولت میں شیر شاہ عالم کا خطاب ملا[2]، رواں ہو جائے۔ التوفیق من اللہ الودود۔

۱۔ نسخہ ج میں ''ایک بلوچ سے دوچار ہوئے جس نے رہبری کی''

۲۔ نسخہ ج میں ''شیر شاہ عالم خطاب پایا، تعاقب میں لاہور آیا اور وہاں تخت پر بیٹھا۔ و اللہ اعلم

شیر شاہ[1]

راویان اخبار اور واہبان آثار و اخبار نے مرکب خامہ کو یوں جولانی دی ہے کہ جس زمانے میں سلطان بہلول نے حکومت ہند میں امتیاز حاصل کیا[2] ابراہیم سور اپنے بیٹے حسن کے ہمراہ آزردہ ہو کر[3] ہندوستان چلا آیا اور اس کے امراء میں سے ایک کے پاس ٹھہرا[4]۔ چند ہی دن گزرے تھے کہ اس نے حسن کو حصار فیروزہ کی حکومت کے لیے بھیج دیا[5]۔ چنانچہ فرید حصار ہی میں پیدا ہوا۔ اس نے کچھ دن نارنول میں بھی

---

۱ - نسخہ ج میں (شیر شاہ کے) حالات سے پہلے امراء کی یہ فہرست (بھی) مندرج ہے:
''شاہزادہ عادل شاہ، شاہزادہ جلال خان، خواص خان، پنجو سور، جلال خان خلیفہ، داؤد میانہ، عیسلی خان حجاب، قطب خان سور، ہیبت خان، اعظم ہمایوں، زین خان نیازی، برمزید کور، جلال خان سور، غازی خان، شہاب خان، شمس خان، دولت خان، احمد خان، سید خان نیازی، تاج خان، شہباز خان، الف خان، پہاڑ خان، داؤد خان، چاند خان، ملک چالاک، ککر خان، بہادر خان، کالا پہاڑ، محمود خان، محمد خان، عیسلی خان نیازی، فیروز خان، مونکر خان، حمید خان''

۲ - نسخہ الف اور ب میں ''اختصاص حاصل کیا''

۳ - نسخہ ج میں ہے ''اپنے بیٹے حسن کے ہمراہ رنجیدہ ہو کر''۔ طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۸۶) میں ''ولایت روہ سے جو کہ افغانوں کا مسکن ہے ...''۔ روہ عبارت ہے کوہ سے

۴ - نسخہ الف اور ب میں ''قیام کیا''

۵ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''انھوں نے حصار کی حکومت دے دی''

گزارے - جب حسن نے وہاں کی حکومت کے دوران (رعایا کے ساتھ) حسن سلوک کا مظاہرہ کیا ، سلطان ابراہیم لودھی کے زمانے میں امراء میں داخل کر لیا گیا - سہسرانو[1] اور خاص پور ٹانڈہ کے پرگنے جاگیر میں ملے[2]- حسن وہاں چلا گیا - فرید بعض وجوہ کی بنا پر حسن سے رنجیدہ خاطر ہو کر جولپور چلا گیا - حسن نے وہاں اپنے اقرباہ کو لکھا کہ فرید کو تسلی دے کر واپس بھیج دیں تا کہ اسے کسی معلم کے سپرد کر دوں[3] اور وہ کچھ پڑھ لکھ لے - فرید وہاں جانے پر راضی نہ ہوا ، اس لیے کہ جونپور سہسرالو کی نسبت بہت بڑا شہر ہے - چنانچہ اس نے کہا کہ میں یہیں پڑھوں گا - مختصر یہ کہ فرید نے وہاں ہر علم سے واقفیت پیدا کی اور کافیہ شرح کے ساتھ مکمل کی - پھر جب حسن جولپور آیا تو اس کے اقرباہ نے بیچ میں پڑ کر فرید کی اس کے ساتھ صلح کرا دی - فرید باپ کے پاؤں پر گر کر رونے لگا - اس اثنا میں ایک درویش پھٹی پرانی گدڑی[4] پہنے نمودار ہوا اور حسن سے کہنے لگا : ''شاہ دھلی کو کیوں پریشان کر رہا ہے ؟''- افغان جو وہاں پر جمع تھے یہ سنکر حیران رہ گئے - غرضیکہ جب حسن نے دیکھا کہ بڑی سوجھ بوجھ کا مالک ہے تو سہسرالو اور خاص پور ٹانڈہ کی حکومت اس کے سپرد کر دی[5]- فرید میں چونکہ جوہر قابل موجود تھا اس لیے اس نے وہاں پہنچ کر حسن کی جاگیر کا نہایت عمدگی سے انتظام چلایا اور اس کو آباد کرایا - چند ایک دیہات ایسے تھے جنھوں نے فرید کو نہیں دیکھا تھا[6]- اس نے ان کے لیے دو سو زینیں تیار کیں اور گھوڑے عاریۃً لے کر ان دیہات پر حملہ کر دیا -

---

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ۸۶) میں ''سہسرام''

۲ - نسخہ ج میں ''ٹانڈہ دیا ''

۳ - نسخہ الف اور ب میں ''بھیج دیں ہم چاہتے ہیں کہ کچھ''

۴ - ژلدہ بمعنی خرقہ کہنہ (پرانی گدڑی)

۵ - نسخہ الف اور ب میں ''اپنی جاگیر کی حکومت فرید کو دے دی''

۶ - دونوں نسخوں الف اور ب میں '' نہیں دیکھا تھا اور پڑوسی تھے''- طبقات اکبری (صفحہ ۸۷) میں ''بعض مواضع کے مقدموں نے ، جو کہ بڑے مغرور اور سرکش تھے ، فرید کو نہیں دیکھا تھا - فرید اس گروہ کی سرکوبی کے لیے متوجہ ہوا''

مورچے اور دمدمے تیار کیے اور بڑی جد و جہد کے بعد ان پر غالب آ گیا ۔ اس نے وہاں کے لوگوں کو قتل کر دیا اور جنگل کاٹ ڈالے[1] ۔ غریب رعایا کی دل جوئی کی اور بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے جاگیر کو آباد کر دیا ۔ دو سال کے بعد جب حسن اپنی جاگیر میں آیا تو اس نے اسے معمور اور آباد پایا ۔ فرید کی بڑی تحسین و آفرین کی اور اسے بہت سا انعام دے کر خوش کیا ، یہاں تک کہ بھائی اس سے جلنے لگے ۔ حسن کے پانچ بیٹے تھے ۔ فرید اور نظام افغان بیوی سے تھے جو مر چکی تھی اور اس کی بجائے ایک خوبصورت کنیز حسن کے گھر میں تھی ۔ اس سے تین بیٹے تھے ۔ سلیمان ، احمد اور مدا ۔ حسن کا دل اس کنیز کی طرف مائل تھا اور اسے اس سے بڑا تعلق خاطر تھا ۔ ایک دن اس نے حسن سے کہا : ''تم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تیرے بیٹے بڑے اور با شعور ہو جائیں گے تو اپنی جاگیر کی حکومت انھیں دے دیگا''۔ حسن چونکہ فرید کو فرزند رشید سمجھتا تھا اس لیے یہ بات اس سے نہیں کہتا تھا ۔ فرید اپنے باپ کے ما فی الضمیر سے آگاہ اور کنارہ کش ہو کر دولت خاں کے پاس ، جو سلطان ابراہیم کے امرائے کبار میں سے تھا ، چلا گیا اور اسی کی ملازمت میں آ گیا ۔ ایک دن فرید نے عرض کیا : ''میرا باپ بوڑھا اور کمزور ہو گیا ہے اور ایک کنیز ہندی کے سحر میں گرفتار ہے ۔ اگر سہسرانو اور خاص پور ٹانڈہ مجھے عنایت فرمائیں تو میرا بھائی نظام پانچ سو سواروں کے ساتھ یہاں سلطان کی خدمت میں

---

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۸۷) میں ''اس کے بعد بعض ایسے سرکشوں کو سزا دینے کے لیے ، جو اس کے پرگنوں کے نواح میں تھے ، جن کو اپنے زور و قوت اور جنگلوں کا بھروسا تھا ، اس کو خاطر میں نہیں لاتے اور اس کے دیہات اور پرگنوں کو نقصان پہنچاتے تھے ، اس نے ایک بڑی جمعیت تیار کی ، پھر ان پر چڑھائی کرتے ہوئے ان کے مواضع کے قریب جا اترا اور اپنے ارد گرد ایک حصار تعمیر کیا ۔ ہر روز ان کے جنگل کاٹتا رہا ، یہاں تک کہ قلعہ تک جا پہنچا اور دمدمے تیار کر کے ان پر غالب آ گیا''۔

حاضر رہے اور میں وہاں جا کر جاگیر کا انتظام کروں"[1]۔ دولت خاں نے یہ بات سلطان ابراہیم تک پہنچا دی ۔ سلطان نے فرمایا : "وہ برا آدمی ہے جو اپنے باپ کا گلہ مند اور شاکی ہے"۔ یوں یہ کام ادھورا ہی رہا ۔ البتہ دولت خاں نے فرید کو تسلی دی کہ خاطر جمع رکھیے ۔ پھر کسی اچھے موقع پر سلطان سے عرض کرکے تیرے باپ کی جاگیر تیرے نام لگوا دوں گا ۔ اس دوران میں حسن رحمت ایزدی کے جوار میں پہنچ گیا ۔ دولت خاں نے حسن کی جاگیر فرید کو دلوادی[2] تو اس کے بھائیوں نے چوندہ[3] کے حاکم محمد خان کے پاس جا کر فرید خاں کی زیادتی کی شکایت کی ۔ اس نے کہا سنا جا رہا ہے کہ بابر بادشاہ لاہور آکر پورے ملک پر قابض ہو گیا ہے ۔ اب اس میں اور سلطان ابراہیم میں جنگ ہوگی ۔ اگر سلطان کو فتح ہوئی تو جیسی تم چاہو گے کوئی دوسری جاگیر تمہیں دلوا دوں گا ۔ اس کے علاوہ محمد خان نے ایک شخص کو فرید خاں کی طرف بھی بھجوایا اور کہلوایا کہ بھائیوں کو باپ کی میراث سے محروم نہ کرو ۔ فرید نے کہا کہ میراث کا معاملہ ہی غلط ہے۔

---

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۸۹) اور مخزن افغانی (صفحہ ۹۰ ب) میں ۔ "اگر وہ پرگنے ہم دونوں بھائیوں کو عنایت کر دیے جائیں تو ایک بھائی ہمیشہ پانچ سو سواروں کے ساتھ سلطان کی خدمت میں حاضر رہے اور دوسرا پرگنہ اور فوج کا انتظام و انصرام بھی سنبھالے اور باپ کی خدمت بھی کرے"

۲ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۷۷) میں "باپ کے پرگنوں کو فرید اور اس کے بھائی نظام کی جاگیر قرار دیا ۔ سہسرام اور خاص پور ٹانڈہ کی حکومت کا فرمان فرید کے نام صادر کرکے اسے رخصت کر دیا ۔ فرید نے جاگیر میں جا کر ان پرگنوں پر قبضہ کر لیا اور سپاہ و رعیت کے معاملات کی انجام دہی میں مشغول ہو گیا ۔ سلیمان فرید کے ساتھ نباہ نہ کر سکا اور رنجیدہ و آزردہ ہو کر محمد خان سور کے پاس چلا گیا"

۳ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۱۳۸) میں "حدود سہسرام میں جنگلستان چوندہ جو کہ رہتاس کا ایک پرگنہ ہے"

یہ تو بادشاہ کی ملکیت ہے - جب مجھے دے دی تو دوسروں کو اس پر دعوے کا حق نہیں پہنچتا[1]۔

اس اثنا میں سلطان ابراہیم اور بابر بادشاہ کے درمیان جنگ ہوئی اور تقدیر الٰہی سے سلطان ابراہیم مارا گیا - دہلی کی سلطنت شاہ بابر کو منتقل ہو گئی ، افغانوں کا معاملہ تہ و بالا ہو گیا اور احوالِ عالم کچھ سے کچھ ہو گئے -

فرید بہار خان کے بیٹے کے پاس ، جو بہار میں صاحب سکہ و خطبہ ہو کر سلطان محمد کے خطاب سے مخاطب ہو چکا تھا[2] ، چلا گیا اور اس کی نوکری اختیار کر لی ، جس نے حد درجہ التفات کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے اپنے امراء میں شامل کر لیا - ایک دن جبکہ سلطان محمد خان شکار کے لیے گیا ہوا تھا ، ایک ہیبت ناک شیر نے بہت سے آدمیوں کو مار ڈالا اور زخمی کر دیا - فرید نے بڑی دلاوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شیر کو مار ڈالا - سلطان محمد نے اسے شیر خان کا خطاب دیا -

ایک روز شیر خان سلطان محمد کے دولت خانے میں نماز ادا کر رہا تھا ، سلطان محمد اندرون خانہ سے آیا اور کہنے لگا : "شیر خان تم نے اتنی نمازیں ادا کی ہیں کہ سہسرام اور خاص پور ٹانڈہ کے پرگنے لے لیے ہیں - اب ہمارا بہار بھی لے لو گے ؟"- فرید نے عرض کیا : "جب اللہ تعالیٰ آپ کو دہلی کی بادشاہی عطا کرے گا تو آپ خود بہار مجھے دے دیں گے"-

سلطان محمد نے اس کے بعد شیر خان کو اپنے بیٹے جلال خان کا اتالیق مقرر کر دیا اور اس کے باپ کی جاگیر اسے دے دی - شیر خان

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "بھائیوں کی دلجوئی کر - فرید نے کہا : یہ روا نہیں کہ باپ کی میراث کا دعویٰ کریں - یہ بادشاہ کا ملک ہے جسے چاہے بخش دے"

۲ - منتخب التواریخ (صفحہ ۳۵۸) اور مخزن افغانی (صفحہ ۹۱) میں "فرید ، بہار خان ولد دریا خان لوحانی کی خدمت میں چلا گیا جو بہار میں اپنے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر کے سلطان محمد کے خطاب سے مخاطب ہو چکا تھا"

نے جاگیر کا رخ کیا مگر وہاں ضرورۃً وعدے سے زیادہ دیر ٹھہرا رہا۔ ایک دن سلطان محمد نے فرمایا: "دیر ہوگئی شیر خان نہیں آیا"۔ محمد خان نے عرض کیا: "شیر خان حیلہ باز ہے، اسے لانے کی صورت یہ ہے کہ سلیمان، مدا اور احمد، جو اس کے بھائی اور اپنے باپ کے قائمقام ہیں اور دیر سے یہاں موجود ہیں، اگر اس کی یہ جاگیر انھیں دے دیں تو شیر خان فوراً حاضر ہو جائے گا اور وہاں نہیں رہے گا"[۱]۔ لیکن سلطان محمد اس کے حقوق خدمت کے پیش نظر جاگیر کی تبدیلی پر راضی نہ ہوا اور محمد خان سے کہنے لگا: "جس طرح بھی اس کے بھائی راضی ہو سکیں، شیر خان کے پرگنوں کو ان میں تقسیم کر کے اس فتنے کا سدباب کر دو"۔ محمد خان نے شیر خان کو پیغام بھیجا کہ بھائیوں کو جاگیر کے حصے سے محروم نہ کرے۔ شیر خان راضی نہ ہوا۔ محمد خان نے شادی غلام کو ایک بہت بڑا لشکر دے کر روانہ کیا تاکہ سلیمان، احمد اور مدا کا جاگیر میں جو حصہ ہے، انھیں دلا دے اور اگر معقولیت سے پیش نہ آئے[۲] تو اسے مناسب سزا دے۔ شادی جب وہاں پہنچا تو شیر خان اس وقت کہیں گیا ہوا تھا[۳]۔ خواص خان اور قطب خان کا باپ سکہ ایک جماعت کے ساتھ مقابلے کے لیے آیا[۴]۔ بہت سخت جنگ ہوئی۔ جس میں اچانک

۱۔ نسخہ ج میں "شیر خان نہیں آیا۔ محمد خان حیلہ باز نے کہا: اس کو لانے کی صورت یہ ہے کہ..." اور مخزن افغانی (صفحہ ۹۱ ب) میں ہے "محمد خان حاکم چوند نے موقع پا کر عرض کیا کہ شیر خان طالع آزما ہے۔ سلطان محمود بن سلطان سکندر کی آمد کا انتظار کر رہا ہے۔ اس بات سے اس نے سلطان محمد کے مزاج کو اس سے برگشتہ کرتے ہوئے کہا: اس کو لانے کی صورت یہ ہے کہ"

۲۔ طبقات اکبری (صفحہ ۹۱) میں "جب محمد خان اپنی جاگیر میں، جو کہ جوند میں تھی، آیا تو شادی نام ایک غلام"۔ نسخہ ج میں "اگر اچھی طرح سے پیش نہ آئے"

۳۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "شیر خان حاضر نہیں تھا"

۴۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "مقابلے میں آیا، لڑائی کے میدان میں پہنچا اور شیر خان کا لشکر"

سکہ قتل ہو گیا اور شیر خان کے لشکر نے ہزیمت اٹھائی ۔ جب شیر خان کو یہ صورت حال معلوم ہوئی تو اس نے دوسری طرف چلے جانے کا ارادہ کر لیا اور سلطان جنید برلاس[1] کی طرف ، جو کہ بابر کی طرف سے جون پور کا صوبیدار تھا[2] ، جانے کا قصد کیا ۔ اس کے بعض عزیزوں نے کہا : "بہار میں سلطان محمد کے پاس جانا بہتر معلوم ہوتا ہے"۔ شیر خان نے کہا : "محمد خان اس کے امرائے کبار میں سے ہے ، میری خاطر اسے ناراض نہیں کرے گا"۔ سامان سفر تیار کیا اور مناسب تحفے تحائف لیے جنید کے پاس چلا گیا ۔ اس کے اور جنید برلاس کے درمیان مناسب گفتگو ہوئی ۔ کچھ دن بعد ایک بہت بڑی فوج اس سے لے کر اپنی جاگیر میں واپس آ گیا ۔ محمد خان اس سے بھاگ کر کوہستان رہتاس میں جا نکلا ۔ یوں شیر خان دوبارہ اپنی جاگیر پر قابض ہو گیا ۔ مددگاروں کو انعام وافر دے کر خوش خوش واپس کر دیا ۔ بعض اقرباء کو ، جو پہاڑوں[3] میں مقیم تھے ، طلب کیا اور ایک لشکر تیار کرنے کے بعد محمد خان کو پیغام بھیجا کہ آپ میرے آقا کی جگہ ہیں ۔ مجھے تو محض بھائیوں سے انتقام لینا تھا (سو لے لیا) ۔ اب آپ کوہستان[4] سے تشریف لا کر اپنے پرگنوں پر قبضہ کر لیجئے ۔ محمد خان خوش ہو کر اپنی

---

۱ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۰۸ ب) میں "فرید (حسن بن ابراہیم کا بیٹا) خود سری اور بد نہادی کے باعث اپنے باپ کو آزردہ کر کے اس سے الگ ہو گیا ۔ کچھ عرصہ تاج خان لودھی کے نوکروں میں رہا ، کچھ دن اودھ میں قاسم خان اوزبک کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے لیے سلطان جنید برلاس کی ملازمت بھی اختیار کی"

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۹۲) میں "جنید برلاس جو کہ حضرت بابر بادشاہ کی طرف سے کڑہ مانک پور کا حاکم تھا"

۳ ۔ نسخہ ج میں "جونپور میں تھے"۔ کوہ سے مراد ہے کوہ رہتاس ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۹۲) میں لکھا ہے "چونکہ تاب مقاومت نہیں تھی ، بھاگ کر کوہ رہتاس میں چلا آیا"

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تنگی کوہستان"

جاگیر میں چلا آیا ۔ اس کے بعد شیر خان اپنے بھائی نظام کو اپنی جاگیر میں چھوڑ کر خود سلطان جنید برلاس کے پاس چلا گیا ۔

اتفاق سے ابھی چند روز ہی وہاں ٹھہرا تھا کہ سلطان جنید شیر خان کو اپنے ساتھ لے کر بابر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا[1]۔ اسے شاہ کی خدمت میں پیش کیا ۔ وہ سفر چندیری تک ساتھ رہا ۔ جب اس نے مغلوں کے طور طریقوں کو دیکھا تو ایک روز دوستوں سے کہا : "مغلوں کو ہندوستان سے نکالنا بڑا آسان ہے"۔ کہنے لگے : "کس بنا پر کہتے ہو؟" کہنے لگا : "ان کا بادشاہ اتنا عیاش ہے کہ اس نے اپنے سرکاری معاملات کو ملازموں کے سپرد کر رکھا ہے اور خود بہت کم اپنے کام پر توجہ دیتا ہے ۔ افغانوں کا (سب سے بڑا) عیب یہ ہے کہ ان میں اتفاق نہیں ۔ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو افغانوں کو متحد کرکے تھوڑی سی کوشش سے مغلوں کو ہندوستان سے باہر نکال دوں گا"۔ اس کے دوستوں نے اس پر اس کا تمسخر اڑایا اور ہنسنے لگے ۔

ایک دن سلطان جنید برلاس شیر خان کو شاہ بابر کے حضور میں لے گیا ۔ جب دستر خوان بچھا تو مچھلی کے گوشت کا ایک پیالہ اس کے آگے رکھا گیا ۔ قاشق نہیں تھی ۔ شیر خان نے چھری نکالی اور مچھلی کو کاٹ کاٹ کر روٹی کے ٹکڑے کے ساتھ کھانے لگا ۔ شاہ بابر نے ، جو کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا ، سلطان جنید سے فرمایا : "مجھے اس افغان کی آنکھ فتنہ انگیزی پر دلالت کرتی دکھائی دے رہی ہے"۔ اس نے چاہا کہ شیر خان کو پکڑ لے مگر شیر خان ما فی الضمیر شاہی کو بھانپ کر وہاں سے بھاگ نکلا ۔

مغلوں سے مایوس ہو کر پھر سلطان محمد کے یہاں پہنچا ۔ سلطان محمد نے اسے پھر وہی منصب دے دیا ۔ اس اثنا میں سلطان محمد فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا جلال خان اس کا قائم مقام ہوا ۔ اس کے ایام دولت میں شیر خان اور زیادہ طاقتور ہو گیا اور پھر مختلف حیلوں بہانوں سے تمام بہار کی حکومت اپنے تصرف میں لے لی ۔

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "اتفاقاً جنید برلاس جو شاہ بابر کے حضور میں جا رہا تھا شیر خان کو بھی ہمراہ لے گیا"

جب والی بنگالہ نے سنا کہ شیر خان بہار کا حاکم بن گیا ہے تو قطب خان کو ، جو اس کے امرائے کبار میں سے تھا ، بہار کی تسخیر کے لیے روانہ کیا تاکہ پہلے شیر خان کو قابو میں لائے پھر بہار کی فکر کرے - شیر خان نے ہر چند کہ صلح کا دروازہ کھٹکھٹایا ، بات نہ بنی - چنانچہ جنگ کے لیے آگے بڑھا - ایسی جنگ ہوئی کہ دنیا نے کبھی نہ دیکھی ہوگی[1] - آخر کار قطب خان مارا گیا - بنگالیوں کو زبردست شکست ہوئی - جب شیر خان وہاں پہنچا جہاں قطب خان گرا ہوا تھا ، گھوڑے سے اترا اور اس کے سر کو آغوش میں لیا[2] تو اس زمانے کے لوگوں نے گویا دارا اور سکندر کا ماجرا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا - جنگ کے بعد جتنے بھی خدم و حشم ، گھوڑے ، ہاتھی ، اسلحہ اور غنائم تھے سب شیر خان کے ہاتھ لگے اور اس کی قوت و حشمت میں اضافہ کا باعث بنے - ایک دن لوہانی ، جو شیر خان سے بغض رکھتے تھے[3] ، جلال خان سے کہنے لگے : "شیر خان فتنہ انگیز ہے"[4] - تو نے ہی اسے منتخب کیا ہے اور اس نے تجھے بے بس کر رکھا ہے - بہتر یہی ہے کہ ہم اسے ختم کر دیں" - شیر خان کو اس بات کا پتہ چل گیا[5] تو اپنی حفاظت کرنے لگا[6] - جلال خان کو لکھا کہ تمھارے امراء میرے خلاف ہیں - جلال خان ، جو اس سے بد گمان ہو چکا تھا ، طے کر چکا تھا کہ بہار کے بعض پرگنے والی بنگال کو دے دے اور اس سے کمک لے کر شیر خان کو زیر

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "بہت بڑی لڑائی ہوئی کہ دنیا کی آنکھیں اس کو دیکھ کر چندھیا گئیں"

۲ - نسخہ ج میں "اس کا سر اپنی ران پر رکھا"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "لوحانی اس پر رشک کرنے لگے" - اصل میں "لوحانی شیر خان"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "فتنہ انگیز ہے - اسے درمیان سے ہٹا دینا چاہیے"

۵ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "شیر خان کو اس سازش کی بھنک پڑ گئی"

۶ - نسخہ ج میں "اس نے خود کو سمیٹ لیا"

کر لے[1]۔ یہ طے کر کے شیر خان کو مغلوں کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ کر خود بادشاہ بنگال کی خدمت میں چلا گیا۔ شیر خان نے اس کے پیچھے بہار میں پوری پوری تیاری کرلی۔ ادھر لوہانی بھی وہاں پہنچ گئے اور والی بنگال سے بے انتہا فوج لے کر شیر خان پر چڑھ دوڑے۔ شیر خان نے مستحکم قلعہ تیار کر رکھا تھا۔ وہ ہر روز کچھ فوج قلعہ سے باہر بھیجتا جو دشمن کی فوج پر غالب آ جاتی۔ بالآخر جنگ کے لیے صف آرائی ہوئی۔ بنگالے کا لشکر بھی صف باندھے میدان میں اتر پڑا[2]۔ خوب خوب آگ برسائی اور جنگی ہاتھی میدان میں اتارے۔ شیر خان نے بھی فوجیں تیار کیں۔ ایک فوج کو تسلی دے کر[3] قلعہ کے اندر چھوڑ دیا۔ ایک فوج کو دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا اور حکم دیا: "جس وقت بنگالے کی فوج جنگ کے لیے آئے اور تیر اندازی کرے تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلنا تا آنکہ وہ لوگ اس جگہ سے، جہاں سے آگ برسا رہے ہیں اور جہاں ہاتھی کھڑے کر رکھے ہیں، باہر آ جائیں"[4]۔ یہ طے کر کے فوج کو بنگالیوں کے مقابلے کے لیے بھیج دیا اور خود چار ہزار[5] دلاور سواروں کے ساتھ، جن پر اعتماد رکھتا تھا، صف بستہ ہو کر، پہاڑ کے دامن میں، ایک محفوظ جگہ پر، گھات میں بیٹھ گیا۔ شیر خان کی دوسری فوج میدان میں آئی تو بنگالیوں نے دیکھتے ہی اس پر اچانک حملہ کر دیا۔ شیر خان کی فوج نے جیسا کہ طے پایا تھا، پہلے ہی حملہ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دیا۔ بنگالیوں نے خوشی خوشی ان کا پیچھا کیا۔ جب ان کی ساری فوج اس جگہ سے باہر آ گئی جہاں توپ خانہ اور ہاتھی تھے، شیر خان نے اس وقت کو انتہائی غنیمت سمجھا

۱۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تمہارے امراء مجھ سے حسد کرتے ہیں۔ بالآخر جلال خان بھی شیر خان کی بیخ کنی پر راضی ہو گیا۔ انہوں نے طے کیا کہ..."

۲۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "لشکر بنگالہ جنگ کے لیے تیار ہو کر"

۳۔ نسخہ ج میں "فوج کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے"

۴۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "باہر آئیں"

۵۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تین ہزار"

اور بلائے ناگہانی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا اور مار مار کر ان کا بھرکس نکال دیا ۔ جلال خان زخمی اور ادھ موا ہو کر بھاگ نکلا ۔ اس کی بہت سی فوج اور بنگالے کا لشکر تہ تیغ ہو گیا ۔ سارا لشکر ، ہاتھی ، توپ خانہ اور بہت سے غنائم شیر خان کے ہاتھ لگے ۔ یوں اسباب حکمرانی اس کے ارد گرد جمع ہو گئے ۔ للہذا اس نے بہار کو بغیر کسی دعویدار اور شریک کے اپنے تصرف میں لے لیا ۔

ان دنوں تاج خان افغان کی ، جو سلطان ابراہیم کی طرف سے چنار کا حاکم تھا ، ایک لاد ملک نامی بیوی تھی ۔ مصور قطرت نے اس سے زیادہ خوبصورت تصویر صفحۂ ہستی پر نہیں کھینچی تھی[۱]۔ رخسار اس کے ایسے تھے کہ باغ کا پھول اس کی شرم سے آب آب ہو جاتا تھا اور گوہر درخشاں اس کے چہرے کی آب و تاب کو دیکھ کر آفتاب کی طرح پانی میں ڈوب جاتا تھا ۔ تاج خان اس پر بہت فریفتہ تھا ۔ اس کا سارا خزانہ اور اموال اس عورت کے ہاتھ میں تھے ۔ تاج خان کے دوسرے بیٹے ، جو دوسری ماں سے تھے ، چاہتے تھے اسے مار ڈالیں حتیٰ کہ ایک رات ان میں سے ایک نے لاد ملک کو تلوار کا وار کر کے زخمی کر دیا ۔ تاج خان تلوار کھینچے آیا کہ اس کو مار ڈالے مگر اس نا خلف نے پیش دستی کرتے ہوئے باپ کو بھی مار ڈالا ۔ شیر خان ، جو کہ اسی نواح میں تھا ، تیزی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا ۔ اس نے لاد ملک اور تاج خان کے بیٹوں کو پکڑ کر قید میں ڈال دیا اور چند دنوں کے بعد جب لاد ملک کا زخم اچھا ہو گیا اسے اپنے عقد میں لے آیا ۔ جس کے نتیجہ میں چھ من سونا اور آٹھ عدد گراں بہا موتی کہ ان میں سے ایک ایک دانہ ایک ایک ہزار دینار میں فروخت ہوتا ، شیر خان کو ملے ۔ ان کے علاوہ دس ہاتھی[۲] اور اسّی تازی گھوڑے ، لباس اور بہت سا ساز و سامان[۳] اس کے تصرف میں

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''لاد ملک نامی کہ مصور نے مثل اس کے صورت زیبا صحیفۂ دیبا (مخمل) پر نہ کھینچی تھی اور تاج خان اس پر فریفتہ تھا''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''انیس ہاتھی''

۳ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''مال و اسباب ، جو سب کا سب نو لاکھ روپے مالیت کا تھا ، اس کے تصرف میں آیا''

آ گیا[1] ۔ ان دنوں بہت سی فوج بھی اس کے پاس جمع ہو گئی اور اسے روز بروز عروج حاصل ہوتا گیا ۔ چنانچہ اس نے بنگال کی تسخیر کا فیصلہ کیا ۔ نوے ہزار دو اسپہ سوار لے کر ، ایک ایسے راستے سے جہاں کبھی کسی کا گزر نہیں ہوا تھا ، یکایک گور پہنچ گیا اور بنگال کے بادشاہ کا مد مقابل ہو کر اسے بھی شکست دی ۔

اس اثنا میں جب کہ وہ ابھی بنگالہ ہی میں تھا ، بابر بادشاہ نے جنت الفردوس کی راہ لی اور ہمایوں بادشاہ تخت نشین ہوا[2] ۔ چونکہ ہمایوں بادشاہ سلطان بہادر گجراتی کی پریشانی کے باعث گجرات کے مضافات میں ٹھہرا ہوا تھا ، شیر خان فرصت پا کر اس رتبے کو پہنچ گیا ۔

اسی دوران میں سلطان سکندر لودھی کے بیٹے سلطان محمود نے افغانوں کی ایک جمعیت اکھٹی کر کے جونپور کے حاکم احمد بیگ پر حملہ کر دیا[3] ۔ اس پر ہمایوں بادشاہ کے امراء نے اس فتنے کے سد باب کے لیے اس کے خلاف لشکر کشی کی ۔ سلطان محمود نے شیر خان کو مدد کے لیے طلب کیا ۔ شیر خان نے پیغام بھیجا کہ مناسب تیاری کر کے پہنچ رہا ہوں ۔ جب سلطان محمود جونپور میں آیا ہمایوں بادشاہ کے امراء نے تاب مقاومت نہ لا کر راہ فرار اختیار کر لی[4] ۔ ہمایوں بادشاہ اس زمانے

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”اس کے تصرف میں آیا ۔ بہت بڑی فوج بھی مل گئی ۔ اس کے بعد بنگالہ کی تسخیر کے لیے نکلا اور جس راستے سے کبھی کسی کا گزر نہیں ہوا تھا ، بنگالہ جا پہنچا ۔ بنگالہ کا بادشاہ بہت بڑی فوج اور مست ہاتھیوں کے ساتھ اس کے مقابلے پر آیا مگر اس نے بڑی بے جگری کے ساتھ لڑتے ہوئے اسے بھی شکست دی“

۲ ۔ نسخہ ج میں ”بنگالہ میں تھا ۔ بادشاہ فوت ہو گیا ۔ ہمایوں بادشاہ تخت پر بیٹھا“

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”لودھی نے ، جو کہ ایک موقع پرست شخص تھا ، افغانوں کی ایک بہت بڑی جمعیت اکھٹی کر کے احمد بیگ سے“

۴ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ”ہمایوں بادشاہ کے امراء بغیر جنگ کیے رو گرداں ہو گئے“

میں قلعہ کالنجر میں تشریف فرما تھے ۔ جب انھوں نے افغانوں کی سرکشی کی خبر سنی تو عنان توجہ اس گروہ کے سد باب کی طرف موڑی ۔ شیر خان نے ، چونکہ ببن اور بایزید کی سرداری سے ، جو سکندر شاہ کے بیٹے کے پیش خدمت بن چکے تھے ، ناراض تھا ، پوشیدہ طور پر امیر ہندو بیگ کو پیغام بھیجا کہ میں بابر بادشاہ کا نمک پروردہ ہوں اس لیے جنگ کے دوران ان کی ہزیمت کا سبب بنوں گا ۔ میرا سلام نیاز بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش کردیں ۔ مختصر یہ کہ ہمایوں تیزی سے بنفس نفیس افغانوں کے مقابلے کے لیے پہنچ گئے ۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے شیر خان طرح دے کر میدان سے نکل گیا ۔ اس کے جانے سے افغان بد دل ہو کر منتشر ہو گئے ۔ سلطان محمود بھاگ کر پٹنہ کے علاقے میں چلا گیا[1] ۔ ہمایوں بادشاہ نے آگرہ کا رخ کیا اور امیر ہندو بیگ کو جونپور میں چھوڑا کہ کسی معتبر شخص کو شیر خان کے پاس بھیجے اور چنار کا قلعہ اس سے لے لے[2] ۔ شیر خان ان دنوں بہار میں تھا ۔ ہندو بیگ نے شیر خان سے قلعہ چنار کی درخواست کی تو شیر خان آج کل پر ٹالتا رہا ۔ جب ہندو بیگ نے سنجیدہ ہو کر کہا کہ یہی حکم ہے لہٰذا تمھیں قلعہ دے دینا چاہیے ۔ شیر خان نے جواب میں لکھا کہ چنار مجھے ٹھیکے پر دے دیجیے ، جو بھی محاصل ہوں گے خزانہ عامرہ میں پہنچا دوں گا اور اپنے بیٹے کو بھی بہت بڑی جمعیت کے ساتھ بادشاہ کی ملازمت میں دے دوں گا ۔ ہندو بیگ نے پھر لکھا کہ بادشاہ کا ملک ہے جسے چاہے دے ۔ یہ نوشتہ شیر خان کو پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا : "تم بادشاہ کے وزیر ہو یقیناً میری شکایت بادشاہ سے کرو گے ۔ جب بادشاہ مجھ پر دباؤ ڈالیں گے تو میں بہار کو چھوڑ کر بنگالہ چلا جاؤں گا ۔ جب بنگالہ بھی

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "پٹنہ چلا گیا ۔ جونپور پھر قبضہ میں آ گیا"۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۹۸) میں لکھا ہے "سلطان محمود ولایت پٹنہ میں جا کر گوشہ نشین ہو گیا اور سپہ گری ترک کر دی یہاں تک کہ سنہ ۹۵۹ میں ولایت اڑیسہ میں وفات پا گیا"

۲ ۔ نسخہ ج میں "آگرہ سے ایک معتبر شخص کو شیر خان کے پاس بھیجا کہ چنار کا قلعہ..."

میرے لیے نہیں رہنے دیں گے تو آسام کی راہ لوں گا[1]۔ ہمایوں بادشاہ خوشگزران ہے اور موسم نا موافق ، اس لیے یہاں زیادہ دیر تک نہیں ٹھہرے گا اور لوٹ کر آگرہ چلا جائے گا ۔ اس وقت ملک میں ایسا فساد کروں گا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں ہو گی ۔ جو ہوتا ہے ہوتا رہے ۔ اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے نہ مانو ۔ ایک دن میری یہ بات تمھیں یاد آئے گی''[2] ۔

بعد ازاں ہمایوں بادشاہ نے تسخیر چنار کی طرف توجہ فرمائی[3] ۔ شیر خان نے عرض کیا کہ میں بابر بادشاہ کا پروردہ اور از خاک برداشتہ ہوں اور نیز سلطان سکندر کے بیٹے سے جنگ میں آنحضرت کی فتح کا سبب بن چکا ہوں ۔ اگر چنار کا قلعہ میرے پاس چھوڑ دیں تو اپنے بیٹے کو چار ہزار سواروں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دوں گا ۔ اس زمانے میں چونکہ حضرت کے دل میں سلطان بہادر گجراتی کی طرف سے تشویش تھی ، صلح پر راضی ہو گئے ۔ شیر خان نے اپنے بیٹے جلال خان کو[4] چار ہزار سواروں اور عیسیٰ خان حجاب کے ساتھ خدمت شاہی میں بھیج دیا ۔ سلطان بہادر جب اجمیر کے نواح میں پہنچا تو ہمایوں بادشاہ بھی اس مہم پر روانہ ہوا ۔ شیر خان کا بیٹا گجرات کے راستے بھاگ کر باپ کے پاس آ گیا[5] ۔ شیر خان نے موقع پا کر سارے بہار ، گڑھی اور بنگالہ کو اپنے قبضے میں لے لیا ۔ جب ہمایوں بادشاہ گجرات کے سفر سے لوٹ کر آگرہ پہنچے تو شیر خان کے احوال اور غلبہ و استیلا کا سنتے ہی اس کے سد باب

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جاؤں گا''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''اس وقت میرا کہنا نہیں سنتے مگر ایک دن میرا کہا یاد کرو گے''

۳ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''بہت سنجیدہ ہو گیا''

۴ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۹۹) میں ''شیر خان نے ، قطب خان ، اپنے بیٹے کو'' اور مخزن افغانی (صفحہ ۹۶ ب) میں بھی لکھا ہے : ''قطب خان شیر خان کا بیٹا تھا''

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''شیر خان کا بیٹا اجمیر تک ساتھ تھا ۔ وہاں سے بھاگ کر اپنے باپ کے پاس آ گیا''

کے لیے چنار پر حملہ آور ہوئے ۔ شیر خان غازی سور کو چنار میں چھوڑ کر خود جہار کند کی پہاڑیوں[1] کی طرف چلا گیا ۔ اس کا بیٹا جلال خان گڑھی میں تھا ۔ ہمایوں بادشاہ نے جہانگیر قلی کو دو تین امرائے کبار کے ساتھ شیر خان کے بیٹے کی بیخ کنی کے لیے گڑھی میں متعین کیا ۔ جلال خان گڑھی کو چھوڑ کر باپ کی طرف چلا گیا ۔ شیر خان کو خیال آیا کہ گڑھی اور چنار میں بہت سے خزانے مجھے ملے تھے ۔ اگر قلعہ رہتاس میرے ہاتھ آ جائے تو وہاں محفوظ ہو جاؤں گا[2] ۔ اس نیت سے جلال خان کو چنار میں چھوڑا اور خود رہتاس کے نواح میں پہنچ کر راجہ کو پیغام دیا : "ہمایوں بادشاہ میرے درپے آزاد ہے ۔ میں اس کے ہاتھوں در بدر اور خاک بسر پھر رہا ہوں ۔ اگر تم مروت اور دوستی کا مظاہرہ کرو اور میرے آدمیوں کو اپنی پناہ میں لے لو تو عمر بھر تمہارے احسان کا طوق میری گردن میں رہے گا[3] ۔ راجہ کو یہ پیغام ملا تو اس نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور ان سے صلاح مشورہ کیا[4] تو سب کی رائے یہ تھی کہ اس کو پناہ دینا ٹھیک نہیں لگتا ۔ اسی اثنا میں ایک برھمن نے ، جس کو کواکب کی رفتار اور اصطرلاب سے پوری پوری واقفیت تھی اور راجہ کو بھی اس کی مہارت پر پورا پورا اعتماد تھا ، عرض کیا "ہمیں ہیئت فلکی سے ایسا معلوم ہوا ہے کہ یہ افغان عنقریب تخت دہلی پر جلوس کرے گا اور عروس ملک کو اپنی آغوش میں لے لے گا ۔

---

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۹٦) "کوہستان بھر کندہ" اور مخزن افغانی (صفحہ ۹۵) میں "کوہستان بھرکد ، جو بہار کے نواح میں واقع ہے ، چلا گیا"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "میرے ہاتھ آ جائے تو آدمیوں اور خزانے کو وہاں چھوڑ کر اطمینان سے آنحضرت کا مقابلہ کر سکوں گا"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "جگہ دے "عمر بھر تمہارا ممنون رہوں گا"

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "مشورہ کا تقاضا پورا کرتے ہوئے مجلس مشورت منعقد کی ۔ سب کی رائے یہ ہوئی کہ اس کو یہ جگہ دے دینا ایسے ہی ہے جیسے چور کو چراغ کی مدد سے گھر دکھا دینا"

بہتر ہو گا اس سے مدارات سے پیش آیا جائے"۔ راجہ نے یہ بات سنی تو گھڑی سوچ میں ڈوب گیا ۔ آخر کار چار و ناچار اس کو اجازت دے دی[1]۔

شیر خان نے تین سو ڈولے تیار کیے اور دو دو دلیر جوان ہر ڈولے میں بٹھا دیے ۔ چار کہار قوم رہیلہ سے[2] ہر ڈولے کے ساتھ ہو لیے ۔ پہلے چار ڈولوں میں ناچ گانے والیوں کو بٹھایا تا کہ راجہ کے آدمی خوب دیکھ بھال کر لیں اور مطمئن ہو جائیں ۔ افغانوں سے طے کیا کہ تم ڈولے سے نکلتے ہی راجہ کے محل پر ٹوٹ پڑنا ۔ شیر خان کا ستارۂ بخت چونکہ عروج پر تھا ، راجہ کا لشکر بھی کسی مہم پر گیا ہوا تھا اور راجہ معدودے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں موجود تھا ۔ الغرض جب ڈولے پہلے دروازے سے گزرے راجہ کے آدمیوں نے امتحاناً ایک ڈولے سے پردہ اٹھایا تو عورتیں نظر آئیں ۔ ادھر پنجو سور نے پکار کر کہا : "اے دوستو ! ہم پٹھان لوگ ہیں اور تمھاری پناہ میں آئے ہیں ۔ مناسب یہ ہے کہ ہماری عزت و حمیت کا خیال رکھو"۔ جب تیسرے دروازے پر پہنچے وہاں ایک دربان تھا ۔ ناگاہ ایک ڈولے سے تلوار کا لعل ظاہر ہوا[3]۔ اس سے پیشتر کہ دربان چیخ و پکار کرتا دریا خان لوحانی آن پہنچا ۔ اس کے گلے میں پگڑی ڈال کر اس زور سے بھینچا کہ چیخ و پکار کا یارا نہ رہا ۔ القصہ ، جب سارے ڈولے قلعہ میں آ گئے اجل راجہ[4] کو بھی گریبان سے پکڑے وہاں

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "پنجو سور خوش خوش واپس آیا اور شیر خان کو بتایا ۔ شیر خان نے تین سو" طبقات اکبری میں ہے "ایک ہزار ڈولہ ترتیب دے کر" اور مخزن افغانی (صفحہ ۹۷) ب میں "شیر خان نے بارہ سو ڈولی ترتیب دے کر"

۲ ۔ نسخہ الف میں "چار کہار کہ وہ بھی روحلہ تھے" اور نسخہ ج میں "قوم رہیلہ اور دلازاک سے تھے"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "ایک ڈولے سے شعلۂ شمشیر نمایاں ہوا ۔ دربان حیران رہ گئے اور جان گئے کہ اس ڈولے میں کوئی مرد ہے"

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "انھوں نے تلوار سنبھالی ۔ پہلے راجہ کو ، جو گنے چنے چند آدمیوں کے ساتھ کھڑا تھا ، قتل کیا ۔ بعد ازاں فوج نے قلعہ میں داخل ہو کر قتل عام کیا"

لے آئی تا کہ دیکھے کہ کیا ہو رہا ہے ۔ وہ جوان جو دلہنیں بن کر ڈولوں میں بیٹھے تھے ، ڈولوں سے نکلے اور تلواریں سونت لیں ۔ پہلے راجہ پر حملہ آور ہوکر سب سے پہلے اسے قتل کر دیا ۔ عین اس وقت جب کہ شیر خان بھی فوجیں آراستہ کر کے دروازے پر پہنچ گیا تھا (اندر سے) افغانوں نے قلعے کے دروازے کھول دیے ۔ وہ لشکر گراں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا اور قتل عام شروع کر دیا ۔ شیر شاہ کی روز افزوں خوش قسمتی کے باعث وہ قلعہ ، جس کا مثل سیاحان ربع مسکوں اور مساحان کوہ وھاموں نے چار دانگ ہندوستان میں نہیں دیکھا تھا، بآسانی شیر خان کے قبضہ اقتدار میں آ گیا[۱]۔ اس نے اسے اپنی فتح کی تمہید سمجھا ۔ اموال بے قیاس اور خزائن بے انتہا ، جو راجہ کی سات پشتوں سے یکجا ہوئے تھے ، خزانہ شیر شاہی میں داخل ہوئے ۔ اس نے اپنے آدمیوں کو وہاں چھوڑا اور مطمئن ہو گیا ۔

بادشاہ ہمایوں ان دنوں آگرہ میں تھے ۔ جب جہانگیر قلی بیگ کی عرض داشت پہنچی کہ سلطان بہادر گجراتی نے بیس ہزار سواروں کے ساتھ نواح اجمیر میں آ کر فتنہ عظیم برپا کر رکھا ہے ۔ ہمایوں بادشاہ اجمیر کی طرف کوچ کرتے ہوئے بیانہ پہنچے[۲] ۔ احمد چپ اور ابراہیم بیگ کو دس ہزار سواران جرار کے ساتھ آگے آگے روانہ کیا ۔ انھوں نے سانکا نیر کے نواح میں پہنچ کر زبردست جنگ کی ۔ بہادر بھاگ گیا اور گجرات کی فوج میں زبردست افراتفری پھیل گئی ۔ اس لشکر سے بکثرت غنائم ہاتھ لگے ۔ شہنشاہ کا دل بہادر کے دغدغے سے مطمئن ہو گیا تو میرزا کامران کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ اجمیر میں چھوڑا اور خود اس کے مضافات میں ، جہاں کی آب و ہوا معتدل تھی ، سیر و شکار میں مصروف ہو گئے[۳] ۔

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''تردد و تدبیر سے قبضہ میں لا کر''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''اجمیر کے مضافات میں آ کر بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''پہنچ کر لڑائی کی اور فتح پائی ۔ بادشاہ بھی ان کے عقب میں روانہ ہو کر اس کے نواح میں سیر و شکار کرنے لگا ۔ وہاں ہندو بیگ کی عرضداشت''

یہیں ہندو بیگ کی عرض داشت ملی کہ شیر خان نے بغاوت کر دی ہے اور بڑے بے ہودہ خیالات اس کے سر میں پیدا ہو گئے ہیں - وہ حیلہ بازی سے قلعۂ رہتاس پر متصرف ہو گیا ہے اور ایسی ایسی باتیں کر رہا ہے جن کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے - ابھی جبکہ یہ شعلہ بھڑکا نہیں ہے ، تھوڑے سے آب تدبیر سے بجھانا آسان ہے ، جب بھڑک اٹھا تو آب شمشیر سے بھی نہیں بجھے گا -

ہمایوں بادشاہ نے شیر خان کی بغاوت کا سنا تو فرمان صادر کیا کہ محمود بیگ اور قمر بیگ دیوانہ[1] ، جو صوبہ سنبل میں ہیں ، اس کا سامنا کریں اور پیچھے پیچھے رایات جاہ و جلال کو بھی وہاں پہنچا جائیں - قلعۂ رہتاس کو تصرف میں لے کر شیر خان کا سر آسمان سے جا لگا اور اس نے ملک گیری کا عزم بالجزم کر لیا - اس نے خواص خان کو چار ہزار سواروں کے ساتھ راجہ چہار گند کے پاس بھیجا تا کہ شیام سندر ہاتھی اس سے حاصل کرے - اس ہاتھی میں بعض باتیں بڑی عجیب تھیں - ایک تو یہ کہ کھال اس کی سفید تھی ، سر پر خاک نہیں ڈالتا ، ہمیشہ مست رہتا اور لڑائی کے دن کوئی دوسرا ہاتھی اس کے مقابل نہ آتا تھا - خواص خان کو جب اس مہم پر بھیجا تو چند افغانوں سے ، جو اس کے حضور میں تھے ، کہنے لگا : ''میں نے اپنے دل میں ٹھان رکھی ہے کہ اگر وہ ہاتھی میرے ہاتھ آگیا تو (میں سمجھوں گا گویا) حق سبحانہ تعالیٰ دہلی کی سلطنت مجھے عنائت فرمائیں گے - بصورت دیگر میں یہ خام خیال سر سے نکال دوں گا اور ملک بنگالہ پر ، جو میرے قبضے میں ہے ، قناعت کروں گا - تمھارے سامنے ، جوکہ میرے دوست ہو ، عہد کرتا ہوں کہ اگر اس بخشندۂ بے منت نے مجھے خاک سے اٹھایا اور تخت دہلی پر بٹھایا تو میں دو کام کروں گا - ایک یہ کہ دس لاکھ روپے[2] رضائے حق سبحانہ تعالیٰ کے حصول کے لیے فقراء اور مساکین کو دوں گا - دوسرا یہ کہ سلطان ابراہیم کے عہد حکومت میں رانا کے بھتیجے کے ہاتھوں سادات چانسو پر جو یہ ظلم ہوا کہ پورن مل نے سادات کے

---

۱ - نسخہ ج میں ''محمود بیگ اور کمر دیوانہ''

۲ - نسخہ ج میں ''دو لاکھ روپے''

دیہات کو لوٹ کر ان کی عورتوں کو طوائفوں کے سپرد کر دیا تھا تاکہ انہیں ناچ گانا سکھائیں (انتقام لوں گا) - وہ سادات ہمیشہ سلطان مذکور کے دربار عام میں فریاد کرتے اور انصاف مانگتے تھے لیکن وہ تغافل سے کام لیتا تھا ، جبکہ میں وہاں موجود ہوتا تھا - میں نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو ان کا بدلہ لوں گا - اگر خدا تعالیٰ نے یہ آرزو میری جھولی میں ڈال دی تو میں تمہارے سامنے یہ دو اہم کام سر انجام دینے کا عہد کرتا ہوں" -

الغرض خواص خان کو خلعت دے کر رخصت کیا - خواص خان ، جس کے ماتھے سے آثار دلاوری نمایاں تھے ، ایک منتخب فوج کے ساتھ کوہستان کے راستے ، جہاں آدمی کا گزر بھی مشکل ہی سے ہو سکتا تھا ، روانہ ہو گیا[1] - راجہ کو اس کے آنے کی اطلاع ہوئی تو ہاتھی کو ایک پہاڑ کی گھاٹی میں چھپا دیا - خواص خان نے جا بجا جاسوس مقرر کر دئے[2] اور راجہ کو پیغام بھیجا کہ میں نندگانو جا رہا ہوں ، میری راہنمائی کرو - گنواروں نے اپنی طاقت کے زعم میں اس کام سے انکار کر دیا اور تین چار ہزار سواروں نے جو اسلحہ میں غرق تھے ، اس کا راستہ روک لیا - خواص خان اس بہانے ان کے گاؤں کے قریب پہنچ گیا اور دریا پار کر گیا - اس اثنا میں ایک جاسوس نے خبر دی کہ فلاں پہاڑ میں ایک غار ہے جہاں انھوں نے ہاتھی کو چھپا رکھا ہے - چونکہ راجہ کو خیال نہیں تھا کہ یہ لوگ ہاتھی کو لینے آ رہے ہیں ، فوراً سب جمع ہو کر جنگ کے لیے تیار ہو گئے[3] - جن لوگوں کو ہاتھی کی حفاظت کے لیے مقرر کر رکھا تھا انہیں بھی بلا لیا[4] - خواص خان نے دریا خان لوحانی

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "کوہستان کے ہیبت ناک راستے سے کہ اس سے گزرنا محال تھا آ پہنچا"

۲ - نسخہ ج میں "خواص خان نے ایک آدمی اس کی تلاش کے لیے متعین کر دیا"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "چونکہ راجہ کا خیال تھا کہ فوج ہمارے لیے آئی ہے - سب نے یکجا ہو کر ..."

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "وہ جماعت ، جو اس کی حفاظت پر مامور تھی ، آ کر ان سے مل گئی"

کو دو سو چیدہ چیدہ سواروں اور فیل بانوں ، جن کو اپنے ساتھ لایا تھا ، بھیجا ۔ چنانچہ انھوں نے دس بارہ فیل بانوں کو ، جو وہاں تھے ، قتل کر کے ہاتھی کو روانہ کر دیا اور خواص خان کو پیغام بھیجا کہ ہاتھی ہمارے ہاتھ آ گیا ہے اور ہم پہاڑ سے بھی نکل آئے ہیں ۔ اس پناہ گاہ سے بھی جلدی باہر نکل آئیں گے ۔ ہاتھی جب دو تین کوس وہاں سے آگے نکل گیا تو راجہ کو خبر ملی ۔ اسی وقت دو تین ہزار پیادوں نے ان کا پیچھا کیا ۔ خواص خان دامن کوہ میں چھپا بیٹھا تھا ۔ وہ تمام کفار ہاتھی کے پیچھے لپکے ۔ جب سب کے سب اس راستے سے آگے نکل گئے تو اس نے ان کے عقب اور دریا خان نے سامنے سے پلٹ کر ان کالے منہ والوں کو گھیرے میں لے کر تہ تیغ کرنا شروع کر دیا [1] ۔ بہت سے کفار کو خاک و خون میں لت پت کر دیا اور جوئے خون رواں کر دی ۔ شیام سندر ہاتھی اور بہت سے غنائم حاصل کر کے کامیاب و کامران واپس ہوئے ۔ نزدیک پہنچے تو سونے اور چاندی کے زیور تیار کیے [2] اور ایک زرین پالان سے سجا کر ہاتھی کو شیر خان کے حضور پیش کیا [3] ۔ شیر خان بے حد خوش ہوا ، سجدات شکر بجا لایا اور دہلی کی فتح کا امید وار ہو گیا ۔ اس روز اس نے ایک عظیم جشن منایا اور دربار کو ریشمی اور زر دوز خیموں سے عروس زیبا بنایا ۔ امرا سے کہنے لگا : ''اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ خدائے کار ساز و بندہ نواز مجھے دہلی کی سلطنت عطا فرمائے گا ۔ تم جو کہ میرے عزیزوں اور امرا میں سے ہو یک دل ہو کر اس کام کو اپنے ہاتھ میں لو''۔

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''جب خواص خان نے دیکھا کہ کفار کی فوج پیچھا کر رہی ہے تو پلٹا ۔ دوسری طرف قطب خان عقب سے حملہ آور ہوا ۔ ملعون کفار کو گھیرے میں لے کر''

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''انھوں نے روانہ کر دیا ۔ بتیس گھوڑے ، چار سو اونٹ اور تمام غنائم ہاتھ لگے ۔ خواص خان کامیاب و کامران ہو کر شیام سندر ہاتھی کے ساتھ واپس ہوا ۔ نزدیک پہنچا تو ایک ہفتہ ٹھہر کر چاندی اور سونے کے وہ زیور جو لوٹ میں ہاتھ آئے تھے جمع کیے اور ایک زرین زین کے ساتھ''

۳ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''سجا کر اس ہاتھی کو حضور میں لائے''

ادھر ہمایوں بادشاہ[1] نے شیر خان کی بغاوت کا حال سنا تو ارادہ کیا کہ اس کے سد باب پر بنفس نفیس توجہ کرے ۔ فرمایا کہ شاہی ساز و سامان تیار کریں اور لشکر کا جائزہ لیں ۔ بخشیوں کو حکم ملا کہ نئے ملازم بھرتی کریں ۔ ایک لاکھ سات ہزار سوار اور ایک ہزار سات سو ہاتھی شمار ہوئے[2] ۔ ۱۱ ماہ شوال سنہ ۹۴۳ کو[3] ، جب کہ موسم برسات کی آمد آمد تھی[4] ، عظیم الشان بادشاہوں کے انداز میں آگرہ سے روانہ ہوئے اور کوچ بکوچ کڑہ مانک پور کے مضافات میں جا پہنچے ۔ برسات کے دو مہینے وہاں بسر کیے ۔ ستارہ سہیل نمودار ہوا اور راستوں میں پانی بھی کم ہو گیا تو جہانگیر قلی بیگ[5] ، احمد چپ ، قمر دیوانہ[6] اور شاہ بداغ خان کو تیس ہزار سواروں کے ساتھ بطور ہراول آگے آگے روانہ کیا اور خود بھی ان کے پیچھے ہو لیے ۔ دوسری طرف شیر خان بھی رہتاس کے نواح سے چل پڑا اور سوہن آباد کے مضافات میں خیمہ زن ہوا ۔ یہاں تک کہ صرف اٹھارہ کوس کا فاصلہ ان کے درمیان رہ گیا ۔ شیر خان نے جا بجا اپنے آدمی متعین کر دیے تا کہ غلے کی رسد مغلوں کے لشکر تک نہ پہنچ سکے ۔ جب غلے کی آمد ہر طرف سے مسدود ہو گئی تو لشکر شاہی میں غلے کی گرانی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ۔ ہمایوں بادشاہ نے یعقوب بیگ کو چار ہزار سواروں کے ہمراہ مقرر کیا کہ جو بنجارے[7] غلہ لے

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”آگرہ سے جب ہمایوں بادشاہ“

۲ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ”جب فوج کا معائنہ ہوا ، چوراسی ہزار سوار اور دو ہزار سات سو ہاتھی شمار کیے گئے“

۳ ۔ تینوں نسخوں میں سنہ مذکور نہیں ہے ۔ منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۰) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۹۴۵ میں پیش آیا ۔

۴ ۔ نسخہ ج میں ”برسات کا موسم تھا“

۵ ۔ نسخہ ج میں ”کڑہ پہنچے ۔ وہاں چند دن سیر و شکار میں گزار کر جہانگیر“

۶ ۔ نسخہ ج میں ”کمر دیوانہ“

۷ ۔ بنجارا : ہندی لفظ ہے ۔ فرہنگ آصفیہ (جلد اول ، صفحہ ۳۰۹) میں لکھا ہے : ”اناج کی سوداگری کرنے والا ۔ ایک قوم کا نام بھی ہے جو غلے کی سوداگری کرتی ہے“

کر آئیں، انہیں اپنے ساتھ لشکرگاہ میں لے آئے۔ یعقوب بیگ تیس کوس تک چلا گیا اور چار ہزار بیل ہر قسم کے غلے سے لاد کر[۱] لشکر کی طرف روانہ کرتا رہا۔ شیر خان کو خبر ملی تو ولی داد خان کو ایک ہزار افغان سواروں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ غلہ ہمایوں بادشاہ کی لشکرگاہ میں نہ پہنچنے پائے۔ ولی داد خان بڑی تیزی سے یعقوب خان کے سر پر جا پہنچا۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ یعقوب بیگ نے ہر چند کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا۔ ولی داد خان نے چار ہزار مغلوں کو ہزیمت دے کر غلہ شیر خان کے لشکر میں پہنچا دیا۔ شیر خان بہت خوش ہوا اور اسے اپنی فتح کی تمہید سمجھا۔ ولی داد خان کو انعام سے سرفراز فرما کر آئندہ کے لیے بڑی بڑی عنایات کا امیدوار بنایا۔

جب آنحضرت کی لشکرگاہ میں غلے کی گرانی بڑھ گئی اور غلہ تقریباً نایاب ہو گیا تو ہمایوں بادشاہ نے شیخ بایزید کو غلہ کی فراہمی کی اس مہم پر متعین کیا جو کوشش بسیار کے بعد بہت سا غلہ شاہی لشکرگاہ میں لایا، نوازش شاہی سے سرفراز ہوا اور فتح جنگ خطاب پایا۔

آنحضرت دوسرے روز وہاں سے کوچ کرتے ہوئے دریائے گنگا کے کنارے فروکش ہوئے۔ شیر خان بھی اپنے پڑاؤ سے نکلا اور گنگا سے ایک کوس اس طرف شاہی لشکر کے مقابل آ ٹھہرا[۲]، یہاں تک کہ اب دونوں لشکروں کے خیمے ایک دوسرے کو نظر آنے لگے۔ دوسرے دن جنگ قرار پائی[۳]۔ روز جمعہ بتاریخ......ماہ........سنہ...... طرفین کے ہراول

۱۔ نسخہ الف میں "پر کر کے"

۲۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "شیر خان نے بھی اس طرف سے آگے بڑھ کر شاہی لشکرگاہ سے دو تین کوس کے فاصلے پر اس کے بالمقابل پڑاؤ ڈال دیا"

۳۔ نسخہ ج میں "دوسرے دن شاہی لشکر کے ہراول کی شیر خان کے ہراول سے مڈبھیڑ ہوئی جس کے نتیجہ میں شیر خان کے لشکریوں میں سے بہت سے مردان کاری قتل ہو گئے"

کے سوار میدان میں نکلے اور داد شجاعت دی[1] ۔ اس روز شیر خان کی فوج کے بہت سے بہادر افغان مارے گئے ۔ اس طرح ایک ماہ تک جنگ ہوتی رہی ۔ جب شیر خان کو معلوم ہوا کہ مغلوں کی فوج کا پلہ بھاری ہے اور روز روز کی لڑائی سے بات نہیں بنے گی تو ٹال مٹول کرنے لگا ۔ آنحضرت نے شیخ بایزید کو شیر خان کے پاس کہلا بھیجا : ''روباہ بازی کیوں کر رہا ہے ۔ اگر مرد ہے تو دریائے گنگا کو پار کر کے میدان میں آ تاکہ پتہ چلے کہ آسمان فتح کے دروازے کس پر کھولتا ہے ؟'' شیر خان نے جواب دیا : ''میں وہی مسکین فرید ہوں جو کبھی آپ کا نوکر تھا ۔ میری کیا جرأت کہ دریائے گنگا کو پار کروں اور چار دانگ ہندوستان کے بادشاہ کے خلاف میدان میں اتروں ! آپ کے پاس ایک لاکھ سوار ہیں پھر بھی آپ میرے خوف سے ادھر نہیں آ سکتے !'' ۔ جب یہ جواب پہنچا تو آنحضرت حمیت شاہانہ کے باعث جوش میں آ گئے ۔ فرمایا : ''دریائے گنگا پر پل باندھا جائے تاکہ لشکر دریا پار کر سکے'' ۔ نہیں جانتے تھے کہ یہی پل میرے لشکر کے لیے وبال کا باعث ثابت ہو گا ۔

الغرض جب شاہی لشکر دریا کی دوسری جانب اترا تو فوج رات بھر اسلحہ باندھے لشکر گاہ کی حفاظت کرتی رہی ۔ ایک دن شیر خان نے شیخ خلیل کو[2] آنحضرت کی خدمت عالی میں بھجوایا اور کہلوایا کہ اگر بادشاہ کرم فرما کر ولایت بہار اور قلعہ چنار مجھے عنایت کر دیں تو میں ان کے امرأ کا طریق اختیار کر لوں گا اور وہاں آنحضرت کے نام کا خطبہ اور سکہ جاری کر دوں گا اور مہمات عظیمہ میں آنحضرت کے کام آؤں گا ۔ بادشاہ کا دل چونکہ سلطان بہادر گجراتی کی پریشانی کی وجہ سے مطمئن نہیں تھا ، چار و ناچار صلح پر راضی ہو گئے ۔ بہار کا ملک اسے دے

---

۱ ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۰۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۹۴۶ھ میں پیش آیا اور اکبر نامہ (صفحہ ۱۵۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ماہ صفر سنہ ۹۴۶ھ میں پیش آیا تھا ۔ ایضاً دیکھیے صفحہ ۱۹۹ نوٹ (۵) اور صفحہ ۲۰۲ نوٹ (۴)

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''شیخ خلیل اور رفیع الدین کو''

دیا اور شیر خان نے بھی غلے کی رسد جسے جا بجا روک رکھا تھا بحال کر دی ۔ آنحضرت کو بھی اطمینان ہو گیا اور لشکر کو بھی جنگ اور راتوں کی بیداری سے نجات مل گئی ۔ شیر خان بظاہر بہار جانے کی تیاری کر رہا تھا[1] اور بباطن وہ خواص خان[2] کے آنے کا انتظار کر رہا تھا ۔ چند دن کے بعد خواص خان آ گیا[3] تو اسی دن کوچ کر کے دو تین کوس لشکر بادشاہی سے دور جا کر خیمہ زن ہو گیا ۔ شیر خان چلا گیا تو ہندو بیگ نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کیا کہ دشمن چونکہ بادشاہ کے اقبال سے مطیع ہو گیا ہے بہتر ہو گا آنحضرت بھی دریا کے اس پار نزول فرمائیں ۔ آنحضرت نے فرمایا : ''آج یہاں ٹھہر کر کل دریا پار کر کے اس طرف فروکش ہو جائیں گے[4]'' ۔ رات ہوئی تو بادشاہ کی فوج کو دوسری راتوں کی نسبت ، جب کہ تمام رات جاگنا پڑتا تھا ، فرحت نصیب ہوئی ۔

کہتے ہیں اس رات شیر خان نے خواب میں دیکھا[5] کہ ایک بڑا بلند ایوان ہے اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اس میں تشریف فرما ہیں[6] ۔ ہمایوں بادشاہ کو ایوان سے باہر بھگا رہے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اندر آ جاؤ ۔ آپ نے بعد ازاں فرمایا : ''شیر خان جان لے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنا ملک کچھ عرصہ کے لیے تیرے

---

۱ ۔ الف اور ب میں دونوں نسخوں میں سامان جنگ کی بجائے بہار جانے کا سامان

۲ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''جلال خان اور خواص خان''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''خواص خان ، جو کہ راجہ کے خلاف مہم پر گیا ہوا تھا ، آ گیا''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''بادشاہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت آگرہ کی طرف روانہ ہوں گے''

۵ ۔ نسخہ ج میں ''اس رات جب شیر خان نے شاہی لشکر پر شبخون مارا ، خواب دیکھا''

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''تخت گاہ نبوت کے سلطان صلی اللہ علیہ و سلم وہاں تشریف فرما ہیں''

حوالے کر دیا ہے ۔ ملک الہلی کو عدل و انصاف سے معمور اور رعیت کو مسرور کرنا'' ۔ جب شیر خان اس خواب مراد بخش سے بیدار ہوا تو افغانوں کو بلایا ، یہ خواب سنایا[1] اور ایک عظیم جشن منایا[2] ۔ اس مجلس میں شیر خان نے کہا : ''آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ و سلم کی زبان گوہر بار سے ارشاد ہوا : ''یہ ملک کچھ عرصہ کے لیے تیرے حوالے کیا گیا ہے ۔ شاید تیرے ایام سلطنت تھوڑے ہوں اور مغل پھر ہندوستان پر قابض ہو جائیں'' ۔ الغرض جو ہونا ہے ہو جائے ۔ اب متفق ہو کر کام سنبھالنا چاہیے[3] ۔ چنانچہ صلاح مشورہ کے بعد قرار پایا کہ آدھی رات گزر جائے تو سلطانی لشکر پر شبخون مارا جائے ۔ شیر خان نے تین فوجیں آراستہ کیں کہ ایک طرف دریا ہے ۔ تینوں اطراف سے لشکر سلطانی میں گھس جائیں[4] اور تلوار سنبھالیں ۔ پھر جو ہو سو ہو ۔ جب رات کے پہلے دو پہر[5] گزر گئے تو مغلوں کا لشکر ، چونکہ صلح طے پا گئی

---

۱ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۸۵ ب) میں لکھا ہے ''جنگ میں فتح کے بعد یہ خواب افغانوں کو سنا کر کہا کہ اگر میں یہ خواب فتح سے پہلے بیان کرتا تو ہر کوئی یہ سمجھتا کہ یہ شیر شاہ کی سوچ کا نتیجہ ہے اور جنگ کی ترغیب دے رہا ہے''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''خوشی کا اظہار کیا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''اب یک دل ہو کر کوشش کرو''

۴ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''تینوں طرف سے لشکر آن کر ٹوٹ پڑا''

۵ ۔ نسخہ ج میں ''رات کے دو پہر گزرے''۔ پاس : روز و شب کے آٹھ حصوں میں سے ایک حصہ ۔ رات یا دن کے ایک حصہ کو اس لیے پاس کہتے ہیں کہ پاسبانوں کی باری تبدیل ہوتی ہے ۔ سونے والوں کی جگہ جاگنے والے آ جاتے ہیں ۔ جیسا کہ اس زمانے میں بھی قاعدہ ہے اور ہر حصے کو پاس کہتے ہیں ۔ فرہنگ آنند راج (جلد اول ، صفحہ ۵۴۴) پہر : زبر کے ساتھ : دن یا رات کا ایک حصہ اور وہ ایک حصہ دن کے چار اور رات کے چار حصوں پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ روز و شب کو آٹھ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں ہر حصے کو ایک پہر کہتے ہیں اور یہ اصطلاح ہندوستان میں مستعمل ہے (فرہنگ آنند راج ، صفحہ ۹۹۵) گویا پاس اور پہر کے ایک ہی معنی ہیں

تھی[1] ، بے فکر سو رہا تھا ۔ اتنے میں افغان تینوں طرف سے بلائے ناگہانی کی طرح نقاروں اور کرنا کی آوازوں کے ساتھ ٹوٹ پڑے[2] ۔ قتل عام شروع ہو گیا۔ بعض امرا نے جو پاسبانی کے فرائض انجام دے رہے تھے[3]، آنحضرت کو سوار کر کے پل کا راستہ لیا ۔ شیر خان نے اپنے آدمی بھیج کر پل توڑ دیا[4] ۔ لہذا انھوں نے دریا کے کنارے پہنچ کر گھوڑوں کو پانی میں ڈال دیا ۔ آنحضرت دریا کے درمیان گھوڑے سے جدا ہو گئے ۔ اسی دوران ایک سقا آن پہنچا جس نے چھوٹے مشکیزے میں ہوا بھر کر اس کو ان تک پہنچایا اور اس پر بٹھا کر ان کو کنارے پر لایا ۔ انھوں نے سقا سے فرمایا : ''تیرا کیا نام ہے ؟ اس نے عرض کیا : ''نظام''۔ فرمایا : ''تو نظام اولیاء ہے''[5] ۔ دریا کے کنارے پہنچے تو تخت زرین اور بساط رنگین کی بجائے

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''صلح کا اقرار ہو چکا تھا''

۲ - مخزن افغانی (صفحہ ، ۹۶ب) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ شنبہ کی صبح سنہ ۹۴۶ھ کو پیش آیا اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۲۴) میں لکھا ہے ''صبح کے قریب سنہ ۹۴۶ میں ایک آراستہ لشکر اور کوہ پیکر ہاتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں اترا ۔ بادشاہی افواج کو صف آرائی کی فرصت ہی نہ ملی اور شکست ہو گئی ۔ جنت آشیانی انتہائی پریشانی کے عالم میں آگرہ کی طرف روانہ ہوئے''۔ پروفیسر قانونگو نے اپنی کتاب موسوم بہ شیر شاہ ، صفحہ ۱۹۴ میں اس واقعے کی تاریخ ۲۷ ماہ جون سنہ ۱۵۳۹ دی ہے ۔

۳ - چوکی ہندی لفظ ہے ۔ فرہنگ آصفیہ (جلد دوم ، صفحہ ۱۳۰) میں لکھا ہے کہ یہ لفظ پاسبانی کے معنوں میں ہے ۔

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''چونکہ افغانوں نے آگے بڑھ کر پل توڑ دیا تھا''

۵ - نسخہ ج میں ہے ''آنحضرت نے اس پر سوار ہو کر فرمایا : ''تیرا کیا نام ہے ؟'' اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۵۹) میں مرقوم ہے ''اتفاق سے (آنحضرت) گھوڑے سے جدا ہو گئے ۔ عین اس وقت ایک سقا ان کے لیے خضر راہ بن گیا اور اس کی مدد سے اس گرداب فتنہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

گھاس پر بیٹھ گئے اور حیلہ باز آسمان کی گردش سے ان پر حیرت چھا گئی کہ گھڑی بھر میں اس نے کیسے دھوکا دیا ہے! اس حالت میں یہ رباعی آسمان کی مذمت میں کہی:

''ستمگرا فلکا کجروا جفا کارا
لگو یست کہ مرا تخت و تاج شاہی دہ

توئی چو کہنہ رباطی فتادہ بر سر راہ
ز ہر کہ خواہی ستان و بہر کہ خواہی دہ''[۱]

وہاں سے معدودے چند خاص امراء کے ساتھ آگرہ کی راہ لی۔ کئی ایک امیر، حاجب، مقرب اور ملازم، جنھوں نے آنحضرت کے پیچھے گھوڑے دریا میں ڈال دیے تھے[۲]، غرق ہوگئے۔ جب قتل عام کی رات گزر گئی اور دن طلوع ہوا تو بشارت دہندوں نے اس (شاندار) فتح کی خوش خبری شیر خان کو پہنچائی۔ شیر خان کے اکثر امراء، افغان اور

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

سے ساحل نجات تک پہنچے۔ اس اثنا میں آنحضرت نے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: نظام۔ فرمایا: تو نظام اولیاء ہے۔ اس پر عنایت اور مہربانی فرمائی۔ اس سے وعدہ کیا کہ جب خیر سے تخت سلطنت پر پہنچوں گا تو تجھے آدھے دن کی بادشاہی دوں گا۔ یہ پر رنج واقعہ نو صفر سنہ ۹۴۶ھ کو دریائے گنگا کے کنارے چوسہ گھاٹ پر پردۂ تقدیر سے ظہور پذیر ہوا''

۱۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''ز ہر کہ باج ستان و بہر کہ خواہی دہ''۔ ''اے ستمکار، کجرو اور جفاکار آسمان! میں تجھ کو، کہ ایک پرانی سرائے کی مانند راستے میں پڑا ہے، یہ نہیں کہتا کہ مجھے تخت سلطنت اور تاج شاہی دو (بلکہ یہ کہتا ہوں کہ) جس سے چاہتا ہے لے لو اور جس کو چاہتا ہے دے دو''...(آ ا)

۲۔ نسخہ الف میں ''دریا میں ڈال دیے تھے، غرق ہو گئے''

بیٹے ناچنے گانے اور سرلدہ و شش تارہ[1] بجانے لگے - وہاں سے شیر خان اس خوش دلی کے ساتھ، جو اسے عالم غیب سے عطا ہوئی تھی[2]، بارگاہ شاہی میں آیا[3] اور خواجہ سراؤں سے کہنے لگا: "میرا سلام اور دعائیں بیگم صاحبہ کی خدمت میں پہنچا دو (اور ان کی خدمت میں عرض کرو کہ) میں وہی فرید ہوں جو کبھی آپ کا نوکر تھا[4]- آپ خاطر جمع رکھیں کہ بادشاہ صحیح و سلامت آگرہ کی طرف روانہ ہو گئے ہیں اور آپ کو بھی چند دنوں میں ان کی خدمت میں پہنچا دوں گا"- پھر ان کے عہدیداروں کو طلب کیا اور ان کی خورد و نوش اور لباس کی

---

۱ - سرندہ: ایک ساز ہے تین تار کا - مزید تحقیق و تصویر کے لیے ملاحظہ ہو: گائیڈ ٹو میوزیکل انسٹرومینٹس، انڈین میوزیم، کلکتہ، از ڈاکٹر میر وارث، صفحات ۱۰ اور ۳۴، نمبر ۶۲ اور ایضاً جولتزرو کوش (بنگلہ زبان میں) از ایس - ایم ٹیگور، کلکتہ، مطبوعہ ۱۸۷۵ء، صفحہ ۱۳۰ اور میوزک اینڈ میوزیکل انسٹرومینٹس آف سدرن انڈیا از مسٹر ڈی، مطبوعہ ۱۸۹۱ء، صفحہ ۱۲۵ - پلیٹ نمبر ۵ - شش تارا: چھ تاروں والے طنبورے کو کہتے ہیں، جیسا کہ ستار تین تاروں والے طنبورے کو کہتے ہیں - فرہنگ آنند راج، جلد دوم، صفحہ ۵۳۹

۲ - نسخہ ج میں "شیر خان اس ساز سے خوش دل ہو کر"

۳ - مخزن افغانی (صفحہ ۸۷) میں مرقوم ہے "جس وقت جنت آشیانی محل سے نکل کر پل کی طرف متوجہ ہوئے خواجہ معظم کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ بھیجا کہ جائیں مریم مکانی بادشاہ بیگم کو لے آئیں - جب وہ محل کے دروازے پر پہنچے افغان قتل و غارت کے لیے آ چکے تھے - دونوں نے شہادت پائی - اتنی فرصت نہ ملی کہ حرم سے کوئی شخص باہر آ سکتا - اس اثنا میں شیر خان محل کے دروازے تک آن پہنچا"

۴ - نسخہ ج میں "میرا سلام اور پیام محل کی بیگمات تک پہنچا دیجیے کہ فرید اب بھی آپ کا ویسا ہی خادم ہے جیسا پہلے تھا"

جو مقدار پہلے سے مقرر تھی[1] ، پھر سے مقرر کی ۔ پھر منادی فرمائی کہ جتنے بھی مغل لشکرگاہ میں ہیں سب جمع ہو جائیں[2] ۔ ان کے لیے دوسرے خیمے بارگاہ شاہی کے گرد نصب کروا دیے ۔ کہتے ہیں چار ہزار مغل سرا پردۂ بارگاہ کے گرد جمع ہو گئے ۔ جس کسی کے ساتھ کوئی مغلانی تھی اسے سفر خرچ اور سواری دی تا کہ وہ چلی جائے[3] ۔ خواص خان اور بوڑھے بوڑھے افغانوں کو ، جو خدا ترس تھے ، ان کی نگہبانی اور بارگاہ شاہی کی پاسبانی پر متعین کیا تا کہ ان کی کماحقہ دل جوئی اور غمخواری کریں اور اس میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں ۔ مزید برآں منادی فرمائی کہ جو افغان کسی مغلانی کی طرف نظر بد سے دیکھے اسے قتل کر دیں ۔ بعد ازاں دیوان خانۂ عالی میں آ کر تخت زرین پر جلوس فرمایا[4] اور بوقت جلوس دو نفل بطور شکرانہ ادا کئے ۔ پھر یہ دو شعر کہے :

---

۱ - نسخہ ج میں ''جس قدر لباس اور خوراک کی مقدار مقرر تھی''

۲ - نسخہ ج میں ''لشکر کے سب مغل بارگاہ شاہی کے گرد جمع ہو جائیں ۔ کہتے ہیں چار ہزار''

۳ - مخزن افغانی (صفحہ ۸۷) میں ''باقی آدمیوں کو حکم دیا ہر کوئی جہاں چاہے چلا جائے اور شیر خان کے حکم کے مطابق مغلوں کے اہل و عیال میں سے جس کا جہاں جی چاہا چلا گیا''

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''تخت زرین و سیمین و صدق پر جلوس فرمایا'' ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۵۹) میں مرقوم ہے ''یہ قصۂ پر غصہ ۹ - صفر ۹۴۶ھ کو دریائے گنگا کے کنارے چوسہ کی گزرگاہ میں پردۂ تقدیر سے پردہ کشا ہوا'' اور ہمایوں نامہ تصنیف گلبدن بیگم بنت بابر بادشاہ (صفحہ ۱۰) میں لکھا ہے : ''بعض کا اس مصیبت کے بعد اصلاً اور قطعاً نام و نشان بھی نہ ملا ۔ اس گروہ میں عائشہ سلطان بیگم بنت سلطان حسین میرزا ، بچکا ، جو میرے شاہ بابا کی دایہ تھی ، اور بیگم جان کوکہ ، عقیقہ بیگم اور چاند بی بی ، جس کو سات ماہ کا حمل تھا اور شاد بی بی ، جو کہ بادشاہ کی بیویاں تھیں ۔ ان چند لوگوں کا اصلاً اور قطعاً پتہ نہ چل سکا کہ دریا میں ڈوب گئے یا کیا ہوئے ۔ جتنی بھی تلاش اور کوشش کی گئی کچھ پتہ نہ چلا کہ کیا ہوئے''

"خدایا! توانا توانگر توئی
توانا و درویش پرور توئی
فرید حسن را تو شاہی دہی
سپاہ ہمایون بماہی دہی"[1]*

اس کے بعد شکر و سپاس بجا لایا اور خود کو شیر شاہ عالم کے خطاب سے مخاطب فرمایا ۔

ادھر ہمایون بادشاہ پانچ سو سواروں کے ساتھ ، جو راستے میں ان کے گرد جمع ہو گئے تھے ، روز و شب کوچ کرتے ہوئے آگرہ پہنچے ۔ بعض امراء نے ، جو صوبوں میں تھے ، جمع ہو کر آپس میں صلاح مشورہ کیا ۔ شاہی خزانوں کے منہ کھولتے ہوئے فرمایا : "نئے سپاہی بھرتی کریں" ۔ دوسری طرف شیر شاہ نے ایک ہفتہ میدان فتح میں قیام کے بعد بیگمات شاہی[2] کو خواص خان کے سپرد کیا تا کہ انھیں چنار پہنچا دے[3] اور خود

---

* "اے خدا تو ہی توانا اور تونگر ہے ۔ تو ہی توانا اور درویش پرور ہے ۔ تو فرید حسن کو بادشاہی دیتا ہے (اور) ہمایوں کی فوج کو مچھلیوں کے حوالے کرتا ہے"...(آ ا)

۱ ۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بوستان میں فرمایا ہے :

"کہ پروردگارا تولگر توئی — توانا و درویش پرور توئی
یکی را بر آری و شاہی دھی — دگر را ز شاہی بماہی دھی"

شیر شاہ نے حضرت شیخ کے ان دو بیتوں کو کسی قدر بدل کر پڑھا ۔

۲ ۔ یہاں پر لفظ "محل" اہل ہند کی اصطلاح کے مطابق ملکہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ فرہنگ آصفیہ جلد چہارم ، صفحہ (۳۰۷) میں لکھا ہے "بیگم ، رانی ، ملکہ ، امراء و سلاطین کی بیوی ۔ جیسے غازی الدین حیدر کے چار محل تھے یعنی چار بیویاں تھیں" ۔

۳ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۸۰) میں چوسا کے واقعہ کے بعد جب تین مہینے گزر گئے ۔ مریم مکانی کو پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ خواص خان کے ہمراہ آگرہ بھیج دیا" ۔ مریم مکانی (حمیدہ بانو بیگم والدہ اکبر) سے اس وقت تک ہمایوں کا عقد نہیں ہوا تھا اور اس سے مراد ہمایوں کی کوئی اور ملکہ ہے ... (آ ا)

ایک بے شمار فوج کے ساتھ آگرہ کی طرف روانہ ہوا[1] ۔

ہمایون بادشاہ پھر پچاس ہزار سوار جمع کر کے جنگ کے ارادے سے آگرہ سے روانہ ہو گئے اور سکیتہ کے نواح[2] میں آن پہنچے - شیر شاہ بھی دلیر ہو کر مقابلے پر آیا ۔ اس روز باران رحمت نازل ہوئی ۔ جس جگہ سپاہ سلطانی نے قیام کیا تھا ، اشیب میں تھی اس لئے پانی سے بھر گئی - بادشاہ نے فرمایا کہ لشکر وہاں سے ہٹ کر کسی اونچی جگہ پر پڑاؤ ڈالے لیکن جس وقت فوج بار برداری اور خیمہ زنی میں مصروف تھی شیر شاہ موقع غنیمت جان کر بلائے ناگہانی کی طرح لشکر پر ٹوٹ پڑا ۔ شاہی لشکر تاب مقاومت نہ لا کر بغیر جنگ کئے بھاگ نکلا ۔ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور ہمایون بادشاہ نے ایک بار پھر میدان سے نکل کر آگرہ کی راہ لی ۔ شیر شاہ کامیاب و کامگار لشکر سلطانی کو غارت کرتے ہوئے ہمایون بادشاہ کے پیچھے پیچھے ہو لیا - ہمایون بادشاہ سید رفیع الدین کے ہاں فروکش ہوئے

---

۱ - مخزن افغانی (صفحہ ۸۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ کی آگرہ کی جانب چڑھائی فتح بنگالہ کے بعد تھی ، جیسا کہ کتاب مذکور میں لکھا ہے : ''جب شیر شاہ کو ایسی فتح نصیب ہوئی تو بہت سا مال غنیمت حاصل کر کے بنگالہ کی طرف چلا گیا اور جہانگیر قلی بیگ کا ، جو کہ گوڑھی میں تھا ، محاصرہ کر لیا ۔ بار بار کی لڑائیوں کے بعد جہانگیر قلی خان شہادت کو پہنچا تو ساری ولایت بنگالہ تصرف میں آ گئی اور بہت بڑا لشکر تیار کر کے بڑی شوکت اور مکمل غلبے کے ساتھ آگرہ روانہ ہوا'' تاریخ فرشتہ ، جلد اول (صفحہ ۲۲۴) میں بھی یہی بات لکھی ہے -

۲ - مخزن افغانی (صفحہ ۸۷ ب) میں ''قنوج کے نواح میں'' اور تاریخ فرشتہ (صفحہ ۲۲۴) میں لکھا ہے ''جنت آشیانی نے تیزی سے آگرہ سے قنوج کی طرف بڑھتے ہوئے دریائے گنگا کو عبور کیا ۔ یہاں پر مغلوں کا لشکر ایک لاکھ (مخزن افغانی صفحہ ۸۷ ب میں تقریباً پچاس ہزار سوار) اور افغانوں کا لشکر پچاس ہزار سواروں تک پہنچ رہا تھا ۔ مختصر یہ کہ عاشورہ کے دن ۹۴۷ھ ... مغلوں کے لشکر نے بغیر جنگ کئے شکست کھائی''

اور اپنی زبان سے کہنے لگے : "جنگ کے روز ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نقاب پوش سوار ہماری فوج کے گھوڑوں کے منہ پر مار رہے تھے اور انہیں پیچھے دھکیل رہے تھے ، یہاں تک کہ ہمارے لشکر کو شکست ہو گئی"۔

پھر جب آگرہ میں بھی ان کے قدم نہ جم سکے تو میوات کے راستے لاہور کا رخ کیا اور ایک سو باد رفتار گھوڑے[1] ، خزانے ، جواہرات اور اشرفیوں سے لاد کر اپنے ساتھ لے گئے ۔ شیر شاہ نے شاہانہ کر و فر کے ساتھ جمعرات کے دن ۸ رجب سنہ ۹۴۷ھ کو[2] تخت سلاطین پر جلوس فرمایا اور خواص خان اور پنجو سور کو بیس ہزار سواروں[3] کے ساتھ ہمایوں بادشاہ کے تعاقب میں بھجوایا ۔ اس کے بعد شیر خان بادشاہ (کی حیثیت سے) آگرہ میں داخل ہوا اور جو شاہی خزانے باقی رہ گئے تھے ، ان کو اپنے قبضہ میں لے کر خود بھی بادشاہ کے تعاقب میں لاہور کی طرف روانہ ہو گیا ۔

میرزا کامران ، اس سے پہلے کہ ہمایوں بادشاہ لاہور پہنچے ، پنجاب کے خزانے ساتھ لیے ، کابل کی طرف روانہ ہو گیا تھا ۔ بادشاہ نے چند دن لاہور میں قیام کیا ۔ جب یہ سنا کہ شیر شاہ نے دریائے سلطان پور پار کر لیا ہے تو بھائیوں کے نفاق کی وجہ سے ہندوستان کی سلطنت سے مایوس ہو کر سندھ کا رخ کیا ۔ شیر شاہ لاہور آیا اور اس عروس ملک کو جنگ کے بغیر ہی اپنی آغوش میں لے لیا ۔

خواص خان کو آگے روانہ کر دیا اور ہیبت خان کو حکم دیا کہ کھوکروں کے مسکن میں ، جو کہ ڈاکوؤں کا ملجا و ماویٰ تھا ، قلعہ تعمیر کرے ۔ خان مذکور نے بہت دولت صرف کر کے اس قلعہ کو ،

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "ایک سو باد رفتار اونٹ"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "روز چہار شنبہ ، چہارم ماہ ... سنہ ... تخت سلاطین پر"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تیس ہزار سوار"

جس کا کوئی ثانی نہیں ، مکمل کیا اور اس کا نام رہتاس رکھا[1] اور وہاں تیس ہزار سواروں پر مشتمل ایک چوکی قائم کی تاکہ مغلوں کو (دوبارہ) ہندوستان آنے کا راستہ نہ ملے[2] ۔

بعد ازاں لاہور سے دہلی آیا[3] ۔ بیگمات کو چنار سے بلوا کر ان کے پاس جو زر و جواہر ، سونے چاندی کے برتن ، ہاتھی گھوڑے وغیرہ تھے ، سب ان ہی کے پاس رہنے دیے ۔ پھر خود اپنی طرف سے خورد و نوش اور لباس کی مقدار مقرر کر کے حفاظت کی غرض سے کچھ امراء کے ساتھ پانچ ہزار سوار دے کر پورے آداب شاہی بجا لاتے ہوئے انہیں کابل کی طرف روانہ کر دیا ۔ چنانچہ جب وہ آنحضرت کے پاس پہنچے تو انہوں نے شیر شاہ کی مروت پر اس کی حد درجہ تحسین و آفرین کی ۔

اس نے علائی دہلی کو پانی کی قلت کے باعث دریائے جمنا کے کنارے آباد کر دیا ۔ بھٹیاروں[4] کو مقرر کر کے انہیں زمینیں انعام میں دیں تاکہ مسافروں سے کچھ نہ لیں ۔ پاسبانی کے لیے کشتیاں مقرر کیں ۔ اس کے عہد سلطنت میں ایسا امن تھا کہ مسافر مال متاع اور زر و زیور کو گھروں کے آنگنوں میں رکھ کر سو جاتے تھے اور پاسبان ان کی خبر گیری کرتے تھے ۔ رہتاس خورد سے بادشاہی سڑک کے آخری

---

۱ ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول صفحہ ۴۲۳) میں لکھا ہے کہ ''شیر شاہ نے کوہ نندنہ اور کوہ بالناتھ کے مضافات (جو کہ بلوچیوں کے علاقے میں تھے) کا معائنہ کر کے جہاں قلعہ کی ضرورت تھی قلعہ کی بنیاد رکھی اور اسے رہتاس کے نام سے موسوم کیا''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''دس ہزار سوارں پر مشتمل چھاؤنی بنائی تاکہ مغلوں کو ہندوستان پر دسترس حاصل نہ ہو سکے''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''دہلی آیا اور علائی دہلی کو ، جس میں پانی کی کمی تھی ، دریا کے کنارے آباد کیا اور راستے میں امن و امان قائم کرنے کے لیے سرائیں آباد کر کے بھٹیارنوں''

۴ ۔ بھٹیارا : فرہنگ آصفیہ ، (جلد اول ، صفحہ ۳۲۵) میں لکھا ہے : روٹی پکانے کا پیشہ کرنے والا ، نان بائی ، طباخ ، باورچی ، سرائے میں (کرایہ لے کر) ٹھہرانے والا

سرے تک دو رویہ درخت لگوائے تاکہ مسافر دھوپ کی تمازت سے تکلیف نہ اٹھائیں۔

جلوس کے دو سال بعد ملو خان کے خلاف، جو کہ مانڈو کا حاکم تھا، لشکر کشی کی[1]۔ جب ترور کے نواح میں پہنچا تو ملو خان دو تین سواروں کو ساتھ لیے بادشاہ کے آستانے پر بیٹھ گیا[2]۔ صبح جب شاہ عالم کو ملو خان کے اکیلے آنے کی خبر دی گئی تو حکم ہوا کہ اسے اندر لے آئیں۔ شاہ عالم اس کے اکیلے آنے پر حیران رہ گئے۔ ملاقات کے بعد فرمایا: "رات تم کہاں ٹھہرے؟"۔ اس نے کہا: "میں آپ کے در دولت کی خاک پر"۔ شیر شاہ نے یہ سنا تو حیران رہ گیا[3]۔

۱۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۲۲۵) میں "۹۴۹ھ میں مالوہ کو فتح کرنے کے ارادے سے روانہ ہوا ... جب شیر شاہ مالوہ پہنچا تو مالوہ کا حاکم ملو خان صلح کی غرض سے بن بلائے تیزی سے آیا اور اس سے ملا"

۲۔ نسخہ الف میں "آ کر درگاہ شاہی میں بیٹھ گیا"۔ مخزن افغانی، صفحہ ۱۰۰ ب (نمبر ۱۰۲) "سنہ ۹۴۹ھ میں قلعہ گوالیار اور ولایت مالوہ کی فتح کے ارادے سے کوچ کیا۔ جب گوالیار پہنچا تو شجاعت علی خان نے، جو شیر شاہ کے امرائے کبار میں سے تھا، قلعہ گوالیار کا محاصرہ کر رکھا تھا اور ابوالقاسم بیگ، جو جنت آشیانی کے گماشتوں میں سے تھا، قلعہ کے اندر محصور تھا۔ جب شیر شاہ گوالیار آیا تو ابوالقاسم نے عہد و پیمان اور قول و قرار کے بعد آ کر اطاعت قبول کرلی اور قلعہ کی کنجی اس کے سپرد کر دی۔ گوالیار کی فتح کے بعد شیر شاہ نے مالوہ کی طرف کوچ کیا۔ مالوہ پہنچا تو ملو خان نے، جو کہ مالوہ کا حاکم تھا اور بادشاہان مالوہ کے نوکروں میں سے تھا اور جس نے اپنی جمعیت، فوج کی کثرت اور خزانے کے باعث داؤد شاہ کا خطاب اختیار کر کے اپنے نام کا خطبہ و سکہ جاری کر رکھا تھا، جب شیر شاہ کے آنے کی خبر سنی تو پرچم سلطنت اٹھائے، بے طلب، بغرض صلح یلغار کرتے ہوئے علی الصبح سارنگ پور کے نواح میں پہنچ کر بارگاہ شیر شاہ کے آستانے پر آن بیٹھا"

۳۔ نسخہ الف میں "بادشاہ کو یہ بات پسند آئی"

فراشوں کو حکم دیا کہ اس کے لیے ڈیرہ[1] تیار کر دیں - ایک خاص پلنگ اور لباس شب خوابی سرکار کی طرف سے پیش کیا گیا - اس کے بعد ملو خان سے فرمایا : "اپنے ڈیرے میں چلا جا"- دوسرے دن جب وہاں سے کوچ ہوا تو بخشیوں کو حکم ہوا کہ تمام امراء ، جو رکاب میں ہیں ، یہ سمجھیں کہ گویا حالت جنگ میں ہیں اور روز جنگ کی طرح سب سپاہی زرہ اور جوشن سے آراستہ اور تمام ہاتھی اور گھوڑے برگستوان سے پیراستہ ہو کر ، جیسے جنگ میں جاتے ہیں ، جوق در جوق سلام کے لیے آئیں - اس روز شیر شاہ نے بھی زرہ پہنی اور اسلحہ[2] باندھا اور علی بند ڈھال کاندھے پر رکھے سوار ہوا - جب پڑاؤ سے آدھ کوس کے فاصلے پر پہنچے تو ملو خان جلوس شاہی کے ساتھ جا رہا تھا - اتنے میں جلال خان جلو بھی فوج کے ساتھ صف بستہ ہو کر نمودار ہوا ، جبکہ اس کی ساری فوج لوہے میں غرق تھی اور سب کی تلواریں نیام سے کھنچی ہوئی تھیں - ملو خان نے یہ دیکھا تو حیران رہ گیا - جلال خان نے قریب آ کر سلام کیا - ملو خان نے حسن خان سے پوچھا کہ یہ کون ہے جو اس طرح سلام کے لیے آیا ہے ؟ اس نے کہا "جلال خان"- شیر شاہ نے حسن خان سے پوچھا : "ملو خان کیا کہہ رہا ہے ؟" - حسن خان نے عرض کیا - حکم ہوا کہ ہیبت خان ملو خان کے قریب رہے اور امراء میں سے جو بھی سلام کے لیے آئے اسے اس کے نام سے آگاہ کرے - الغرض اس روز اس طریق پر ، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ، ایک سوار سلام کر کے چلا جاتا تو دوسرا آجاتا تھا[3] اور ہیبت خان اس کا نام بتلاتا جاتا تھا - گرمیوں کا موسم تھا - ساری سپاہ نے زرہیں پہن رکھی تھیں - ملو خان اس انداز پر حیران تھا کیونکہ اس نے یہ نظم و ضبط اور یہ دبدبہ

---

۱ - ڈیرہ : ہندی لفظ ہے بمعنی خیمہ ، تنبو ، خرگاہ ، عارضی مکان ، عارضی قیام گاہ ، گھر ، خانہ ، مکان (آصف اللغات ، جلد دوم ، صفحہ ۳۳۳)

۲ - نسخہ ج میں "یراق" بمعنی "اسلحہ" کی بجائے "عراق"

۳ - نسخہ ج میں "اوپر کہا گیا ہے کہ ایک امیر سلام کر کے گزرتا تو دوسرا آ جاتا"

کبھی نہیں دیکھا تھا ۔ ہیبت خان سے کہنے لگا[1] : ''تم اس گرمی میں ، جبکہ ہمارے بدن پر لباس بھی گراں گزرتا ہے ، زرہ کا بوجھ کیسے اٹھائے ہوئے ہو ؟''۔ ہیبت خان نے کہا : ''جب سے بنگالہ سے آئے ہیں ہمارا یہی حال ہے ۔ ہمیں زرہ میں راحت ملتی ہے''۔ ملو خان نے کہا : ''عجیب راحت ہے''۔ ہیبت خان نے کہا : ''جس کا مالک زمین پر سوئے اس کے نوکر کو چاہیے کہ زمین کھود کر اس کے اندر سوئے''[2]۔ ملو خان ڈر گیا کہ مجھے بھی ایسی ہی مشقت اٹھانا پڑے گی ۔ اس کے بعد بادشاہ نے ملو خان کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا : ''میں ابتدائے جوانی سے باپ کے ساتھ رہا ۔ میں نے کبھی بے دل[3] اور کاہل لوگوں کی طرح تن پروری نہیں کی ہے اور نہ ہی جان کو آرام دیا ہے ۔ ہر روز چار پانچ کوس تک شکار کے لیے جاتا تھا اور شکار کر کے اسے اپنے کاندھے پر اٹھا کر لاتا تھا''۔ الغرض اس نے ایام سپہ گری سے لے کر افسری اور بادشاہی تک پہنچنے کے سب حالات ایک ایک کر کے بیان کیے ۔ پھر اپنی فرود گاہ میں نزول فرمایا ۔ اس کا یہ طے شدہ اصول اور معمول تھا کہ جہاں اس کا لشکر فرو کش ہوتا تھا وہاں پہلے قلعہ تیار کرتے تھے ۔ ملو خان نے جب بادشاہ سے رخصت ہو کر اپنے ڈیرہ[4] کا رخ کیا تو راستے میں کیا دیکھا کہ افغان قلعہ بنانے کے کام میں خوب خوب مصروف ہیں ، ڈر گیا اور اس کے جی میں آئی کہ اسے بھی یہ کام کرنا

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''ملو خان اس نظم و ضبط کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ہیبت خان سے کہنے لگا''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''زمین کو کھود کر اس کے اندر سونا چاہیے''

۳ ۔ غر : کسرہ اور تشدید کے ساتھ : مرد غافل اور نا آزمودہ کار اور فارسی میں فتحہ اور تخفیف کے ساتھ بمعنی بد دل ۔ غیاث اللغات اور فرہنگ آنند راج (حصہ دوم ، صفحہ ۸۲۰) میں ''بے دل شخص کو غر دل کہتے ہیں''

۴ ۔ نسخہ الف میں ''دائرہ'' اور ''ڈیرہ'' ہندی لفظ ہے ۔ فرہنگ آصفیہ (جلد دوم ، صفحہ ۳۳۳) میں لکھا ہے : خیمہ ، تنبو ، عارضی مکان ، اور قیام گاہ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

پڑے گا[1] - ملو خان خیمے میں پہنچا تو حکم ہوا کہ ہیبت خان اور الہداد خان سروانی اس پر کڑی نگاہ رکھیں - الغرض وہاں سے کوچ بکوچ مالوہ پہنچا - رایات عالیات مانڈو[2] میں نصب ہوئے اور گرد و نواح کے علاقے قبضے میں آگئے -

اس زمانے میں چندیری کے راجہ کے پاس بہت سا مال و منال اور بڑے نامی گرامی ہاتھی تھے - ایک بہت بڑا لشکر ولی داد خان کو دیا اور اس کے خلاف روانہ کیا - راجہ نے یہ خبر سنتے ہی اپنے بھتیجے کو کفار کے ایک لشکر کے ساتھ آگے آگے روانہ کر دیا تا کہ اسے دریائے نربدا سے آگے نہ بڑھنے دے - اس کافر دیو سرشت نے تین ہزار آہن پوش سواروں کے ساتھ آگے بڑھ کر دریا کا راستہ روک دیا - ولی داد خان وہاں پہنچا تو دریا کے کنارے پر ہی خیمہ زن ہو گیا - جب اس نے چاہا کہ دریا پار کرے تو اس دوران میں راجہ کا دوسرا بھتیجا ، جو اس سے رنجیدہ خاطر تھا اور راجہ نے اسے ملک بدر کر رکھا تھا اور پریشان حال مارا مارا پھرتا تھا ، آیا اور ولی داد خان سے مل کر کہنے لگا : ''تم (یہاں سے) اس لشکر کے ساتھ (دریا پار کرنے کی) زحمت نہ کرو - یہاں سے دو تین منزل پیچھے ہٹ جاؤ - میں تمھیں دوسرے راستے سے ، جہاں پانی کم ہے ، راهنمائی کر کے راجہ کے سر پر لے جاؤنگا کیونکہ اس کا لشکر جرار اور مردان کار سب یہاں آگئے ہوئے ہیں اور خود راجہ تھوڑے سے آدمیوں کے ساتھ وہاں رہ گیا ہے - تھوڑی سی کوشش سے ہاتھ آ جائے گا یا مارا جائے گا - میرے بارے میں شیر شاہ عالم سے عرض کردو'' - ولی داد خان نے یہ سارا ماجرا شاہ عالم کو لکھ بھیجا تو وہاں سے بادشاہ کا عہد نامہ پہنچا جس میں لکھا تھا کہ اگر تمھاری مخبری کی بدولت یہ مہم حسب دلخواہ سر انجام پا جائے تو میں تمھیں اس ملک کا راجہ بنا دونگا - جب یہ فرمان پہنچا تو ولی داد اس

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ہمیں بھی ایسی ہی مشقت برداشت کرنا پڑے گی''

۲ - نسخہ ج میں ''مانڈون'' متن میں ''منڈو''...(آ)

کو یقین دلا کر اس کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا ۔ اس نے ایک دوسرے راستے سے دریا پار کیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ میمنہ کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ چوری چھپے شہر چندیری پہنچ کر منظر عام پر آ جانے[1] ۔ جب کفار تیرا رخ کریں تو مقابلہ سے منہ موڑ کر ہماری طرف لوٹ آنا ۔ پھر خود چار ہزار سوار جرار ساتھ لے کر گھات میں بیٹھ گیا ۔ ولی داد خان کا بھائی شہر کے قریب پہنچ کر کافروں کے سامنے ظاہر ہوا ۔ راجہ کو خبر ملی تو حیران رہ گیا کہ آخر میرا لشکر جو ان کے راستے میں بیٹھا تھا کیا ہوا ؟ چار و ناچار جتنا بھی لشکر موجود تھا اسے لے کر جنگ کے لئے نکل آیا[2]۔ ایسی جنگ لڑی کہ دنیا نے نہ دیکھی ہو گی ۔ بہت سے نامی گرامی افغانوں نے شہادت پائی ۔ اس دوران میں ولی داد خان کے بھائی نے (طے شدہ منصوبہ کے مطابق) میدان سے منہ موڑ لیا ۔ کفار نے جری ہو کر اس کا پیچھا کیا ، یہاں تک کہ وہ وہاں پہنچ گئے جہاں ولی داد خان پہلے سے موجود تھا ۔ جب وہ ذرا اور آگے بڑھے تو وہ گھات سے نکل کر ان پر ٹوٹ پڑا ۔ دوسری جانب اس کا بھائی بھی پلٹ پڑا اور کفار کے لشکر کو گھیرے میں لے کر انھوں نے تلواریں سونت لیں ۔ راجہ کے بہت سے سورما میدان میں کھیت رہے[3] ۔ انھوں نے راجہ کو گرفتار کر کے نہ صرف قلعہ فتح کر لیا بلکہ اس کے بیوی بچوں ، مال و منال ، ہاتھی گھوڑوں اور خزانوں کو بھی قبضہ میں کر لیا ۔ راجہ کی بیٹی ایسی ماہ وش اور نازک بدن تھی کہ اگر ننگے پاؤں ریشم کی بساط پر بھی قدم رکھتی تو چھالے پڑ جاتے تھے ۔ ولی داد خان کامیاب و کامگار ہو کر اس لڑکی کو

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ”پانچ ہزار سوار گھات میں بیٹھ گئے اور ولی داد کا بھائی شہر کے اس طرف پہنچ کر (یک لخت) ظاہر ہوا ۔ راجہ کو خبر پہنچی تو حیران رہ گیا“

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”راجہ کے آدمی مقابلے میں آئے ۔ جنگ ہوئی جس میں کچھ آزمودہ کار افغان“

۳ ۔ نسخہ ج میں ”اس دوران ولی داد خان کے بھائی نے گھات سے نکل کر شہر کے عین سامنے تلوار سنبھالی ۔ راجہ کے بہت سے سورما میدان میں کھیت رہے اور قلعہ فتح ہو گیا“

ہاتھی کی عماری میں بٹھائے شیر شاہ کی بارگاہ میں پہنچا اور عنایات شاہی اور نوازش ہائے سلطانی سے سرفراز ہوا[1] - راجہ کا وہ بھتیجا جس نے خیر خواہی کی تھی مورد الطاف ہوا اور اس ملک کا راجہ بنا دیا گیا - اس کار روائی کے بعد اس نے مالوہ کا علاقہ تو ہیبت خان نیازی کو بطور جاگیر دے دیا اور خود اس کے گرد و نواح میں سیر و شکار میں مشغول ہو گیا - اس کے بعد آگرہ کی طرف روانہ ہوا[2] -

ملو خان ، جو کہ قید میں تھا ، اجین اور سارنگ پور کے نواح میں پہنچا تو احمد خان سور اور فتح خان نیازی نے ، جو اس کی نگرانی کر رہے تھے ، عرض کیا : ''ہمیں ملو خان کی حرکات و سکنات سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے فرار کرنا چاہتا ہے'' - شیر شاہ نے کہا : ''وہ بد بخت اگر تمھیں کچھ دے تو لے لینا اور اسے جانے دینا'' - یہ سن کر وہ بھی اس کی نگہداشت سے غافل ہو گئے[3] - ملو خان نے ایک ہزار طلائی اشرفیاں انہیں دیں[4] اور نکل بھاگا - جب عرض کیا گیا کہ ملو خان بھاگ گیا ہے تو شاہ عالم نے شیخ عبدالجلیل کی طرف منہ کر کے کہا :

''آخر چہ کرد دیدی ملو غلام گیدی''

شیخ نے فوراً کہا :

''فرمود مصطفی ہم لا خیر فی العبیدی''

شیر شاہ وہاں سے متواتر کوچ کرتے ہوئے آگرہ پہنچا - ملو خان نے پھر ایک لشکر جمع کیا اور گرد و نواح کے علاقوں میں فتنہ و فساد برپا

---

۱ - نسخہ ج میں ''قلعہ فتح ہو گیا - راجہ کے بیوی بچے مع مال و منال گرفتار ہو گئے - وہاں سے ہاتھی گھوڑوں کے علاوہ راجہ کی ماہ وش اور نازک بدن بیٹی ، جو ریشم کی بساط پر پاؤں رکھتی تو چھالے پڑ جاتے ، کو قبضہ میں لے کر ولی داد خان کامران و کامگار حاضر خدمت ہوا اور عنایات سلطانی سے سرفراز ہوا''

۲ - نسخہ ج میں ''اس فتح کے بعد ہیبت خان نیازی کو ایک لشکر جرار کے ساتھ ماندوں میں چھوڑ کر خود آگرہ کا رخ کیا''

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اس کی دیکھ بھال سے غافل''

۴ - نسخہ ج میں ''ہزار اشرفی انہیں''

کر دیا اور اس طرف کے شہروں کو لوٹ لیا[1] - ہیبت خان نے افغانوں سے مشورہ کیا اور جاسوس اس پر متعین کر دیے - وہ خبر لائے کہ ملو خان قصبہ رتنک[2] میں لوٹ مار کر کے وہاں فروکش ہو گیا ہے - اب اس کا لشکر غارت گری کے لیے ادھر ادھر گیا ہوا ہے اور وہ خود دو تین ہزار سواروں کے ساتھ حوض سنگ بست کے قریب خیمہ زن ہے[3] - آپ سے وہاں تک بیس کوس کا فاصلہ ہو گا - ہیبت خان پانچ ہزار منتخب اور آہن پوش سواروں کے ساتھ ساری رات سفر کرنے کے بعد رات کے پچھلے پہر ان کے سر پر جا پہنچا اور جب وہ سو رہے تھے بلائے ناگہانی کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا[4] - نقارے اور کرنا کی آواز سے انہیں جگایا اور ان کا قتل عام شروع کر دیا - ملو خان کی بہت سی فوج قتل ہو گئی اور باقی بھاگ نکلی - جب قتل و غارت کی رات گزر گئی اور دن نکلا تو دیکھا کہ ملو خان بھی مارا گیا ہے[5] - ہیبت خان شکر کے سجدے بجا لایا اور فتح نامہ آگرہ روانہ کیا - شاہ عالم اس خبر کو سن کر بے حد مسرور ہوئے اور لشکر میں شادیانے بجوائے - ہیبت خان کو گھوڑا ، شمشیر اور ہاتھی بطور انعام دیا اور اعظم خان کے خطاب سے سرفراز فرمایا -

اس اثنا میں جب ضوابط سلطنت کو از سر نو استحکام مل گیا تو

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ”چھ دن بعد ملو خان نے ایک لشکر تیار کر کے اس کے گرد و نواح میں“

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ”قصبہ سارنگپور“

۳ - نسخہ ج میں ”خود دو ہزار سواروں کے ساتھ دریا کے گھاٹ کے قریب اتر پڑا ہے“

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ”جب آخری پہر باقی تھا اس کے سر پر جا پہنچا - اقبال شیر شاہی سے مدد مانگتے ہوئے انہوں نے اس کا رخ کیا جبکہ وہ سو رہا تھا“

۵ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ”ملو خان کو انہوں نے مقتولوں کے درمیان مرا ہوا پایا“

سادات قصبۂ بلگرام درگاہ گیتی پناہ میں آئے اور فریاد کی : "رائے سین کے زمیندار رائے پورن مل نے ، جس نے اب سے کچھ عرصہ پہلے سلطان ابراہیم کے عہد میں ہمارے دیہات کو لوٹ کر اور مسلمان عورتوں کو کنیزیں اور لونڈیاں بنا کر اپنے گھر میں ڈال لیا تھا ، اب پھر دو تین دیہات کو تاخت و تاراج کر کے ہماری عورتوں کو اٹھا لے جا کر اپنے گھروں میں ڈال لیا ہے ۔ تو ایک دیندار بادشاہ ہے ہمارے حال پر توجہ کر اور ان کافروں سے مسلمانوں کا انتقام لے"۔ شاہ عالم کو وہ عہد ، جو سلطان ابراہیم کے زمانے میں کیا تھا ، یاد آگیا ۔ انتقام کے خیال سے فیصلہ کیا کہ خود اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیں مگر چونکہ رائے پورن مل کے پاس ایک لشکر جرار اور مضبوط قلعہ بھی تھا ، چاہتے تھے اسے حیلوں بہانوں سے قابو میں لا کر نیست و نابود کردیں ۔ اس امر میں امراء وزراء سے مشورہ کیا اور علماء سے فتویٰ طلب کرتے ہوئے پوچھا : "جو کافر زبردستی اور ظلم و جور سے سادات کی عورتوں کو اپنے تصرف میں لے آئے ، اگر اس سے جنگ نہ کی جا سکے تو کیا شریعت کی رو سے ، قول و قرار اور عہد و پیمان کے ذریعہ اسے دھوکے سے قابو میں لانا اور اسلام کی حمایت میں نیست و نابود کرنا روا ہے ؟ علمائے کرام نے اس باب میں کیا کہا ہے اور کیا فتویٰ دیا ہے ؟"۔ سید رفیع الدین ، شیخ خلیل اور میاں مجدالدین سرہندی نے ، جو کہ بزرگان وقت میں سے تھے ، کہا : "سرکشوں اور کافروں کو ، جو ایسے امر شنیع کے مرتکب

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "رائے پورن مل اور رائے سین نے ، جنھوں نے سلطان ابراہیم کے عہد میں ہمارے دیہات پر حملہ آور ہو کر سادات کی عورتوں کو اٹھا لیا تھا ، اب پھر ہم پر حملہ کر کے ہماری عورتوں کو اپنے حرم میں ڈال لیا ہے" ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۹۰ ب) میں "سنہ ۹۵۰ھ میں سنا کہ پورن مل ولد رائے سلہدی پوربی نے جو کھلوت راجپوتوں میں سے تھا ، قلعہ رائے سین میں علم بغاوت بلند کر کے کئی ہزار مسلمان عورتوں کو چندیری وغیرہ کے نواح سے گرفتار کر کے اپنے حرم میں ڈال رکھا ہے ۔ بعض کو عصمت فروشی اور رقاصی سکھا دی ہے اور گرد و نواح کے بہت سے پرگنوں پر قابض ہو گیا ہے"

ہوں انھیں عہد و پیمان اور قول و قرار سے رام کر کے موقع ملنے پر تباہ و برباد کردینا روا ہے"[1]۔ شاہ عالم نے ان سے یہ فتویٰ لکھوا لیا اور فرمایا : " ساز و سامان تیارکریں اور فوج کا معائنہ کریں"۔ اس کے بعد یہ مشہور کیا کہ بدایوں اور سوروں میں شکار کھیلنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ کچھ روز بدایوں کے گرد و نواح میں شکار کھیلتے رہے۔ پھر خواص خاں اور جلال خاں کو ان کی جاگیروں سے[2] بلا کر فرمایا کہ لشکر سے ایک منزل آگے روانہ ہو جائیں اور خود ان کے پیچھے پیچھے رائے سین کا قصد کیا۔

بدایوں سے ابھی دو تین منزلیں ہی طے کی تھیں کہ بادشاہ کے بدن مبارک میں بیماری کے آثار ظاہر ہوئے۔ الہٰذا اسی دن گھوڑے پر سوار ہو کر جائے قیام پر واپس آگئے۔ اس رات بخار کا غلبہ رہا۔ بدن میں ضعف کا اثر نمایاں تھا۔ اگلے روز، چونکہ بخار کی شدت تھی، پالکی میں سوار ہو گئے۔ راستے میں مہانند طبیب نے ہیبت خاں سے کہا کہ بادشاہ کے لیے مناسب نہیں کہ بخار کی شدت میں سفر کریں۔ خاں مذکور نے عرض کیا کہ مہانند نے آج سواری سے منع کر دیا ہے کیونکہ اس کی رائے میں ایسے چلنا اور ہوا کھانا مفید نہ ہوگا۔ میرا یہ عرض کر دینا ضروری تھا۔ شیر شاہ نے کہا : "مہانند یاوہ گوئی کر رہا ہے"[3]۔ ہمارا خدا تعالیٰ سے عہد ہے۔ ہمیں امید ہے کہ انشا اللہ تعالیٰ آج کفار سے مسلمانوں کا انتقام لیں گے اور اس عہد کو پورا کریں گے۔ بات در اصل یہ ہے کہ ایک بار سلطان ابراہیم لودھی کے عہد میں بعض سادات اور دیگر مسلمان اس کے دربار عام میں فریاد کر رہے تھے[4] کہ رائے پورن مل نے ہمارے دیہات کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد ہماری عورتوں کو قید کر کے اپنے حرم کی لونڈیاں بنا لیا ہے، خداوند عالم ہماری داد رسی کریں

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "جب موقع ملے برباد کر دینا چاہیے"

۲ - نسخہ ج میں "خواص خاں کو جا گیر سے"

۳ - نسخہ ج میں "طبیب جھک مار رہے ہیں"

۴ - نسخہ الف میں "استغاثہ دائر کر رہے تھے"

اور ان کافروں سے ہمارا انتقام لیں - ہر چند کہ ان غریبوں نے اس کے دربار عام میں بہت گریہ و زاری کی مگر وہ تغافل برتتا رہا - ہم ان دنوں اس کے امراء میں شامل تھے[1]- ہمیں خیال آیا کہ اگر خدا تعالیٰ نے کبھی اتنی طاقت دی تو ہم ان کافروں سے اس کا انتقام لیں گے - ہم نے اپنے آپ سے عہد کر رکھا تھا - اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اپنا وہ عہد پورا کریں"۔

مختصر یہ کہ اسی بخار کی حالت ہی میں متواتر کوچ کرتے ہوئے رائے سین کے مضافات میں جا پہنچے - پورن مل کا بھائی اس کے استقبال کے لیے آیا اور کورنش کے آداب بجا لایا اور سات ہزار روپے کے علاوہ تین عدد ہاتھی بھی بطور نذرانہ خدمت اشرف میں پیش کئے - شاہ عالم نے کہا : "اپنے بھائی سے کہہ دو کہ تم نے جو مسلمان عورتیں ایک عرصہ سے اپنے گھر میں ڈال رکھی ہیں ، انھیں چھوڑ دو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ" - اس نے عرض کی کہ ہمارے گھر میں کوئی مسلمان عورت نہیں ہے - لوگ (خواہ مخواہ) میرے بھائی پر تہمت لگاتے ہیں - شاہ عالم نے پھر کہا کہ جاؤ اور ہمارا یہ پیغام اپنے بھائی کو پہنچاؤ - اس کے بعد خود اس کے پیچھے پیچھے دو تین روز میں قلعہ رائے سین کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے[2] - پورن مل محصور ہو گیا - شاہ عالم نے وہاں پہنچ کر امراء میں مورچے تقسیم کیے ، سامان جنگ مہیا کیا اور ساباط و گرگج تیار کرائے - جب پورن مل نے دیکھا کہ حصار گیری کے آلات نصب کیے جا رہے ہیں تو پیغام بھیجا کہ بادشاہ ہمیں معاف کردیں تو چالیس لاکھ روپیہ بطور نذرانہ پیش کروں گا - شاہ عالم نے فرمایا : "ہماری خواہش ہے کہ جن مسلمان عورتوں کو قید کر رکھا ہے انھیں

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس کی ملازمت میں تھے"

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "تین دن میں قلعہ رائے سین کے نواح میں پہنچ گیا - وہاں شکار کھیلا - پھر وہاں قلعہ کے نیچے پہنچ کر امراء میں مورچے تقسیم کیے - سامان جنگ جمع کیا اور حکم دیا کہ ساباط تیار کیے جائیں - پورن مل نے جب دیکھا کہ قلعہ گیری کا سامان تیار ہو رہا ہے تو پیغام اور اپنا وکیل بھیجا جس نے چالیس ہاتھی اور تین لاکھ روپیہ بطور پیشکش"

چھوڑ دو - ہم صرف ایک بار تیرا قلعہ دیکھیں گے ، تجھے کسی طرح کا کوئی گزند نہیں پہنچائیں گے اور یہ ملک دوبارہ تمھیں دے دیں گے[1]"۔ پورن مل نے اپنے بھائی کو دوبارہ شاہ کی خدمت میں کہلوا کر بھیجا کہ اگر عہد کریں اور مجھے قول دیں کہ میری جان بخشی کر دی جائے گی تو میں حاضر ہو سکتا ہوں - بادشاہ نے عہد نامہ اور قول و قرار اسے لکھ بھیجا - پورن مل اس پر راضی ہو گیا - اس کے ڈیرہ کے بارے میں حکم ہوا کہ لشکر کے درمیان جگہ خالی کر کے اس کے لیے سراپردہ نصب کر دیں اور امراء اس کے ڈیرے کے ارد گرد فروکش ہو جائیں[2] - جب پورن مل کے لیے سراپردہ تیار ہو گیا تو اسے پیغام بھیجا کہ آج اپنے بیوی بچوں کے ساتھ قلعہ سے نیچے اتر آؤ تاکہ تمھارے قلعہ کا معائنہ کر سکیں - کل تم پر نوازشات کر کے تمھیں ہم واپس بھیج دیں گے اور تمھارا ملک بھی تمھیں کو دے دیں گے -

پورن مل کو یہ خبر ملی تو اس نے اس سلسلہ میں اپنے بھائیوں اور بیٹوں سے مشورہ کیا - اس کے آدمیوں میں سے اکثر نے اسے روکا کہ شیر شاہ غیرت مند بادشاہ ہے - مسلمان عورتیں تیرے گھر میں پڑی ہیں - تمھیں ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا - تیرے پاس ایک فوج جرار اور قلعۂ نامدار بھی موجود ہے - پھر کیوں اس قدر عاجزی سے پیش آتا اور قلعہ سے نیچے جاتا ہے؟ پورن مل نے کہا : "اس نے قول و قرار کیا ہے اور قسم کھائی ہے اور مجھے اس کے قول و قرار پر پورا پورا اعتماد ہے - اس نے آج تک کسی سے وعدہ خلافی نہیں کی ہے" - جب پورن مل کے آدمیوں نے دیکھا کہ یہ اس کے پاس جانا چاہتا ہے تو اس کی فوج اسی وقت اس سے الگ ہو کر ادھر ادھر چلی گئی - دوسرے روز راجہ نے اپنے سب

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "میں نے تیرا گناہ بخش دیا اور تیرا ملک بھی تمھیں کو دے دیا"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس کے لیے لشکر کے درمیان خیمہ تیار کیا گیا - پوشیدہ طور پر فرمایا کہ جب پورن مل ڈیرے میں داخل ہو جائے تو اس کے چاروں طرف خیمہ زن ہو جائیں اور اس کو گھیر لیں"

فیلوں کو بغیر فیل بانوں کے شاہی لشکر کی طرف ہانک دیا کہ وہ ان کو پکڑ لیں ۔ دراصل اس کا مقصد یہ تھا کہ ہاتھیوں نے بھگدڑ مچائی تو شاہی لشکر کے بہت سے لوگ مارے جائیں گے ۔ مگر شاہی فیل بانوں نے بڑی کوشش سے ہاتھیوں کر پکڑ لیا ۔ دن کے خاتمے کے قریب پورن مل نے اپنے بیوی بچوں ، بیٹوں اور بھائیوں کے ساتھ آکر بارگاہ شاہی کی خاک بوسی کی ۔ شاہ عالم نے اسے خلعت دے کر اس کو تسلی دی اور جہاں اس کے لیے خیمہ لگا رکھا تھا اسے وہاں سواری سے اتارا ۔

دوسرے دن بادشاہ نے امراء اور بارگاہ اعلیٰ کے مقربوں کے ساتھ قلعہ میں داخل ہو کر پورن مل کے محل میں نزول اجلال فرمایا مگر جب وہاں پہنچا تو دوبارہ بخار نے شدت اختیار کر لی اور وہ بے قرار ہو ہو گیا ۔ ہیبت خان کو بلایا اور کہا : ''ہم نے خدا تعالیٰ سے عہد کر رکھا تھا کہ ان کافروں سے مسلمانوں کا انتقام لیں گے ۔ آج وہ دن آن پہنچا ہے تو ہمیں ایسی خطرناک بیماری لاحق ہو گئی ہے ۔ اگر کار قضا ہماری اجل آ گئی تو ہماری موت کو ظاہر نہ کرنا جب تک کہ اس گستاخ کافر کو اس کے بیوی بچوں سمیت نیست و نابود نہ کر دو ۔ جو امرا اس کے ارد گرد خیمہ زن ہیں کل تیار ہو کر چاروں طرف سے اس پر ٹوٹ پڑیں اور جب تک ان کا بھرکس نہ نکال دیں چین نہ لیں'' ۔ یہ کہہ کر ہیبت خان کو رخصت کیا اور خود ساری رات مصلے پر بیٹھ کر نماز با نیاز پڑھتا اور مناجات کرتا رہا کہ اے خداوند ! جب تک میں اس گستاخ کافر کو خاک و خون میں لت پت نہ دیکھ لوں میری جان میرے قالب سے نہ نکالنا ۔ الغرض جب رات گزر گئی تو صبح کے وقت شیر شاہ میں صحت و تندرستی کے آثار ہویدا ہونے لگے ۔ اس پر خدا کا شکر بجا لایا ۔ ہیبت خان کو پیغام بھیجا کہ میں نے جس کام کے لیے تجھے مقرر کیا تھا اس میں جلدی کرو ۔ خواص خان ، قطب خان ، جلال خان جلو اور دودہ میانہ کو[1] کہو کہ چاروں طرف سے اس ملعون کافر پر ٹوٹ پڑیں ۔ الغرض لشکر نے چاروں طرف سے پرے باندھ کر ان پر ہلہ بول

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''قطب خان ، دودہ میانہ اور بھیکن خان کو''

دیا - پورن مل کے آدمیوں نے جب یہ حال دیکھا تو اسے خبردار کیا کہ شاہی فوجیں تیار ہو کر ہماری طرف آ رہی ہیں - ہم نہیں جانتے کہ ان کا ارادہ کیا ہے - پورن مل نے کہا "تم بھی خبردار رہو اور اگر دیکھو کہ ان کا جنگ کا ارادہ ہے تو مقابلہ کرو[1] - اس اثنا میں شاہی فوجیں ٹوٹ پڑیں[2] - بادشاہ قلعہ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا - ہندوؤں نے جان ہتھیلی پر رکھ کر تلواریں سونت لیں لیکن شاہی لشکر ٹڈی دل کی طرح ان پر ٹوٹ پڑا - وہ ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلے گئے - ان سے مسلمان عورتوں کا انتقام اچھی طرح سے لے لیا گیا - بادشاہ نے مسلمان عورتوں کو ان کی عورتوں سے الگ کر کے اس کی دو بیٹیوں کو طوائفوں کے حوالے کر دیا تاکہ وہ انھیں ہر گلی کوچے میں نچوائیں اور اس کے تین بیٹوں کو، جو کہ امرد اور صاحب جمال تھے، خواجہ سراؤں کے سپرد کر دیا تاکہ انھیں خواجہ سرا بنائیں[3] - جب یہ مہم حسب دلخواہ انجام پائی تو قلعہ رائے سین کو قطب خان کے سپرد کر کے شیر شاہ کے رایات عالیہ نے آگرہ کا رخ کیا -

---

۱ - نسخہ ج میں "اگر تم پر حملہ کریں تو جنگ کرو"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "شاہی فوج اس مہم کا بیڑا اٹھا کر ان پر ٹوٹ پڑی"

۳ - مخزن افغانی (صفحہ ۱۰۲ الف) میں "پورن مل کو فریب کاری کا پتہ چلا تو اس نے مرنے مارنے کی ٹھان کر لڑائی میں پیش دستی کی اور ایسی بہادری دکھائی کہ دنیا میں افسانہ بن کر رہ گئی - انھوں نے جب دیکھا کہ بغیر کچھ کیے بن نہیں پڑتا تو اپنے بیوی بچوں کو تیغ بیدریغ سے موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا اور رسم جوہر اس طرح ادا کی کہ کسی راجہ نے کسی زمانے میں ادا نہیں کی تھی - دن کے دوپہر گزرے جب کہیں جا کر یہ آگ بجھی اور وہ لوگ سب کے سب بالکل نیست و نابود ہوگئے - ان سب لوگوں سے صرف دو آدمی زندہ بچے - ایک مالدیو کی بیٹی - شیر شاہ نے اس کو کنجروں کے حوالے کر دیا تاکہ اسے ناچنا سکھا کر در بدر پھرائیں اور دوسرا بیٹا جس کو بازی گروں کو بخش دیا اور حمیت دینی کے باعث اس خیال کو عملی جامہ پہنایا"

جب بدایوں[1] کے نواح میں پہنچے تو اٹاوہ[2] کے شیخ زادوں نے فریاد کی کہ باسدیو راجپوت نے ہمارے دیہات پر حملہ کر کے انھیں جلا دیا ہے اور ہمارے بیوی بچوں کو قید کر کے لے گیا ہے ۔ اس نے دودہ میانہ کو اس مہم پر نامزد کیا ۔ اس نے اس بد بخت کا بھرکس نکال دیا ۔ اتنا مال غنیمت اس کے سپاہیوں کے ہاتھ لگا جو ان کے اور ان کے بال بچے کے لیے سالہا سال تک کے لیے کافی تھا ۔ جو مسلمان عورتیں اور بچے کافروں کے یہاں قید تھے ، انھیں رہائی دلا کر دودہ میانہ نے مظفر و منصور ہو کر وہاں سے آگرہ کا رخ کیا[3] اور شرف پابوسی سے مشرف ہوا ۔

اس دوران میں خبر ملی کہ سلہدی اور رام دیو راجپوتوں نے باہم مل بھگت کر کے ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھی کرلی ہے ، احمد خان سوری پر شبخون مار کر اسے قتل کر ڈالا ہے اور اس کا مال لوٹ لیا ہے ۔ شاہ عالم نے ایک لشکر جرار وہاں کے لیے متعین کیا ۔ مجد خان اور نصیب خان کی قیادت میں بارہ ہزار سوار مقرر کیے اور خود بھی شکار کے بہانے اس لشکر کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے ۔ مجد خان ان کے علاقے میں پہنچا تو راجپوتوں نے راج کنور نام کے ایک شخص کو چار ہزار پیادہ فوج اور چار سو سواروں کے ساتھ سلطانی فوج کے خلاف روانہ کیا ۔ جنگ ہوئی اور شاہی فوج کے اکثر تجربہ کار لوگ اس لڑائی میں مارے گئے[4] ۔ یہ خبر شاہ عالم کو ملی تو انھوں نے تیزی سے کوچ کیا اور حکم دیا کہ افواج قاہرہ ان کے علاقے میں در آئیں اور اسے تاخت و تاراج کر دیں ۔ راجپوت سلہدی سے مل گئے جس کے

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بدانوں'' اور متن میں ''بداؤں''...(آ)

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''برناوہ''

۳ - نسخہ ج میں ''رہائی دلا دی اور جو مال غنیمت تھا مسلمانوں کو مرحمت کر کے وہاں سے آگرہ آ گیا''

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''میدان میں کھیت رہے''

نتیجے میں چالیس ہزار سوار اور پیادے یکجا جمع ہو گئے[1] - انہوں نے دیہات کو آگ لگا دی اور خود جنگل اور دریا کی آڑ لے کر وہاں اپنا مسکن بنا لیا - شیر شاہ عالم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ہندوؤں نے بڑا زور پکڑ لیا ہے - انہیں تعجب ہوا کیونکہ وہ ٹڈی دل کی طرح نظر آ رہے تھے - اس سوچ میں تھے کہ اپنے لشکر کے گرد ایک حصار تیار کر لیں کہ اتنے میں بنجارے تقریباً پچاس ہزار بیل[2] لے کر آن پہنچے - ان پر سے بورے اتروائے، ان میں ریت بھری اور حصار تیار کر لیا - لشکر کے گرد ایک اور مٹی کی دیوار بنوائی - اس کے علاوہ دس ہزار مسلح سوار اور آٹھ کوہ پیکر ہاتھی بھی لشکر کے گرد پہرہ دیتے تھے - کفار کی جمعیت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی - بالاخر جنگ ٹھن گئی - ایک طرف خواص خان اور عیسٰی خان نیازی اور دوسری جانب جلال خان اور دودہ میانہ، پنجو سور اور عیسٰی خان ہراول میں آ گئے[3]، قطب خان اور احمد خان نے میمنہ اور میسرہ سنبھالا اور شیر شاہ ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار مقدمہ[4] لشکر میں براجمان ہوا - عادل خان اور جلال خان، دونوں شہزادے، دس ہزار سواروں کے ساتھ فوج کی کمک پر متعین ہوئے تاکہ اگر کفار کے دباؤ کے باعث کسی جماعت کے پاؤں اکھڑ جائیں تو وہ اس کی مدد کریں - جب فوج اس ترتیب سے آراستہ ہو گئی اور میدان میں اتری تو ہندو بھی ایک جگہ جمع ہو کر جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوئے - پہلے ہراول پر حملہ آور ہوئے اور جان ہتھیلی پر رکھے اس طرح لڑے کہ ہراول فوج

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "سب راجپوت سلہدی سے مل کر اکھٹے ہو گئے - تقریباً اٹھارہ ہزار آدمیوں نے جمع ہو کر دیہات میں"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس دوران میں بنجارے تقریباً سات ہزار خالی بورے ساتھ لے کر پہنچ گئے - ان بوروں کو ریت سے پر کر کے حصار کے ارد گرد پھیلایا اور اس کے باہر ایک مٹی کا حصار بھی تیار کرایا"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "خواص خان، عیسٰی خان حجاب، جلال خان، قطب خان سور اور احمد خان اس لشکر کے ہراول میں تھے"

کو شکست دے کر خواص خان تک پہنچ گئے[1] ۔ خواص خان نے جب دیکھا کہ ہراول کے پاؤں اکھڑ گئے ہیں[2] تو اپنی جگہ سے ہٹ کر ہراول کے ساتھ مل گیا اور کفار پر حملہ کر دیا ۔ کفار کے اس حلے میں بادشاہ کے اچھے اچھے بہادروں نے مرتبہ شہادت حاصل کیا ۔ ہراول کی فوج پھر بے بس ہو گئی ۔ اب خواص خان نے گھوڑے سے اتر کر فوج کو للکارا ۔ چنانچہ سب یک جا ہو کر کفار پر ٹوٹ پڑے اور ان عاقبت نا اندیشوں میں سے بہتوں کو جہنم واصل کر دیا ۔ دونوں طرف سے کشتوں کے پشتے لگ گئے اور ان کے خون کی ندیاں بہ نکلیں ۔ صبح سے شام تک تلوار نیام میں نہ آئی ۔

جب سورج غروب ہو گیا تو دونوں لشکر میدان جنگ سے واپس چلے گئے ۔ اس رات کچھ آدمی غائب تھے ۔ رات کے وقت شاہ عالم نے سب امراء کو اپنے حضور طلب کیا ، نوازش فرمائی اور فرمایا : ”کل وہ دن ہے کہ اگر تم نے بہادری دکھائی تو حق سبحانہ کی مہربانی سے فتح کی امید ہے[3] ورنہ دہلی کی سلطنت ہاتھ سے نکل جائے گی“۔ جملہ امراء نے کورنش بجا لاتے ہوئے عرض کیا : ”بادشاہ سلامت کا اقبال ہمارے سروں پر سایہ فگن رہے ۔ دشمن اگرچہ بڑا گستاخ اور ڈھیٹ ہے ، انشا اللہ تعالیٰ ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلا جائے گا“۔

الغرض جب صبح نے تاریکی کا نقاب ہٹایا اور اپنا روئے روشن دکھایا تو کافر پھر بڑی جرأت سے میدان جنگ میں آ گئے ۔ شاہ عالم بھی فوج کو

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ”باہم مل کر ایسا دباؤ ڈالا کہ ہراول کی فوج کو“

۲ - نسخہ الف اور ب میں ”ہراول کے پاؤں اکھڑتے دیکھ کر“

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ”اس ہولناک جنگ میں بہت سے آدمی غائب ہو گئے اور ڈیروں میں نہیں پہنچے ۔ رات کے وقت ان سب امراء پر ، جنھوں نے میدان جنگ میں بہادری دکھائی تھی ، نوازشیں کیں اور فرمایا کہ کل وہ دن ہے جب کہ دہلی کی بادشاہی داؤ پر لگنے والی ہے - اگر تم نے دلیری سے کام لیا اور داد شجاعت دی تو“

آراستہ اور مرتب کر کے میدان جنگ کی طرف بڑھے[۱] - شاہزادہ جلال خان اور خواص خان دس ہزار سواروں کے ساتھ بطور ہراول کافروں پر ٹوٹ پڑے - بادشاہ کی دوسری فوجیں جو ادھر ادھر موجود تھیں جس طرف بھی کفار کا غلبہ دیکھتی تھیں مدد کو پہنچ جاتی تھیں - ایسی شدید لڑائی لڑی کہ چشم روزگار اسے دیکھ کر حیران رہ گئی - اسی دوران شاہی توپ خانہ بھی پہنچ گیا - رومی خان نے شیر خان کے حکم سے اسے میدان جنگ میں ایک اونچی جگہ پر نصب کر دیا اور سب توپوں کو یکبارگی ایسا داغا کہ بہت سے کفار لگونسار ہوگئے - اس کے بعد افواج قاہرہ ان پر ایک ساتھ ٹوٹ پڑیں - ایسی عظیم جنگ ہوئی کہ اس عہد کے بڑے بوڑھوں کو بھی ایسی جنگ یاد نہیں[۲] - اچانک اقبال شاہی سے ایک گولہ[۳] توپ سے نکلا اور رام دیو کی پیشانی پر لگا تو اس لعین کا مغز اس کے دامن میں آ گرا اور وہ گھوڑے سے زمین پر آ رہا - وہ لعین مارا گیا تو کفار کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی - انھوں نے اگرچہ تیزی سے فرار کرنا چاہا لیکن ایسا نہ کر سکے - عین اس وقت قطب خان[۴]، خواص خان، دودہ میانہ، پنجو سور، اس کا بیٹا شہاب خان اور دوسرے امراء چاق و چوبند ہو کر ان پر ٹوٹ پڑے - جب ہندوؤں نے یہ دیکھا کہ بادشاہ کے لشکر نے یکبارگی حملہ کر دیا ہے تو رام دیو کو اسی حال میں چھوڑ کر ٹوٹ پڑے لیکن چونکہ میدان کار زار میں بغیر سردار کے بات

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''کفار نے بڑی مہارت سے میدان جنگ آراستہ کیا - افغانی لشکر نے دو فوجیں، میمنہ اور میسرہ، ترتیب دیں اور میدان میں اترا''

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اس عہد کے بڑے بوڑھے ایسی لڑائی سے واقف نہ تھے''

۳ - نسخہ ج میں ''بادشاہ کے بہت سے نامی گرامی آدمی اس روز میدان میں کھیت رہے'' - نسخہ الف اور ب میں ''انھوں نے شہادت پائی - اس دوران میں جب کہ لشکر شاہی کی جان پر بنی ہوئی تھی اچانک قضائے باری تعالیٰ اور اقبال شیر شاہی سے ایک گولہ''

۴ - نسخہ ج میں ''اس دو دلی میں قطب خان''

نہیں بنتی اس لیے دو ایک نیم دلانہ حملوں کے بعد سپاہ اسلام کی تیغ تیز کی آگ کی تاب نہ لا سکے اور یوں وہ کفار بد کردار سلطان کی باد قہرمانی کے سامنے دھوئیں کی مانند پراگندہ ہو گئے ۔ خواص خان اور پنجو سور نے تعاقب کرتے ہوئے ان نا عاقبت اندیشوں میں سے بہتوں کو جہنم واصل کر دیا[۱] ۔ انیس کوہ پیکر ہاتھی[۲] ، ایک سو اسی گھوڑے اور بہت سا دوسرا مال غنیمت جو ہاتھ لگا خدمت میں پیش کیا گیا ۔ اتفاقاً اقبال شاہی سے سلہدی چند ایک سواروں کے ساتھ جنگل میں چھپا ہوا تھا[۳] ۔ پنجو سور کا غلام ، جس کا نام اقبال تھا ، دو تین ہزار سواروں کے ساتھ کفار کے تعاقب سے واپس آ رہا تھا کہ دفعۃً جنگل سے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی ۔ لوگوں نے آواز کا پیچھا کیا تو وہاں سلہدی کو دس بارہ سواروں کے ساتھ موجود پایا ۔ اس کافر کے ساتھی بھاگ گئے ۔ اس ملعون و مقہور کو باندھ کر بارگاہ سلطانی میں حاضر کیا گیا ۔ شیر شاہ اس عظیم فتح پر سجدات شکر بجا لایا ۔

اس کے بعد اس نے خواص خان اور قطب خان کو اس علاقے میں متعین کر دیا ۔ وہ جب وہاں پہنچے تو ہندوؤں نے رسم جوہر ادا کی اور اپنے بیوی بچوں کو (چتا میں) جلا کر بھاگ گئے ۔ کوئی دو ہزار آدمی ، مرد و زن، قید کر لیے گئے[۴] ۔

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "بے عاقبتوں کو لقمۂ شمشیر بنا دیا"

۲ ۔ نسخہ ج میں "بارہ ہاتھی"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "سلہدی ، جو کہ شروع میں باعث فساد بنا تھا ، چند لوگوں کے ساتھ جنگل میں"

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس کے بعد خواص خان حکم اشرف و اقدس کے مطابق راجپوتوں کی چھاؤنی میں آیا اور ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا لیکن اس کے وہاں پہنچنے سے پہلے رام دیو کی بیویوں ، بیٹیوں اور دوسری جوان عورتوں نے رسم جوہر ادا کرتے ہوئے اپنے آپ کو چتا میں جلا ڈالا ۔ باقی سب مرد و زن اسیر و دستگیر ہو گئے"

بادشاہ اس فتح کے بعد آگرہ روانہ ہوا ۔ بار بار کہتا تھا کہ میں نے تو مٹھی بھر باجرے اور جوار کے عوض دہلی کی سلطنت ہار ڈالی تھی لیکن چونکہ میری بادشاہت کے دن ابھی باقی تھے حق سبحانہ و تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہوا ۔ وہ یہ علاقہ مع میوات[1] خواص خان کو دے کر آگرہ پہنچا[2]۔ پھر کچھ دن سیر و شکار میں گزار کر دہلی آیا ۔ چونکہ وہ شہر اس کے حکم سے دریائے جمنا کے کنارے آباد کیا گیا تھا ، دیکھ کر خوش ہوگیا[3] اور اسے آباد کرنے کی توفیق ملنے پر مراسم شکر و سپاس بجا لایا ۔

شیر شاہ عجب بادشاہ تھا ۔ بعض باتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کو حد درجہ عقل سے نوازا تھا ۔ اس نے بعض کام ایسے کیے کہ تا قیامت یادگار رہیں گے[4] ۔ ایک یہ کہ اس نے تالیے کا سکہ رائج کیا[5]۔ اس سے پہلے سلطان محمد بن تغلق نے اس سلسلہ میں بڑی کوشش کی تھی ۔ سزائیں

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تا میوات"

۲ ۔ نسخہ ج میں "خواص خان کو دے کر کوچ بکوچ دہلی آیا ۔ شیر شاہ ایک ہوش مند اور بڑا صاحب عقل بادشاہ تھا ۔ بعض باتیں اس نے ایسی کی ہیں جو قیامت تک دنیا میں باقی رہیں گی"

۳ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۲ و ب) "اور بہت سے عمدہ آثار ہندوستان میں چھوڑے ۔ ان میں سے ایک تو یہ کہ شہر دہلی علائی کو ، جو کہ نامناسب جگہ پر آباد تھا اور جہاں لوگ پانی کے لیے بڑی تکلیف اٹھاتے تھے ، قلعہ دین پناہ کے نزدیک ، جس کی جنت آشیانی ہمایوں بادشاہ نے بنیاد رکھی تھی ، آباد کر دیا ۔ پہلے بادشاہوں نے بھی اگرچہ اسے بعض جگہ منتقل کیا تھا لیکن یہاں پر وضع الشی بمحلہ کی مثال صادق آتی تھی ۔ جنت آشیانی جب دوسری مرتبہ ہندوستان تشریف لائے اور دہلی کی لطافت ہوا کو ملاحظہ کر کے"

۴ ۔ نسخہ ج میں "وجود میں آئیں جو تا قیامت دنیا میں رہیں گی"

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تالیے کے تنکہ نے اس کی وجہ سے رواج پایا ۔ اگرچہ سلطان محمد تغلق شاہ نے بھی تالیے کا تنکہ رائج کرنے میں"

بھی دی تھیں اور خون ریزی سے بھی کام لیا تھا مگر تانبے کے سکے نے رواج نہ پایا لیکن اس کے زمانۂ سلطنت میں بآسانی (یہ سکہ) رائج ہو گیا اور وہ اس طرح کہ جن دنوں شیر شاہ سپاہ گری میں بسر اوقات کرتا تھا ، ایک دن کسی کام کے سلسلہ میں کہیں گیا ہوا تھا ، رات ایک گاؤں میں گزاری ۔ کچھ سکندری تنکے اس کے پاس تھے ۔ بقال نے وہ سکے نہ لیے ۔ خود بغیر کھانے اور گھوڑا بغیر دانے کے رہا ۔ اسی رات دعا کی کہ اگر خدا تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا تو تانبے کا سکہ ایسے رائج کروں گا کہ اندھیری رات میں بھی ہاتھوں ہاتھ لیا جائے اور (اس کا کھرا کھوٹا[1] جانچنے کے لیے) چراغ اور سوراخ کی بھی ضرورت نہ ہو گی[2] ۔ خدا تعالیٰ نے جب شیر شاہ کا انتخاب کیا اور اسے تخت دہلی پر بٹھا دیا تو اس نے تانبے کے تنکے رائج کیے جو لوگوں کی خرید و فروخت کا مدار قرار پائے ۔

دوسری یہ کہ خشکی اور تری کے مسافروں کے لیے سرائیں[3] تعمیر

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''کھرے اور کھوٹے''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''دوسری یہ کہ سرائیں مسافروں کی آسائش کے لیے اسی نے بنائیں ۔ تیسری یہ کہ اس نے سرکاریں قائم کیں ۔ جب اس کی سلطنت کو چھ سال اور کچھ مہینے گزر گئے تو خواص خان کو نرسنگھ بندیلہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا''

۳ ۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۹۳ میں مذکور ہے ''بنگالہ اور سنار گام سے ، جو ممالک شرقی کی آخری حد پر واقع ہیں ، دریائے سندھ تک ، جو نیلاب کے نام سے مشہور ہے اور اس کا فاصلہ ایک ہزار اور پانچ سو کوس ہے ، ہر کوس پر ایک سرائے تعمیر کی اور اس کے ساتھ چونے اور پختہ اینٹوں سے ایک ایک کنواں اور مسجد تعمیر کروائی اور مؤذن ، امام اور جاروب کش مقرر کیے ۔ ہر ایک کے لیے وظیفہ مقرر کیا ۔ حکم دیا کہ ایک دروازہ پر مسلمانوں اور اور دوسرے دروازہ پر ہندوؤں کے کھانے پینے کا سامان تیار رکھا کریں''

گیں ، بھٹیاروں[1] کو آباد کیا اور مسافروں کی پاسبانی کے لیے کشتیاں[2] مقرر کی گئیں - ہر ایک کا ماہانہ سرکار شاہی کی طرف سے مقرر کیا تاکہ مسافروں سے کچھ نہ لیں -

دوسرے یہ کہ مسافروں کی آسائش کے خیال سے رہتاس خورد سے رہتاس کلاں تک[3] دو رویہ درخت لگوائے - دو جہاز طواف کعبہ کے لیے آنے جانے والوں کے لیے سمندر میں موجود رہتے - اس کے عہد میں (سرکاری خرچ پر) ایک ہزار لڑکیوں کی شادی خانہ آبادی ہوئی -

جب اس کے عہد کو چھ سال اور پانچ مہینے گزر گئے تو خواص خان کو نرسنگھ دیو بندیلہ[4] کی طرف بھیجا کہ اسے حاضر خدمت کرے -

---

۱ - بھٹیارا : ہندی لفظ ہے - فرہنگ آصفیہ (جلد اول صفحہ ، ۳۲۵) میں لکھا ہے : روٹی پکانے کا پیشہ کرنے والا - نان بائی ، طباخ ، باورچی ، سرائے میں مکان دے کر ٹھہرانے والا

۲ - شاید لفظ چوکی ھا یا تھانہ ھا ہو

۳ - رہتاس نام کے دو قلعے ہیں - ایک بہار میں جو سنہ ۹۴۵ھ میں شیر شاہ کے قبضۂ اقتدار میں آیا ، دوسرے کو خود شیر شاہ نے پنجاب کی تحصیل (اب ضلع جہلم) میں تعمیر کیا - صفحہ ۲۰۵ پر مؤخرالذکر قلعے (رہتاس) کا ذکر کیا گیا ہے - یہ رہتاس خورد ہے - امپیریل گزیٹیئر آف انڈیا ، مطبوعہ آکسفورڈ ۱۹۰۸ء ، جلد ۲۱ ، صفحہ ۳۲۲ اور ترجمۂ آئین اکبری از بلوخ مین ، صفحہ ۳۲۲ ملاحظہ کیجئے -

۴ - مخزن افغانی (صفحہ ۹۲) میں راجۂ بندیلہ کے واقعات کا ذکر نہیں آیا ہے - کتاب مذکور میں لکھا ہے "مالدیو سے جنگ اور اس کی ہزیمت کے بعد شیر خان کا بڑا بیٹا عادل خان ، قلعہ رنتھنبھور کی سیر کے لیے ، جو اس کے حوالے کر دیا گیا تھا ، اجازت لے کر روانہ ہو گیا تاکہ اپنا ساز و سامان تیار کرے اور حاضر خدمت ہو جائے - شیر شاہ نے وہاں سے قلعۂ کالنجر کی جانب ، جو کہ ہندوستان کا مستحکم ترین قلعہ ہے ، کوچ فرمایا" - نسخۂ ج میں ہے "جب اس کی سلطنت کو چھ سال اور کچھ مہینے گزر گئے تو خواص خان کو نرسنگھ بندیلہ کو لانے کے لیے بھیجا"

اس نے بھاگ کر راجۂ کالنجر کے یہاں پناہ لی[1] ۔ خواص خان نے ہر چند کہ راجۂ کالنجر سے خط و کتابت کی مگر وہ اس کو پناہ دینے پر راضی نہ ہوا ۔ خواص خان نے درگاہ والا کو اس امر کی اطلاع کرائی ۔ بادشاہ نے اسے پڑھا تو طومار کی طرح بل کھا کر رہ گیا ۔ ارادہ کیا کہ وہ قلعہ بھی تصرف میں لے آئے[2] ۔ اگرچہ ملہم غیبی اسے اس یورش سے روک رہا تھا لیکن خامۂ تقدیر نے چونکہ اس کے بارے میں ایسا ہی لکھا تھا ، تدبیر کی تقدیر کے سامنے کوئی پیش نہ چلی ۔ جمعیت شاہی میں آ کر فرمایا : ''ساز و سامان سلطانی تیار کیا جائے'' ۔ آس پاس سے ہاتھی اور لشکر طلب کیا گیا ۔ بخشیوں کو حکم دیا کہ فوج کا معائنہ کریں ۔ اسی ہزار سوار دو اسپہ اور دو ہزار مست ہاتھی شمار میں آئے[3] ۔ ۱۵ شوال ۹۵۲ھ کو سرا پردۂ شاہی کو باہر لایا گیا اور دریائے جمنا کے کنارے نصب کرایا گیا[4] ۔ احمد خان میانہ کو فرمایا کہ جا کر شہزادہ جلال خان کو پٹنہ سے لے آئے[5] اور رایات جاہ و جلال کے پہنچنے تک قلعۂ کالنجر کو محاصرے میں لے لے ۔ قطب خان سور ، الہداد خان اور دولت خان کو اپنی طرف سے متعین کیا ۔ شہزادہ عادل کو فرمان بھیجا کہ تو جائے اور اس طرف کا علاقہ ۔ صوبہ اجمیر ، رنتھنبور اور بیانہ کی طرف سے فی الواقعہ خبردار رہے اور قطب خان ، جو رام دیو اور سلہدی کے علاقے میں ہے ، اس کی مدد

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''وہ بھاگا اور قلعۂ کالنجر میں پہنچ کر راجہ کی پناہ میں آ گیا''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اس قلعے کا محاصرہ کر کے اسے فتح کرے اور منہدم کرا دے''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''قضا کا قلم چل چکا تھا ۔ تقدیر کے سامنے تدبیر کی کیا چل سکتی ہے ؟ ۔ اچانک شاہی ساز و سامان تیار کیا گیا اور آس پاس سے ہاتھی طلب کیے گئے ۔ فوج کا معائنہ کیا گیا ۔ اسی ہزار سوار اور دو ہزار ہاتھی شمار کیے گئے''

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں سنہ اور تاریخ مذکور نہیں

۵ ۔ نسخہ ج میں ''احمد خان میانہ کو حکم دیا اور قطب خان سور کو اپنی طرف سے نامزد کیا''

میں کوتاہی نہ کرے - ہر صوبے کے حالات عریضوں میں لکھ کر بھیجتا رہے[1] - اس کے بعد کوچ بکوچ قلعہ کالنجر کی طرف روانہ ہوا - کالنجر کے علاقے اور اس کے گرد و نواح میں شور مچ گیا - وہاں کا راجہ گھی ، غلہ ، ایندھن ، چارہ اور دیگر ساز و سامان اکٹھا کر کے محصور ہو گیا[2] اور قلعے کے دروازے بند کر لیے - قلعہ پر توپیں چڑھا دیں اور وہ اونچی عمارتیں جو قلعہ کے ارد گرد تھیں ، مسمار کرا دیں -

شیر شاہ کوچ کرتا ہوا قلعے کے نواح میں جا پہنچا اور قلعے کا محاصرہ کر لیا - امراء میں مورچے تقسیم کیے - توپیں اور منجنیق نصب کیے گئے[3]- تاکید کی کہ ساباط[4] تیار کریں اور گرگج نصب کریں - شاہی لشکر قلعہ کو سانپ کی طرح ہر طرف سے گھیر کر جنگ کی تیاری کرنے لگا - رومی خان نے تین سرنگیں کھودیں - ان کو بارود کے تھیلوں سے بھر دیا - پہلی سرنگ جو اس طرف سے پھٹی تو اس سے قلعے کا ایک برج گر گیا لیکن ہندوؤں نے موقع نہ دیا کہ بادشاہی فوج اندر آ سکے - تیروں کی ایسی باڑھ ماری اور بندوقوں سے ایسی آگ برسائی کہ مست ہاتھیوں کو بھی ہمت نہ پڑی کہ ادھر کا رخ کریں - جب دوسری طرف سرنگ کو اڑایا گیا تو اس قلعہ کے دو برج آسمان کی طرف اڑ گئے - ان دو برجوں کے گرنے سے کافروں میں تہلکہ مچ گیا - راجہ خراج دینے پر

---

۱ - نسخہ ج میں ''اپنی عرضداشتوں میں لکھنا''

۲ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''راجہ مذکور قلعہ بندی کا سامان جمع کرنے لگا - گھی ، غلہ ، ایندھن ، چارہ اور ہر قسم کا کار آمد ساز و سامان اکٹھا کر کے قلعے کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ کے کنگروں پر توپیں نصب کر کے محصور ہو گیا''

۳ - نسخہ ج میں گرد و نواح کی عمارتوں کو ہٹا دیا - شیر شاہ نے آگے بڑھ کر قلعے کا محاصرہ کر لیا - امراء میں مورچے تقسیم کیے تو توپیں اور منجنیقیں اپنا کام کرنے لگیں - رومی خان نے بھی سرنگیں تیار کیں اور انھیں بارود کے تھیلوں سے''

۴ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''ثبات'' لکھا ہے لیکن (صحیح) لفظ ساباط ہے

راضی ہو گیا لیکن شیر شاہ نے قلعے کے حصول کی کوشش بدستور جاری رکھی ۔ اہل قلعہ کا ہر طرف سے قافیہ تنگ کر دیا گیا ۔

جب قلعہ فتح ہونے ہی والا تھا تو تقدیر الٰہی سے ایک عجیب العجائب قصہ اور غریب الغرائب حادثہ رونما ہوا[1] جس کی تفصیل یہ ہے کہ جلال خان جلو نے ایک اونچا ساباط تعمیر کروا کر اس پر توپ نصب کر لی تھی اور گولہ باری سے اہل قلعہ کو اس حد تک کہ عاجز کر دیا تھا کہ کسی کو اپنے صحن خانہ میں آنے کا بھی یارا نہ تھا ۔ شاہ عالم کو جب خبر ملی کہ جلال خان نے ایسی تدبیر کی ہے کہ عنقریب اس کی طرف سے قلعہ فتح ہو جائے گا تو بادشاہ بنفس نفیس وہاں آیا اور جلال خان کو شاباش دی ۔ بادشاہ ، شیخ عبدالجلیل اور احمد خان بنی جہاں کھڑے تھے[2] وہیں سے (بارود سے بھرے ہوئے) ڈبوں کو آگ دکھا کر قلعہ کے اندر پھینکا جا رہا تھا ۔ اچانک ایک ڈبہ دیوار سے ٹکرا کر پھٹا اور دوسرا ڈبوں پر جا گرا جنھیں آگ لگ گئی ۔ بادشاہ اور وہ دونوں جو وہاں کھڑے تھے قریب قریب جل گئے ۔ بادشاہ کو پالکی میں ڈال کر سرا پردۂ شاہی میں لائے ۔ زخموں پر دھی لگایا ۔ لشکر کے لوگوں کی عجیب حالت ہو گئی تھی ۔ سب امراء اس کے گرد جمع ہو کر اس کا علاج معالجہ کرنے لگے ۔ جب دیکھا کہ زندگی کی امید نہیں تو حیران و پریشان ہوکر بے دست و پا سے ہوگئے ۔ سب سے بڑا بیٹا شہزادہ عادل خان ، جو کہ ولی عہد تھا ، رنتھنبور میں تھا[3] ۔ امراء نے فیصلہ کیا کہ اس کے آنے تک لشکر میں پھوٹ پڑ جائیگی اور ملک میں فتنہ عظیم پیدا ہو جائے گا[4] لہذا بہتر ہے کہ جب تک وہ آئے جلال خان کو ، جو ولایت پٹنہ میں

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''قصہ غریب اور حادثہ عجیب ظہور پذیر ہوا''

۲ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۹۲) میں ''شیر شاہ ، شیخ خلیل ، مولانا نظام دانشمند اور دریا خان سروانی ایک ہی جگہ پر کھڑے تھے''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بڑا بیٹا تھا اور زندگی ہی میں اسے ولی عہد مقرر کر دیا تھا رنتھنبور میں تھا''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''اس کے پہنچنے تک پھوٹ پڑ جائے گی اور ملک میں فتنہ عظیم برپا ہو جائے گا''

ہے ، بلا کر تخت پر بٹھا دیں اور فتنہ کو دبا دیں ۔ دولت خان لیازی کو ڈاک کے الداز پر روانہ کیا اور امراء بدستور قلعہ کو فتح کرنے میں لگے رہے[1] ۔ قلعہ اسی روز بوقت ظہر فتح ہو گیا ۔ شیر شاہ کے الدر ابھی ذرا سی جان باق تھی کہ اس کو قلعہ سر ہونے کی بشارت دی گئی[2] تو بولا : ''الحمد للہ'' ۔ پھر تین مرتبہ کلمہ شہادت پڑھا اور دن کے آخر میں بروز جمعرات بتاریخ ۲۳ ذیقعد سنہ ۹۵۱ھ بادشاہ دین پرور ، آفاق گیر اور قلعہ کشا رحمت خداولدی سے جا ملا''[3] ۔

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''مصروف تھے''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''شیر شاہ کے جسم میں ابھی جان باق تھی کہ اسے بشارت دی گئی'' ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۹۲ ب) میں شیر شاہ کی وفات کی تاریخ ۱۷ ماہ ربیع الاول ۹۵۲ھ لکھی گئی ہے ۔ ترجمہ تاریخ شیر شاہی مصنفہ مظہر علی خان ولا (صفحہ ، ۱۳ الف) میں مرقوم ہے ''سنہ ۹۵۲ھ دسویں تاریخ ربیع الاول کی آدھی رات کے بعد شیر خان جہان فانی سے سرائے جاودانی کو گیا'' مخزن افغانی کے ایک قلمی نسخے (نمبر ۳۰۱ صفحہ ۱۰۵)میں لکھا ہے کہ شیر شاہ کا عہد سلطنت ۱۱ ماہ ربیع الاول سنہ ۹۵۲ھ تک تھا ۔ مسٹر قانون گو نے تاریخ شیرشاہی میں ، جو بزبان انگریزی لکھی گئی ہے ، صفحہ ۳۴۱ پر لکھا ہے ''شنبہ کے دن شام کو ۱۰ ربیع الاول ۹۵۲ کو وفات پائی'' ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۳۲۸) میں لکھا ہے : ''۱۲ ربیع الاول ۹۵۲ کو قلعے کی فتح کی خبر سنی اور ودیعت حیات سپرد کر دی'' ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۹۶) میں دسویں محرم ۹۵۲ تاریخ وفات دی گئی ہے ۔ خلاصۃ التواریخ (صفحہ ۳۲۴) میں لکھا ہے ''مدار کار سلطان علاءالدین خلجی کے قوانین ، جیسا کہ تاریخ فیروز شاہی میں مندرج ہیں ، پر رکھا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''بعض امراء جو کہ شاہزادہ عادل خان کے طرف دار تھے'' اور منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۳۶۳) میں ''اس کی نعش کو سہسرام میں ، جہاں اس کے بزرگوں کا قبرستان تھا ، لے جا کر دفن کر دیا گیا''

کہتے ہیں بوقت رحلت آہ سرد بھری اور فرمایا : ''دو حسرتیں میرے دل میں رہ گئی ہیں'' ۔ بعض امراء نے ، جن سے بات چیت ہوئی ، پوچھا : ''وہ کونسی ہیں ؟'' فرمایا : ''ایک یہ کہ میرا ارادہ تھا لاہور کو ویران کر دوں کیونکہ ایک ایسا شہر مغلوں کے راستے میں ہے کہ جو وہاں آتا ہے اسے ساز و سامان مل جاتا ہے[1] ۔ دوسرا ارادہ میرا یہ تھا کہ سمندر میں بیس جہاز تیار کروں اور جو بھی سامان ضروری ہے ان میں فراہم کردوں[2] تاکہ زائران بارگاہ محتاج نہ رہیں ۔ یہ دو حسرتیں

---

۱ ۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰ ، صفحہ ۹۳) میں ''ایک تو یہ چاہتا تھا کہ ولایت روہ کو وہاں پر ویران کر کے نیلاب سے لاہور تک اورکوہ لندنہ کے دامن سے شوالک تک آباد کر دوں تاکہ مغلوں کے در آنے سے خبردار رہیں اور کسی کو کابل سے ہندوستان نہ آنے دیں اور پہاڑ کے زمیندار بھی پامال اور ذلیل و خوار ہو جائیں ۔ دوسری یہ کہ میں چاہتا تھا لاہور کو برباد کر دوں تاکہ ایسا عظیم شہر دشمن کے راستے میں نہ رہے جہاں وہ پہنچتے اور فتح کرتے ہی ساز و سامان بہم پہنچا لیں''

۲ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۹۳) میں ''دوسری یہ کہ میرا ارادہ تھا مکہ معظمہ جانے کے لیے پچاس جہاز تیار کروں اور ان کو ایسا مضبوط بناؤں کہ طوفانی ہوا سے پاش پاش نہ ہونے پائیں اور لوگ اطمینان سے اس عظیم گھر میں آمد و رفت کر سکیں ۔ دوسرے یہ کہ میرے دل میں تھا پانی پت میں سلطان ابراہیم لودھی کا مقبرہ تعمیر کروں ، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے برابر سلاطین چغتائیہ میں سے کسی ایسے سلطان کا مقبرہ بھی ، جسے میں نے شہید کیا ہو ، تیار کروں اور دونوں فن تعمیر کے ایسے پرکار شاہکار ہوں کہ دوست دشمن سبھی آفرین کہیں اور تا قیامت میرا نام زندہ رہے ۔ ان آرزوؤں میں سے ایک بھی خدا نے پوری نہیں کی اور یہ حسرت قبر میں ساتھ لیے جا رہا ہوں''

اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں[1] ۔

الغرض بعض امراء نے ، جو شہزادہ عادل خان کی طرف مائل تھے ، تیز رو قاصدوں کو رنتھنبور کی طرف روانہ کیا لیکن خان خانان فرملی اور عیسلی خان حجاب ، جلال خان کے لیے کوشاں تھے کیونکہ وہ عادل خان سے ، جو دل سے ان کا بد خواہ تھا ، ڈرتے تھے کہ جب بادشاہ ہو جائے گا تو انھیں نقصان پہنچائے گا ۔ شہزادہ جلال خان[2] امراء کی عدم موافقت اور ان کی بے اتفاقی کی وجہ سے آنے سے ڈرتا تھا ۔ آخر خان خانان اور عیسلی خان کی کوشش سے نہایت تیزی سے پٹنہ سے آن پہنچا ۔ امراء ، جو وہاں موجود تھے ، استقبال کے لیے آئے اور شاہزادہ کو دربار میں لائے ۔ انھوں نے دربار بادشاہی کو پیراستہ اور ہاتھیوں کو زر و زیور سے آراستہ کیا ۔ ایک تخت زریں بساط رنگیں پر رکھا ۔ جلال خان قلعہ کالنجر کی فصیل تلے باپ کے تخت پر بیٹھا اور عادل خان کو لکھا کہ تم دور تھے

---

۱ ۔ مخزن افغانی کے ایک قلمی نسخہ (نمبر ۱۰۱ صفحہ ۱۰۵) میں یہاں پر لکھا ہے : ''اس (شیر شاہ) کے ایام سلطنت ۱۰ محرم ۹۴۶ کی ابتدا سے ۱۱ ماہ ربیع الاول ۹۵۲ کی انتہا تک چھ سال ، ایک ماہ اور سات دن تھے''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''شہزادہ جلال خان نہایت تیزی سے پٹنہ سے آن پہنچا ، وہ امراء جو وہاں تھے'' لکھا گیا ہے اور ''قلعہ کالنجر کی فصیل تلے'' سے ''کوشاں رہوں گا'' تک دونوں نسخوں میں مرقوم نہیں ۔ نیز اسلام شاہی عہد کے سرداروں کے نام دونوں نسخوں الف اور ب میں مذکور نہیں ہیں ۔ البتہ نسخہ ج میں حسب ذیل نام ثبت ہیں : عادل شاہ ، احمد خان شاہزادہ ، فیروز خان شاہزادہ ، تاج خان کرانی ، قطب خان نیازی ، عیسلی خان سور ، شجاع خان ، زین خان ، عثمان خان ، با زید خان ، اعظم ہمایوں ، ھیبت خان ، سر مست خان ، سید خان ، داؤد خان ، بہادر خان ، قطب خان سور ، مبارز خان ، جمال خان ، محمد خان ، نصیب خان ، ایمن خان ، دلاور خان ، گوجر خان ، عیسیٰ خان ، تاتار خان ، دریا خان ، ولی داد خان ، حاجی خان ، نازی خان ، غازی خان محلی ، کبیر خان''

اور میں قریب ۔ تمھارے آنے تک فتنے کے سد باب کے لیے تخت پر بیٹھ گیا ہوں ۔ میرے لیے بجز تمھاری فرمان برداری کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ۔ جس وقت آگرہ پہنچوں گا تاج و تخت تمھارے سپرد کر کے دوسرے امراء کی طرح دست بستہ تمھارے تخت کے سامنے کھڑا ہو جاؤں گا ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ برادر حاسدوں اور غرض مندوں کے کہنے میں آ کر میری طرف سے خاطر عاطر میں ملال لائے کیونکہ میں ہر طرح سے حسب سابق رضاجوئی اور فرمان برداری کے لیے کوشاں رہوں گا ۔

اسلام شاہ

بازار معانی کے جوہریوں اور دکان نکتہ دانی کے صرافوں نے اس در نایاب اور گوہر تاب دار کو یوں صدف سے باہر نکالا ہے[1] کہ جب شیر شاہ عالم کالنجر میں رحمت حق سے جا ملا تو اس کا چھوٹا بیٹا جلال خان قصبہ ریوں سے ، جو پٹنہ کے مضافات میں سے تھا[2] ، نہایت تیزی سے قلعہ کالنجر کے دامن میں پہنچا[3] اور وہاں ایک جشن عظیم ترتیب دیا ۔ ایک زرنگار اور زربفت کا سائبان لگا کر ہاتھیوں اور گھوڑوں کو زرکار ہودوں ،

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "بازار معنی کے جوہریوں اور نکتہ دانی کے صرافوں نے اس زر کامل عیار کو سخن کی کٹھالی سے یوں نکالا ہے"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "پٹنہ کے مضافات میں تھا ، عیسیٰ خان حجاب اور خان خانان فرملی کی مساعی سے یلغار کرتا ہوا آیا اور سنہ ؟ میں تخت پر بیٹھا" نسخہ ج میں "پٹنہ میں تھا ، تخت پر بیٹھا"

۳ ۔ مخزن افغانی نمبر ۱۰۲ (صفحہ ۱۱۰) "قلعہ مذکور (کالنجر) کی فصیل تلے ۱۹ ماہ ربیع الاول ۹۵۲ھ کو سلطنت ہند کے تخت پر جلوس فرمایا اور اسلام شاہ کے خطاب سے مخاطب ہوا"۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۰۷) اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۰) میں عیسیٰ خان حجاب اور دوسرے امراء کی مساعی سے ۱۵ ماہ ربیع الاول تاریخ ۹۵۲ کو قلعہ کالنجر کی فصیل کے نیچے جلوس فرمایا"۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۱۹۶) میں ہے "اس (شیر شاہ) کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا جلال خان آٹھویں دن باپ کا جانشین ہوا"

کاٹھیوں اور زر و زیور سے سجا کر[1] ایک رنگین بساط ، جیسے آسمان پر ستارے جگمگ جگمگ کر رہے ہوں ، بچھا کر دربار کو مثل بوستان در ایام نوبہار اور اس کے نقش و نگار بسان لالہ زار اور مانند رخسار دلبران سیمین عذار چمکا کر[2] شہزادہ جلال خان نے پھول کی تازہ پنکھڑی کی طرح[3] تخت پر جلوس فرمایا اور خود کو اسلام شاہ کے خطاب سے مخاطب کیا ۔ قلعہ کالنجر احمد خان سوری کو عطا کیا[4] ۔ چونکہ بہت سے امراء شہزادہ عادل خان کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے ، ان کے ما فی الضمیر سے آگاہ ہوکر فکرمند سا ہو گیا اور آگرہ کی طرف روانہ ہوا ۔ اثنائے راہ میں خواص خان نے اپنی جاگیر سے آ کر[5] از سر نو جشن جلوس منایا ، اسلام شاہ کو تخت پر بٹھایا اور اس کی بیعت کی ۔ وہاں سے آگرہ پہنچا[6] اور عادل خان کو پیغام بھیجا کہ آپ چونکہ دور تھے اور میں قریب ، اس لیے اس خیال سے کہ فتنہ رفع ہو جائے آپ کے آنے تک میں نے لشکر اور ملک کی حفاظت کی ۔ میرے لیے بجز آپ کی وفا داری اور فرمان برداری کے اور کوئی چارہ نہیں ۔ (اس کے ساتھ ہی) ملاقات کی خواہش ظاہر کی ۔ عادل خان نے جواب میں لکھا کہ اگر قطب خان نیازی عیسیٰ خان ، جلال خان جلو اور خواص خان آ کر مجھے تسلی دیں اور لے جائیں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتا ہوں ۔ ان چار سرداروں کو لکھا کہ میں نے اپنے آنے کا دار و مدار آپ کی قیمتی رائے پر

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سائبان زر دوزی اور مخملی لگایا تاکہ ہاتھیوں کے سیاہ بادل''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''چمکتے ہوئے نقش و نگار کے ساتھ دلبران سیمین عذار کی مانند سجا کر''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''گل صد برگ کی مانند تخت پر''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''احمد خان اور جلال خان سروانی کے سپرد کرتے ہوئے''

۵ ۔ نسخہ ج میں ''اپنے صوبے سے آیا''

۶ ۔ نسخہ الف میں ''آگرہ پہنچے''

چھوڑا ہے ۔ آپ کیا مشورہ دیتے ہیں[1] ؟ مختصر یہ کہ اسلام شاہ نے ان چار سرداروں کو عادل خان کے پاس بھیج دیا ۔ عادل شاہ شاہانہ کروفر کے ساتھ رنتھنبور سے روانہ ہوا ۔ اسلام شاہ اس وقت شکار کے لیے سیکری کی طرف گیا ہوا تھا ۔ اس طرف سے عادل شاہ بھی آ پہنچا ۔ دونوں بھائیوں کی شکارگاہ میں ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی ۔ طرفین بازار اتحاد گرم کر کے آگرہ کی طرف روانہ ہوگئے ۔ اسلام شاہ نے اپنے آدمیوں کو اندرون خانہ تاکید کر رکھی تھی کہ جب عادل شاہ قلعہ میں آئے تو اس کے آدمیوں کو اندر نہ آنے دیں ۔ اس کے دل میں یہ تھا کہ اس کو تنہا قلعہ میں لا کر قید کر دے ۔ جب دونوں بھائی قلعہ میں داخل ہوئے تو اسلام شاہ کے آدمیوں نے ہر چند روکنے کی کوشش کی مگر عادل شاہ کے تقریباً پانچ چھ ہزار خنجر بردار سوار زبردستی قلعے میں داخل ہو گئے ۔ اسلام شاہ کا مکر کارگر نہ ہوا تو خوشامد کرنے لگا ۔ عادل شاہ کا ہاتھ پکڑ کر اسے تخت پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے دست بستہ کھڑا ہو گیا ۔

چونکہ عادل شاہ عیاش اور کمزور آدمی تھا ۔ اس نے اسلام شاہ کا ہاتھ پکڑ کر[2] اسے تخت پر بٹھا دیا ۔ امراء نے آگے بڑھ کر عادل شاہ کو رخصت کر دیا اور اس کی حسب دلخواہ جاگیر بطور وظیفہ مقرر کر دی ۔ اسلام شاہ نے کہا کہ ایسا ہی ہو گا[3] اور عیسیٰ خان اور خواص خان کو اس کے ہمراہ کرتے ہوئے رخصت کر دیا[4] ۔ دو تین مہینوں کے بعد

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''میں نے فیصلہ تمھاری رائے پر چھوڑ دیا ہے ۔ میرے آنے نہ آنے کے بارے میں تمھاری کیا صلاح ہے ؟''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اسلام شاہ کا بازو پکڑ کر تخت پر''

۳ ۔ مخزن افغانی صفحہ ۱۱۱ (نمبر ۱۰۲) ''اس اثناء میں عیسیٰ خان نے عرض کیا کہ عادل خان کو رخصت کر کے بیانہ کو اس کی جاگیر قرار دیا جائے ۔ اسلام شاہ نے کہا : میں نے ایسا ہی کیا ہے''

۴ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۱۱۱) ''عیسیٰ خان اور خواص خان کو عادل خان کے ساتھ بیانہ جانے کی اجازت دے دی''

اسلام شاہ نے غازی محلی کو ، جو مقربان خاص میں سے تھا ، ایک طلائی بیڑی دے کر بھیجا تا کہ عادل شاہ کو قید کر کے لے آئے۔ عادل شاہ کو اس سے پہلے کہ غازی محلی وہاں پہنچے خبر ہو گئی - وہ خواص خان کے پاس میوات چلا گیا اور اسے بتایا کہ اسلام شاہ نے عہد توڑ ڈالا ہے - اس دوران میں غازی محلی بھی وہاں آ پہنچا - خواص خان نے سونے کی اس بیڑی کو توڑ کر فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا - غازی محلی کو قید میں ڈال کر مخالفت کا علم بلند کر دیا اور جو امراء در پردہ عادل شاہ کے طرف دار تھے انہیں خطوط لکھے[1] - قطب خان اور عیسیٰ خان نے ، جو عہد و پیمان میں شامل تھے ، تاکید کی کہ عادل شاہ آئے اور رات کے آخری حصہ میں آگرہ کے مضافات میں پہنچ جائے تا کہ ہم بے جھجک تمہاری ملازمت میں آ جائیں - عادل شاہ نے ایک بے انتہا لشکر کے ساتھ آگرہ کا رخ کیا - چونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کو نہیں منظور تھا کہ عادل شاہ بادشاہ بنے اور اسلام شاہ دشت ادبار میں ذلیل و خوار ہو - عادل شاہ جس وقت سیکری پہنچا ، اتفاقاً وہ شب شب برات تھی[2] - حضرت شیخ المشائخ سلیم چشتی[3] کی ملاقات کے لئے گئے - خواص خان کو نماز کی وجہ سے ، جو اس رات پڑھنا فرض تھی ، دیر ہو گئی - (طے شدہ منصوبہ کے مطابق آخر شب پہنچنے کی بجائے)

---

۱ - مخزن افغانی میں ''خواص خان کا دل بھر آیا اور غازی محلی کو طلب کر کے اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالی اور علم مخالفت بلند کر دیا - پھر ان امراء کو ، جو اسلام شاہ کے طرف دار تھے ، مراسلے لکھے اور در پردہ اپنے ساتھ ملا کر اپنا لشکر ساتھ لئے آگرہ کی طرف روانہ ہو گیا''

۲ - نسخہ ج میں ''وہ شب شب قدر تھی''

۳ - حضرت سلیم بن بہاءالدین چشتی حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ کی اولاد امجاد میں سے تھے- زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے - دیار عرب و عجم کی سیر کی اور بزرگوں کی صحبتوں میں بیٹھے - ان کی ولادت سنہ ۸۹۷ میں ہوئی - ۲۹ رمضان سنہ ۹۷۹ کو حالت اعتکاف ہی میں اس دنیا سے گزر گئے - رحمۃ اللہ تعالیٰ (تلخیص از اخبار الاخیار ، صفحہ ۲۷۱)

چاشت کے وقت آگرہ کے نواح میں پہنچے ۔ ادھر اسلام شاہ کو بھی ان کے آنے کی خبر مل گئی ۔ امراء کی مخالفت کو تاڑتے ہوئے قطب خان کو کہلا بھیجا کہ اگر میری جانب سے عادل خان کے بارے میں کچھ کوتاہی ہو گئی تھی[1] تو خواص خان اور قطب خان نیازی کو چاہیے تھا کہ مجھے اس کے بارے میں لکھتے ۔ قطب خان سور بادشاہ کی نیت بھانپ کر کہنے لگا : ''ڈر کی کوئی بات نہیں ۔ ابھی بات زیادہ نہیں بگڑی ہے ۔ میں اس فتنے کے استیصال کا ذمہ لیتا ہوں'' ۔ اسلام شاہ نے قطب خان اور ان امراء کو ، جو عادل شاہ کے اعتمادی تھے ، اجازت دے دی کہ عادل شاہ کے پاس چلے جائیں[2] ۔ اس کا ارادہ یہ تھا کہ ان لوگوں کو خود سے جدا کر کے چنار کی راہ لے ۔ وہاں کے خزانے کا منہ کھول کر فوجی ساز و سامان تیار کرے اور پھر بھائی پر چڑھ دوڑے[3] ۔ عیسیٰ خان حجاب نے اسے روکا اور کہا : ''اگر تجھے باپ کے امراء پر اعتماد نہیں تو پانچ ہزار[4] سوار جو تمہارے پرانے نوکر ہیں اور دیر سے تیری خدمت کر رہے ہیں ، ان سے کام لے اور اتنی بڑی جمعیت کے ہوتے ہوئے بز دلی نہ دکھا ۔ فوراً میدان جنگ کا رخ کر اور ڈٹ جا تا کہ باپ کے امراء میں سے جو بھی تمہارے خیال میں مخالف ہیں دوسری طرف نہ چلے جائیں'' ۔ اسلام شاہ کی ہمت بندھ گئی ۔ قطب خان وغیرہ کو ، جن کو اجازت دی تھی کہ عادل شاہ کے پاس چلے جائیں ، واپس بلا لیا کہ میں تمہیں کیوں دشمن کے سپرد کروں ۔ اس کے بعد تیار ہو کر

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''کہلا بھیجا اگر مجھ سے کچھ کوتاہی ہوئی ہے تو چاہیے تھا کہ خواص خان''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''اس نے سوچا کہ انہیں خود سے الگ کر کے چنار کی طرف روانہ ہو جائے ، خزانوں کے منہ کھول کر تیاری کرے اور پھر بھائی پر حملہ آور ہو''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''دشمن پر حملہ کرے''

۴ ۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۲) صفحہ ۱۱۱ ب ''اگر تجھے امراء کے آدمیوں پر اعتماد نہیں دس ہزار آدمی ایام شہزادگی سے تمہارے خاص نوکر ہیں'' لیکن تاریخ داؤدی (ایلیٹ : جلد چہارم ، صفحہ ۴۸۳) میں پانچ ہزار آدمی لکھا ہے

میدان جنگ میں آتر آیا ۔ بعض امراء نے ، جو کہ عادل شاہ کے طرف دار اور ہم راز تھے ، جب اسلام شاہ کو میدان جنگ میں دیکھا تو جانے کا ارادہ ترک کر دیا ۔

جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور آگرہ کے نواح میں جنگ ہوئی تو تائیدات آسمانی نے اسلام شاہ پر نوازش فرمائی اور عادل شاہ کی فوج نے شکست کھائی ۔ عادل شاہ نے تن تنہا وادی کا رخ کیا[1] یہاں تک کہ اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ ہوا ۔

خواص خان اور عیسیٰ خان شکست کھا کر بیالہ پہنچے جہاں سے انھوں نے میوات کی راہ لی ۔ اسلام شاہ نے ایک عظیم لشکر ان کے تعاقب میں روانہ کیا ۔ فیروز پور جھرکہ کے نواح میں جنگ ہوئی ۔ عادل شاہ کے لشکر کو شکست ہوئی[2] جس کے بعد خواص خان اور عیسیٰ خان تاب مقاومت نہ لا کر دامن کوہ میں چلے گئے[3] ۔

اسلام شاہ باپ کے جملہ امراء سے بدگمان ہو کر انھیں تباہ و برباد کرنے پر تل گیا اور اس سلسلہ میں اس نے اپنے بعض آدمیوں کو حکم

---

۱ - مخزن افغانی (نمبر ۱۰۲ صفحہ ۱۱۱ ب) میں ''اکیلا دیار پٹنہ چلا گیا''۔ خلاصۃ التواریخ (صفحہ ۳۲۵) میں پٹنہ کی طرف گیا جس کے بعد کسی کو شہزادہ کے حالات کا پتہ نہ چلا'' اور مآثر رحیمی (جلد اول ، صفحہ ۶۳۴) میں ہے ''لھٹھہ کی طرف چلا گیا''۔ غالباً پٹنہ ہو گا ۔

۲ - مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۱۰۰ ب میں ''جب فیروز پور میوات میں پہنچے تو جنگ ہوئی ۔ اسلام شاہ کے لشکر نے شکست کھائی ۔ اسلام شاہ نے یہ خبر سنی تو ایک دوسرا لشکر ان کے پیچھے متعین کر دیا ۔ خواص خان اور عیسیٰ خان تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے کوہ کماپوں کی طرف چلے گئے''۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۱۰) ''سلیم خان کے لشکر کو شکست ہوئی''

۳ - مخزن افغانی (صفحہ ۱۰۰) اور طبقات اکبری (صفحہ ۱۱۱) ''کماپوں کی طرف چلے گئے''

دیا (سب سے پہلے اپنے) بھتیجے اور جلال خان سوری کو مار ڈالا[1] پھر قطب خان سوری ، برمزید خان سوری ، کمال خان سوری ، زین خان نیازی ، سعید خان نیازی اور شمس خان نیازی کو ، جو امرائے کبار میں سے تھے ، افیون کا عادی بنا دیا[2] اور بعض کو ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچل دیا ۔ اس طرح امراء کے دل میں ڈر اور خوف بیٹھ گیا ۔ خدا کی مخلوق پر روزی کا دروازہ بند کر دیا ۔ باپ کے سارے خزانے نکال کر گوالیر بھیج دیے اور خود آگرہ چلا آیا ۔

سیف خان نیازی راستے سے بھاگ کر ہیبت خان سے جا ملا اور اسے اس بات پر اکسایا کہ اسلام شاہ کی مخالفت کرے ۔ قطب خان ، جو عادل شاہ کے امرائے کبار میں سے تھا ، اس کے ساتھ مل گیا مگر خوف و ہراس کے سبب ، جو اس کے دل میں تھا ، راہ فرار اختیار کی اور اعظم ہمایوں کے پاس چلا گیا ۔ اسلام شاہ نے اعظم ہمایوں کو مراسلہ بھیج کر قطب خان کو طلب کیا ۔ اعظم ہمایوں نے جیسے بھی ہو سکا اسے مختلف حیلوں بہانوں سے اسلام شاہ کے پاس بھیج دیا ۔ چودہ اور امراء مثلاً شہباز خان لوحانی، جو شیر شاہ کا داماد تھا ، برمزید سوری اور داؤد خان کو قید کر کے گوالیر بھیج دیا ۔ اعظم ہمایوں اور شجاع خان کی طلبی کا فرمان جاری ہوا ۔ اعظم ہمایوں نے نہ آنے کی معذرت چاہی لیکن شجاع خان مالوہ سے آ کر حاضر خدمت ہو گیا ۔ چونکہ اسلام خان کا مقصد یہ تھا کہ جب وہ آئیں تو انھیں گرفتار کر لیا جائے[3] لیکن جب اعظم ہمایوں نہیں آیا تو اس نے شجاع خان کو بھی رخصت کر دیا ۔ اس کے بعد رھتاس اور چنار کی طرف روانہ ہو گیا ۔

---

۱ ۔ مخزن افغانی (صفحہ ۱۰۰) اور طبقات اکبری (صفحہ ۱۱۱) میں ''اس نے جلال خان جلو اور اس کے بھائی خدا داد کو عادل شاہ کی طرف داری کی بنا پر قتل کر دیا''

۲ ۔ فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۱۱۵۰) میں لکھا ہے کہ افیون خوروں کو کوکناری کہتے ہیں

۳ ۔ نسخہ الف میں ''اسلام شاہ دونوں کی گرفتاری کے درپے تھا''

اثنائے راہ میں اعظم ہمایوں کے بھائی نے بھی ، جو ہمیشہ حاضر خدمت رہتا تھا ، راہ فرار اختیار کی اور لاہور کی طرف چلا گیا[1] ۔ اسلام شاہ اس کے چلے جانے کی وجہ سے راستے ہی سے لوٹ کر آگرہ آ گیا ۔ اس نے حکم دیا کہ لشکر حاضر کیا جائے ۔ بعد ازاں اس نے دہلی کا رخ کیا ۔ جب اس واقعے کی خبر شجاع خان کو ملی تو اسلام شاہ کے طلب کیے بغیر ہی اپنے پیرو کاروں کے ساتھ دہلی پہنچ گیا ۔ اسلام شاہ نے اس کی آمد سے خوش ہو کر اس پر طرح طرح کی نوازشیں کیں[2] ۔ کچھ روز دہلی میں قیام کرنے کے بعد لشکر ترتیب دے کر مخالفوں کا رخ کیا ۔

اعظم ہمایوں اور باغیوں کے گروہ خواص خان اور عیسیٰ خان سے مل گئے ۔ ٹڈی دل جیسا ایک لشکر ساتھ لیے پنجاب سے چل کھڑے ہوئے اور سرہند سے اس طرف رہتاس خورد تک کے علاقہ پر قابض ہو گئے ۔ چند روز سرہند میں قیام کیا ۔ تازہ فوج جمع کی اور سامان جنگ بہم پہنچا کر ماہ صفر ۹۵۴ھ میں چہار شنبہ کے دن مقابلے کے لیے آگے بڑھے ۔ سوء اتفاق سے حملہ کے دوران بارش آ گئی اور اعظم ہمایوں کے بڑے ہاتھی پر بجلی گری[3] ۔ اس گروہ کے لیے بد شگون ہو گئی ۔

مختصر یہ کہ انبالہ کے نواح میں آ کر رک گئے ۔ نیازیوں کے پہنچنے کے چند روز کے بعد اسلام شاہ بھی آ کر انبالہ سے دو تین کوس کے فاصلے پر خیمہ زن ہو گیا[4] ۔ جس رات اگلی صبح کو طرفین میں مقابلہ

---

۱ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۱۱) میں ”اعظم ہمایوں کا بھائی ، سعید خان ، جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا“

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”نوازشات سے خوش و خرم اور ممتاز کیا“

۳ ۔ نسخہ ج میں ”بارش ہونے لگی ۔ اس دوران میں اعظم خان کا بڑا ہاتھی ، جو ہاتھیوں میں سے برگزیدہ تھا ، بجلی گرنے سے ہلاک ہو گیا“

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”آ کر اس کے مشرق کی جانب ایک کوس کے فاصلہ پر ٹھہر گیا“

ہونے والا تھا ، اعظم ہمایوں اور اس کا بھائی ، سعید خان ، قطب خان اور عیسیٰ خان ، خواص خان کے ڈیرے میں جمع ہوئے ۔ سلطنت کے مستقبل کے بارہ میں صلاح مشورہ کرنے لگے[1] ۔ خواص خان نے کہا : "مناسب مشورہ یہ ہے کہ بادشاہت عادل خان کے سپرد کی جائے کیونکہ وہ تخت کا وارث ہے ۔ نیازیوں نے بالاتفاق کہا : "یہ کیا بات ہوئی ؟"

"ملک بمیراث نیابد کسی
تا نزند تیغ دو دستی بسی"[2]

خواص خان ناراض ہو کر ان سے الگ ہو گیا اور اسی رات اسلام شاہ کے مقربین میں سے ایک سے کہا : "آپ اس غلام کی طرف سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کریں کہ میں شیر شاہ کا غلام ہوں ۔ چونکہ اس نے عادل خان کو میرے سپرد کیا تھا اس لیے میں اس کی طرف داری کرتا تھا ۔ نیازی کون ہوتے ہیں[3] جن کی خاطر میں اپنے آقا زادے سے نمک حرامی کروں اور اس کا برا چاہوں ۔ انشاء اللہ تعالیٰ جنگ کے دن میری خدمت کی حقیقت آپ کو معلوم ہو جائے گی" ۔ نیازیوں کے اختلاف اور خواص خان کے اخلاص کی حقیقت اسلام شاہ تک پہنچی تو اس نے خوشیاں منائیں اور اسے فتح کی امید بندھ گئی ۔

اس اثنا میں خبر ملی کہ نیازیوں کا لشکر بہت قریب خیمہ زن ہو گیا ہے ۔ فرمایا : "افغان قباحت نہیں سمجھتے" ۔ اپنی ساری فوج کو میدان جنگ میں لا کر قلعہ بندی کی اور خود کچھ مقربوں کو ساتھ لیے ایک بلند جگہ پر پہنچ گیا تا کہ نیازیوں کے لشکر کو دیکھ سکے ۔ جب اس کی نگاہ مخالفین کے لشکر پر پڑی تو وہیں کھڑے کھڑے کہا کہ

---

۱ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۱۲) میں "حاکم مقرر کرنے کے بارے میں گفتگو کی" ۔ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۳) میں ، ہے "نصب حاکم کے باب میں مشورہ کیا کہ حاکم کون ہو"

۲ ۔ "ملک کسی کو ورثے میں نہیں ملتا جب تک کہ وہ دونوں ہاتھوں سے بہت زیادہ تیغ زنی نہ کرے ۔ ۔ ۔ (آ ا)

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "کون ہوتا ہے"

بادشاہ کی غیرت یہ گوارا نہیں کرتی کہ دشمن کے لشکر کو دیکھ کر اس کے مقابل توقف کرے ۔ اسی وقت منادی کرائی کہ ساری فوج جنگ کے لیے تیار ہو جائے ۔ دونوں طرف سے کرنا اور نقارہ کے آوازیں بلند ہوئیں ۔ خواص خان نے اعظم ہمایوں کو پیغام بھیجا کہ جب میں نکل جاؤں اور میرے ہاتھیوں کا پرچم نظر آئے تو میدان کار زار میں پہنچ جانا ' میری ہمراہی کے انتظار میں کھڑے نہ رہنا[۱] ۔ یہ طے کرنے کے بعد میدان جنگ کی طرف بڑھے[۲] ۔ خواص خان نے میدان میں آ کر اعظم ہمایوں کو پیغام دیا کہ تم اس طرف سے چڑھ دوڑو اور میں اس طرف سے سلطان کی فوج پر حملہ کرتا ہوں ۔ جب اس کے کہنے سے نیازیوں نے اسلام شاہ کے لشکر پر حملہ کیا تو خواص خان اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور کسی کے ساتھ شامل نہ ہوا ۔ طرح دے کر میدان جنگ سے نکلا[۳] اور پہاڑ کی راہ لی ۔ یہ دیکھ کر نیازیوں کے بدن میں جان نہ رہی ۔ انھوں نے چار و ناچار جہاں تک بن پڑا جنگ میں کوتاہی نہیں کی لیکن نمک حرامی چونکہ اچھا پھل نہیں لاتی اور نوکر کو آقا پر فتح حاصل نہیں ہوتی ۔ نیازیوں کو شکست ہوئی اور تائیدات آسمانی نے اسلام شاہ کے جھنڈوں پر اپنا سایہ رحمت ڈال دیا ۔

اس دوران میں اعظم ہمایوں کے بھائی سعید خان نے ، دو تین عراقی سواروں کے ساتھ ، جو آہن و فولاد میں غرق تھے ، جب کہ کوئی اسے نہیں پہنچانتا تھا ، مبارک بادی کے بہانے چاہا کہ اسلام شاہ کے قریب جا کر اس کا کام تمام کر دے ۔ وہ بادشاہ کی خاص فوج میں پہنچ گیا ۔ اسلام شاہ اس وقت ایک ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں اس کے ارد گرد مست ہاتھیوں

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں " میں اس طرف سے آؤں گا ۔ میری ہمراہی کے لیے کھڑے نہ رہنا "

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "میدان کا رخ کیا اور جب نیازیوں نے "

۳ - نسخہ ج میں "بغیر جنگ کیے طرح دے کر" اور مخزن افغانی (نمبر ۱۰۲ ، صفحہ ۱۱۳) میں "معرکہ جدال میں طرح دے کر (جنگ سے) رو گرداں ہو گیا "

نے لوہے کا ایک پہاڑ بنا رکھا تھا ۔ سعید خان وہاں پہنچا تو اس وقت فیل بانوں میں سے ایک نے اسے پہچان لیا اور پکارا یہ نمک حرام سعید خان[1] ہے ۔ احمد خان سوری نے اس کی طرف نیزہ پھینکا مگر وہ مردانہ وار اور بزور بازو فوج خاص سے باہر نکل گیا[2] ۔ اس جنگ میں بہت سے نیازی مارے گئے اور بہت سے شاہی لشکر کی ہیبت کے باعث ، جو ان کا تعاقب کر رہا تھا ، دریائے جمنا میں غرق ہو گئے ۔ اعظم ہمایوں اور عیسیٰ خان[3] نے دلکوٹ کا رخ کیا ۔ اسلام شاہ نیازیوں کے تعاقب میں رہتاس خورد تک جا پہنچا اور وہاں سے خواجہ اویس سروانی کو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے کر کے خود عنان عزم آگرہ کی طرف موڑ لی ۔ دو تین روز وہاں قیام کے بعد گوالیار چلا گیا اور وہاں پہنچ کر کمر کھول دی[4] ۔

اس وقت باپ کے جملہ امراء کو ، جو اطراف و جوانب میں متعین تھے ، (فرمان بھیج کر) اپنے حضور میں طلب کیا ۔ اسلام شاہ شجاع خان سے دل ہی دل میں بہت ناراض تھا لیکن چونکہ دولت خان اجیالہ ، جو کہ اسلام شاہ کا محبوب تھا ، اس کی خاطر وہ اس کے ساتھ طریق دوستی پر چلتا تھا اور اعزاز و اکرام بجا لاتا تھا[5] اور مالوہ کے تمام اہم معاملات کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں دے رکھی تھی ۔

ایک دن عثمان خان نامی ایک شخص شراب پیے شجاع خان کے گھر پہنچا اور بار بار قالین پر تھوکا ۔ جب فراش نے منع کیا تو اس نے

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''حرام خور''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بڑی مہارت سے باہر نکل آیا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''اعظم ہمایوں ، سعید خان اور قطب خان''

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''انھوں نے عنان عزیمت پھر گوالیار کی طرف موڑی اور اس کو پایۂ تخت بنا کر''۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۱) ، صفحہ ۱۰۸ ب ''یہ واقعات سنہ ۹۵۴ میں پیش آئے''

۵ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''شجاع خان سے منہ نہیں موڑتا تھا''

فراش کو چند گھونسے رسید کیے ۔ حقیقت حال شجاع خان کے کانوں تک پہنچی تو کہنے لگا : ”اس سے تین گناہ سرزد ہوئے ہیں ۔ ایک یہ کہ شراب پی ، دوسرے یہ کہ ہماری بساط پر غلاظت پھینکی[1] اور تیسرے یہ کہ ہمارے فراش کو مارا“ ۔ پھر حکم دیا کہ عثمان خان کے دونوں ہاتھ کاٹ دیے جائیں ۔ عثمان خان نے گوالیر میں اسلام شاہ کے آگے فریاد کی ۔ بادشاہ نے دولت خان اوجیالہ کی خاطر ، جو اس کا محبوب تھا ، چشم پوشی کی[2] ۔

اس دوران میں راجہ راجپور کی مہم پیش آ گئی ۔ اجمیر کا رخ کیا ۔ راستے میں تھا کہ بعض مخالف امراء نے[3] ایک پیادہ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جب بادشاہ گھاٹی[4] پر پہنچے فوج اس کے ارد گرد نہیں ہو گی ، البتہ دو تین جلو دار یا چوبدار اس کے پاس ہوں گے ، اس وقت وہ فریادیوں کے بھیس میں بادشاہ کے قریب پہنچ کر اس کا کام تمام کر دے ۔ اس پیادے کو بہت سا مال دے کر طرح طرح کی نوازشوں کی امید دلائی ۔ جب گھاٹی پر پہنچ کر چوبداروں نے لشکر کا ہجوم اس کے پاس سے ہٹا دیا[5] تو وہ پیادہ اس سے پہلے وہاں پہنچ کر ایک پتھر کے نیچے چھپ گیا[6] ۔

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”دوسرے یہ کہ دیوان خانے میں آ کر“ ۔

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”معاف کر دیا اور اسے آزار نہ پہنچایا“ ۔

۳ ۔ نسخہ الف میں ”امرائے پر نفاق نے“ ۔

۴ ۔ گھاتی در اصل گھاٹی ہے اور ہندی لفظ ہے ۔ فرہنگ آصفیہ (جلد چہارم ، صفحہ ۱۱۰) میں لکھا ہے : ”گھاٹی ، دو پہاڑوں کے بیچ کا راستہ ، درہ ، کوہ ، گھات کے معنی کمین گاہ کے ہیں ۔ مکمن ، مرصاد ، داؤں کی جگہ ، وہ جگہ جہاں دشمن یا شکار کے انتظار میں بیٹھیں ، فرہنگ آصفیہ (صفحہ ۱۰۸)“ ۔

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”صبح کے وقت جب اسلام شاہ گھاٹی کے قریب پہنچا تو انھوں نے لشکر کے ہجوم کو گھاٹی سے دور ہٹا دیا“ ۔

۶ ۔ نسخہ ج میں ”پتھروں کے نیچے چھپا ہوا تھا“ ۔

اسلام شاہ گھاٹی پر پہنچا تو وہاں دو تین چوبداروں کے سوا اور کوئی نہیں تھا[1] - اس پیادے نے داد خواہوں کے انداز میں فریاد کی اور قریب پہنچ کر اسلام شاہ پر تلوار سے وار کیا[2]۔ معمولی سا زخم گردن پر آیا - اسلام شاہ نے گھوڑا دوڑا کر اسے پکڑ لیا - پیچھے سے دولت خان اوجیالہ آ رہا تھا[3] - اس نے جب دیکھا کہ صورت حال یہ ہے تو تیزی سے بادشاہ کے پاس پہنچ گیا - اسلام شاہ نے حکم دیا کہ اس پیادے کو قتل کر دیا جائے۔ دولت خان اوجیالہ نے عرض کیا کہ بہتر ہے اس کی نگرانی کی جائے تاکہ پتہ چلے کہ اس کام کا محرک کون ہے - اسلام شاہ نے فرمایا : ''اسے قتل کرنے دو تاکہ کئی لوگوں کا خانہ خراب نہ کرے''۔ لہٰذا اسے قتل کر دیا گیا[4] - اس دن سے اسلام شاہ سفر و حضر میں غافل نہیں رہتا تھا اور اچھے اچھے آدمی ، جو اس کے معتمد خاص تھے ، اپنے اور گرد رکھتا تھا - جب راجور پہنچے تو اسماعیل خان کا بھتیجا[5]

---

۱ - نسخہ ج میں ''اور چوبدار نہیں تھے''

۲ - نسخہ ج میں ''اسلام شاہ پر تلوار کے دو وار کیے''

۳ - نسخہ ج میں ''پیچھے سے آ رہا تھا''

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''پیادے کو ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر ھلاک کر ڈالا''۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۱۰۲ میں لکھا ہے ''گکھڑوں کے یہاں پناہ لے کر کوہستان میں ، جو کشمیر سے متصل تھا ، آ گئے - اسلام شاہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر حرام خور نیازیوں کے فتنہ کو فرو کرنے کے لیے کوچ کرتے ہوئے پنجاب پہنچا - دو سال تک گکھڑوں سے لڑتا رہا - اسی اثنا میں ایک شخص ، جب کہ اسلام شاہ ایک تنگ راستے سے قلعہ مالکوٹ پر چڑھ رہا تھا ، ننگی تلوار ہاتھ میں لیے اسلام شاہ کی طرف بڑھا تاکہ اس پر حملہ کرے - اسلام شاہ نے جو سواری میں بڑا چست و چالاک تھا اور ہمیشہ زین پر اکڑ کر بیٹھتا تھا جست لگا کر اس شخص کو بغل میں لے لیا اور حکم دیا کہ اسے مار ڈالیں - اس نے تلوار کو پہچان لیا - یہ وہی تلوار تھی جو اس نے اقبال خان کو عطا کی تھی''

۵ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''اسماعیل خان کا بھائی''

داد خواہ ہوا کہ بیر سنگھ راجپوت کے آدمی[1] ہمارے گھوڑے ، جو ہم بیچنے کے لیے لائے تھے ، زبردستی چھین کر لے گئے ہیں ۔ میں نے اس سے روپیہ طلب کیا تو میرے ساتھ بد سلوکی سے پیش آیا اور میرے بھائی کو بھی مار ڈالا ۔ اسلام شاہ نے احمد خان ترین کو اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے بھیجا کہ روپیہ دے دے یا گھوڑے حوالے کر دے[2]۔ احمد خان پہنچا اور جیسا کہ حکم سنا تھا اس کو سنایا ۔ وہ مفسد احمد خان سے بھی بری طرح سے پیش آیا ۔ اس نے بارگاہ بادشاہی میں عرض کیا تو بادشاہ نے نصیر خان لوہانی اور جنید خان کرانی کو بھیجا کہ گھوڑے واپس لے کر اس کے حوالے کر دیں ۔ واپس نہ کرے تو اس کو قرار واقعی سزا دیں ۔ نصیر خان وہاں پہنچا تو اتفاقاً بیر سنگھ کچھ لوگوں کے ساتھ شکار کے لیے نکلا ہوا تھا اور اس کا باز اڑتے اڑتے گم ہو گیا تھا ۔ اس باز کے لیے رات بھر جنگل میں رہا[3]۔ جنید خان نصیر خان سے دو روز کی رخصت لے کر تیس چالیس سواروں کے ساتھ ایک درویش سے ملاقات کے لیے ، جس کا قیام اس نواح میں تھا ، جا رہا تھا ۔ جب اس جنگل میں پہنچا تو جنید خان کے بعض سواروں نے بیر سنگھ کو دیکھ کر پہچان لیا اور جنید خان کو بتایا تو وہ اس پر جھپٹ پڑا ۔ بیر سنگھ کے سوار بھاگ گئے ۔ جنید خان نے اسے پکڑ لیا اور ہاتھی کی عماری میں ڈالے تیز رفتاری کے ساتھ[4] اسی کوس راستہ طے کر کے اس بے باک اور خونریز مفسد کو اسلام شاہ کے حضور پہنچا دیا ۔ شاہ ، جو ایک عرصہ سے اس کی طلب میں تھا اور ہر چند اسے طلب کرتا تھا حاضر نہ ہوتا تھا ، خوش ہو گیا ۔

---

۱ - نسخہ ج میں ''بیر سنگ کے آدمی''

۲ - الف اور ب نسخوں میں ''بھیجا کہ اسے سمجھائیں تاکہ مال واپس کر دے''۔ نسخہ ج میں ''بھیجا یا مال دے دے یا...''

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''شکار کے لیے آیا ہوا تھا ۔ اس کا باز چونکہ دوران پرواز گم ہو گیا تھا اس لیے جنگل میں''

۴ - الاغ : بضم اول بمعنی گھوڑا اور وہ آدمی بھی جو ڈاک لے کر کہیں جائے ۔ برہان میں بمعنی قاصد اور ڈاک کا گھوڑا ۔ فرہنگ آنند راج ، جلد اول ، صفحہ ۲۵۹

اسے قید کر دیا اور جنید خان پر طرح طرح سے نوازشیں فرمائیں ۔ دوسری جانب نصیر خان نے ، جو جنید خان کی آمد کا انتظار کر رہا تھا ، اس کے نہ آنے کی شکایت حضرت کی خدمت میں لکھ بھیجی ۔ الغرض جب اسلام شاہ راجور کے گرد و نواح میں پہنچا تو وہاں کا راجہ حاضر خدمت ہو گیا ۔ بہت بڑی نذر گزرانی اور سفید ہاتھی ، جو شاہی ہاتھیوں میں موجود نہیں تھا ، سونے اور زیور سے سجا کر سواری کے وقت پیش کیا ۔ بادشاہ بے حد خوش ہوا اور قلعہ راجور کو ، جو اس سے لے لیا تھا ، اسے واپس دے کر وہاں سے واپس آ گیا اور چند دن آگرہ میں بسر کیے ۔

اس دوران میں[1] بعض جاسوسوں نے ، جو خواص خان کا پیچھا کر رہے تھے ، آ کر خبر دی کہ خواص خان راجہ کمایوں کے ملک میں پہاڑ کی ایک ایسی چوٹی پر ، جہاں بال و پر کے باوجود پرندے کا بھی گزر نہیں ہو سکتا ، قلعہ بنا کر مقیم ہو گیا ہے ۔ راجہ کمایوں[2] نے اسے کچھ گاؤں دے دیے ہیں تاکہ اس کے روز مرہ کے اخراجات پورے ہوتے رہیں ۔ اسلام شاہ نے تاج خان کرانی کو ، جو امرائے کبار میں سے تھا اور صوبہ سنبل کی حکومت پر فائز تھا ، فرمان بھیجا کہ جیسے بھی ہو سکے خواص خان کو لانے کی کوشش کرے ۔ اگر تیرا ہاتھ اس تک نہ پہنچے تو وہاں کے راجہ کو پیغام دو ، بادشاہ کی عنایت کی امید دلاؤ اور کہلواؤ کہ وادی کے کچھ پرگنے ، جو خالصہ میں شامل

---

۱ ۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۲) صفحہ ۱۱۴ ب میں "اس دوران میں میرزا کامران جنت آشیانی (ہمایوں بادشاہ) سے بھاگ کر اسلام شاہ کے پاس آیا لیکن اس نے نخوت اور تکبر کے باعث اس سے اچھا سلوک نہ کیا ۔ میرزا کامران نے جب یہ سنا کہ اسلام شاہ چاہتا ہے کہ میرزا کو پکڑ کر قید کر دے اور کسی قلعے میں بھیج دے تو اس کے دل میں بجا طور پر خدشہ پیدا ہوا اور وہ موقع ملتے ہی کوہ شوالک کی طرف نکل کھڑا ہوا ۔ اسلام شاہ دہلی آیا جہاں کچھ دن مقیم رہا اور قلعہ سلیم گڑھ تعمیر کرایا"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "کماؤں"

کر لیے گئے ہیں ، پھر اسے دے دوں گا (بشرطیکہ) خواص خان کو باندھ کر بھیج دو ۔

یہ فرمان عالی جب تاج خان کو ملا تو اس نے کچھ زُنّار دار راجہ کی طرف بھیجے اور یہ معاملہ اس کے سامنے پیش کیا ۔ راجہ نے[1] جواب دیا : "کیا یہ مناسب ہے کہ میں نے جسے پناہ دی ہے اسے باندھ کر پیش کر دوں ۔ جب تک میرے بدن میں جان ہے مجھ سے یہ کام نہیں ہو گا"۔

تاج خان نے عرض داشت بھیجی ۔ اسلام شاہ نے جب دیکھا کہ میرا بس نہیں چلتا تو خواص خان کو فرمان بھیجا[2] کہ تو نے عادل خان کی خاطر مجھ سے جنگ کی تھی ۔ میں جانتا تھا یہ کام تجھ سے (از خود) سرزد نہیں ہوا[3]۔ عیسیٰ خان اور قطب خان نے تجھے اس[4] معاملے میں ملوث کیا"۔ جو ہوا سو ہوا ۔ اب میں نے تمھارا گناہ بخش دیا ۔ دل کو وسوسوں سے پاک کر کے[5] میرے پاس چلے آؤ ۔ رانا نے اپنے ملک میں سر اٹھایا ہے ، صوبہ اجمیر کے کچھ پرگنوں پر حملہ آور ہو کر انہیں جلایا اور ویران کر دیا ہے اور مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قید کر کے لے گیا ہے ۔ کچھ امراء اس مہم پر گئے لیکن کسی سے یہ مہم سر نہ ہوئی اور میرے سینے میں جو غبار تھا صاف نہ ہوا ۔ جانتا ہوں اور خوب سمجھتا ہوں تمھارے بغیر میرے سینے سے یہ گرد و غبار کوئی اور دور نہیں کرے گا ۔ میرے اور تمھارے درمیان کلام زبانی اور

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "کہاروں کے راجہ نے کہا : کیا یہ مناسب ہے کہ جس نے میرے پاس پناہ لی ہے میں اسے گرفتار کر کے تمھارے حوالے کر دوں ۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا ۔ تاج خان نے التماس کی"

۲ ۔ نسخہ الف میں "فرمان صادر کیا"

۳ ۔ نسخہ ج میں "میں جانتا ہوں کہ یہ تمھارے اختیار سے نہیں تھا"

۴ ۔ نسخہ ج میں "تجھے اس درجہ تک لے آئے"

۵ ۔ نسخہ ج میں "اس طرف سے دل صاف کر کے"

قول سبحانی کی سوگند ہے[۱]"۔ اس کے بعد عہد نامہ اور قول و قرار لکھا۔ ایک اور کپڑے پر زعفران سے ہاتھ کی چھاپ لگا کر[۲] اس کے پاس بھیج دیا۔ تاج خان کو بھی لکھا کہ خوشامد اور چاپلوسی سے جیسے بھی بن پڑے اس پنچھی کو[۳] جال میں لانا چاہئیے[۴]۔ میرے سینے پر اس کے عمل سے جو زخم لگا ہے وہ اس کے قتل کے مرہم کے بغیر درمان پذیر نہ ہو گا اور جب تک وہ زندہ ہے میرے دل سے اس کا خوف نہیں جائے گا[۵]۔

جب تاج خان کرانی نے یہ فرمان خواص خان کو بھیجا تو وہ پڑھ کر اطمینان سے جانے کا ساز و سامان تیار کرنے لگا[۶]۔ ہر چند کہ راجہ کابیوں اور اس کے تابعین نے اسے اس کام سے منع کیا[۷] اور کہا "اسلام شاہ منتقم مزاج بادشاہ ہے اور بہت سے بے گناہ امراء کو نیست و نابود کر چکا ہے تجھے[۸]، جو دس بار اس سے جنگ کر چکا ہے، کیسے چھوڑ دے گا؟ اس کی قسم کے دھوکے میں نہ آ۔ خود چل

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "نہیں کرے گا۔ میرے تیرے درمیان کلام ربانی اور سوگند سبحانی"

۲ ۔ نسخہ ج میں "اس کے بعد قول و قرار اور پنجہ زعفرانی"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "چاپلوسی سے رام کر کے اس پرندے کو"

۴ ۔ نسخہ ج میں "دام میں لانا چاہیے کہ جب تک وہ زندہ ہے"

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "جب تک وہ زندہ ہے ملک کے ہاتھ سے نکل جانے کا خدشہ دل سے نہیں نکلے گا۔ الغرض فرمان فریب آمیز خواص خان کے نام صادر کیا۔ تاج خان نے جب خواص خان کو یہ فرمان بھیجا اسے پڑھ کر"

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "روانگی کا ساز و سامان اکٹھا کرنے میں لگ گیا"

۷ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "اور اس کے ساتھی اس کام سے منع کر رہے تھے"

۸ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "تجھے، جو کہ دس بار اس سے جنگ کر چکا ہے، کہاں چھوڑے گا۔ اس کے عہد و پیمان اور فریب سے"

کر مقتل میں مت جا۔ چند دن جو تیری عمر کے باقی ہیں خدا تعالیٰ کی یاد میں گزار"۔ خواص خان نے کہا : "تم جو کچھ کہتے ہو ٹھیک ہے لیکن چونکہ اس نے کلام ربانی کی قسم کھائی ہے۔ میرے لیے بجز اس کے چارۂ کار نہیں کہ فرمان الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں[1]۔ پھر جو ہو سو ہو"۔ اجل چونکہ اس کی دامن گیر تھی[2] اپنے خیر خواہوں کی بات نہ سنی۔ تاج خان کے پاس قاصد بھیجا کہ میں نے اسلام شاہ کا فرمان قبول کیا[3]۔ اگرچہ میرے بیٹے اور اعزہ و اقارب میرے آنے میں مانع تھے لیکن تمام امراء میرے خلاف ہیں اور وہ میرے قتل کی کوشش کریں گے[4]۔ تمہارے سوا میرا کوئی وسیلہ نہیں۔ تاج خان نے بھی صد منت و خوشامد سے خط لکھا کہ میں بھی آپ کے چھوٹے بیٹے کی طرح سے ہوں۔ آپ کے سلسلے میں جو کچھ ظہور پذیر ہو گا انشاء اللہ تعالیٰ آپ اسے خود ملاحظہ فرمائیں گے۔

یہ خط جب خواص خان کو پہنچا تو پہاڑ سے نیچے اتر آیا۔ تاج خان کو اس کے آنے کا معلوم ہوا تو اس نے اسلام شاہ کو عرضداشت بھیجی کہ خواص خان حکم شاہی کے سامنے سر تسلیم خم کر کے سنبل سے بیس کوس کے فاصلے پر آن پہنچا ہے[5]۔ اسلام شاہ کے دل میں چونکہ کے اس خلاف کینہ بھرا ہوا تھا، عہد توڑتے اور سوگند کلام ربانی کو فراموش

۱۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "نہ رکھوں"

۲۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس کی اجل پکڑ دھکڑ کرتی پہنچ گئی تھی"

۳۔ نسخہ ج میں "نیک خواہوں کی بات سنتے ہوئے تاج خان کو لکھا کہ میں نے شاہی فرمان کے سامنے گردن جھکا دی ہے"

۴۔ نسخہ ج میں "میرے قتل میں کوشا ہوں گے"

۵۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "سنبل سے بیس کوس کے فاصلے پر پہنچ گیا ہے۔ بادشاہ کے دل میں چونکہ دیر سے کینہ بھرا ہوا تھا، اس نے کلام ربانی کی قسم کا خیال نہ کرتے ہوئے لکھا کہ جونہی وہاں پہنچے اسے قتل کر کے اس کی کھال میں بھوسہ بھر کر دہلی کی طرف"

کرتے ہوئے فرمان بھیجا کہ جونہی وہ حرام خور سنبل کے نواح میں پہنچے اسے قتل کر کے اس کے جسم میں گھاس پھوس بھر کے اور اس کے سر کو نیزے پر چڑھا کے دہلی بھیج دے۔ اس دوران میں جب خواص خان قصبہ سرستی پہنچا، جو سنبل سے دو کوس کے فاصلے پر ہے، تاج خان اپنی جمعیت کے ساتھ وہاں آ گیا اور اس خونریز مقام پر خواص خان کو اتار کر خود شہر سے باہر فروکش ہوا۔ رات کے وقت چند ایک لٹر سپاہیوں کو بھیجا جنھوں نے معدن جود و کرم اور منبع خیرات و حسنات کو، جو اس وقت قرآن خوانی میں مصروف تھا، شہید کر دیا۔ دوسرے دن جب انھوں نے حسب فرمان چاہا کہ (بقیہ) کام انجام دیں۔ چادر اس کے بدن سے ہٹائی تو دیکھا کہ دس عدد پھول پاس کی نعش پر پڑے ہوئے ہیں۔ تاج خان اپنے فعل پر لرز اٹھا اور ڈر گیا۔ ناچار اس کا سر، جو کہ زینت محراب تھا[1]، چوروں اور خونیوں کے سر کی طرح نیزے سے باندھا۔ اس کی کھال میں گھاس پھوس ٹھونسا اور دہلی بھیج دیا۔ جب وہاں پہنچا تو بے رحم اسلام شاہ نے حکم دیا کہ نعش دروازے کے باہر دار پر لٹکا دیں۔ کہتے ہیں اس روز ایسی سیاہ آندھی اٹھی کہ دنیا رات کی طرح تاریک ہو گئی اور ایسا زلزلہ آیا کہ اکثر اونچی اونچی عمارتیں گر گئیں۔

اس واقعہ کے بعد اسلام شاہ کی سلطنت میں فتور پیدا ہو گیا۔ اسی اثنا میں اسلام شاہ کے آلۂ تناسل کے نیچے ایک پھوڑا نمودار ہوا جس کے زیر اثر اسے جان سے ہاتھ دھونے پڑے[2]۔ الغرض اس نے ایسے بہادر صف شکن کو، جو ہر معرکے میں فتحیاب رہا تھا، حاسدوں کے کہنے میں آ کر ضائع کر دیا۔ بالآخر اس کے قتل سے پشیمان ہوا[3]۔

۱۔ نسخہ الف میں "سجدہ گاہ تھی"

۲۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "اونچی اونچی عمارتیں گر گئیں اور (اس کی) مقعد پر ایک ایسا پھوڑا نکل آیا کہ اس نے (بالآخر) جان دے دی"

۳۔ نسخہ ج میں "پشیمان ہو گیا۔ اس اثنا میں قطب خان حاکم پنجاب نے"۔ منتخب التواریخ (جلد اول، صفحہ ۴۰۹) میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ ۹۵۹ھ میں پیش آیا۔

اسلام شاہ ایک با حمیت بادشاہ تھا ۔ غنیم کو زیر کرنے میں بڑی جمعیت سے کام لیتا تھا ۔

اس اثنا میں قطب خان ، حاکم پنجاب ، نے عرضداشت بھیجی کہ ہمایوں بادشاہ نواح کابل میں آن پہنچا ہے ، وہ میرزا کامراں کو قید کر کے ہندوستان آنے کا ارادہ کر رہا ہے[1] اور اس نے قزلباشوں وغیرہ پر مشتمل بہت سی فوج جمع کر لی ہے ۔

جس وقت یہ خبر پہنچی اس نے ایک جونک فاسد خون چوسنے کے لیے گردن سے چمٹا رکھی تھی ۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے جونک گلے سے ہٹائی اور کہا : "سرا پردۂ شاہی باہر لے جائیں ۔ پنجو سور اور دوسرے امراء نے جو خدمت میں حاضر تھے[2] عرض کیا کہ جب تک ساز و سامان تیار نہ ہو جائے فوج اکٹھی نہ ہو اور توپ خانہ کے بیل نہ آ جائیں یہی بہتر ہے کہ اس وقت تک توقف سے کام لیا جائے ۔ فرمایا کہ ہمایوں کے آنے تک آدمی توپ خانہ کی گاڑیاں کھینچیں گے[3] ۔ فوج جب یہ سنے گی کہ ہم آگرہ سے باہر آ گئے ہیں تو جلدی پہنچ جائے گی ۔ کوچ بکوچ آگرہ سے دہلی آیا ۔ چند روز وہاں توقف کیا ۔ چار امراء ، سید خان سور[4] ، ابراہیم خان لودھی ، شہاب خان سور اور دودہ ساہد کو آگے آگے روانہ کر دیا اور ان کو فرمایا کہ تم لاہور سے آگے بڑھ کر پشاور کے نواح میں جا بجا مقیم ہو جاؤ اور چوکس رہو ۔ میں ابھی تمھارے پیچھے پیچھے سرہند کے نواح اور دامن کوہ میں سیر و شکار کرتے ہوئے پہنچ جاؤں گا ۔ تمھیں چاہیے[5] کہ ہمایوں کے بارے میں ہر روز کی خبریں لاہور کے واقعہ نویسوں کو پہنچاتے رہو ، جہاں سے قطب خان یہ خبریں لاہور کی خبروں کے ہمراہ مجھے پہنچواتا رہے گا ۔ (ان انتظامات کے بعد)

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "کابل پہنچا ۔ کہتے ہیں ہندوستان آنے کا ارادہ ہے"

۲ ۔ نسخہ الف میں "کہ باری باری چوکیداری"

۳ ۔ نسخہ ج میں "تیار ہو جائیں ۔ بیل توپ خانہ کے چھکڑے کھینچیں گے"

۴ ۔ نسخہ ج میں "دہلی آیا ۔ سید خان سور"

ان چار امراء کو ایک لشکر گراں کے ساتھ پنجاب بھیجا۔ خود بھی دو مہینے[1] دامن کوہ میں شکار کھیلنے کے بعد لاہور آیا اور دو سال لاہور میں گزارے۔

جب دیکھا کہ بادشاہ ہمایوں کے آنے کے کوئی آثار نہیں تو لاہور سے دہلی آگیا اور شہر سے قریب قلعۂ دین پناہ کے بالمقابل دریائے جمنا کے کنارے قلعۂ اسلام گڑھ کی بنیاد رکھی[2] اور ایسا مستحکم قلعہ تعمیر کروایا کہ ہندوستان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ قلعہ ایک ہی پتھر سے تراشا گیا ہے۔ اس کے بعد کچھ مہینے آگرہ میں رہا اور پھر گوالیار آ گیا[3]۔

کہتے ہیں جن دنوں اسلام شاہ سرکش امراء کو کسی نہ کسی بہانے مروا رہا تھا[4]، اس کا ایک برادر نسبتی تھا جس کا نام مبریز خان تھا اور جو بڑا فتنہ انگیز اور شریر تھا[5] لیکن اس ڈر سے کہ اسلام شاہ

۱۔ نسخہ الف میں "دو مہینے وہاں گزار کر لاہور کے نواح میں پہنچا اور دو سال وہاں گزارے"

۲۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۲) صفحہ ۱۱۴ میں "اسلام شاہ دہلی آیا اور چند روز ٹھہرا اور قلعۂ سلیم گڑھ کی، کہ دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے اور ان دنوں شیخ فرید بخاری وہاں قیام فرما ہیں، قلعۂ دین پناہ کے برابر، کہ جنت آشیانی نے تعمیر کیا تھا، بنیاد رکھی" اور نسخہ الف میں "شہر کے قریب قلعۂ دین پناہ کے مقابل دریائے جمنا کے درمیان قلعۂ اسلام گڑھ کی بنیاد رکھی"

۳۔ نسخہ ج میں "ہندوستان بھر میں نہیں ہے۔ اس کے بعد آگرہ آ گیا"

۴۔ نسخہ الف میں "باپ کے امراء کو، جو اس کے خلاف تھے، ہر بہانے سے ہلاک کروا رہا تھا"

۵۔ نسخہ الف میں "شیطان سرشت اور فتنہ انگیز تھا"۔ مخزن افغانی (صفحہ ۱۰۹ ب) میں "مبارز خان ولد نظام خان سور جو شیر شاہ کا بھتیجا اور اسلام شاہ کا چچا زاد بھائی اور سالا تھا"۔ دوسری تواریخ میں بھی اس کا نام مبارز خان لکھا ہے لیکن ان تینوں نسخوں میں مبریز خان مرقوم ہے۔

اسے قتل نہ کروا دے یا آنکھوں میں (نیل کی) سلائی نہ پھروا دے ، خود کو پاگل اور دیوانہ ظاہر کرتا تھا[1] تا کہ اسلام شاہ کے دل میں اس کی طرف سے جو بدگمانی ہے جاتی رہے - ایک دن اسلام شاہ نے اپنی منکوحہ بی بی بائی سے کہا کہ میں نے تمام سرکش امراء کا کام تمام کر دیا ہے تا کہ میرے بعد تیرا بیٹا بادشاہ بنے - اس وقت مجھے سوائے تیرے بھائی فیروز خان کے راستے میں اور کوئی کانٹا نظر نہیں آ رہا ہے - اگر تیری رضا ہو تو اسے بھی راستے سے ہٹا دوں اور میرے دل میں جو کھٹکا ہے جاتا رہے اور تیرا بیٹا میرے بعد دلجمعی سے تخت پر بیٹھے[2] - بی بی بائی نے کہا کہ میرا بھائی ایسا نظر نہیں آتا کہ اس سے دل میں کوئی کھٹکا پیدا ہو - وہ ایک غریب اور مسکین سا آدمی ہے ، اسے بھلا بادشاہی سے کیا نسبت ؟[3] میرا یہی ایک بھائی ہے جو میرے باپ کی یادگار رہ گیا ہے - اسلام شاہ نے پھر کہا کہ یہ میرا ڈر ہے جس کی وجہ سے اس نے یہ روش اختیار کر رکھی ہے - میرا کہا مان لے اور اپنے بیٹے کے راستے کا کانٹا نہ بن - (تیرا یہ بھائی ایک ایسی) باد صرصر ہے جو تیرے چراغ کو گل کر دے گی[4] - اس وقت تجھے پشیمانی سے کچھ فائدہ نہ ہو گا - اگر تو بھائی کو چاہتی ہے تو بیٹے سے ہاتھ دھو ڈال - اگر چاہتی ہے کہ (میرے بعد تیرا) بیٹا تخت پر بیٹھے تو بھائی کا خیال چھوڑ دے - اسلام شاہ بار بار بی بی بائی سے کہتا تھا مگر وہ بھائی کے قتل اور اس کی آنکھوں میں سلائی پھیرنے پر راضی نہیں ہوتی تھی - اسلام شاہ نے پھر کہا

---

۱ - نسخہ الف میں ”پاگل اور دیوانے کا روپ دھار رکھا تھا“

۲ - نسخہ الف میں ”دل کا کھٹکا نکال دو تا کہ تیرا بیٹا سلامت رہے“

۳ - نسخہ الف میں ”کہنے لگی - میرا بھائی دیوانہ ہے - میں ایسا نہیں سمجھتی کہ اس سے دل میں کوئی کھٹکا پیدا ہو - اسے سلطنت سے کیا نسبت ؟“

۴ - نسخہ الف میں ”ایسی آندھی ہے جو بالآخر تیرے بیٹے کو مار ڈالے گی“

کہ اگر میرا کہنا رضا مندی کے کان سے نہیں سنو گی تو جب میں (دنیا سے) جا چکا ہوں گا[1] میرے کہنے کا نتیجہ اپنی آنکھ سے دیکھ لو گی۔ اس وقت پتھر سے سر پھوڑو گی اور میری باتیں یاد کرو گی۔ الغرض جو کچھ وہ کہتا تھا اس کے فوت ہونے کے دو ماہ کے اندر اندر اس نے دیکھ لیا[2]۔

۱۔ نسخہ الف میں "پھر فرمایا : سمع رضا میں جگہ نہیں دیتی۔ میں جب جا چکا ہوں گا"

۲۔ نسخہ ج میں "الغرض جو کچھ اسلام شاہ نے کہا تھا اسلام شاہ کی موت کے بعد چھٹے ہی روز بی بی بائی نے دیکھ لیا"

تتمہ ذکر شجاع خان

شجاع خان ، جو اپنے آپ کو رستم ثانی قرار دے کر[1] مالوہ کی ساری حکومت پر قابض تھا[2] ، ایک جوان قابل تھا ۔ جس معرکے میں گیا فتحمند ہوا ۔ اسلام شاہ نے ، جو اس کی دلاوری سے جلتا تھا ، غازی خان سور اور حاجی خان ، ان تینوں نامور امراء کو صورت سنگھ راٹھور کے علاقے کو ، جو چاٹسو میں تھا ، فتح کرنے کے لیے بھیجا[3] ۔ اس کے پاس ایک سفید ہاتھی تھا جو صورت اور سیرت کے لحاظ سے بہت اچھا تھا[4] اور اگرچہ ہمیشہ مست رہتا تھا ، بچے اس کے ساتھ کھیلتے تھے اور اس کے دانتوں اور سونڈ کو پکڑ لیتے تھے لیکن جنگ کے روز[5] اس کو میدان کار زار میں لے جاتے تھے[6] تو ایسی ہیبت طاری کر دیتا تھا کہ فیل بان بھی اس سے ڈر جاتے تھے ۔ اس کے علاوہ اس کی ایک بیٹی تھی کہ نقاش فطرت نے اس سے زیبا تر[7] کوئی نقش نہ کھینچا تھا اور مادر ایام نے اس جیسی مہر وش[8] بیٹی نہیں جنی تھی ۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کی سنبل پر پیچ و تاب جیسی زلفوں نے گل نسرین جیسے تر و تازہ چہرے پر

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''شجاع خان جس نے اپنے آپ کو رستم ثانی قرار دے کر ساری حکومت''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''مالوہ کی ساری ولایت اس کے تصرف میں تھی''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''چاٹسو میں اس کا وطن تھا''

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''صورت و سیرت میں حد درجہ آراستہ''

۵ ۔ نسخہ ج میں ''کھیلتے تھے ۔ جب جنگ کے دن''

۶ ۔ نسخہ الف میں ''میدان کار زار میں آتا تھا''

۷ ۔ نسخہ ج میں ''مثل او''

۸ ۔ نسخہ الف میں ''آفتاب سیما''

حلقہ سا بنا رکھا ہے[۱] ۔ پریاں باوجود اینہمہ خوبی اس کی خدمت میں چاکری کرتی تھیں[۲] ۔ اسلام شاہ جس نے ان دو حسین پیکروں کی بڑی تعریف سنی تھی ان (تینوں) کو روانہ کیا ۔ وہ ایک لشکر گراں اور جنگی ہاتھیوں کے ساتھ اس کے ملک میں در آئے ۔ اتفاقاً صورت سنگھ اس لشکر کے آنے سے پہلے دوارکا گیا ہوا تھا مگر گوپیا اور ہنسیا[۳] کو جو دونوں راجپوت اور اس کے سپہ سالار تھے ، وہاں چھوڑ گیا تھا ۔ جب انہیں اسلام شاہ کے لشکر کے آنے کی خبر ملی تو بارہ ہزار کی تعداد میں شمشیر زن[۴] جمع ہو گئے اور چانسو کے ارد گرد ایک قلعہ خام تیار کر لیا ۔ گہری خندق کھودی اور جا بجا مورچے قائم کر کے بیٹھ گئے[۵] ۔ ان تینوں بہادر امراء نے باہم مشورہ کیا اور جنگ کے لیے قرعہ ڈالا ۔ قرعہ شجاع خان کے نام نکلا ۔ وہ ایک ہزار سوار اور سترہ جنگی ہاتھیوں کے ساتھ[۶] ہراول میں متعین ہوا ۔ حاجی خان اور غازی خان میمنہ اور میسرہ میں قرار پائے ۔ شجاع خان صف شکنوں کی طرح راجپوتوں پر ٹوٹ پڑا[۷] ۔ گھمسان کا رن پڑا ۔ اکثر لوگ میدان میں ڈھیر ہو گئے ۔ شجاع خان نے ہر چند سعی کی مگر راجپوت سد سکندری کی طرح اپنی جگہ کھڑے رہے ۔ دونوں امیر میمنہ اور میسرہ

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "اس کی پر پیچ و تاب زلفیں اس کے روئے نسرین پر حلقہ در حلقہ پڑی نظر آتی تھیں"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "پری سو خوبیوں کے باوجود خود کو اس کی خدمت پر آمادہ پاتی تھی"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "کوتپا اور ہنپا"

۴ ۔ نسخہ الف میں "دس بارہ ہزار سوار"

۵ ۔ نسخہ الف میں "ایک گاؤں میں ، جس کا نام ناکار تھا ، گئے ۔ راجپوت جا بجا پرے باندھ کر اپنے مورچوں میں ڈٹ گئے"

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "چار ہزار سواروں اور سات آٹھ جنگی ہاتھیوں کے ساتھ"

۷ ۔ نسخہ الف میں "کافروں پر لوٹ پڑا"

سے اس کی مدد کو نہ پہنچے[1] ۔ اسلام خان چونکہ بباطن شجاع خان کا بد خواہ تھا ، بظاہر دولت خان اوجیالہ کی خاطر ، جو اسلام شاہ کا محبوب تھا ، اس کا لحاظ کرتا تھا ۔ جب اسے اس مہم پر نامزد کیا تو پوشیدہ طور پر حاجی خان اور غازی خان کو کہہ رکھا تھا[2] کہ جنگ کے دن اسے آگے بڑھا کر اس کی مدد کو نہ پہنچیں تا کہ مارا جائے ۔ لٰہذا انھوں نے اسے اکیلا چھوڑ دیا اور اپنی جگہ پر کھڑے رہے ۔ شجاع خان نے جب دیکھا کہ اس کی مدد نہیں کر رہے تو چار و نا چار جان ہتھیلی پر رکھے اپنی خاص فوج کے ساتھ ، جو تقریباً دو ہزار سواروں پر مشتمل تھی ، معرکۂ کار زار میں جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بہت سے کافروں کو جہنم واصل کر دیا ۔ ہندو اس کی دلاوری پر حیران رہ گئے ۔ یہاں تک کہ اس کے اچھے اچھے آدمی مارے گئے اور زمین سروں سے[3] تربوزوں کے کھیت کی[4] مانند ہو گئی ۔ آخر وہ گھوڑا کہ جس پر سوار تھا زخموں کی کثرت کی وجہ سے زمین پر گر گیا تو اس دلاور زمانہ اور صف شکن روزگار نے پیادہ پا ہو کر تیروں کا ترکش اپنے سامنے رکھا[5] اور ہر تیر سے ایک کافر کو جہنم رسید کرتا رہا ۔ گویا نے اس کی جواں مردی پر آفرین کہی ۔ اس کا رعب و داب ہندوؤں کے دلوں میں بیٹھ گیا ۔ آخر کفار ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا ۔ جہاں شجاع خان

---

۱ - نسخہ ج میں ''یہ دونوں امیر'' اور نسخہ الف میں ''اپنی جگہ پر ڈٹے رہے''

۲ - نسخہ ج میں ''غازی خان سے فرمایا کہ جنگ کے دن اس کو آگے بڑھا کر مروا ڈالیں ۔ لٰہذا اسے انھوں نے مدد نہ دی''

۳ - نسخہ الف میں ''ہندوؤں کے سروں سے روئے زمین''

۴ - پالیز بر وزن کاریز : یائے معروف کے ساتھ لیکن یائے مجہول کے ساتھ مشہور ہے ۔ اصل میں اس کے معنی مطلق باغ اور کشت زار کے ہیں ۔ فالیز اس کا معرب ہے اور عرف عام میں اس کا اطلاق خربوزوں ، کھیروں اور اسی قسم کے کھیتوں پر ہوتا ہے ۔ فرہنگ آنند راج ، جلد اول ، صفحہ ۵۴۸

۵ - نسخہ الف میں ''سامنے گرا کر''

گرا تھا[1] وہاں اتنے کافر مارے گئے کہ ان کا کوئی شمار نہیں تھا - اسلام شاہ کے مخبر یکے بعد دیگرے آتے اور اسے خبر پہنچاتے تھے -

مختصر یہ کہ جب شجاع خان مارا گیا رات ہو گئی - کافر میدان سے واپس ہو کر شہر میں چلے گئے - ساری رات تہلکہ مچا رہا - دوسرے دن جب سوار خورشید نے تن تنہا میدان شرق میں[2] جولانی دکھائی تو گوپیا نے چاہا کہ عورتوں کو شہر چالسو سے نکال کر کسی دوسری جگہ پہنچا دے مگر اس اثنا میں نقارے اور کرنا کی آواز بلند ہوئی - ہندوؤں کے دل میں چونکہ شجاع خان کا رعب اور ڈر بیٹھا ہوا تھا ، ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے - گوپیا نے ایک ہزار آدمی عورتوں پر متعین کر کے حکم دے رکھا تھا کہ جب ہمارے قتل کی خبر تم تک پہنچے تو جوہر کی رسم ادا کرتے ہوئے سب کو جلا دینا - یہ کہہ کر مایوسی کے عالم میں میدان میں آیا - حاجی خان مشرق کی جانب سے میدان جنگ میں پہنچا[3] - غازی خان بھی بائیں جانب سے چار ہزار کی کمک لیے آن پہنچا - ہندو بھی خانماں برباد کر کے میدان کارزار میں اتر گئے - اچانک غازیوں نے شہر کے قریب پہنچ کر نقارہ اور کرنا بجایا - ہندوؤں نے جی ہار کر اپنے گھروں کی راہ لی اور قلعہ میں آکر رسم جوہر ادا کرتے ہوئے نازنینان ماہ پارہ کو جلا کر راکھ کر دیا[4] - جب ان کا دھواں آسمان تک جا پہنچا تو افغانوں نے دونوں طرف سے چڑھائی کی - سب سے پہلے اس سفید ہاتھی پر قبضہ کیا - ہندو عورتوں کو جلانے کے بعد گروہ درگروہ

---

۱ - نسخہ ج میں "جہاں شجاع خان قتل ہوا"

۲ - نسخہ الف میں "میدان افق میں"

۳ - نسخہ ج میں "حاجی خان نے ہندوؤں میں گھس کر"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "گوپیا بھاگتا ہوا آیا - جوہر کی رسم ادا کرتے ہوئے نازنینان مہ رو کو آگ میں جلا دیا - جب دھواں آسمان پر پہنچا تو افغان کافروں کی بیدلی دیکھ کر ان پر دونوں طرف سے ٹوٹ پڑے - ہندو تتر بتر ہونے لگے - اسلام شاہ کے اقبال نے انھیں سرنگوں کر دیا - افغانوں نے پہلے ان کو گرفتار اور پھر قتل کر دیا"

جنگ کے لیے آ گئے - چنانچہ کشتوں کے پشتے لگ گئے[1] اور ان کے خون سے ندی بہ نکلی - گوپیا زندہ پکڑا گیا اور بنسیا جہنم واصل ہو گیا - باقی بھاگ نکلے[2] - دو سو ہاتھی اور دو سو عورتیں اور بچے گرفتار ہو گئے- گھوڑے ، اونٹ اور دوسرے غنائم کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا[3] اور وہ خزانہ ، جو تین چار پشتوں سے جمع ہو چکا تھا اور جس کا بوجھ اٹھانے سے اونٹ بھی عاجز آ گئے تھے ، ہاتھ لگا - حاجی خان[4] نے فتح نامہ لکھا -

اسلام شاہ نے اس عظیم فتح کو جس میں بغیر کسی بدنامی کے شجاع خان جیسا بہادر اور صف شکن حریف ختم ہو گیا ، بہت بڑی فتح قرار دیا اور اس اتنی بڑی فتح کی خوشی میں گوالیر میں ایک جشن عظیم ترتیب دیا اور دولت خان اوجیالہ کے سامنے شجاع خان نے جو بہادری دکھائی تھی اس کی تفصیل بیان کی - اس کی خاطر داری کے لیے شجاع خان کی روح پر فتوح کو ثواب پہنچانے کے لیے ایک خوان پر ختم دلوایا[5] -

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "میدان میں ڈھیر لگا دیے اور خون کے دریا بہا دیے"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "بھاگ گئے - ایک ہزار آدمی ماہ جبین عورتوں کے ہمراہ اسیر ہوئے - گھوڑوں ، اونٹوں اور دیگر غنائم کا تو کوئی شمار ہی نہیں تھا"

۳ - نسخہ ج میں "کوئی شمار ہی نہیں تھا - حاجی خان نے فتح نامہ لکھا"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "فتح نامہ اسلام شاہ کے نام لکھا - یہ خبر پہنچتے ہی منادی کرائی اور شجاع خان کے مارے جانے سے ، اس وجہ سے کہ بغیر کسی بدنامی کے ایسے صف شکن ، گویا ہندوستان میں ایک دوسرا رستم پیدا ہو گیا تھا ، نجات مل گئی..."

۵ - نسخہ ج میں "شجاع خان کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے طرح طرح کے کھانے چنے"

ذکر بعض عجائبات کا
جو اسلام شاہ کے زمانے میں ظہور پذیر ہوئے

کہتے ہیں اسلام شاہ کے زمانے میں بہت سی عجیب و غریب باتوں کا ظہور ہوا - ایک یہ کہ اس کی تخت نشینی کے تیسرے سال ایک برج[1] ظاہر ہوا -

لوگوں کے گھروں میں ایک پر اسرار سی آگ لگ جاتی تھی - جوکیوں جیسے گیسوؤں[2] والے دو بچے شہر اور دیہات میں نمودار ہو کر سائبانوں[3] اور چھپروں[4] پر کچھ اس طرح سے چنگاریاں گراتے تھے کہ کوٹھریوں[5] اور صندوقوں کا مال و متاع اور غلہ جل جاتا تھا[6] جب کہ قفل جوں کا توں لگا رہتا تھا -

اس سال قلعہ چنار کے مضافات میں[7] خونی بارش برسی جس میں سیاہ رنگ کے گوشت کے لوتھڑے[8] بھی تھے -

---

۱ - نسخہ ج میں "ایک ستارے کا برج ظاہر ہوا"

۲ - نسخہ ج میں "هشت سالہ بچے جوگیانہ گیسوؤں کے ساتھ" - شاید مصنف کی دو بچوں سے مراد دم دار ستارہ ذو ذنابہ ہے جسے ذو زبانہ بھی کہتے ہیں اور فرہنگ آنند راج (جلد ۲ ، صفحہ ۱۵۱) میں لکھا ہے: منحوس ستارے کے معنی میں جوکبھی کبھی جھاڑو کی شکل میں نمودار ہوتا ہے"

۳ - اسارا : اسم مذکر بمعنی چھپر ، سائبان - برآمدہ ، برانڈہ ، آصف اللغات (جلد اول ، صفحہ ۷۶)

۴ - چھپر : اسم مذکر - وہ سائبان جو پھونس سے ڈالا جائے - پھونس کی چھت - آصف اللغات (جلد دوم ، صفحہ ۲۳۸)

۵ - کوٹھڑی : لفظ ہندی ہے - فرہنگ آصفیہ (جلد سوم ، صفحہ ۵۸۲) میں لکھا ہے: اسم مؤنث ، حجرہ اور چھوٹا کوٹھا ، کمرہ ، درجہ ، حجرۂ خورد"

۶ - نسخہ ج میں "سامان جل جاتا تھا اور اس سال کے دوران"

۷ - نسخہ الف میں "رہتا تھا - قلعے کے دامن"

۸ - پرکالہ : فارسی بمعنی پارہ و لخت - فرہنگ آنند راج (جلد اول ، ۵۶۸) اور فرہنگ آصفیہ (جلد اول ، صفحہ ۳۰۰) میں پرکالہ - فارسی اسم مذکر ، پرکالہ بمعنی ٹکڑا ، لخت ، پارہ ، حصہ"

کوہ شوالک کے دامن میں آسمان سے ایک آدمی گرا جس کے دو سر، چار ہاتھ، چار پاؤں اور ہرن کی مانند دو سینگ اس کے سینے سے باہر نکلے[1] ہوئے تھے۔ اسلام شاہ نے حکم دیا کہ اسے اٹھا لائیں تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے اسے دیکھے لیکن نجومیوں نے اس کو دیکھنے سے منع کیا۔ لہٰذا اس نے حکم دیا[2] کہ[1] اس کو وہیں دفن کر دیں۔

کہا جاتا ہے کہ[3] سنبل کے دیہات میں سے ایک میں ایک بہت بڑا حوض تھا جس کا پانی آئینے کی طرح صاف نظر آتا تھا[4] اور آب زمزم جیسا میٹھا اور خوشگوار تھا۔ جس کے ارد گرد ایک ہیبت ناک جنگل تھا جہاں ایک جن رہتا تھا۔ جب یہ جن کہیں گیا ہوا تھا ایک دوسرا جن پہاڑ سے اتر کر وہاں آیا۔ وہ حوض اور جنگل اس کے من کو بھایا[5] تو وہیں پر اس نے اپنا مسکن بنایا۔ وہ جن جب واپس آیا تو دیکھا کہ ایک اور حریف اس کے مرغزار میں جاگزیں ہے۔ اس کے کاسہ[6] سر میں غصے کا دھواں بھر گیا اور اس کے پاؤں سے آگ نکلنے لگی۔ اس گرما گرمی میں اس سے دست و گریباں ہو گیا۔ دونوں میں ایسی جنگ ہوئی کہ بہت سے چھوٹے[7] چھوٹے درخت ان کے پاؤں کے نیچے خس و خاشاک ہو کر رہ گئے۔ ان کی آتش جنگ سے حوض کا پانی کھول اٹھا اور مچھلیاں ایک تیر کی اڑان تک دور جا گریں اور پانی ایک نیزہ کی بلندی تک اچھلنے لگا۔ مختصر یہ کہ وہ جن، جو کہ پہاڑ سے اترا تھا، عاجز آ کر بھاگ نکلا۔ اس جن نے غالب آ کر اس کا پیچھا کیا۔ وہاں سے دامن کوہ تک ایک بیگہ زمین

۱۔ نسخہ الف میں ''ایک آدمی دو سر اس کے سینے سے نکلے ہوئے''
۲۔ نسخہ ج میں ''مانع ہوئے۔ کہلا بھیجا کہ وہاں کا حاکم اسے مٹی میں دبا دے''
۳۔ نسخہ الف میں ''کہا جاتا ہے کہ سنبل کے مضافات میں ایک گاؤں تھا اور اس میں ایک بڑا حوض''
۴۔ نسخہ ج میں ''اس کے کنارے ایک جنگل''
۵۔ نسخہ الف میں ''رات وہیں رہ گیا۔ اتفاقاً وہ قائم مقام کہیں گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا''

کے برابر ، جہاں پر ان کے قدم پڑے ، زمین خندق کی مانند گہری ہو گئی۔ درخت ، گھر اور بستیاں پامال ہو کر رہ گئیں ۔ اس حوض ، جس میں ان کی جنگ ہوئی تھی ، کا پانی دیر تک خون آلود رہا ۔ چنانچہ جانور اس کے پاس بھی نہ پھٹکتے تھے[1] ۔ یہ واقعہ اسلام شاہ تک پہنچا[2] تو وہاں کے چودھری کو طلب کیا جس نے ایک ایک کر کے سب نشانیاں دکھائیں ۔

کہتے ہیں اس کے عہد میں اجین میں ایک شخص پیدا ہوا جو پرندوں کی طرح اڑتا تھا اور بازار[3] میں جو چیز اسے اچھی لگتی[4] آتا اور اچک لے جاتا ۔ جب لوگ اسے پکڑنے کی کوشش کرتے تو ایک گھر سے دوسرے اور ایک چھت سے دوسری چھت تک اڑ جاتا تھا ۔ لوگوں نے[5] عاجز آ کر الہداد خان سروانی کو ، جو وہاں کا فوجدار تھا ، خبر کی ۔ اس نے یہ عجیب بات سنی تو حیران رہ گیا ۔ ہر چند اس کا تدارک کرنے کی کوشش کی مگر بات نہیں بنی ۔ لہٰذا اس نے اس واقعہ کو ، جو عجائبات عالم میں سے ہے ، لکھ کر اسلام شاہ کے دربار میں بھیج دیا ۔ جب یہ واقعہ اسلام شاہ کو سنایا گیا تو حیران رہ گیا[6] ۔ ہر چند کہ داناؤں سے پوچھا مقصد حاصل نہ ہوا ۔ اتفاقاً وہ اڑنے والا شخص اجین میں ایک سنار کے گھر کی چھت پر اترا[7] ۔ سنار نے کچھ زیور گھر میں ادھر ادھر بکھیر دیے اور خود چھپ گیا ۔ جب اس اڑنے والے نے

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ”انسان اور جانور“

۲ ۔ نسخہ الف میں ”جب سنبل کا واقعہ اسلام شاہ کو معلوم ہوا تو تو اس کی حقیقت جان کر چودھری“

۳ ۔ نسخہ الف میں ”بازار اور شہر“

۴ ۔ نسخہ الف میں ”اچھا لگتا پکڑ کر لے جاتا“

۵ ۔ نسخہ الف اور ج میں ”ایک چھت سے دوسری چھت تک اڑ کر کر چلا جاتا ۔ اس کے ہاتھوں تنگ آ کر حاکم کو خبر کی ۔ الہداد خان سروانی نے جو وہاں کا فوجدار تھا ۔ یہ قصہ سنا“

۶ ۔ نسخہ الف میں ”اس کے بارہ میں کسی سے سن رکھا تھا معلوم فرمایا تو حیران رہ گیا“

۷ ۔ نسخہ الف میں ”چھت پر ٹھہر گیا ۔ سنار کے گھر میں“

دیکھا کہ زیور گھر میں پڑا ہے اور گھر خالی ہے تو اس کے گھر کے اندر اتر گیا تا کہ زیور لے اور اڑ جائے ۔ سنار نے فوراً پھرتی سے گھر کا دروازہ بند کر دیا اور مضبوطی سے زنجیر لگا دی ۔ جب وہ کمرے میں گرفتار ہوکر رہ گیا اور اڑنے کا راستہ نہ پا سکا تو نالہ و زاری کرنے لگا اور سنار سے بڑی عاجزی سے کہنے لگا : ”میرے کمربند میں ایک قیمتی چیز ہے ۔ وہ لے لے اور مجھے چھوڑ دے“ ۔ سنار نے کہا : ”ہر روز کتنے آدمی ہیں جن کا مال و متاع[۱] تو لے جاتا تھا ۔ ان کا دل بریاں اور آنکھ گریاں ہوتی تھی مگر تو رحم نہیں کرتا تھا ۔ اب میں کیسے رحم کروں اور تجھے چھوڑ کر اتنے لوگوں کو عذاب میں مبتلا رکھوں[۲] ۔ مجھ سے یہ نہیں ہو گا“۔ اس سنار[۳] نے اپنے بیٹے کو کوتوال کی طرف بھیجا کہ اسے خبر کر دے ۔ کوتوال اسی وقت بہت سے آدمی لے کر ساتھ آ گیا ۔ سنار کی تعریف کی ، اس کو انعام اور خلعت دیا اور اس اڑنے والے شخص کو زنجیروں میں مضبوطی سے جکڑ کر الهداد خان کے پاس لایا ۔ خان مذکور نے اسے ایک آہنی پنجرے[۴] میں ڈال کر بہت سے آدمیوں کے ساتھ اسلام شاہ کی خدمت میں بھیج دیا ۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ سچ سچ کہو یہ اڑنا تو نے کہاں سے سیکھا[۵] ؟۔ اگر سچ کہے گا تو تجھے چھوڑ دوں گا“ ۔ بصورت دیگر ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر ہلاک کر دوں گا“۔ اس نے سر زمین پر رکھا[۶] اور کہا : قبلۂ من ! ”خدا آپ کو سلامت رکھے ۔ میرا باپ بڑا مالدار تھا ۔ اس نے گھر کے

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ”با دیدۂ گریاں و دل بریاں تھے“

۲ ۔ نسخہ الف میں ”عذاب میں رکھوں ۔ یہ کہاں تک مناسب ہے ۔ اپنے بیٹے کو“

۳ ۔ نسخہ ج میں ”اس زرگر نے اسی وقت اپنے بیٹے کو کوتوال کے پاس بھیجا کہ اسے خبر کر دے ۔ کوتوال نے وہاں آ کر سنار کو انعام اور خلعت دے کر خوش کیا ، اسے پکڑا اور زنجیروں سے باندھ کر“

۴ ۔ نسخہ الف میں ”ایک آہنی پنجرہ میں مضبوطی سے باندھ کر“

۵ ۔ نسخہ الف میں ”تو نے کس سے سیکھ لیا“

۶ ۔ نسخہ الف میں ”اس نے سر زمین پر ٹیک دیا اور کہا“

دروازے پر ایک جگہ بنا رکھی تھی جہاں اکثر جوگی آ کر ٹھہرتے اور پھر چلے جاتے تھے - اتفاق سے ایک جوگی وہاں آیا اور وہیں ٹھہر گیا - میری جہاں تک استطاعت تھی اس کی خدمت بجا لاتا رہا - اس لیے وہ مجھ پر التفات کرتا[1] اور اکثر کہتا تھا: "تو میری بڑی خدمت کرتا ہے - میں جب بھی یہاں سے جاؤں گا، ایک ایسی چیز تجھے دے جاؤں گا کہ تو باقی عمر چین سے گزار دے گا اور کسی کا محتاج نہیں ہو گا - جب کچھ مدت گزر گئی اور وہ جوگی اپنے مرشد کی خدمت میں روانہ ہونے لگا تو مجھے بلایا اور کہا کہ آج میرے ساتھ آ - میں اس کے ساتھ ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ وہ ایک ایسے ٹیلے پر پہنچا جہاں پہلے ایک آبادی تھی، مگر بعد ازاں وہ جگہ گردش روزگار کے باعث ویران ہو گئی تھی - وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے سائے میں بیٹھ گیا اور مجھے الگ دوسرے درخت کے سائے میں بٹھا دیا - اس درخت کے نیچے جہاں جوگی بیٹھا تھا ایک بہت بڑی بانبی[2] تھی - جوگی نے ایک تھیلا کھولا - چاول اور تل نکال کر (ان پر) کچھ پڑھا (اور ان کو) بانبی کے سوراخ پر چھڑکا - جب دو تین گھڑیاں گزر گئیں تو اس سوراخ سے سانپوں نے باہر نکلنا شروع کر دیا - تقریباً ایک ہزار ہیبت ناک سانپ باہر آئے اور جوگی کے ارد گرد حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے - میں ڈر گیا - جوگی نے تسلی دی[3] اور کہا کہ اپنی جگہ بیٹھا رہ - تجھے ان سے کوئی گزند نہیں پہنچے گا - اس کے بعد ایک شعلہ سا سانپ نکلا - جملہ سانپوں نے اسے سلام کیا - میں قدرت الٰہی (کا یہ کرشمہ) دیکھ کر حیران رہ گیا - اس کے بعد جوگی نے تل اور چاول پر کچھ پڑھ کر اس پر چھڑک دیے - بعد ازاں اس نے درخت سے کچھ پتے توڑے اور ایک دونا[4] بنایا -

---

۱ - نسخہ الف میں "اس وجہ سے اس نے مجھ پر توجہ کی"

۲ - بانبی: ہندی، اسم مونث، سانپ کا بل، سوراخ مار (آصف اللغات، جلد اول، صفحہ ۲۶۲)

۳ - نسخہ الف میں "مجھے بلایا اور تسلی دی"

۴ - دونا: اسم مذکر، پتوں کا پیالہ - پتل: نیاز کی شیرینی جو پتوں میں لائی جاتی ہے - بازاری چٹخاروں کی چیزیں جو دونوں میں دی جاتی ہیں (فرہنگ آصفیہ، جلد دوم، صفحہ ۲۸۷)

اس سانپ کے سر کو مضبوطی سے پکڑ کر اس کے پیٹ میں سوراخ کیا اور
اور اس سانپ کو مسلا ۔ دو تین سیر شاہی کے برابر زرد زرد پانی دونے
میں ٹپکا تو اس سانپ کو چھوڑ دیا ۔ سانپ بل میں چلا گیا اور باقی
سانپ بھی اس کے پیچھے بل میں داخل ہوئے ۔ جوگی نے مجھے بلایا اور
کہا : ''اسے پی لے ۔ میں ڈرا اور انکار کیا ۔ جوگی نے کہا[1] : ''دو تین سال
تو نے میری خدمت کی ہے میں تجھے ایک ایسی چیز دے رہا ہوں جس کے
لیے تو مجھے بہت یاد کرے گا'' ۔ میں نے کہا : ''تو عجیب نعمت دے
رہا ہے ! زہر پی لوں[2] اور فوراً مر جاؤں ! ۔ میں نے جو تیری خدمت
کی تھی[3] معاف کر دی'' ۔ جوگی نے کہا : ''پی لے ۔ ورنہ بڑا پشیمان ہوگا[4]''
ہر چند کہ اس نے اصرار کیا میں اپنی بات پر جا رہا ۔ جوگی نے اسے پیا
اور اڑ کر نظروں سے غائب ہو گیا ۔ مجھے اس وقت افسوس ہوا ۔ میں نے
بسم اللہ کہہ کر اس آلودہ دونے کو چاٹا[5] ۔ یہ ایک چھت سے دوسری
چھت تک اڑنا اسی وجہ سے ہے ۔ البتہ میں ہوا میں نہیں اڑ سکتا[6] ۔
اس وقت سے کڑھ رہا ہوں[7] کہ میں نے وہ سب کیوں نہیں پی لیا ۔ یہ ہے
میری حقیقت ۔ بادشاہ مجھے قتل کر ڈالے یا از راہ کرم چھوڑ دے'' ۔
اسلام شاہ نے فرمایا : ''تجھے اس شرط پر رہا کروں گا کہ میرے ملک
میں نہ رہے'' ۔ اس نے یہ شرط مان لی[8] ۔ (اسلام شاہ نے) حکم دیا کہ

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''کہا سالہا خدمت''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''پی لوں تا کہ فوراً جان تن سے نکل جائے''

۳ ۔ نسخہ الف میں ''تجھ کو معاف''

۴ ۔ نسخہ الف میں ''ورنہ دیر تک پشیمان'' ۔ نسخہ ج میں ''تو پریشان
ہوگا ۔ جب بات نے طول کھینچا اور میں اپنے کہنے پر اڑا ہوا تھا
جوگی نے اسے پی لیا''

۵ ۔ نسخہ الف میں ''یہ اڑنا اسی وجہ سے ہے''

۶ ۔ نسخہ ج میں ''جا نہیں سکتا ۔ آخر عمر تک میں نے یہ پشیمانی اٹھائی
کہ کیوں سارے کا سارا''

۷ ۔ نسخہ الف میں ''افسوس کر رہا ہوں''

۸ ۔ نسخہ الف میں ''قبول کر لیا اور اسے رہا کر دیا گیا ۔ زمین خدمت
چومی اور چلا گیا ۔ اس کے بعد کسی نے اسے نہیں دیکھا''

اس کی زنجیر کھول دیں (جب زنجیر کھل گئی تو) اس نے زمین بوسی کی اور اسی وقت اڑ کر لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

مختصر یہ کہ اسلام شاہ نے گوالیار کو پایۂ تخت بنا لیا تھا اور وہاں عیش و عشرت اور سیر و شکار[1] میں دن گزار رہا تھا۔ جب اس کا آخری وقت آ گیا اور پیالۂ عمر لبریز ہو گیا تو قضائے الٰہی سے ایک پھوڑا جو اس کے آلۂ تناسل کے نیچے نکل آیا تھا، متورم ہو گیا۔ اس نے خود ہی اسے داغا لیکن ورم اور درد میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس حالت میں بھی وہ امور سلطنت سر انجام دیتا رہا، یہاں تک کہ درد اتنا بڑھ گیا کہ کام کاج سے عاجز آ گیا۔ ایک روز جب درد بڑھ گیا تو آنکھیں بند کر لیں اور نالہ و زاری کرنے لگا۔ تاج خان کرانی نے، جو امرائے کبار میں سے تھا اور مجلس خاص کا جلیس تھا پوچھا: ”حضور! کیا حال ہے؟“۔ فرمایا: ”میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقتور سمجھتا تھا لیکن اب میں اپنی تمامتر طاقت کے باوجود خود کو چیونٹی سے بھی زیادہ عاجز پا رہا ہوں“۔ پھر فرمایا ”میں نے اپنے بیٹے فیروز خان کے راستے کے تمام کانٹے دور کر دیے ہیں۔ اب مجھے صرف اپنے برادر نسبتی مبارز خان کی طرف سے خدشہ ہے۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اس کو بھی راستے سے ہٹا دوں مگر اس کی بہن نے ایسا نہ کرنے دیا۔ اب میں فیروز خان کو تمھارے سپرد کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وقت نا وقت تو اس کا خیال دل سے نہ نکالے گا[2]“۔ وہ دن اس نے نالہ و زاری میں گزارا اور جمعہ کے روز علی الصبح[3] بتاریخ ۲۴ رجب سنہ ۹۶۱ھ

۱۔ نسخہ الف میں ”قضائے الٰہی سے ایک پھوڑا“

۲۔ نسخہ الف میں ”گاہ و بے گاہ اسے دل سے“

۳۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۱۰۳ ب میں لکھا ہے ”حسب تقدیر ایزدی ۲۶ ماہ ذی حجہ، بروز جمعہ، سنہ ۹۶۰ھ کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی ... انھوں نے اس شاہ معدلت دستگاہ کی نعش کو گوالیار سے قصبۂ سہسرانو (ساسرام) میں باپ کے مقبرے کے پاس دفن کر دیا۔ اس کی مدت سلطنت ۹ ماہ ربیع الاول سنہ ۹۵۲ھ سے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کو جان جان آفرین کے سپرد کر دی ۔ ایسا شیر کیڑوں کی خوراک بنا[1] اور ایسا اژدھا ، صف شکن اور بادشاہ جبار و قہار ، جس کی سطوت کے سامنے ملوک و خوانین اور امراء کو یارا نہ تھا کہ اس کی رائے کے خلاف دم ماریں ، پیوند خاک ہو گیا۔

"چنین باشد آئین گردان سپہر
نہ بینی درین چرخ گردندہ مہر"*

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

۲۶ ماہ ذی حجہ بروز جمعہ سنہ ۹۶۰ھ تک ۸ سال ، نو مہینے اور سات دن تھی اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۴۳۵) میں لکھا ہے "سنہ ۹۶۰ھ کے شروع ہی میں ایک پھوڑا اس کی مقعد میں نکلا اور شدت درد سے فصد کھلوایا ۔ گھر سے باہر نکل کر آب و ہوا تبدیل کی ۔ اس کی مدت بادشاہی ۹ سال تھی ۔ اس نے نیلاب سے بنگالہ تک شیر شاہ کی سراؤں کے درمیان ایک ایک اور سرائے تعمیر کی ۔ شیر شاہ کے انداز پر ہر سرائے میں پکا ہوا اور کچا کھانا مسافروں کے لیے ، امیر ہوں یا فقیر ، مقرر کیا ۔ اسی سال محمود شاہ گجراتی اور برہان نظام الملک بحری نے بھی وفات پائی ۔ مؤلف کے والد نے اس واقعے کی تاریخ "زوال خسروان" سے نکالی ہے اور لین پول نے اپنی کتاب موسومہ محمڈن ڈائنیسٹیز میں (صفحہ ۳۰۰) اور رائتھ نے کیٹلاگ آف کوائنس آف انڈین میوزیم (جلد دوم ، صفحہ ۱۱۰) میں لکھا ہے کہ اسلام شاہ کی مدت سلطنت ۹۵۲ھ سے ۹۶۰ھ تک تھی

* ۔ گھومنے والے آسمان کا ایسا ہی دستور ہے ۔ اس لیے اس گھومنے والے آسمان تلے تجھے محبت نظر نہیں آئے گی ۔ (...آ ا)

۱ ۔ نسخہ ج میں "قبر کا لقمہ بن گیا اور ایسا بادشاہ قہار جس کی سطوت کے باعث ملوک اور خوانین کو اس بات کا یارا نہ تھا کہ اس کے خلاف دم ماریں"

فیروز شاہ بن اسلام شاہ

جب اس بادشاہ آسمان جاہ کو مٹی میں دفن کر دیا گیا[1] تو تین روز اس کی تعزیت میں گزار کر[2] چوتھے روز جملہ امراء اور خوانین نے با اتفاق رائے اس کے فرزند ارجمند کو، جس کا نام فیروز شاہ تھا، تخت پر بٹھایا[3] اور اس کی بادشاہت کے پرچم بلند کیے۔ اسلام شاہ کی وصیت کے مطابق ملوک و امراء نے اس کی خدمت پر کمر بستہ ہو کر فوج کو دو ماہ کی تنخواہ انعام میں دی اور صوبوں کے[4] امراء کے نام فرمان جاری کیے۔ وزارت تاج خان کرانی کو، جو کہ اسلام شاہ کے امرائے کبار میں[5] سے تھا، دی گئی اور فتح خان سور کو جو صاحب سیف و قلم تھا، لشکر کا محاسب اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

فیروز خان چونکہ خورد سال تھا اور سلطنت کے کاروبار کو نہیں سمجھتا تھا اس لیے تاج خان نے دکھاوے کے طور پر اسے تخت پر بٹھا کر احکام شاہی امراء کے نام جاری کرنے شروع کر دیے لیکن وہ فیروز شاہ کا دل سے خیر خواہ اور ہمدرد تھا اور ہر نیک و بد سے اس کی حفاظت

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''بخاک تباہ'' اور نسخہ ج ''مٹی میں دفن ہو کر''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''چوتھے روز''

۳ ۔ نسخہ الف میں ''بٹھایا ۔ ملوک و امراء''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''اچھے اچھے امراء کے ساتھ روانہ کیا''

۵ ۔ نسخہ الف میں ''امرائے کبار اور نامدار میں سے تھا، وزارت اسے دے دی ۔ قطب خان نیازی کو، جو کہ صاحب سیف و قلم تھا، محاسب مقرر کر کے''

کرتا تھا[1] ۔ بعض فتنہ انگیز افغانوں نے ، جو اس کی سرداری سے پیچ و تاب کھا رہے تھے ، ایک روز باہم مشورہ کیا اور فیروز خان کی والدہ بی بی بائی کی خدمت میں جا کر عرض کیا : "ہم مدت مدید سے اس خاندان کے ہوا خواہ ہیں ۔ نیک و بد جو کچھ دیکھ رہے ہیں عرض کر رہے ہیں ۔ فیصلہ ملکۂ جہاں کے ہاتھ میں ہے" ۔ بی بی بائی نے کہا : "اس امر کی تفصیل بیان کرو تاکہ اس کا تدارک کیا جائے" ۔ کہنے لگے : "تاج خان فتنہ انگیز ہے ۔ اسلام شاہ نے اگرچہ اسے کافی بڑا منصب دیا اور ندیم خاص بنا رکھا تھا[2] لیکن سلطنت کا نظم و نسق اور حکومت کا اختیار کبھی اس کے ہاتھ میں نہیں دیا تھا ۔ اب آپ نے اسے وزارت دے کر مطلق العنان بنا دیا ہے ۔ بادشاہت کا خیال اس کے سر میں سما گیا ہے ۔ اس نے اپنے بھائیوں کو بلا کر ان کے ساتھ طے کر لیا ہے کہ چونکہ یہ بچہ خورد سال ہے اس لیے اسے درمیان سے ہٹا کر[3] ملک پر خود قبضہ کر لے[4] ۔ ساری فوج کا جھکاؤ بھی اس کی طرف ہے"۔ بی بی بائی نے کہا : "تو کیا کرنا چاہیے ؟"۔ کہنے لگے : "اسے صوبہ مالوہ میں بھیج دینا چاہیے[5] تاکہ شجاع خان کی جگہ لے لے"۔

اس کوتاہ اندیش عورت نے کچھ نہ سوچا اور ایسے زبردست

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "فیروز کی حفاظت" نسخہ الف میں "ہر نیک و بد سے واقفی خبردار رہتا تھا"

۲ ۔ نسخہ ج میں "بڑا منصب دیا اور ندیم بزم عالی بنایا تھا" ۔ نسخہ الف میں "صاحب مدار شوکت"

۳ ۔ نسخہ الف میں "طلب کر کے اس خیال میں ہے کہ اس لڑکے کو سلطنت سے کیا نسبت ۔ اسے درمیان سے"

۴ ۔ نسخہ الف میں "ملک پر قبضہ کرے ۔ بی بی بائی نے فرمایا"

۵ ۔ نسخہ الف میں "ایسے امراء کو جو کہ اس کے بیٹے کے پشت پناہ اور زبردست تھے ۔ جملہ امراء اس سے حسد کرتے تھے ۔ اس کو مالوہ کی طرف روانہ کر دیا"

امیر کو ، جو کہ اس کے بیٹے کا پشت پناہ تھا صوبہ مالوہ میں بھیج دیا ۔

تاج خان کو گئے ہوئے ایک مہینہ گزرا تھا[1] کہ اسلام خان کا سالا

---

۱ - نسخہ ج میں "جب اس بات کو ایک مہینہ گزر گیا تو معریز" اور منتخب‌التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۴۱۶) میں لکھا ہے کہ "مبارز خان ولد نظام خان سور نے ، جو کہ سلیم شاہ کا بھتیجا تھا ، تین روز کے بعد اس بے گناہ کے قتل کا ارادہ کیا" اور مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۱۰۶ ب میں لکھا ہے کہ "تین دن کے بعد مبارز خان ولد نظام خان سور ، جو شیر شاہ کا بھتیجا اور اسلام شاہ کے چچا اور خسر کا بیٹا تھا ، ... ملاقات اور مبارک باد کے بہانے اپنی بہن کے گھر گیا اور چاہا کہ بھانجے ... کو قتل کر دے" اور طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۱۸) میں ہے "ابھی تین دن کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مبارز خان ولد نظام خان سور نے جو کہ شیر شاہ کا برادر زادہ ، اسلام خان کا چچا زاد اور اس کی بیوی کا بھائی تھا اپنے خواہر زادہ فیروز خان کو قتل کر دیا" اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۸) میں ہے "تا آنکہ اسلام شاہ کی وفات کے بعد تیسرے دن مبارز خان نے اپنے مدد گاروں کے ساتھ فیروز خان کے محل میں گھس کر اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا ۔ القصہ اس بے گناہ اور بے چارے لڑکے کو تیغ جفا سے قتل کر دیا" اور خلاصۃالتواریخ (صفحہ ۳۳۰) میں ہے "فیروز خان کی تخت نشینی کے بعد مبارز خان نے سلطنت کے لالچ میں اپنے خواہر زادے کو قتل کرنے کا قصد کیا ۔ ہر چند کہ اس کی بہن بی‌بی بائی نے آہ و زاری اور منت سماجت کی وہ نہ مانا اور اس نے فیروز شاہ کو بد ترین انداز میں مار ڈالا اور ہمیشہ کی بد نامی اپنے سر لے لی ۔ ہر چند فیروز شاہ کی مدت سلطنت تین دن تھی" ۔ مآثر رحیمی (جلد اول ، صفحہ ۶۴۰) میں ہے ۔ "جب اسلام خان مر گیا تو اس کا بیٹا فیروز خان ، جو کہ دس سال کا تھا ، امراء کے اتفاق رائے سے قلعہ گوالیر میں اس کا جا نشین قرار پایا ۔ شیر خان کے برادر زادے نے اپنے خواہر زادہ فیروز خان کو قتل کر دیا"

سمریز خان ، جو بیانہ میں تھا[1] ، آگرہ آیا اور بعض ابلیس صفت افغانوں نے اس کے ساتھ ملی بھگت کر کے کہا : "فیروز خان کم عمر ہے ۔ سلطنت کا کام سر انجام نہیں دے سکتا اس لیے اسے ہٹا کر تخت سلطنت پر بیٹھ جا اور چتر شاہی سر پر رکھ لے"۔ اس نے فتنہ انگیزوں کے کہنے پر اس خیال کو دل میں بٹھاتے ہوئے تاتار خان کالسی اور احمد خان میانہ کے ساتھ مل کر بہت سی فوج جمع کر کے آگرہ سے گوالیار کا رخ کیا اور ویسے ہی غبار آلودہ حالت میں سلطنت کی مبارک باد کے بہانے فیروز خان کے پاس گیا ۔ اس نے چاہا کہ اس نونہال بادشاہی کو شمشیر آبدار کی باد تند سے اکھاڑ پھینکے ۔ اس کی بہن بی بی بائی نے جب اس کی نگاہوں کو بدلا ہوا دیکھا تو اس کے اور اپنے بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی اور کہنے لگی : "سمریز خان تیرے دل میں کیا خیال ہے ؟ خدا سے ڈر ، میرے چراغ کو اپنے قہر کی ہوا سے گل نہ کر اور مجھے ذلت کی خاک پر نہ بٹھا ۔ آخر تیرے بھی بیٹے ہیں ۔ ان کی طرف دیکھ ۔ ایک میں تھی جس نے تجھے اسلام شاہ کے دست قہر سے محفوظ رکھا اور ایک تو ہے کہ اس کا یہ صلہ دے رہا ہے ۔ ہر چند اس بے چاری عورت نے منت سماجت کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا[2] ۔ اس بے رحم نے اپنے بھانجے کا سر اپنی تیغ بے دریغ

---

۱ - نسخہ الف میں "بیانہ میں تھا ، عجب فتنہ انگیز اور ابلیس سرشت تھا ۔ اپنے قتل اور آنکھ میں سلائی پھرنے کے ڈر سے مخنثوں کا طور طریق اختیار کر رکھا تھا ۔ جب اس نے سنا کہ تاج خان ، جس نے فیروز خان کو اپنی حفاظت میں لے رکھا تھا ، مالوہ چلا گیا ہے (تو اس نے سوچا کہ) اس دوران میں مبارک باد کے لیے اپنے خواہر زادہ کے پاس چلا جائے اور اسے درمیان سے ہٹا کر ملک پر قبضہ کر لے (تو بہت اچھا ہوگا) ۔ اس مقصد کے لیے کچھ امراء کو ، جو اس سے متفق تھے ، در پردہ خط لکھے اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر دو ماہ کے بعد ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ گوالیر آیا"

۲ - نسخہ الف میں "بے چاری نالہ و زاری کرتی تھی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا"

سے کاٹ کر تن سے جدا کر دیا اور یہ داغ لعنت اپنے روئے سیاہ پر لگایا[1] اور خاک ادبار اپنی بہن کے سر پر اڑاتے ہوئے باہر آ گیا[2] ۔

تاتار خان کانسی اور احمد خان کی مدد سے تخت سلطنت پر بیٹھ گیا ۔ لوگ حیران اور سراسیمہ ہوگئے ۔ لشکر میں ایک شورش پیدا ہو گئی اور شہر میں فتنہ پھیل گیا ۔ اس روز در و دیوار بھی رونے لگے ۔ بی بی بائی اسلام شاہ کی وصیت کو یاد کر کے پتھروں سے سر پھوڑنے لگی ۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندی بہ نکلی ۔ مختصر یہ کہ جب اس آسمان غدار نے یہ ظلم روا رکھا[3] تو فیروز خان کے قتل کے ساتویں روز مبارز خان اسلام شاہ کے تخت پر بیٹھ گیا ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "چند روزہ دنیائے ناپائدار اور جہان فانی کے لیے ، جو آدم کے زمانہ سے کسی کی نہ ہوئی اور کسی کی نہیں ہو گی ، یہ (نا خوشگوار) کام کر ڈالا ، چند روزہ عیش و لذت اور سلطنت کی نعمتوں کے لیے اس عظیم گناہ کو بہت چھوٹا سمجھا اور خاک ادبار"

۲ ۔ نسخہ الف میں "مختصر یہ کہ فیروز خان کو قتل کر کے باہر آ گیا اور دو تین امرائے ابلیس سیرت کے اتفاق سے تخت نشین ہوا"

۳ ۔ نسخہ ج میں "شاہزادہ کے قتل کے سات روز بعد شیر شاہ اور اسلام شاہی خزانے کے منہ کھول دیے اور (یہ خزانے) بے دریغ امراء اور فوج پر نچھاور کیے ۔ اتنا دیا کہ لوگوں کی نظر میں مبارز خان کا اعتبار قائم ہو گیا ۔ پھر چونکہ خاندان شیر شاہی میں دوسرا کوئی تخت کا وارث نہیں تھا ۔ امراء نے بظاہر اس کی بیعت کر لی ۔ ۲۰ محرم الحرام کو مبارز خان دربار کو رنگین خیموں سے آراستہ اور دلہن کی طرح پیراستہ کر کے گوالیر میں تخت پر بیٹھ گیا اور اپنے آپ کو عادل شاہ کے خطاب سے مخاطب کیا"

مبریز خان[1] المخاطب بہ عادل شاہ

راویان اخبار اور آثار تواریخ نے لکھا ہے کہ فیروز خان کے قتل کو ساتواں دن تھا جب شیر شاہ کے حقیقی بھائی نظام خان کے بیٹے مبریز خان نے زربفت اور خوبصورت دیبا کے خیموں سے دربار کو سجایا[2]، تخت پر جلوس فرمایا اور عادل شاہ کا خطاب اپنایا۔ شیر شاہی اور اسلام شاہی خزانوں کے منہ کھول دیے اور یہ خزانے فوج اور رعیت پر بے دریغ نچھاور کیے تاکہ لوگ فیروز خان کے قتل کو کسی حد تک بھول جائیں۔ چونکہ شیر شاہ کے خاندان میں بھی کوئی دوسرا وارث تخت و افسر نہیں تھا، امراء نے اس کی بیعت کی اور خطابات ارجمند اور مناصب بلند سے سرفراز ہوئے۔

تخت نشینی کے دو مہینوں کے بعد جب لوگوں میں ٹھہراؤ پیدا ہوا تو چنار کا رخ کیا کیونکہ شیر شاہی خزانے وہاں تھے۔

---

۱ - منتخب التواریخ (جلد اول، ص ۴۱۷) میں لکھا ہے ''اس کا نام مبارز خان تھا۔ اس نے اپنے آپ کو اس خطاب (سلطان محمود عادل) سے مخاطب کیا لیکن عوام الناس اسے عدلی کہتے تھے بلکہ اس میں بھی تحریف کرتے ہوئے اندھلی کہتے تھے جس کے معنی ہیں اندھا۔ انہوں نے اسے اس نام سے شہرت دی۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۲۳۸)، طبقات اکبری (جلد اول، صفحہ ۱۱۸)، خلاصۃ التواریخ (صفحہ ۳۲۰)، مآثر رحیمی (جلد اول، صفحہ ۶۳۰) اور دوسری تاریخوں میں بھی مبارز خان لکھا ہے

۲ - نسخہ الف میں ''اس سے پہلے کہ تخت نشین ہو دربار کو خیموں سے''

خزانہ داروں[1] کی طرف سے مطمئن ہو کر خزانے گوالیر بھیج دیے[2] اور خود سلیم سور[3] کے خلاف، جس نے فیروز خان کے قتل کی بنا پر بغاوت کر دی تھی، لشکر کشی کی اور کوچ بکوچ وہاں[4] پہنچا - سلیم خان مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے بھاگ گیا اور کوہستان میں جا چھپا - عادل شاہ نے ایک عظیم لشکر اس کے تعاقب میں روانہ کیا -

خود دو ایک مہینے جونپور میں ٹھہرا اور راجہ اندر دون پر[5] چڑھائی کی - جب اس ملک کے نواح میں پہنچا تو راجہ محصور ہو گیا - عادل شاہ قلعہ کے نیچے[6] جا اترا اور امراء میں مورچے تقسیم کر کے توپیں اور منجنیقیں بروئے کار لایا - ادھر ہندوؤں نے بھی جنگ کے ارادے سے بڑی بڑی توپیں برجوں پر نصب کیں اور ایسی گولہ باری کی کہ پرندوں کا پر مارنا بھی ناممکن ہو گیا[7] - افغانوں نے سرنگیں[8] کھودیں اور ساباط[9] تیار کر کے جنگ کرتے رہے - لشکر شاہی کی چونکہ یہ

---

۱ - گنجور (بر وزن رنجور) خزانہ دار کو کہتے ہیں - برہان قاطع، (صفحہ ٦٥٢)

۲ - نسخہ الف میں ''گوالیار میں آیا''

۳ - نسخہ ج میں ''سلیم یانہ''

۴ - ''آنجا'' سے مراد شاید جونپور ہے

۵ - نسخہ الف میں ''راجہ اندرون کی طرف''

٦ - نسخہ الف میں ''اس قلعے کے نیچے''- پایان بر وزن شایان بمعنی آخر اور انتہا اور پائین کے معنوں میں بھی ہے جو کہ بالا کا نقیض ہے - فرہنگ آنند راج (جلد اول، صفحہ ٥٥٠)

۷ - نسخہ ج میں ''اس قلعے کے ارد گرد پرندے کا پر مارنا بھی ممکن نہ رہا تھا''

۸ - کوچہ' سلامت : ''وہ سرنگ جو قلعہ کی تسخیر کے لئے زیر زمین کھودتے ہیں اور محاصرین اس میں سے گزر سکتے ہیں - فرہنگ آنند راج (جلد دوم، صفحہ ١١٤١) لفظ کوچہ کے معنی ہیں چھوٹا راستہ اور لمبا راستہ، فرہنگ آنند راج، جلد دوم، ١١٤١

۹ - نسخہ ج میں ''بساط تیار کر کے''

تدبیر کام نہ آئی ، بہت سی جانیں ضائع ہو گئیں - باہر سے بارود بھرے ڈبوں کو آگ لگا کر قلعہ کے اندر پھینکتے تھے اور قلعہ کے اندر سے بھی روئی کے گولوں کو روغن سے تر کر کے اور آگ لگا کر قلعہ کے باہر پھینکتے تھے جس کی وجہ سے باہر کے لوگ جل جاتے تھے - عادل شاہ نے قلعہ کے حصول کے لیے بادشاہوں کا سا عزم کر رکھا تھا - ایک مہینہ اس طرح جانیں ضائع ہوتی رہیں - یہاں تک کہ ایک رات عادل شاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی پیشانی والے بزرگ ظاہر ہوئے اور اس سے کہنے لگے : "اس قلعہ کی فتح ایک کام سے وابستہ ہے[1] بشرطیکہ تو کر سکے" - عادل شاہ نے کہا : "درویشوں کو اسلام کا غم بادشاہوں سے زیادہ ہوتا ہے - آپ کو لشکر اسلام کے حال پر نظر کرم کرنے میں دریغ نہ ہونا چاہیے کیونکہ مسلمان تو اس مہم سے عاجز آ چکے ہیں - اگر فتح حاصل کیے بغیر واپس چلا جاؤں گا تو شاہی وقار جاتا رہے گا[2] اور اگر قلعہ کے حصول میں مشغول رہوں گا تو بہت سے مسلمان ہلاک ہو جائیں گے - اس مسئلہ کی وجہ سے میری جان دریائے فکر میں غوطہ زن ہے" - درویش نے کہا : "تیرے لشکر میں ایک بقال ہے جس کا نام رلکا ہے[2] - اس کی ایک بیٹی ہے جس کے چہرے کی تابانی کے سامنے آفتاب تاباں بھی ذرے کی مانند سرگرداں رہتا ہے[3] ، جس کے روئے زیبا کے سامنے گل بستانی شرم سے پانی پانی ہوا جاتا ہے اور جس کی زلف مشکیں کے سامنے سنبل[4] گلستاں پیچ و تاب کھاتی رہتی ہے - اسے اس کے باپ سے جس قیمت پر بھی بن پڑے خرید لے اور اسے نفیس کپڑوں سے آراستہ اور نقش و نگار سے پیراستہ کر کے جس وقت ابھی گل آفتاب گلزار مشرق سے نہ کھلا ہو ، ایک اسپ باد رفتار پر سوار کر کے

---

۱ - نسخہ ج میں "کہ فتح کا سودا ترے سر میں ہے"

۲ - نسخہ ج میں "اس معاملے میں درویش نے دریائے تفکر میں غوطہ لگا کر فرمایا ایک بقال ہے"

۳ - نسخہ ج میں "جس کی مثال چشم روزگار نے نہیں دیکھی اور اس کے چہرۂ زیبا سے"

۴ - نسخہ ج میں "اس کی زلف شب رنگ سے سنبل"

صحرا کی طرف بھیج دے۔ اس کے بعد لشکر تیار کرکے ہر طرف سے قلعہ پر ہلہ بول دے[1]۔ انشاءاللہ فتح حاصل ہو گی۔"

جب عادل شاہ اس خواب آرزو بخش سے بیدار ہوا[2] تو صبح کے وقت امراء اور اعیان کو تخلیے میں بلایا اور یہ خواب سنایا۔ اس بقال کا اتا پتا پوچھا۔ کوتوال نے تفتیش کے بعد اسے پیشگاہ میں پیش کر دیا۔ پھر اس بقال کو بھاری رقوم سے خوش کر کے اس کی بیٹی کو کپڑوں اور گہنوں سے سجا کر ایک اسپ تازی پر سوار کیا اور جس وقت کہ درویش نے کہا تھا صحرا کی طرف دھکیل دیا۔ جب وہ لڑکی ایک تیر کی اڑان[3] کے فاصلے پر پہنچی تو دوسری جانب سے ایک جوان لالہ عذار، کہ ابھی غالیہ خط اس کے رخسار زیبا کے گرد نہیں اگا تھا، ایک زین زریں اور سامان[4] مرصع والے سرخ گھوڑے[5] پر سوار، ترکش زر الدود کمر سے باندھے، شیر کی دم ترکش میں لٹکائے، کلاہ شاہانہ سر پر باانداز کج سجائے اور اس پر سیمرغ کی کلغی[6] لگائے سامنے سے آیا۔ اس نازنین نے

۱۔ نسخہ ج میں "تیار ہوکر قلعہ کی جانب چاروں طرف سے حملہ کریں"
۲۔ نسخہ الف اور ب میں "عادل شاہ خواب سے جاگ اٹھا"
۳۔ پرتاب بر وزن مہتاب: وہ مسافت جو تیر کے چھوڑنے اور اس کے گرنے کی جگہ کے درمیان واقع ہو اور اس کا اطلاق تیر کے ساتھ مشہور ہے۔ فرہنگ آنند راج (جلد اول، صفحہ ۵٦)
۴۔ ساخت: فرہنگ آنند راج (جلد دوم، صفحہ ۲۳۰) میں لکھا ہے کہ دو تین فرہنگوں اور برہان میں یراق (سامان و اسباب) زین، بند اور بار زین، دوال اور تسمہ رکاب کو کہا گیا ہے
۵۔ بور: سرخ رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں جو سرخنگ کے نام سے بھی مشہور ہے اور ہندی میں اس کو سرنگ کہتے ہیں (فرہنگ آنند راج، جلد اول، صفحہ ۵۰۱)
٦۔ اتاغہ: (فرہنگ آنند راج، جلد اول، صفحہ ۹۸) میں لکھا ہے "اتاغہ" بضم اول اور بجائے قاف غین معجمہ بھی آیا ہے بمعنی کلغی جو بعض پرندوں کے پروں سے بناتے ہیں۔ یہ ترکی لفظ ہے اور لفظ زدن، افتادن اور داشتن کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ نسخہ ج میں ٹیڑھا رکھے اور سیمرغ کے پروں کا اتاغہ بھی سر پر سجائے ہوئے"

اسے سلام کیا ۔ دونوں نے اکٹھے صحرا کی راہ لی ۔ بادشاہ کے لوگ جو اس لڑکی کو صحرا میں لے گئے تھے اس عجیب و غریب معاملے کو دیکھ کر ، جو کہ عالم غیب سے ظہور میں آیا تھا[1] ، حیران رہ گئے ۔ وہ دونوں آنکھ جھپکتے ہی ان کی نگاہوں سے غائب ہو گئے ۔ آخر وہ لوگ واپس لوٹ آئے اور یہ ماجرا عادل شاہ کی خدمت میں عرض کیا ۔ دانایان زمانہ بھی جو وہاں موجود تھے (یہ واقعہ سن کر) حیران رہ گئے ۔

اس کے بعد منادی کی گئی کہ لشکر چاروں طرف سے مستعد ہو کر قلعہ کا رخ کرے[2] ۔ قضائے الٰہی سے اہل قلعہ پر ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ انھوں نے از خود پیغام بھیجا کہ اگر داؤد خان بادشاہ سے امان کا عہد نامہ لے آئے تو ہم یہ قلعہ بادشاہ کے ملازموں کے سپرد کر کے خدمت میں حاضر ہو جائیں گے[3] ۔ داؤد خان نے یہ پیغام عادل شاہ کو پہنچایا تو اسے بڑا تعجب ہوا[4] ۔ فرمایا : "داؤد خان میں اس قلعے کی وجہ سے زندگی سے تنگ آ گیا تھا ۔ میں سوچتا تھا کہ اتنے مسلمان مارے گئے اور کتنے ہی اور مارے جائیں گے لیکن یہ قلعہ میرے ہاتھ نہیں آئے گا ۔ چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ کر گوالیار واپس چلا جاؤں لیکن میں درویش کی بات کو آزما رہا تھا ۔ الحمد للہ کہ اس کی بات درست نکلی ۔ تو جا اور میرا عہد نامۂ امان ان کے پاس لے جا"۔ داؤد خان نے ایسے ہی کیا ۔ راجہ گلے میں دستار[5] ڈالے بارگاہ میں حاضر ہوا[6] اور قلعہ

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "یہ عجوبہ جو عالم غیب سے ظہور میں آیا تھا"

۲ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں "ہر طرف سے لشکر آمادۂ جنگ ہو کر قلعہ کی طرف"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "سپرد کر کے راجہ کی خدمت میں آ جائے"

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "پہنچایا تو متعجب ہوا"

۵ ۔ فوطہ ۔ ضمہ اور طای مہملہ کی زبر کے ساتھ ۔ کمر بند ، ان سلا کپڑا ، دستار اور رومال ۔ فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۹۲۲)

۶ ۔ نسخہ الف میں "دربار کا رخ کرے"

خالی کر کے بادشاہ کے ملازموں کے سپرد کر دیا[۱] - خزانے ، ہاتھیوں اور گھوڑوں کی ایک بہت بڑی نذر عادل شاہ کی خدمت میں پیش کی - بادشاہ نے وہ قلعہ داؤد خان کے سپرد کر دیا اور خود مظفر و منصور وہاں سے گوالیر آ گیا -

تخت نشینی کو دو سال گزر گئے- امور سلطنت پھر سے طے ہونے لگے[۲] تو امراء سے درشت مزاجی سے پیش آنے اور کسی نہ کسی بہانے ہلاک کرنے لگا -

ہیمو نامی ایک بقال تھا جو بازار میں کاروبار کرتا تھا - اسے بعض امور میں اس کے ہاں عمل دخل مل گیا[۳] - روز بروز عادل شاہ کے نزدیک اس کا اعتبار بڑھتا جا رہا تھا - رفتہ رفتہ وہ صاحب مدار اور با اختیار ہو گیا[۴] - چنانچہ بادشاہ کے اکثر کام کاج وہی سر انجام دینے لگا -

اس اثنا میں احمد خان کے بیٹے جنید خان نے ، جو بیانہ کا حاکم تھا اور صوبہ کی فوجداری بھی اس کے سپرد تھی[۵] ، بغاوت کرتے ہوئے نواح اجمیر کے کچھ پرگنوں میں لوٹ مچا دی[۶] ، لوگوں کے بیوی

---

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''خالی کر دیا اور بہت سے خزانے اور ہاتھی''

۲ - نسخہ الف میں ''سلطنت نے اس کی وجہ سے نئے سرے سے تازگی پائی''

۳ - نسخہ ج میں ''بازار میں روزی کماتا تھا - اس کی بارگاہ میں عمل دخل حاصل کر کے روز بروز''

۴ - نسخہ ج میں ''عادل شاہ کے ہاں ترقی پا کر صاحب مدار ہو گیا''

۵ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بیانہ میں تھا - اس کے بیٹے نے جو اجمیر کا فوجدار تھا''

۶ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''جو اجمیر کے نواح میں تھے ان کو جلایا اور ویران کر دیا اور ان کی عورتیں اور بچے قید کر لیے''۔ اور نسخہ ج میں ہے ''آگرہ کے نواح میں تھے''

ہیموں کو گرفتار کرنے کے بعد بہت سا مال غنیمت قبضے میں کر لیا اور ایک بہت بڑی فوج اکٹھی کر کے سرکشی کی راہ اختیار کرلی[۱]۔

عادل شاہ ان دنوں چنار کی طرف گیا ہوا تھا ۔ داؤد خان ، جس کے پاس گوالیر کا صوبہ تھا ، ایک جمعیت اکٹھی کر کے اس کے ساتھ جنگ کے لیے نکلا[۲]۔ سترہ شاہی ھاتھی اس کے ساتھ تھے[۳] ۔ کولا پور[۴] کے گاؤں کے نزدیک ، جو شاہ پور کے نواح میں ہے[۵] ، اس سے آمنا سامنا ہوا اور بڑے گھمسان کا رن پڑا ۔ پہلے ہی حملہ میں داؤد خان کو[۶] جنید خان نے شکست دے دی اور اس کے بہت سے اچھے اچھے آدمی مارے گئے[۷] ۔

عادل شاہ کو جب یہ خبر ملی تو بے چین ہو گیا ۔ ہیمو نے عرض کیا : ”خداوند عالم اگر کچھ فوج میرے ہمراہ کر دیں[۸] تو تو جنید خان کو راہ راست پر لے آؤں گا یا اپنا سر دے دوں گا“ ۔ عادل شاہ نے پہلے تو اس کی لیچ ذات کو دیکھ کر انکار کیا لیکن بعد ازاں اس کے اصرار پر چار و ناچار راضی ہو گیا ۔ تین ہزار سوار اور پانچ ہاتھی[۹] دے کر اسے رخصت کیا ۔ ہیمو نے فوج ساتھ لی اور روانہ ہو گیا ۔

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ” قبضہ میں کر کے لوگوں پر نچھاور کر دیے ۔ بہت سی فوج اس کے پاس جمع ہو گئی اور مار دھاڑ شروع کر دی“

۲ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ”جمال خان نے ، جو کہ گوالیر میں تھا ، ایک جمعیت اکٹھی کر کے اس کی طرف رخ کیا“

۳ ۔ نسخہ الف میں ”سترہ ہاتھی اپنے ساتھ لے گیا“

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”کنولا پور“

۵ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ”لدانہ کے نواح میں تھا اس کے ساتھ مل کر“

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ”جنید خان نے جمال خان کو“

۷ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ”اس کے اچھے اچھے آدمی قتل ہو گئے ۔ وہ غنائم ، ہاتھی گھوڑے ، سب کچھ لے گیا“

۸ ۔ نسخہ ج میں ”مجھے دے دیں“

۹ ۔ نسخہ الف میں ”چار ہاتھی“

جنید خان داؤد خان[1] کی شکست سے اور بھی دلیر ہو گیا تھا ۔ ہیمو کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہنے لگا : ''میرے گھوڑوں کے سائیس کھونٹوں سے اس کا سر کچل کر رکھ دیں گے'' ۔ جنید خان نے دولت خان کو ، جو اس کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا تھا ، بہت بڑی فوج کے ساتھ روانہ کیا اور کہا : ''تم اسے قتل نہیں کرو گے بلکہ زندہ پکڑ کر میرے حضور لے آؤ گے'' ۔ یہ کہہ کر خود چیتے کے شکار کو چلا گیا[2] ۔ چونکہ تکبر مناسب نہیں دولت خان جری ہو کر چل پڑا ۔ چونکہ دن ختم ہونے کو تھا ، جب (دولت خان) ہیمو کے لشکر سے ایک کوس اس طرف خیمہ زن ہوا[3] اور وہ ڈینگ مارتے ہوئے کہنے لگا : ''مخنث کنجڑے''!

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''جلال خان''

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''میرے حضور میں لے آؤ گے ۔ رخصت کر دیا اور خود''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''ہیمو کے لشکر سے ایک کوس کے فاصلے پر پہنچ کر اتر پڑا''

۴ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''کبدی'' ۔ گید : بکسر اول و سکون ثانی اور دال ابجد : گوشت خور پرندے غلیواج کو کہتے ہیں جو چھ مہینے نر اور چھ مہینے مادہ رہتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ایک سال نر رہتا ہے اور ایک سال مادہ اور اسی لیے جس کسی میں مردانگی ، غیرت اور حمیت نہ ہو اسے گید سے نسبت دیتے ہیں اور گیدی کہتے ہیں (برہان قاطع ، صفحہ ۶۲۲) ۔ فرہنگ آنند راج ، جلد سوم ، صفحہ ۴۷) میں اس بات کے بیان کے بعد لکھا ہے کہ ہندوستان کے ایک بادشاہ نے کہا ہے :

''با ما چہ کرد دیدی ملا جلال گیدی (ملو غلام گیدی)
از مصطفی شنیدی لا خیر فی عبیدی''*

مصرعہ اول شیر شاہ کا مقولہ ہے اور دوسرا مصرعہ شیخ عبدالجلیل کا ہے (دیکھیے صفحہ ۲۱۲)

*'' تو نے دیکھا کہ ملا جلال گیدی (ملو غلام گیدی) نے ہمارے ساتھ کیا کیا ؟ کیا تو نے مصطفیٰ صلعم سے (نہیں) سنا کہ غلام میں خیر نہیں ہوتی ؟''... (آ ا)

بھلا تجھے جنگ سے کیا نسبت ؟ ترازو اور باٹ سے کام رکھ" - ہیمو نے اس کے پیغام کا کوئی جواب نہ بھیجا - (چنانچہ اس نے) خواب خرگوش[1] میں وقت گزارا - رات آئی تو اس نے افغانوں کو بلایا اور کہا : "چونکہ پہلے انہوں نے ہماری فوج کو شکست دی ہے اس لیے ان کے حوصلے بڑھے ہوئے ہیں - کل وہ دن ہے کہ اگر تم نے بہادری دکھاتے ہوئے میدان جنگ میں جرأت سے کام لیا تو امید ہے ہمیں فتح حاصل ہو گی[2]" - افغانوں نے یک دل ہو کر فیصلہ کیا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ جان ہتھیلی پر رکھے میدان کار زار میں آئیں گے[3] اور حملہ کریں گے - بے شک فتح و نصرت دینے والا حق تعالیٰ ہے" - اگلی صبح جب آفتاب نے رات کے پردۂ ظلمانی[4] کو چاک کیا۔ دولت خان فوج کو آراستہ کر کے میدان کار زار میں میں پہنچا - ادھر ہیمو بھی میدان میں اترا - دونوں طرف کے دلاور آپس میں گتھ گئے[5] - تائیدات آسمانی نے عادل شاہ کے پرچموں پر نصرت کا سایہ ڈالا - دولت خان مارا گیا اور اس کی فوج نے راہ فرار اختیار کر لی[6]- ہیمو نے دو کوس تک ان کا پیچھا کیا اور ان میں سے بہتوں کو مار ڈالا - اس لشکر سے چند ایک نے بہادران شاہی کی تیغ بے دریغ سے جان بچائی -

یہ خبر سن کر جنید خان نے ، جس نے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا ، شرمندہ ہو کر حکم دیا : "فوج جنگ کے لیے تیار ہو جائے" - کوچ بکوچ

---

۱ - خواب خرگوش کنایہ ہے غافل رہنے ، غفلت اور تغافل سے - برھان قاطع (صفحہ ۳۰۳)

۲ - نسخہ الف میں "فتح کی امید ہے - عادل شاہ کے تخت کے سامنے سرخرو ہو جاؤ گے"

۳ - نسخہ ج میں "جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑیں گے"

۴ - ظلمانی : بفتحتین بمعنی تاریک ہونا اور یہ منسوب ہے ظلم سے جو دو زبروں کے ساتھ ہے نہ کہ پیش کے ساتھ - یائے نسبت سے پہلے الف اور نون محض بطور زاید لاتے ہیں جیسا کہ نورانی ، حقانی اور جسمانی میں ہے - فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۷۰۵)

۵ - نسخہ ج میں "گتھم گتھا ہو گئے او لڑنے لگے"

۶ - نسخہ ج میں "اس کی بہت سی فوج قتل ہو گئی"

شام کے وقت[1] عادل شاہ کے لشکر کے قریب فروکش ہوا اور اپنے لشکر کا جائزہ لیا ۔ چونکہ اس نے اطراف و جوانب سے بہت سے آدمی جمع کر لیے تھے[2] ۔ آٹھ ہزار سوار اور تین ہزار پیادے شمار میں آئے ۔ دس جنگی ہاتھی اور بہت بڑا توپ خانہ ان پر مستزاد تھا ۔ رات اپنے آدمیوں کی حوصلہ افزائی میں بسر کی ۔ دوسری طرف ہیمو نے اس کی فوج کو دیکھا تو حیران و پریشان ہو کر رہ گیا[3] کیونکہ کل تین ہزار سوار اس کے ہمراہ تھے[4] اور ان میں سے بھی زیادہ تر زخمی تھے ۔ اس نے مشورہ دیتے ہوئے کہا : ''ہم دن میں اس لشکر سے نہیں لڑ سکیں گے ۔ ایک مصلحت میرے دل میں آئی ہے ۔ اگر آپ لوگوں کی ، جو کہ صاحب شمشیر ہو ، اگر یہی صلاح ہو[5] تو فتح کی امید کی جا سکتی ہے''۔ افغانوں نے کہا : ''ہماری صلاح بھی وہی ہے جو تمھاری صلاح ہے[6]''۔ ہیمو نے کہا ''صلاح یہ ہے کہ ہم ان پر شبخون ماریں[7]۔ پھر جو ہو سو ہو ۔ اس وقت بہتر ہے کہ دو ہزار پانچسو سوار چن کر[8] چار دستوں کے چار سردار مقرر کریں اور رات کے آخری پہر چاروں طرف سے[9] نقارے بجاتے ہوئے غنیم کے لشکر کو گھیرے میں لے کر قتل و غارت

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''کوچ کرتے ہوئے لڑائی کے لیے روانہ ہوا ۔ بوقت شام''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''اس نے جمع کر لیے تھے''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''حیران رہ گیا''

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''چونکہ کل تین ہزار سوار ساتھ لایا تھا''

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''میرے دل میں آئی ہے کہ اگر آپ کی رائے''

۶ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''جو آپ کی رائے ہے''

۷ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ان کے لشکر پر ٹوٹ پڑیں''

۸ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سوار چن کر ایک فوج اور ایک ہزار سوار کاروائی کے لیے اپنے ہمراہ مقرر کیے'' اور نسخہ ج میں ہے ''سوار ساتھ تھے ۔ چار فوجیں''

۹ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''دونوں طرف سے''

کریں"[۱] - یہ طے کر کے اس نے فوج کو حملہ کے لیے تیار کیا۔

جب وہ ساعت آن پہنچی، رات کے تیسرے پہر غنیم کا لشکر، جو چوکی اور پہرہ[۲] کے لئے جاگ رہا تھا، ہتھیار کھول کر سو گیا اور جب نیند کا لشکر ان کی آنکھوں کے ملک پر غالب آگیا تو یہ سپاہ خونخوار چاروں طرف سے پرے باندھے ان پر ٹوٹ پڑی[۳]۔ اجل نے انہیں نقارے اور کرنا کی آواز سے جگا دیا - ہیمو نے انہیں ہتھیار باندھنے کی مہلت بھی نہیں دی اور تلواریں سونت کر اس طرح قتال کیا کہ خون کی ندی بہ نکلی - جنید خان نے جب دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکل چکا ہے[۴] تو گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ اس نے جان بچا کر بیابان کا رخ کیا[۵]۔ کچھ اور لوگ بھی، جن کی ابھی اجل نہیں آئی تھی، نکل بھاگے اور بقیۃ السیف تیغ بیدریغ کا نوالہ بن گئے -

---

۱ - نسخہ ج میں نقارے کی آواز بلند کرتے اور مار دھاڑ کرتے ہوئے غنیم کے لشکر میں گھس جائیں"

۲ - چوکی اور پہرے کے معنی ہیں پاسبانی اور چوکی دار، پہرے دار اور محافظ کو بھی کہتے ہیں - فرہنگ آنند راج (جلد اول، صفحہ ۵۹۹) اور اس کتاب کا صفحہ ۱۹۹ - نوٹ (٦)

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "عادل شاہ کی فوج نے چاروں طرف سے"

۴ - دونوں نسخوں الف او ب میں "افغان تلواریں سنبھالے لشکر میں جا گھسے - دشمن کی اتنی بڑی فوج جنگ کے دوران قتل ہو گئی تو بقیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی - جنید خان نے جب دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے"

۵ - الف اور ب دونوں نسخوں میں "میدان ہاتھ سے نکلتا دیکھا تو اکیلے ہی جان بچا کر بھاگ جانے کو غنیمت سمجھا اور جنگل کی طرف بھاگ کھڑا ہوا - جن کی موت ابھی نہیں آئی تھی نکل بھاگے اور باقی سب تلوار کا لقمہ بن گئے - القصہ حق تعالیٰ نے جب ایسی فتح عطا کی"

جب ایسی فتح حاصل ہوئی[1] تو اس نے بڑی پھرتی سے ہاتھی اور گھوڑے ، جو غنیمت میں ملے، بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیے اور اس سے پہلے فتح نامہ بھی روانہ کیا ۔ عادل خان کو فتح نامہ پہنچا تو اس نے بڑی خوشیاں منائیں اور زور زور سے شادیانے بجائے ۔ اس کے بعد ہیمو بھی بے حد و حساب مال غنیمت لے کر آن پہنچا اور زمین بوسی کی[2] ۔ جنگ اور فتح کا حال بالتفصیل بیان کیا اور وہ اموال غنیمت جو ساتھ لایا تھا ، ایک ایک کر کے نظر عالی سے گزارے اور ہاتھ باندھ کر تخت شاہی کے سامنے کھڑا ہو گیا ۔ عادل شاہ نے اسے ایک خلعت ارغوانی دے کر ، جس کے جیب و دامن پر موتی جڑے تھے[3] ، اسے سرفراز فرمایا ۔ ہیمو نے عرض کیا : ''میں ایک حقیر بقال ہوں ۔ مجھ سے کیا ہو سکتا تھا ۔ یہ سب حضرت کے اقبال سے ظہور پذیر ہوا ۔ ان جوانوں کی تلوار اور ہمت سے

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''ایسی فتح حاصل کی ۔ غنائم ، دو سو اونٹ ، خنجروں اور تلواروں کا کوئی شمار ہی نہیں تھا ۔ ان کا ایک حصہ فوجیوں کو دے دیا جنھوں نے اس جنگ میں بڑی بہادری دکھائی تھی ۔ باقی چیزیں نہایت عجلت سے عادل شاہ کی خدمت میں روانہ کر دیں اور اپنے آنے سے دو روز پہلے فتح نامہ دربار میں روانہ کیا ۔ اس کے بعد بے حد غنائم لے کر بارگاہ میں آیا

۲ ۔ نسخہ ج میں ''زمین خدمت کو بوسہ دیا ۔ عادل شاہ نے خلعت ارغوانی سے''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''گوہر آمودہ'' فرہنگ آنند راج میں (جلد اول ، صفحہ ۶۷) آمود بر وزن آلود یعنی ملایا ، سجایا اور بنایا مجازاً موتی پرونے یا ایسے ہی دوسرے معنوں پر اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ شیخ نظامی فرماتے ہیں :

''گزارندہ صراف گوہر فروش سخن را بگوہر برآمودہ گوش''

اور آمودہ بر وزن آسودہ ۔ لعل و مروارید اور ایسی چیزوں کو کہتے ہیں جو دھاگے میں پروئی گئی ہوں ۔ آراستہ و پیراستہ کو بھی کہتے ہیں ۔ اس کا مصدر آمودن ہے جو سجانے اور سجنے کے معنوں میں ہے

ایسا ہوا[1] - بہتر یہ ہے کہ بادشاہ سلامت پہلے انہیں نوازیں[2] - عادل شاہ نے اس کی تعریف کی اور ان سب افغانوں کو ، جنہوں نے میدان کارزار میں جوان مردی دکھائی تھی ، خلعت فاخرہ[3] عنایت کئے - ہیمو اس جنگ کی وجہ سے ترقی کرتا چلا گیا اور آہستہ آہستہ صاحب مدار اور بااختیار بن گیا -

ایک دن بار عام میں ، جب کہ عادل شاہ ابھی نہیں آیا تھا اور امراء دربار عام میں بیٹھے ہوئے تھے[4] اور ادھر ادھر کی باتیں ہو رہی تھیں ، ابراھیم خان کہ عادل شاہ کا بہنوئی تھا ، وارد ہوا تو جملہ امراء اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے - تاج خان ، جو کہ امرائے کبار میں سے تھا اور صاحب شمشیر اور دلاور تھا ، اپنی جگہ پر بیٹھا رہا - ابراھیم خان کو رنج ہوا اور (اس دن سے) اس کی دشمنی نے اس کے دل میں گھر کر لیا - جب اس بات کو چند دن گزر گئے تو ایک دن ، جبکہ تاج خان عادل شاہ کے سلام کے لئے جا رہا تھا ، گھٹا چھائی ہوئی تھی - قلعہ کے دروازے کے اندر ، جہاں اندھیرا تھا ، نظام خان نامی ایک افغان نے[5] تاج خان پر تلوار کا ہاتھ مارا لیکن زخم کاری نہ لگا اور وہ لوگوں کے ہجوم سے بچ نکلا - تاج خان سمجھا کہ یہ جو کچھ ہوا عادل شاہ اور ابراہیم خان کی تحریک سے ہوا - ایک ہفتے کے بعد جب اس کا زخم بھر گیا تو ایک روز اپنا سامان اور فوج لے کر گوالیر سے نکلا اور بنگالے کی طرف روانہ ہوا - دو ساعت بعد عادل شاہ کو خبر

---

۱ - نسخہ ج میں ”لیکن ان جوانوں کے ہاتھ اور تلوار نے یہ کام کیا“

۲ - نسخہ الف میں ”نوازش کریں - بادشاہ نے اس کی بات پر آفرین کہی - ہر ایک پر ، جس نے اس میدان میں بہادری دکھائی تھی ، نوازش کی اور وہ سب منصب بلند اور خلعت ارجمند سے سرفراز ہوئے“

۳ - سروپا بمعنی خلعت - فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۱۴۴)

۴ - نسخہ الف میں ”عادل شاہ کے آنے کے وقت جب ایک روز دربار عام میں تمام امراء بیٹھے ہوئے تھے اور جاگیریں تقسیم ہوتی تھیں“

۵ - نسخہ ج میں ”نظامی نامی ایک افغان نے“

ملی تو ایک فوج گراں اس کے پیچھے روانہ کی[1] - زبردست جنگ ہوئی مگر وہ اپنی قوت بازو کی بدولت نکل بھاگا - شاہی فوج واپس لوٹ آئی - اس کے بعد تاج خان جونپور کے والی احمد خان کے پاس ، جس کے ساتھ اس کی قرابت داری تھی ، چلا گیا - عادل شاہ نے فرمان صادر کیا کہ وہ تاج خان کو تسلی دے کر واپس بھیج دے کیونکہ یہ کام میری تحریک پر نہیں ہوا بلکہ اس کے کسی دشمن کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا ہے[2] - احمد خان نے جتنی بھی تسلی دی تاج خان دربار میں آنے پر راضی نہ ہوا اور وہاں سے بنگالہ کا رخ کیا -

اس کے بعد کسی نہ کسی بدگمانی کے باعث عادل شاہ کے دل میں امراء کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو گئی[3] اور اس نے دولت خان نیازی[4] اور فیروز خان کاکر کو قتل کر دیا - ان دو امیروں کے قتل سے ، جو کہ اس کی بادشاہی کے ستون تھے ، اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنی سلطنت کی جڑ کاٹ ڈالی - اس کے بعد اس نے نصیب خان سروانی ، اسماعیل خان اور الہداد خان میانہ اور نظام خان[5] کو قید میں ڈال دیا -

۱ - نسخہ الف میں ''ایک عظیم فوج اس کے عقب میں روانہ کی''

۲ - نسخہ الف میں ''تسلی دے کر بھیج دے کیونکہ تاج خان خوفزدہ ہو کر چلا گیا ہے''

۳ - نسخہ ج میں ''بنگالہ کی طرف چلا گیا - بعد ازاں عادل شاہ کے امراء سے اختلافات پیدا ہو گئے''

۴ - نسخہ الف میں ''دولت خان جلوانی''

۵ - الف اور ب دونوں نسخوں میں ''نظام خان شاہوخیل کو پہلے ہی سے (قید میں) ڈال رکھا تھا - روز بروز امراء سے بد سلوکی کرتا رہا - ابراہیم خان سے بھی ، کہ امرائے کبار میں سے تھا اور عادل شاہ کی بہن اس کے گھر میں تھی ، بد ظن ہو گیا - اس کی بیوی ایک روز اپنے بھائی کے گھر گئی تو اسے بعض ایسی کنیزوں سے جو قدیم ہی سے اس کی طرف دار تھیں معلوم ہوا کہ بادشاہ اس کے خاوند کی طرف سے دل میں میل رکھتا ہے اور اس کے قتل کے لیے بہانے کی تلاش میں ہے - اسے اپنے خاوند سے حد درجہ محبت تھی - اس نے یہ بات سنی تو اسے انتہائی دکھ ہوا اور وہ جلد ہی وہاں سے لوٹ آئی - گھر پہنچی تو ابراہیم سے یہ تمام ماجرا بیان کیا - ابراہیم نے ڈر کر گوالیر سے''

ابراہیم کو ، عادل شاہ کی بہن جس کے گھر میں تھی اور اپنے خاوند سے محبت کرتی تھی ، اس کی بیوی نے کہا : ''مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عادل شاہ اس فکر میں ہے کہ تجھے بھی قتل کروا دے''۔ وہ ڈر گیا اور گوالیر سے بھاگ کر دہلی چلا گیا ۔ جب عادل شاہ کو اس کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو ایک فوج گران اس کے تعاقب میں بھیجی[1] ۔ آگرہ کے نواح میں جنگ ہوئی جس کے نتیجہ میں بادشاہ کے لشکر نے زبردست شکست کھائی ۔

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''شاہی لشکر کو ہزیمت دے کر دہلی میں در آیا اپنے نام کا سکہ جاری کرایا اور خطبہ پڑھوایا''

ابراھیم شاہ

ابراہیم خان مظفر و منصور دہلی آیا جہاں اس نے اپنے نام کا خطبہ پڑھا - جلال خان بھی ، جو صوبہ سرہند میں تھا ، ابراہیم خان کے ساتھ جا ملا اور اس نے وہ خزانہ جو اس صوبہ کے پرگنوں سے جمع ہوا تھا[1] اس کے سپرد کر دیا - محمود بیگ[2] ، نظام خان اور الف خان نے بھی بیعت کر لی - چنانچہ جب تقریباً آٹھ ہزار سوار[3] ابراہیم خان کے گرد جمع ہو گئے تو اس نے صاحب خطبہ و سکہ ہو کر علم مخالفت بلند کر دیا[4] - جب عادل شاہ نے ، جو ان دنوں چنار گیا ہوا تھا ، ابراہیم کی سرکشی کا سنا تو گوالیر آیا[5] - نصیب خان اور اللہ داد خان کو قید سے رہائی دے کر تسلی دی - ارغوانی خلعت اور اسی ہزار روپے خزانے سے انہیں دئے[6] تاکہ (جنگ کے لیے) ساز و سامان تیار کریں - بوقت رخصت ان پر اور زیادہ نوازش اور دل جوئی کی - ایک ایک ہاتھی اور خنجر مرصع حمائل کرنے کے لیے کمربند عطا کر کے ابراہیم کے خلاف متعین کیا - یہ دونوں امراء بھی انتہائی شان و شوکت کے ساتھ مارا مارا کرتے ہوئے گوالیر سے دہلی پہنچے اور ابراہیم سے مل گئے[7] - عادل شاہ کو ان کی سازش کی خبر ملی تو نا امید ہو گیا کیونکہ بڑے بڑے امراء[8] اس سے

---

۱ - نسخہ ج میں ''وہاں کا خزانہ اسے دیا''

۲ - نسخہ الف میں ''محمود خان پوندک''

۳ - نسخہ الف میں ''تقریباً تین ہزار سوار''

۴ - نسخہ الف میں ''مخالفت برپا کردی''

۵ - نسخہ الف میں ''کوچ بکوچ گوالیر میں''

۶ - نسخہ الف میں ''ان کو مدد دی''

۷ - نسخہ ج میں ''ابراہیم خان سے جا ملے''

۸ - نسخہ الف میں '' کار آمد امراء''

مل گئے تھے ۔ اس دوران میں راجہ اندر دون نے بادشاہ کی بے سر و سامانی دیکھ کر بغاوت کر دی ۔ عادل شاہ ، امراء کے ساتھ ، جو اس کے طرف دار تھے ، گوالیر سے نکلا اور کوچ بکوچ اجین کے مضافات میں جا پہنچا ۔ راجہ کو شاہی لشکر کے آنے کی خبر ملی تو اپنے بھتیجے تارا چند[۱] کو کچھ فوج کے ساتھ اجین میں چھوڑ کر خود ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اجین سے دو کوس باہر نکل کر شاہی لشکر کے مقابلے پر آیا ۔ عادل شاہ نے نظام خان سور اور فتح خان سروانی کو جنگ کے لیے نامزد کیا ۔ وہ افغانوں سے مل کر راجہ کے ساتھ گتھ گئے[۲] ۔ پہلے پہلے راجہ بھی جان ہتھیلی پر رکھے[۳] ایسا لڑا کہ کئی ایک بہادر افغانوں نے شہادت پائی[۴] ۔ قریب تھا کہ لشکر سلطانی بھاگ نکلے اور عادل شاہ ، جو دو ہاتھی ، کہ راستہ طے کرنے میں ان پر بڑا اعتماد رکھتا تھا[۵] اور دو باد رفتار گھوڑے اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھے ، دل میں ٹھانے بیٹھا تھا کہ جونہی نظام خان اور فتح خان منہ پھیریں گے میں بھی علامات شاہی کو چھوڑ چھاڑ کر چنار کی طرف بھاگ جاؤں گا ۔ نظام خان اور فتح خان بھی اسی خیال میں تھے کہ چونکہ بہت سے بہادر افغان ، کافروں کا پلہ بھاری ہونے کی وجہ سے، شہید ہو چکے ہیں اور ہم معدودے چند لوگوں کے ساتھ رہ گئے ہیں ، ہم سے کیا ہوگا ، وہ بھی لڑائی سے فرار کا سوچ رہے تھے[۶] ۔ قضائے الٰہی سے اچانک ایک زنبورک[۷]

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''کہ جسے خواجہ تارا چند کہتے تھے''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''یک دل و دست بہ شمشیر ہو کر راجہ کے ساتھ جنگ میں جت گئے''

۳ ۔ نسخہ الف اور ب میں'' کمر بستہ ہو کر''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''میدان میں ڈھیر ہو گئے'' ۔

۵ ۔ نسخہ ج میں ''ان کی استعداد سفر پر اعتماد''

۶ ۔ نسخہ الف میں ''بہتر ہے کہ میدان جنگ سے باہر نکل جائیں''

۷ ۔ زنبورک : چھوٹی توپ اور بڑی بندوق جس میں بندوق کی طرح بارود اور گولہ بھر کر آگ لگاتے ہیں ۔ فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۳۰۰)

لشکر سلطانی سے چلی اور (اس کا گولہ) راجہ اندر دون کی پیشانی پر جا لگا جو کہ اپنی بہت سی فوج کے ساتھ ذرا آگے کو بڑھ کر کھڑا تھا ۔ اس کا کاسہ سر ریزہ ریزہ ہو گیا اور اس کا مغز پنیر کی مانند بکھر گیا ۔ جب اس لعین کی فوج نے[1] یہ حال دیکھا[2] تو راہ فرار اختیار کی ۔ نظام خان نے جب یہ دیکھا کہ کفار کی فوج دفعۃً پیٹھ پھیر رہی ہے تو سمجھ گیا ہو نہ ہو کوئی حادثہ رونما ہوا ہے[3] ۔ (چنانچہ اس کی قیادت میں) افغانوں نے حملہ کر دیا اور کافر تتر بتر ہو گئے ۔ جب وہ اس جگہ ، جہاں راجہ کھڑا تھا ، پہنچے تو اسے خاک و خون میں لت پت دیکھا[4]۔ خدا کا شکر بجا لائے اور عادل شاہ کے[5] نام فتح نامہ لکھا کہ راجہ تائید الٰہی سے قتل ہو گیا ہے ، بادشاہ سلامت فوراً اجین کی طرف توجہ فرمائیں ۔ عادل شاہ شکر بجا لاتے ہوئے ان کے تعاقب میں نکلا اور تیزی سے اجین جا پہنچا ۔ راجہ کا بھتیجا تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد بھاگ نکلا ۔ راجہ اندر دون کے بیوی بچے قید ہو گئے اور گھوڑے ، اولٹ ، ہاتھی ، زر و زیور ، ساز و سامان اور پارچہ جات کے علاوہ اتنا مال غنیمت ہاتھ آیا کہ سالہا سال تک کے لیے ان کے لیے کافی ہوتا[6] ۔ اس فتح کے بعد عادل شاہ نے کچھ وقت سرزمین مالوہ میں سیر و شکار میں بسر کیا ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں "جب راجہ کی فوج نے"

۲ ۔ نسخہ ج میں "لعین کو اس حال میں دیکھا"

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "ان پر کوئی افتاد پڑی ہے"

۴ ۔ نسخہ ج میں "جب وہاں پہنچے تو اس لعین کو خاک و خون میں لت پت دیکھا"

۵ ۔ نسخہ الف اور ب میں "عادل شاہ کو بھیجا کہ جلدی مالوہ کی راہ لیں ۔ بادشاہ کار غیب سے حیران رہ گیا اور ناعاقبت اندیشوں کا تعاقب کرتے ہوئے اجین تک آن پہنچا ۔ راجہ کے آدمیوں نے ایک پہر تک ہاتھ پاؤں مارے اور آخر تتر بتر ہوگئے ۔ راجہ اندر دون کے بیوی بچے گرفتار ہو گئے"

۶ ۔ نسخہ ج میں "اتنے غنائم ، گھوڑے اور ہاتھی ، کہ کیا لکھا جائے ، افغانوں کے ہاتھ آئے"

اس دوران میں ابراہیم خان نے مہلت پا کر قوت و شوکت حاصل کر لی[1] - صوبوں میں جو ہو گئے تھے وہاں سے زر فراواں جمع کر کے جا بجا لوگوں کو مقرر کیا اور دہلی سے رہتاس تک سارا علاقہ اس کے قبضے میں آ گیا - جب عادل شاہ مالوہ سے گوالیر آیا تو ابراہیم کے غلبے اور اس کے لشکر کی جمعیت کا سنا تو حیران رہ گیا - اس کے جی میں آئی کہ جب تک وہ خود اس مہم پر نہیں جائے گا بات نہیں بنے گی[2] - لہٰذا اس نے حکم دیا کہ ساز و سامان تیار کیا جائے - اس دوران میں[3] منصور خان ، جو امرائے کبار میں سے تھا عادل شاہ کی بہن جس کے حبالہ عقد میں تھی عادل شاہ کو اس کی بہادری سے کھٹکا تھا اور چاہتا تھا کہ اسے راستے سے ہٹا دے ، ایک روز اس کی بیوی بھائی کے محل میں آئی - ایک کنیز نے ، جو کبھی اس کی خدمت میں رہ چکی تھی

---

۱ - نسخہ ج میں ''اس اثنا میں ابراہیم نے صاحب قوت و شوکت ہو کر خزانے اکھٹے کر لیے اور اس کی فوج بھی بڑھتی چلی گئی - تھالیسر سے رہتاس تک سارا علاقہ اس کے تصرف میں آ گیا - بعض افغانوں نے دہلی تک دستبرد کی''

۲ - نسخہ ج میں ''سن کر چاہا کہ اگر خود اس کے استیصال کے لیے نہیں جائے گا تو بات نہیں بنے گی''

۳ - نسخہ الف اور ب میں ''اس اثنا میں منصور خان ، جو ایک جوان شمشیر زن اور دلاور انسان تھا اور عادل شاہ کی چھوٹی بہن اس کے گھر میں تھی ، چونکہ عادل شاہ کے دل میں اس کی طرف سے بدگمانی تھی ، وہ چاہتا تھا کہ کہیں ابراہیم کی طرح وہ بھی سرکشی نہ کرے ، اس کی دونوں آنکھوں میں سلائی پھروائے یا قتل کروائے - اس کی بیوی نے ، جو عادل شاہ کی بہن تھی اور جسے کچھ بھنک پڑ گئی ، اپنے خاوند کو آگاہ کر دیا اور کہا : ''میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عادل شاہ چاہتا ہے تیری آنکھوں میں سلائی پھروا دے - اگر اپنی زندگی چاہتا ہے تو یہاں سے نکل جا'' - منصور خان پہلے ہی اس کے مافی الضمیر سے واقف ہو چکا تھا - اس کی بیوی نے کہا : ''چار ہزار سوار تمہارے قدیمی نوکر ہیں''

اور اس نے اس کو بہت سا انعام و اکرام دے رکھا تھا ، اسے خبردار کیا کہ عادل شاہ چاہتا ہے کہ منصور خان سور کو بھی قتل کر دے اور تجھے بھی اس سے جدا کر دے ۔ عادل شاہ کی بہن یہ ماجرا سن کر وہاں سے جلد ہی اپنے گھر لوٹ آئی اور اپنے شوہر کو خبردار کیا : "عادل شاہ تیری (جان لینے کی) فکر میں ہے ۔ میں تیرے ایک تار مو پر ایسے ہزار بھائی قربان کر دوں گی ۔ چار ہزار نوکر تیرے پاس موجود ہیں ۔ میرے پاس بھی بہت سے مرصع زیورات ہیں ۔ انھیں بیچ کر لئے ملازم رکھ اور یہاں سے نکل کھڑا ہو[1] جیسے ابراہیم خان مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکل کھڑا ہوا ہے اور کچھ ملک کو اپنے قبضے میں لے آیا ہے ، تو بھی اس ہلاکت گاہ سے باہر نکل جا اور کوئی ولایت اپنے تصرف میں لے آ "۔ چنانچہ منصور خان تیاری کر کے ایک رات ، جب کہ عادل شاہ محو شراب خواری تھا ، چار پانچ ہزار سوار جرار لے کر گوالیر سے نکلا اور دہلی کی طرف روانہ ہو گیا[2] اور ابراہیم خان سے ملاقات کی ۔ دو تین روز مجلس گرم رہی ۔ اس کے بعد درخواست کی کہ خدا تعالیٰ نے تجھے صاحب سکہ و خطبہ بنایا ہے اور بہت سا ملک تیرے تصرف میں آیا ہے[3] ۔ اگر ملک پنجاب مجھے عطا کر دے تو مجھ پر بڑا احسان ہوگا ۔ ابراہیم خان جوانی اور خزانہ و سپاہ کے غرور میں اس پر راضی نہ ہوا ۔ دوسرے روز منصور خان نے اپنی بیوی کو[4] اس کی بیوی کے پاس بھیجا کہ جا اپنی بہن کی منت کر ۔ چنانچہ وہ گئی ۔ اپنی بہن سے ملاقات کی

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "میرے پاس بہت سے زیورات اور جواہرات ہیں ، ان کو بیچ کر نئے نوکر رکھ"

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "منصور خان نے اس عورت کی بات کو ، جو اس نے مردوں کی طرح سوچی تھی ، دل میں بٹھا لیا اور ایک روز ، جب جاسوسوں نے خبر دی کہ عادل شاہ شراب پی رہا ہے ، شکار کے بہانے گوالیر سے باہر نکل گیا ۔ فوج اور ساز و سامان جو پہلے ہی روانہ کر دیا تھا دہلی کی طرف"

۳ ۔ نسخہ ج میں "تیرے تصرف میں لایا ہے"

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "منصور خان نے اپنی ماں اور بیوی کو"

اور کہنے لگی : "تو میری بڑی بہن ہے اور ماں کی جگہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمھیں ممتاز کیا ہے اور بہت سا ملک عطا فرمایا ہے۔ اگر اپنے خاوند سے ملک پنجاب میرے شوہر کو دلا دے تو میں تیری کنیز بن کر تیری خدمت میں رہوں گی اور میرا خاوند تیرے خاوند کے نوکروں میں شامل ہو جائے گا" ۔ بہن نے اس کی بات مان لی ۔ زر و زیور اور دوسری اجناس دے کر اپنی چھوٹی بہن کو رخصت کیا[1] ۔ رات[2] سوتے وقت اپنی چھوٹی بہن کی درخواست[3] اپنے خاوند سے بیان کی ۔ ابراہیم نے بسبب غرور پھر انکار کر دیا ۔ آزردہ ہو کر ابراہیم کے پاس سے اٹھی اور صبح اس کے انکار سے اپنی بہن کو آگاہ کر دیا ۔ منصور خان اس بات سے سخت بر افروختہ ہوا اور فیصلہ کیا کہ ایک دم سے ابراہیم خان سے بھڑ جاؤں ۔ پھر جو ہو سو ہو ۔ ساتھی افغانوں سے مشورہ کیا[4] اور کہا : "مجھے (اس ذلت کی) زندگی سے کیا فائدہ ؟ میں چاہتا ہوں کہ ابراہیم کے خلاف میدان میں اتروں ۔ پھر جو خدا کرے ۔ اگر فتح دے تو اس کا کرم ہوگا ورنہ اس بے عزتی سے مر جانا بہتر ہے"[5]۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے فتح منصور کے نصیب میں لکھ دی تھی ۔ جتنے بھی افغان تھے انھوں نے اس کے ہمراہ لڑنے کا فیصلہ کر لیا ۔ اس کے ساتھ یک جان اور یک دل ہو گئے ۔ منصور خان کے پاس کل آٹھ ہزار سوار تھے جبکہ ابراہیم کے پاس تیس چالیس ہزار سوار اور پانچ سو کوہ پیکر

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں "کچھ زر و زیور دے کر واپس بھیج دیا"

۲ ۔ نسخہ ج میں "رات خلوت میں التماس"

۳ ۔ نسخہ ج میں "ابراہیم خان کے سامنے بیان کی ۔ ابراہیم نے پھر قبول نہ کی ۔ منصور خان اس بات سے"

۴ ۔ نسخہ الف میں "اپنے حامی افغانوں سے مشورہ کیا"

۵ ۔ نسخہ الف میں "کیا فائدہ ؟ ۔ اگر خدا تعالیٰ نصرت دے تو بہتر ورنہ اس سے"

ہاتھی تھے[1] ۔ منصور خان نے اللہ تعالیٰ کے کرم پر توکل کرتے ہوئے ابراہیم خان کو پیغام بھیجا : ''میرے اور تمھارے درمیان اتحاد اور محبت کا رشتہ تھا ۔ محبت کا راستہ چھوڑ دینا اور خزانے اور لشکر کے غرور میں مروت سے منہ موڑ[2] لینا مردوں کا کام نہیں ۔ اب جو ہو سو ہو ۔ جب تک میدان جنگ میں تمھاری ہمسری نہ کر لوں آرام مجھ پر حرام ہے[3]'' ۔ ابراہیم خان نے اس پیغام کو سن کر اس کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا : ''کیوں ہاتھیوں کے پاؤں تلے ہلاک ہو رہا ہے؟[4]'' ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''ابراہیم کے پاس تیس ہزار سوار تھے ۔ منصور خان نے سامان جنگ تیار کر کے پیغام بھیجا'' ۔ مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۱۰۹ پر لکھا ہے ''اس پر سپر مخالفت سر پر رکھے سلطان سکندر کے خطاب سے مخاطب ہوا اور سرکشی و بغاوت کا علم بلند کرتے ہوئے ابراہیم پر چڑھ دوڑا ۔ موضع بھرہ کے قریب'' ۔ (ایک خطی نسخہ نمبر ۱۰۱) میں ''موضع متھرہ کے قریب'' اور دوسرے قلمی نسخہ نمبر ۱۰۲ میں ''موضع بھرہ کے قریب'' اور فرشتہ (جلد اول صفحہ ۱۴۴) میں ''موضع فرح کے قریب ، جو آگرہ سے دس کوس کے فاصلے پر ہے ، فریقین کا مقابلہ ہوا ۔ سکندر خان کے لشکر میں دس ہزار سوار بھی نہیں تھے جبکہ ابراہیم خان کے پاس ستر ہزار مکمل طور پر مسلح سوار تھے ۔ ان میں بیس امراء ایسے تھے جنھیں ابراہیم خان نے علم ، نقارہ ، مہر اور مخملی خیمہ سے نواز رکھا تھا ۔ سکندر نے یہ دیکھ کر صلح اور مصالحت کے دروازے کھول دیے''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''لشکر اور خزانے کے غرور میں آپے سے باہر ہونا مناسب نہیں لگتا''

۳ ۔ نسخہ الف میں ''جو ہو سو ہو ۔ ایک مرتبہ تجھ سے لڑیں گے ۔ اس پیغام سے''

۴ ۔ نسخہ الف میں ''ابراہیم خان اس پیغام پر ہنسا اور کہا : '' کیوں نہیں ، ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلے جاؤ گے''

الغرض[1] ابراہیم خان لشکر کے غرور میں سامان جنگ تیار کر کے میدان میں اترا - منصور خان بھی مقابلے کے لیے نکلا - بڑی شدید لڑائی ہوئی - بالاخر تائید آسمانی نے منصور خان کے پرچموں پر سایہ ڈالا[2] اور اس نے ابراہیم خان کو چالیس ہزار سوار اور جنگی ہاتھیوں کے باوجود ایسی شکست دی[3] کہ اس کا لشکر پاش پاش ہو کر رہ گیا - اس کے بہت سے اچھے اچھے آدمی مارے گئے اور باقی بھاگ نکلے - خود ابراہیم بھی چند سواروں کے ساتھ ادھ مؤا ہو کر میدان جنگ سے نکل بھاگا -

---

۱ - نسخہ الف میں ''الغرض بروز جمعہ ، ۷ شعبان کو دونوں فوجیں میدان میں اتریں''

۲ - نسخہ ج میں ''اچانک تائید آسمانی نے منصور خان کی مدد کی''

۳ - نسخہ الف میں ''ابراہیم خان نے باوجود تیس ہزار سوار اور پیلان بسیار شکست کھائی - اس کی فوج اس سے جدا ہو کر اور عہد و پیمان باندھ کر منصور خان کے پاس آ گئی اور وہ مظفر و منصور ہو کر اس میدان میں''

سکندر شاہ[1]

منصور خان مظفر و منصور ہوا - اسی میدان میں سجدات شکر بجا لایا اور سارا خزانہ ، بارگاہ ، ہاتھی ، گھوڑے اور دیگر غنائم پر قبضہ کرنے کے بعد دہلی آن کر تخت پر بیٹھ گیا اور خود کو سکندر خان کے خطاب سے مخاطب کیا - اس کے بعد سکندر خان عروج حاصل کرتا گیا[2] -

---

۱ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۳۳۹) میں لکھا ہے ''سلیم خان کے داماد ، احمد خان سور ، (پنجاب کا صوبہ جس کے زیر اہتمام تھا) نے فرمانروائی کا دعویٰ کیا اور اپنا نام سکندر رکھا''- طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۲۲) میں ہے ''ان ایام میں احمد خان سور نے اپنے آپ کو سلطان سکندر کے خطاب سے مخاطب کر کے'' اور مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰) صفحہ ۱۰۹ میں ''احمد خان سور ، جو شیر شاہ کے چچا زاد بھائیوں میں سے تھا اور عدلی کی دوسری بہن اس کے عقد میں تھی ... سلطان سکندر کے خطاب سے مخاطب ہوا''- نیز تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۱) میں ہے ''احمد خان سور نے ... خود کو سکندر شاہ کے لقب سے ملقب کر کے'' - گویا سلطان سکندر کا نام منصور خان نہیں تھا اور شاید منصور خان اس کا خطاب تھا - واللہ اعلم

۲ - نسخہ الف میں ''تخت پر بیٹھا ، اپنا خطبہ اور سکہ جاری کیا اور ابراہیم اپنے تمام تر غرور اور تکبر کے ساتھ اپنا سارا سامان جاہ و حشم ، ہاتھی ، اموال اور خزانے چھوڑ کر پورب کی طرف بھاگ گیا''

اور ابراہیم پریشان حالی میں پورب کی طرف چلا گیا[1] ۔

عادل شاہ کا عمل دخل گوالیر سے مالوہ اور جونپور تک تھا ۔ ہر چند کہ وہ چاہتا تھا سکندر کے ساتھ لڑ کر ملک اس کے قبضہ سے چھڑا لے مگر اس کے لئے یہ ممکن نہ ہوا لیکن سکندر اس کی فرمانبرداری کا دم بھرتا رہا اور اس کو لکھتا رہا کہ میں آپ کے ہوا خواہوں میں سے ہوں اور آپ کے امراء کے طریق پر چل رہا ہوں ۔ آپ میرے بادشاہ ہیں ۔

مختصر یہ کہ وہ ہر اعتبار سے عادل شاہ کے ساتھ انسانیت کے راستے پر چلتا رہا ۔ سلطنت ہندوستان ، جو ایک خطبے اور سکے پر قائم تھی ، تین حصوں میں تقسیم ہو گئی ۔ آگرہ سے مالوہ اور سرحد جولپور تک عادل شاہ کے زیر تصرف رہی[2] ۔ دہلی سے رہتاس خورد تک ، جو کابل کے راستے پر واقع ہے ، شاہ سکندر سور کے قبضے میں آ گئی اور ابراھیم خان دامن کوہ میں واقع ، امروھہ سے لے کر گجرات کی سرحد تک کے ، علاقہ کا مالک بن بیٹھا ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''ترق کر رہا تھا ۔ عادل شاہ گوالیار سے'' اور مخزن افغانی (نمبر ۱۰۲) صفحہ ۱۲۱ ب میں ہے ۔ ''مغلوب و منکوب ابراہیم نے ہزیمت اٹھا کر سنبل کا رخ کیا''۔ منتخب التواریخ بدایونی (جلد اول ، صفحہ ۴۲۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر اور ابراہیم کی لڑائی ۹۶۲ ھ میں ہوئی تھی ۔

۲ ۔ نسخہ ج میں ''گوالیر سے سارے مالوہ اور چنار تک متصرف رہا ۔ از دہلی تا رہتاس خورد سکندر سور کے زیر نگیں آ گیا ۔ ابراہیم نے پورب جا کر نشو و نما پائی ۔ یوں ہندوستان کی سلطنت جس کا ایک سکہ اور ایک خطبہ تھا تین حصوں''

ہمایوں شاہ کا ایران جانا اور ہندوستان کو تسخیر کرنے کے لیے واپس آنا

جب عادل شاہ کی کاہلی و بیکاری اور اس کے ساتھ امرائے ہندوستان کی نا سازگاری کی خبر ہمایوں بادشاہ کے دربار میں پہنچی[1] تو انہوں نے سوچا کہ اس وقت، جب کہ افغانوں کی آپس میں ناچاقی ہے، ذرا سی کوشش سے، ملک ہندوستان (دوبارہ) حاصل کیا جا سکتا ہے[2] لیکن چونکہ وہ سپاہ کی قلت، میرزا کامران، میرزا عسکری اور دوسرے بھائیوں، جن کی وجہ سے ملک ان کے قبضہ سے نکل گیا تھا، کی نافرمانی اور اپنی بے سر و سامانی کی وجہ سے متردد تھے اس لیے چاہتے تھے کہ سلیمان مکانی[3] شاہ طہماسپ کی خدمت میں جا کر امداد و اعانت طلب کریں[4]۔ چنانچہ ایک اچھا دن دیکھ کر انہوں نے خواجہ معظم اور بیرم خان کو مریم مکانی اور شاہزادہ اکبر میرزا کو لانے کے لیے

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "جب سلطنت ہندوستان، جو ایک سکے اور ایک خطبے پر مبنی تھی، تین حصوں میں بٹ گئی اور عادل شاہ کی سہل انگاری اور امراء کی نا سازگاری کی خبر حضرت کو"

۲ ۔ نسخہ الف میں "ذرا سی کوشش سے ہندوستان بآسانی (افغانوں کے تسلط سے) آزاد ہو سکتا ہے ۔ ہندوستان پر یورش کا خیال فرمایا"

۳ ۔ نسخہ الف میں "مریم مکانی" جو کہ صریحاً غلط ہے ... (آ)

۴ ۔ نسخہ ج میں "جا کر امداد طلب کی"

بھیجا[1] - وہ تیزی سے جا کر انہیں لے آئے - چونکہ موسم نہایت گرم تھا اس لیے انہوں نے اکبر میرزا کو ماہم الگہ کی آغوش میں چھوڑ دیا - وہاں سے بادشاہ ہمایوں جلد ہی بائیس آدمیوں کے ساتھ ، جو بیرم خان ، خواجہ معظم ، بابا دوست بخشی ، خواجہ غازی ، حیدر ملک آختہ بیگی ، اس کے بھائی یوسف ، ابراہیم لنگ اور حسن قلی جیسے مشہور امراء پر مشتمل تھے ، روانہ ہو گئے اور مریم مکانی کو ساتھ لے گئے - جب وہ قلعہ بابا حاجی پہنچے تو وہاں کے باشندوں نے جو کچھ ان کے پاس تھا ، ایک طشت میں رکھ کر پیش کر دیا - خواجہ جلال الدین کو ، جو میرزا عسکری کی طرف سے اس ولایت میں محصول جمع کرنے کے لئے آیا ہوا تھا ، آنحضرت کے آنے کی خبر ملی تو اس نے حضوری کی سعادت حاصل کی اور اونٹ ، گھوڑے اور جو کچھ بھی لوازم سفر تھے ان کی نذر کیے - دوسرے روز حاجی محمد ، میرزا عسکری سے بھاگ کر حاضر خدمت ہو گیا - آنحضرت کوچ بکوچ خراسان کی طرف روانہ ہوئے - ولایت سیستان کے شروع ہوتے ہی احمد سلطان شاملو ، جو حضرت شاہ طہماسپ

---

۱ - نسخہ ج میں "مریم مکانی کو لانے کے لیے بھیجا - وہ بعجلت روانہ ہو گئے اور مریم مکانی اور شہزادہ میرزا اکبر کو سوار کر کے لے آئے - چونکہ کارآمد گھوڑے بہت کم تھے ، آنحضرت نے تردی بیگ سے گھوڑا طلب کیا مگر اس بد بخت نے گھوڑا دینے میں تأمل کیا - کچھ آدمیوں کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور مریم مکانی کو ساتھ لے گئے - شہزادہ اکبر میرزا کو گرمی کی شدت کے باعث لشکر گاہ میں چھوڑ دیا - لمحہ بھر بعد میرزا عسکری لشکر گاہ میں پہنچ گیا - یہ سن کر کہ آنحضرت خیر سے روانہ ہو گئے ہیں ، اس نے ایک جماعت کو لشکر گاہ پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا اور دوسرے دن بڑی بے شرمی کے ساتھ دیوان خانۂ عالی میں اتر پڑا تا کہ شہزادہ کو قندھار لے جائے اور اپنی بیوی سلطان بیگم کے سپرد کر دے - اس نے اپنی طرف سے لوازم مہربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ رہنے دی - آنحضرت بڑی زحمت سے قلعہ بابا حاجی پہنچے - وہاں کے ساکنین ... خواجہ جلال الدین"

کی طرف سے اس ولایت کا حاکم تھا ، لوازم استقبال کے ساتھ پیش ہوا[1] اور عرض کیا کہ آنحضرت چند دن توقف فرمائیں - احمد سلطان نے حد امکان سے بھی زیادہ لوازم مہمانداری پورے کیے - اپنی عورتوں کو کنیزوں کی طرح حضرت مریم مکانی کی خدمت کے لیے بھیج دیا اور اپنا سارا ساز و سامان بطور نذرانہ پیش کیا - آنحضرت نے اشیائے ضرورت قبول کر کے باقی اسی کے پاس رہنے دیں - احمد سلطان نے عرض کیا کہ تبس کیلکی کے راستے[2] عراق جانا بہتر رہے گا جو بہت نزدیک ہے[3] - بندہ آپ کی رہبری کرے گا - آنحضرت نے فرمایا کہ ہم نے شہر ہرات کی بہت تعریف سن رکھی ہے اس لیے ہمیں اس راستے سے جانا زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے[4] - چنانچہ احمد سلطان ان کی رکاب میں روانہ ہو گیا -

اس زمانے میں شاہ کا بڑا بیٹا سلطان محمد ہرات میں تھا - محمد خان شرف الدین اوغلو تکلو کو ، جس کو منصب اتالیقی حاصل تھا[5] اور ہرات کی حکومت بھی اس کے پاس تھی ، جب آنحضرت کے قریب پہنچنے کی خبر ملی تو ان کی ہمرکابی کے لیے ہرات سے روانہ ہو گیا - شاہزادہ[6] ایران

---

۱ - نسخہ ج میں ''استقبال کے لیے اٹھ کھڑا ہوا''

۲ - نسخہ ج میں ''تبسین کیلکی کے راستے'' کرنل مرک گریگر اپنی کتاب موسومہ نیریٹو آف جرنی تھرو خراسان ، مطبوعہ لندن ، سنہ ۱۸۷۹ء (جلد اول ، صفحہ ۱۲۵) میں لکھتا ہے : ''یہ خراسان کا ایک شہر ہے اور شہر ہرات کے مغرب میں واقع ہے''۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۰۵) میں لکھا ہے ''احمد سلطان رکاب معلٰی میں حاضر تھا اور چاہتا تھا کہ کیلکی کے راستے راہنمائی کرے - آنحضرت کی خاطر اقدس میں چونکہ ہرات کی سیر کا خیال تھا قلعہ[7] ارک کے راستے اس سمت روانہ ہوئے''

۳ - نسخہ ج میں ''نزدیک ہے - آنحضرت''

۴ - نسخہ ج میں ''اچھا لگتا ہے - اس زمانے میں سلطان محمد''

۵ - طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۵۹) میں ''شہزادہ کی اتالیقی کے منصب پر فائز تھا''

بھی اپنے ماتحتوں اور لواحقین کے ساتھ استقبال کے لیے پہنچ گیا[1] اور لوازم تعظیم کی ادائیگی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - محمد خان آنحضرت کی پابوسی سے مشرف ہو چکا تو لشکر عالی نے ہرات کے نواح میں قیام کیا[2] - محمد خان نے لوازم مہمانداری اس طرح انجام دیے کہ ان میں اضافہ کسی طرح ممکن ہی نہیں تھا[3] - وہ اس کے حسن سلوک سے بے حد خوش ہوئے - آنحضرت کی جملہ ضروریات کا بھی محمد خان ہی نے خیال رکھا[4]-

جب ہرات کی تمام قابل دید عمارات اور باغات ملاحظہ فرما لیے تو آنحضرت نے مشہد مقدس طوس کا رخ کیا - شاہ قلی استاجلو ، حاکم مشہد ، نے بھی حتی المقدور لوازم خدمت گاری بجا لانے کی کوشش کی - ایسے ہی شاہ کے حکم سے ہر منزل پر وہاں کا حاکم ، جو کچھ بن پڑتا تھا ، ان کی خدمت میں پیش کر دیتا تھا ، یہاں تک کہ شاہی لشکر خوشی خوشی ولایت خراسان کو ، جو راستہ میں پڑتی تھی ، عبور کر کے عراق کے قریب پہنچ گیا جہاں ارکان دولت ، اکابر سلطنت ، امرائے کبار اور اشراف عراق آنحضرت کے

---

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ۵۹) میں ''جب آنحضرت کے قریب آنے سے مطلع ہوئے تو علی سلطان کو ، جو امرائے تکلو میں سے ایک تھا ، بعجلت تمام استقبال کے لیے بھیج دیا - ولایت ہرات شروع ہوتے ہی آنحضرت کی خدمت میں پہنچا اور ان کا ہمرکاب ہو کر شہر ہرات کی طرف روانہ ہو گیا'' اور نسخہ ج میں ہے ''جب آنحضرت کے قریب آنے کی خبر ملی تو استقبال کے لئے آیا - شاہزادہ' ایران''

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''شرف یاب ہوا - دریا کے کنارے لشکر کا نزول ہوا''

۳ - نسخہ الف میں ''لوازم مہمانداری اس طرح پورے کیے کہ اس کے امثال و اقران میں سے کسی نے آج تک ایسی سعادت حاصل نہیں کی''

۴ - نسخہ ج میں ''محمد زمان نے آنحضرت کے تمام کام کاج سرانجام دیے''

استقبال کے لیے آئے اور طے پایا کہ دامغان[1] سے شاہی لشکر تک ہر منزل پر ان میں سے ایک شخص ان کے لوازم مہمانداری ، جس کا سامان سرکار شاہی سے پہلے ہی بہم پہنچایا جا چکا تھا ، پورے کرے گا اور آنحضرت کے اعزاز میں ضیافت کا اہتمام کرے گا ۔ وہ سب حسب قرار داد آنحضرت کی دعوتیں کرتے رہے ، یہاں تک کہ آنحضرت نے قزوین میں نزول فرمایا ۔ شاہی لشکر سورلوق کے گرمائی مقام پر مقیم تھا ۔ آنحضرت نے بیرم خان کو حضرت شاہ کی خدمت میں بھیجا[2] جہاں سے وہ ایک مراسلہ لایا جس میں آنحضرت کے قدوم مسرت لزوم پر خوش آمدید کہا گیا تھا ۔ وہاں سے روانہ ہوئے ، یہاں تک کہ سورلوق کے گرمائی مقام پر آنحضرت کی بادشاہ سلیمان مکانی[3] سے ملاقات ہوئی ۔ حضرت شاہ نے بھی تعظیم و تجلیل میں کوئی دقیقہ فروگزار نہ کیا ۔ (ان کے اعزاز میں) ایک عظیم ضیافت ترتیب دی اور لوازم مہمانداری ، جو طرفین کے شایان شان تھے ، پورے کیے ۔ اتفاقاً دوران گفتگو شاہ نے پوچھا کہ آپ کی شکست وجہ کیا ہوئی ؟ حضرت جنت آشیانی نے فرمایا کہ بھائیوں کی مخالفت اور بے وفائی ۔ اس بات سے شاہ کا بھائی بہرام میرزا آزردہ خاطر ہو گیا اور اس نے عناد پر کمر باندھ لی ۔ وہ حضرت شاہ کو اکساتا رہا کہ آنحضرت کو قتل کرا دیں لیکن اس کے برعکس شاہ کی بہن سلطان خانم[4] ، جسے بھائی کے نزدیک بڑا اعتبار حاصل تھا اور جملہ امور ملکی اور مالی میں با اختیار تھی ، حسب المقدور لوازم امداد پورے کرنے میں کوشاں رہی ۔ قاضی جہان قزوینی ، جو شاہ کا وزیر تھا اور حکیم

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''طے پایا کہ اصف خان) اصفہان) سے شاہی لشکر تک ہر منزل پر ان میں سے ایک'' اور نسخہ ج میں ہے ''مقرر ہوا کہ اصفخان سے شاہی لشکر تک ہر منزل پر'' اور طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۶۰) سے لفظ ''دامغان'' بجائے ''اصفخان'' نقل کیا گیا''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''بیرم خان کو حضرت شاہ کے پاس بھیجا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''سلطانم سلیمان جاہ''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''شاہ کی بہن سلطانم'' اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۶) میں ''شاہ طہماسپ کی بہن سلطانہ بیگم''

نورالدین محمد، جو بڑا صاحب اعتبار و اقتدار تھا، نے بھی جنت آشیانی کی ہمدردی کرنے میں ذرا سی کوتاہی نہ کی۔ بوقت فرصت شاہی محل کے اندر اور باہر کوشش کرتے رہے کہ آنحضرت کے اہم کام سرانجام دیں[1]۔

۱۔ تاریخ فرشتہ (صفحہ ۴۴۶) میں "ان دنوں شاہ طہماسپ کی بہن سلطانہ بیگم، قاضی جہان قزوینی ناظر دیوان اور حکیم نور الدین نے، جو کہ واقف احوال تھے، مل کر کوشش کی کہ شاہ کے صفحۂ خاطر سے غبار تکدر صاف کر دیں۔ بنا بریں ایک روز سلطانہ بیگم نے خلوت میں موقع پا کر حضرت جنت آشیانی کی یہ رباعی شاہ کے حضور میں پڑھی:

"هستیم ز جان بندۂ اولاد علی
هستیم همیشه شاد با یاد علی
چون سر ولایت از علی ظاهر شد
کردیم همیشه ورد خود ناد علی"*

حضرت شاہ نے یہ رباعی سنی تو خوش ہو کر کہنے لگے: "اگر ہمایوں بادشاہ عہد کریں کہ وہ اپنے ممالک محروسہ کے منبروں کو اسماء ائمۂ معصومین علیہم الصلوۃ والسلام سے مزین و مشرف کر دیں گے تو میں ان کو کمک دے کر انہیں ان کے ملک موروثی کی طرف روانہ کر دوں گا"۔ سلطانہ بیگم نے جنت آشیانی کو پیغام بھیجا۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ بچپن سے اب تک خاندان رسالت کی محبت میرے دل میں مرکوز ہے۔ امرائے چغتائی کے نفاق اور میرزا کامران کی مخالفت محض اسی وجہ سے تھی۔ حضرت شاہ نے بیرم خان کو خلوت میں بلایا اور مختلف موضوعات پر بات چیت کی۔ جب مقدمات مذکورہ کے باعث غبار کلفت دور ہو گیا تو اسی مجلس میں طے گیا کہ اپنے بیٹے شہزادہ مراد کو، جو کہ ابھی بچہ تھا، بداغ خان قاچار، جو کہ امرائے خاص میں سے تھا، کی اتالیقی میں دے کر دس ہزار سواروں کے ساتھ جنت آشیانی کے ہمراہ کر دیں گے تا کہ اپنے بھائیوں کی تأدیب کے بعد کابل، قندھار اور بدخشاں کو مسخر کر لیں"

*۔ ہم دل و جان سے اولاد علی کے غلام ہیں۔ ہم ہمیشہ یاد علی میں خوش ہیں۔ چونکہ سر ولایت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ظاہر ہوا اس لیے ہم نے ہمیشہ ناد علی کا ورد کیا۔۔۔(آ ا)

اسی دوران جب حضرت شاہ اس خیال سے کہ حضرت جنت آشیانی کو خوش کریں ، امراء اور اعیان کی ایک جماعت کے ساتھ تیر اندازی میں مشغول ہوئے تو بہرام میرزا نے ، جس کے دل میں ابوالقاسم خلیفہ کے خلاف کینہ بھرا تھا ، شکار مارنے کے بہانے ایک تیر چلایا جو اس کے گلے پر لگا اور وہ اسی لحظہ فوت ہو گیا ۔

حضرت شاہ آنحضرت کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لائے ۔ سلطنت کے جملہ اسباب مہیا کر کے اپنے بیٹے شہزادہ مراد کو ، جو اٹھارہ سالہ نوجوان تھا ، دس ہزار قزلباش سواروں کے ساتھ ان کی مدد کے لیے متعین کیا ۔ حضرت جنت آشیانی نے فرمایا کہ میرے دل میں اردبیل اور تبریز دیکھنے کی خواہش ہے ۔ چنانچہ ان کی خواہش پر حضرت شاہ نے ان علاقوں کے حکام کو فرامین صادر کیے کہ لوازم تعظیم و تکریم کی ادائیگی کی پوری پوری کوشش کریں ۔

آنحضرت نے ان علاقوں کی سیر کے بعد قندھار کا رخ کیا اور کوچ بکوچ زیارت مشہد مقدس کے لیے جا کر سلطان خراسان[1] کی روح مطہرہ سے اپنی کامیابی کے لیے مدد کی درخواست کی ۔ امرائے قزلباش ساتھ تھے ۔ شہزادہ کا اتالیق بداغ خان افشار اس لشکر کا سردار تھا۔[2] جب قلاع گرم سیر کے قریب پہنچے تو گرم سیرات ان کے تصرف میں آ گئے ۔ جب قندھار پہنچے تو بہت سے لوگ جو قلعہ سے باہر نکل آئے تھے انھوں نے ان کو روکنے کی کوشش کی مگر شکست کھائی ۔ لشکر قزلباش قندھار کے سامنے خیمہ زن ہوا ۔ آنحضرت بھی پانچ روز کے بعد قندھار کے سامنے پہنچ گئے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ تین مہینے تک ہر روز جنگ ہوتی رہی ۔ طرفین کے بہت سے لوگ مارے گئے ۔

---

۱ - سلطان خراسان سے مراد ہے حضرت امام علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام ۔ حضرت کی ولادت مبارک ۱۵۰ھ میں اور وفات ۲۰۸ھ میں بمقام طوس ہوئی ۔ کذا فی مرآۃ الجنان (جلد دوم ، صفحہ ۱۱)

۲ - نسخہ ج میں "امرائے قزلباش ، جو ساتھ تھے ، بداغ خان ، مجنون خان ، کمر دیوالہ اور افشار ، شہزادہ کے اتالیق تھے"

بیرم خان قاصد بن کر کامران کے پاس گیا[1]۔ راستے میں ہزارہ[2] کی ایک فوج سے مڈ بھیڑ ہو گئی ۔ جس میں بیرم خان نے فتح پائی اور کابل جا پہنچا جہاں اس نے میرزا کامران سے ملنے کے بعد میرزا هندال اور میرزا سلیمان ولد خان میرزا ، جو بھکر سے پریشان حال آئے تھے ، ملاقات کی[3]۔ میرزا کامران نے خان زادہ بیگم کو بیرم خان کے ہمراہ بھیجا[4] کہ شاید صلح کی کوئی صورت نکل آئے ۔

جب بیرم خان ، خان زادہ بیگم کے ساتھ ، قندھار میں جنت آشیانی کی خدمت میں پہنچا اس وقت میرزا عسکری بدستور جنگ و جدل میں مصروف تھا اور لشکر قزلباش محاصرے کی[5] طوالت سے اکتا کر واپس جانے کی فکر میں تھا ۔ ان کا خیال تھا کہ آنحضرت جونہی قندھار کی حدود میں پہنچیں گے ، خالدان چغتائی کے جملہ افراد ان کی طرف رجوع کریں گے ۔ جب ان میں سے کوئی بھی نہ آیا بلکہ یہ افواہ پھیل گئی کہ میرزا کامران میرزا عسکری کی کمک کے لیے آ رہا ہے تو قزلباش اور بھی فکر مند ہو گئے ۔ اتفاقات حسنہ میں سے ایک حسن اتفاق یہ تھا

---

۱ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۰) میں "بمقتضائے رأفت عامہ اور شفقت برادرانہ کے تقاضہ سے مغلوب ہو کر (آنحضرت کی رائے جہاں آرا یہ قرار پائی کہ نصائح شاہی کا منشور ایک فرمان نصیحت آمیز کے ساتھ میرزا کامران کے پاس روانہ کریں ۔ الخ"

۲ ۔ نسخہ ج میں "راستے میں ہزارہ کی ایک فوج سے مڈ بھیڑ ہوئی"۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۳۰) میں "لہذا انھوں نے اس خواہش کی بنا پر بیرم خان کو بطور قاصد کابل بھیج دیا ۔ جب وہ کتل روغنی اور آب ایستادہ (جو قندھار اور غزنین کے درمیان ہے) پہنچا تو ہزارہ قبیلہ کے ایک گروہ نے اس کا راستہ روک لیا"

۳ ۔ نسخہ الف میں "وہ میرزا کامران اور میرزا یادگار کی خدمت میں حاضر ہوا"

۴ ۔ نسخہ الف میں "خان بیگم کو بیرم خان کے ساتھ قندھار بھیجا"

۵ ۔ طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۶۲) میں "ایام محاصرہ کی طوالت سے"

کہ میرزا کامران واپس لوٹ گیا اور میرزا حسن خان اور منعم خان کا بھائی فضائل بیگ میرزا کامران کے لشکر سے بھاگ کر آنحضرت کی خدمت میں آ گئے - مختصر یہ کہ ترکمانوں (قزلباشوں ؟) کی امید بندھ گئی - کچھ دنوں کے بعد محمد سلطان میرزا ، الغ میرزا ، قاسم حسین اور شیر افگن[1] بھی بھاگ کر آ گئے (جس کی وجہ سے) قزلباش مزید مطمئن ہو گئے اور چولد بیگ[2] ، جو قلعہ میں محبوس تھا ، جیسے بھی بن پڑا ، رہائی پا کر قلعے سے باہر نکل آیا - آنحضرت نے اس پر نوازش فرمائی - کچھ اور لوگ بھی ، قراچہ خان کے بھتیجے[3] ابوالحسن اور ستور بیگ[4] کی سربراہی میں قلعہ قندھار سے باہر آ گئے - نتیجۃً میرزا عسکری نے پریشان ہو کر امان طلب کی - آنحضرت نے کمال مروت سے کام لیتے ہوئے اسے امان دی - امرائے قزلباش کو طلب فرمایا اور ان سے طے کیا کہ چونکہ خاندان چغتائی کے اکثر افراد کے اہل و عیال قلعہ قندھار میں موجود ہیں تین دن کی مہلت دیں تا کہ وہ اپنے اہل و عیال کو باہر نکال لے آئیں - میرزا عسکری نہایت شرمندگی کی حالت میں بارگاہ میں آیا - آنحضرت نے ماضی کی کوئی بات اس کو نہ جتائی - خاندان چغتائی کے امراء نے بھی تلواریں گردنوں سے لٹکائے اور کفن ہاتھوں میں اٹھائے حاضری کی سعادت کمائی اور آنحضرت سے شفقت و نوازش پائی -

جیسا کہ قزلباشوں سے طے پایا تھا کہ قندھار فتح ہوتے ہی انہیں دے دیا جائے گا ، آنحضرت نے (حسب قرار داد) ، باوجودیکہ کوئی اور ولایت ان کے تصرف میں نہیں تھی ، قندھار ان کے حوالے کر دیا - بداغ خان اور میرزا شاہ مراد ولد شاہ (طہماسپ) قلعہ میں داخل ہو کر

---

۱ - نسخہ ج میں ''قاسم حسین اور سلطان شیر افگن''- طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۶۲) میں ''قاسم حسین سلطان اور شیر افگن بیگ'' اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۴۴) میں ''قاسم حسین میرزا ، میرزا میرک اور میرزا شیر افگن بیگ''

۲ - طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۶۲) میں ''چولد بیگ'' کی بجائے ''موید بیگ'' لکھا ہے

۳ - نسخہ ج میں ''قراچہ خان کے بھائی''

۴ - طبقات اکبری (صفحہ ۶۲) میں ''ستور بیگ ولد نور بیگ''

قندھار پر قابض ہو گئے اور اکثر امرائے قزلباش ، جو ان کی مدد کے لیے آئے تھے ، عراق واپس چلے گئے - بجز بداغ خان ، ابوالفتح ، سلطان افشار اور صوفی قلی کے شاہ مراد کی خدمت میں کوئی بھی نہ رہا -

موسم سرما شروع ہوا اور خالدان چغتائی کے پاس کوئی جائے پناہ نہ رہی[1] تو حضرت نے مجبوراً کسی کو بداغ خان کے پاس بھیجا کہ سردیوں کے اس موسم میں میرے لشکریوں کو جائے پناہ کی ضرورت ہے - اس بے مروت نے جواب میں حد درجہ ناشائستہ بات کہلا بھیجی - الوس[2] چغتائی سراسیمہ ہو گیا -

عبداللہ خان اور جمیل بیگ ، جو قلعہ سے باہر نکل آئے تھے ، بھاگ کر کابل چلے گئے - میرزا عسکری نے بھی موقع پا کر راہ فرار اختیار کی - ایک بہت بڑی جمعیت نے اس کا تعاقب کیا اور اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے آئے جہاں وہ قید کر دیا گیا -

سرداران خاندان چغتائی[3] نے ، جو باہم جمع ہو گئے تھے ، مشورہ کے بعد طے کیا کہ چونکہ ضرورت ہے اس لیے قلعہ قندھار کو قزلباشوں سے واپس لے لیا جائے اور کابل و بدخشاں کی تسخیر کے بعد پھر انہیں دے دیا جائے - اتفاقاً اسی روز میرزا شاہ مراد ولد شاہ (طہماسپ) طبعی موت مر گیا - اور ان کا یہ عزم اور پختہ ہوگیا - ایک جماعت کثیر اس مہم پر متعین ہوئی - حاجی محمد بایسنغر دو نوکروں کے ساتھ سب سے پہلے شہر میں گیا قلعہ کے دروازے پر پہنچا[4] تو ترکانوں (قزلباشوں) کو خیال ہوا کہ

---

۱ - نسخہ ج میں ''پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی''

۲ - الوس : بضمتین ، ترکی میں قوم اور گروہ کو کہتے ہیں اور یہ اولوس کا مخفف ہے - فرہنگ آنند راج : جلد اول ، صفحہ ۲۶۹

۳ - نسخہ الف میں ''اس کے خاندان چغتائی کے بھائی بند'' اور نسخہ ج میں ''خالدان کے بھائی بند''

۴ - نسخہ ج میں ''حاجی قشقہ کے ساتھ سب سے پہلے شہر چلے گئے'' اور طبقات اکبری (صفحہ ۶۳) میں ہے ''حاجی محمد خان اور بابا قشقہ اپنے دو نوکروں کے ساتھ سب سے پہلے قلعہ کے دروازے پر پہنچے''

آنحضرت بھی قندھار پر چڑھائی کریں گے ۔ اس دن سے وہ خاندان چغتائی کے کسی بھی فرد کو شہر میں آنے کا راستہ نہیں دیتے تھے ۔ اتفاقاً جب اونٹوں کی ایک قطار چارہ لیے شہر میں داخل ہو رہی تھی[۱] حاجی محمد خان موقع پا کر دروازے میں داخل ہو گیا[۲] ۔ دروازے کے محافظوں نے اسے روکا لیکن اس نے بکمال شجاعت تلوار کھینچی اور ان پر حملہ کر دیا ۔ وہ لوگ مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگ گئے ۔ ایک دوسری جماعت ان کے پیچھے پیچھے قلعہ میں دو آئی ۔ الغ میرزا اور بیرم خان بھی قلعے کے اندر داخل ہو گئے ۔ قزلباشوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے ۔ آنحضرت بھی قلعہ کے اندر تشریف لائے ۔ بداغ خان بے حد پریشان ہو کر بارگاہ میں آیا اور عراق جانے کی اجازت حاصل کی ۔ (یوں) خاندان چغتائی کے لوگ قلعہ کو اپنے تصرف میں لے آئے ۔

بعد ازاں تسخیر کابل کے عزم سے کوچ کرتے ہوئے قندھار کی حکومت بیرم خان کے سپرد کی ۔ میرزا یادگار ناصر اور میرزا هندال باہم مل کر قندھار سے بھاگ نکلے اور راستے میں ہزارہ قبیلے[۳] کے ہاتھوں بڑی تکلیف اٹھانے کے بعد آنحضرت کی خدمت میں آ گئے اور ان کے ساتھ کوچ کر کے کابل پہنچے[۴] ۔ جمیل بیگ بھی ، جو انہی حدود میں تھا ، حاضر خدمت ہو گیا ۔ میرزا کامران لڑائی پر تل گیا اور جنگ کے لیے باہر نکلا ۔ ہر رات اس کے لشکر سے کچھ لوگ ٹوٹ کر بادشاہ سے ملنے لگے ، یہاں تک کہ کلاں بیگ بھی ، جو میرزا کامران کے

---

۱ ۔ الف اور ب دونوں نسخوں میں ''اونٹوں کی قطار ، جن پر چارہ لدا ہوا تھا ، شہر میں داخل ہو رہی تھی''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''ان پر ٹوٹ پڑا''

۳ ۔ نسخہ الف اور ج میں ''چغتائی خاندان''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''اتفاقاً کوچ کرتے ہوئے کابل چلے گئے''

امرائے کبار میں سے تھا[1]، قراولی[2] کرتے وقت الگ ہو کر، اپنے دو چھوٹے بھائیوں کے ساتھ، آنحضرت کے پاس آ گیا ۔ لشکر شاہی نے کوچ کیا اور میرزا کامران کے لشکر سے آدھ کوس کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالا ۔ اس رات میرزا کامران کے بہت سے لشکری بھاگ کر شاہی لشکر سے آ ملے ۔ میرزا کامران خود بھی گھبرا گیا اور مشائخ کی ایک جماعت کو دربار میں بھیج کر عفو کا طالب ہوا[3] لیکن خود نہ آیا اور قلعہ ارک کی طرف بھاگ گیا ۔ اس کے سب لشکری بادشاہ کے پاس آ گئے ۔ میرزا کامران نے اسی رات بینی حصار کے راستے غزنی کی طرف فرار کیا[4]۔

آنحضرت کو اس کے فرار کی اطلاع ہوئی تو میرزا ہندال کو اس کے تعاقب کے لیے نامزد کیا اور خود بنفس نفیس کابل پہنچ گئے ۔ کابلیوں نے انتہائی شوق سے شہر میں چراغاں کر کے اس کو دن کی مانند روشن

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "قپلان بیگ جو کہ میرزا کے معتبر امراء میں سے تھا"

۲ ۔ قراول : بفتح اول و ضم واو ترکی لفظ ہے جس کے معنی ہیں : وہ فوج جسے میدان جنگ کے تعین کے لیے مقرر کیا جاتا ہے ، اصطلاحاً وہ فوج جو اصل لشکر سے آگے جاتی ہے اور دشمن کے سیاہی دکھانے یعنی ہونے کی خبر دیتی ہے کیونکہ ترکی میں قرا سیاہی کو کہتے ہیں (غیاث اللغات صفحہ ۳۳۸)

۳ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۴۴) میں "میرزا کامران نے ... خواجہ خاوند محمود اور خواجہ عبدالخالق کو اپنے جرائم کی معافی کے لیے خدمت اقدس میں بھیجا"

۴ ۔ طبقات اکبری میں (جلد دوم صفحہ ۶۴) میں "قلعہ ارک کابل کی طرف بھاگ گیا" اور اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۴۴) میں "بسرعت تمام خود کو ارک کابل تک پہنچایا اور اپنے بیٹے میرزا ابراہیم اور اہل حرم میں سے بعض کو اپنے ساتھ لیے بینی حصار کے راستے غزنی کی طرف روانہ ہو گیا"

کر دیا تھا ۔ آنحضرت کی آمد کے بعد' محترم بیگمات نے شہزادۂ عالمیان جلال‌الدین محمد اکبر میرزا کو آنحضرت کی نظر انور سے گزارا ۔ آنحضرت نے قرۃالعین کے دیدار سے اپنی آنکھیں روشن کیں اور شکرانے کے لوازم پورے کیے ۔ یہ فتح دسویں رمضان سنہ...... میں حاصل ہوئی[۲]۔ شاہزادے کا سن مبارک آٹھ سال چار مہینے اور پانچ روز تھا[۳]۔ فتح کے بعد کسی شخص کو لشکر قندھار کی طلبی کے لیے بھیجا[۴]۔ میرزا یادگار ناصر مریم مکانی کی معیت میں کابل آیا ۔ ایک بہت بڑی ضیافت کا اہتمام کیا گیا اور شاہزادہ کا ختنہ بھی انھیں ایام میں عمل میں

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "آنحضرت نزول کے بعد قلعہ میں تشریف لائے جہاں انھوں نے از راہ نوازش حضرات بیگمات اور شاہزادۂ عالمیان جلال‌الدین محمد اکبر سے ملاقات فرمائی اور اپنی آنکھوں کو قرۃالعین کے دیدار سے روشن فرمایا"

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں کچھ نہیں لکھا ہے ۔ نسخہ ج میں ہے "یہ فتح دوسری رمضان ۹۰۹ھ میں حاصل ہوئی" لیکن یہ صحیح نہیں بلکہ سہو کتابت ہے کیونکہ گیتی ستان بابر شاہ نے ۹۳۲ھ میں ہندوستان کو فتح کیا (دیکھیے : صفحہ ۱۱۳) ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۴۴) میں ذکر کیا گیا ہے "آذر ماہ جلالی کی تیرھویں رات کو بمطابق شب چہار شنبہ ۱۲ ماہ رمضان ۹۵۲ھ کابل فتح ہوا" اور منتخب‌التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۴۴۹) اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۴۸) میں لکھا ہے "یہ فتح دسویں ماہ رمضان‌المبارک سال ۹۵۲ھ میں حاصل ہوئی" اور طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۵۶) میں مذکور ہے "یہ فتح دسویں رمضان ۹۵۳ھ میں ہوئی" اور بعض نے سنہ ۹۵۲ھ لکھا ہے ۔ العلم عنداللہ"

۳ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۶۵) میں لکھا ہے "اس وقت شہزادے کی عمر کے چار سال ، دو مہینے اور پانچ دن گزر چکے تھے"

۴ ۔ نسخہ ج میں "لشکر قندھار اور میرزا کامران اور یادگار ناصر کو لانے کے لیے"

آیا[1]۔ اس سال کا باقی حصہ عیش و طرب میں گزارا۔

میرزا کامران غزنی میں تھا۔ شہر میں داخل نہ ہو سکا تو قبیلہ ہزارہ کے ہاں پہنچ گیا۔ میرزا الغ داور کی حکومت اور میرزا کامران کے استیصال کے لیے مقرر ہوا[2]۔ میرزا کامران زمین داور میں نہ ٹھہرا اور میرزا حسن ارغون کی طرف چلا گیا۔ میرزا مذکور اپنی بیٹی میرزا کامران کو دے کر اس کی امداد پر آمادہ ہوگیا۔ دوسرے سال بادشاہ نے بدخشاں کا رخ کیا[3]۔ میرزا سلیمان ولد خان میرزا نے، چونکہ باوجود طلبی کے

۱۔ حسب روایت اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۲۴۶) "اسی سال یعنی ۹۵۲ھ" اور مطابق طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۶۵) "۹۵۳ھ میں شاہزادے کی ختنے کی سنت ادا کی گئی"۔ ہمایوں نامہ مصنفہ گلبدن بیگم (صفحہ ۷۷) میں لکھا ہے "انہوں نے کچھ دنوں کے بعد حمیدہ بیگم کو لینے کے لیے کچھ آدمی قندھار روانہ کیے۔ حمیدہ بانو بیگم کے آجانے کے بعد جلال الدین محمد اکبر بادشاہ کا ختنہ کرایا اور جشن ختنہ کا اہتمام کیا۔ محمد اکبر بادشاہ جب پانچ برس کا ہوا تو شہر کابل میں ختنہ کی رسم ادا کی گئی اور وہیں بڑے دیوان خانے میں سنت کی ضیافت دی گئی۔ سارے بازار کو آراستہ کیا گیا۔ میرزا ہندال، میرزا یادگار ناصر، سلاطین اور امراء نے آئین بندی کے لیے محبوب اور مرغوب مقامات کا انتخاب کیا۔ بیگہ بیگم کے باغ میں بیگموں اور بڑی بوڑھیوں نے عجیب و غریب جگہیں بنائیں۔ بڑی عمدہ ضیافت اور بڑا خوب معرکہ رہا۔ لوگوں کو خلعت ہائے فاخر اور سروپا ہائے وافر عنایت فرمائے۔ رعیت کے لوگ، علماء، صلحا، غریب غرباء، بڑے چھوٹے، دن امن و امان اور رات عیش و عشرت میں گزارنے لگے"

۲۔ نسخہ الف میں "میرزا الغ کو شہر داور میں میرزا کامران کے قلع قمع کے لیے ٹھہرنے کا حکم صادر ہوا" اور نسخہ ج میں "میرزا الغ اور زمیندار کو میرزا کامران کے استیصال کے لیے"

۳۔ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۴۴۸) میں "انہوں نے سنہ ۹۵۳ھ میں تسخیر بدخشاں کا عزم کیا"

حاضر خدمت نہ ہوا تھا اس لیے ، بدخشاں کا عزم کیا ۔ کوچ کے وقت میرزا یادگار ناصر ، جس نے بار بار بغاوت کی تھی ، پھر فرار ہونے کے بارے میں سوچنے لگا مگر جب یہ بات ظاہر ہوگئی تو آنحضرت نے حکم دیا کہ اسے قید کر دیا جائے ۔ کچھ دن کے بعد میرزا محمد قاسم نے بغیر ان کے حکم کے[1] اسے قتل کر دیا اور ہندو کوہ کے عقب سے گزر کر کران میں نزول فرمایا[2]۔ میرزا سلیمان نے بدخشاں کا لشکر جمع کیا اور جنگ کی مگر پہلے ہی حملہ میں شکست کھا کر دور و دراز کے کوہستان میں بھاگ گیا[3]۔

بادشاہ طالقان اور کسم[4] کی طرف متوجہ ہوئے اور قلعہ ظفر کے گرم مقام کو فتح کرنے کے خیال سے لشکر روانہ ہوا ۔ کسم اور قلعہ ظفر کے درمیان حضرت کا مزاج جادۂ صحت سے منحرف ہو گیا[5]۔ روز بروز مرض غالب آتا گیا ۔ لوگ فکر مند ہو گئے ۔ بجز مقربین کے کسی اور کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت زندہ ہیں لہٰذا لشکر میں اضطراب پیدا ہو گیا ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب ، نیز طبقات اکبری (صفحہ ۶۵) میں "بموجب حکم"

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۶۵) میں "شتر گران (کے مقام پر) نزول فرمایا" اور اکبر نامہ (صفحہ ۲۵۱) میں "موضع تیرگران میں (کہ اندراب کے مواضع میں سے ہے) پڑاؤ ڈالا"

۳ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۵۲) میں "میرزا سلیمان کے پاؤں اکھڑ گئے اور اس نے ناری اور اشکمش کے راستے درۂ خوست کا رخ کیا"

۴ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۵۳) میں "وہاں سے موکب سعادت کشم میں اترا"

۵ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۵۲) میں "رائے جہاں آرا یہ ٹھہری کہ بدخشاں کی مہم بہتر طور پر سر انجام دینے اور فوج اور سپاہ کی آسودگی کے لیے سرمائی پڑاؤ قلعہ ظفر میں ڈالا جائے ۔ اس عزم صائب کے ساتھ اس طرف کا رخ کیا ۔ جب موضع شاخدان (جو کشم اور قلعہ ظفر کے درمیان واقع ہے) نزول اجلال فرمایا تو آنحضرت کا مزاج صحت امتزاج مرکز اعتدال سے ہٹ گیا"

قراچہ خان، میرزا عسکری کو مخالفت پر اکساتا رہا[1] اور بدخشان کے لوگوں نے بھی ہر طرف سے مخالفت شروع کر دی - دو مہینوں کے بعد حضرت کو صحت نصیب ہوئی تو انھوں نے اپنی سلامتی کی خبر چاروں طرف بھیجی - چنانچہ سارے فتنے (خود بخود) دب گئے - لشکر قلعہ ظفر کے نواح میں پہنچا[2]-

اس وقت خواجہ معظم نے خواجہ رشیدی کو، جو عراق سے آنحضرت کی رکاب میں آیا تھا، قتل کر دیا اور کابل سے بھاگ کھڑا ہوا مگر حسب حکم قید کر لیا گیا[3]- میرزا کامران نے جب بھکر میں یہ سنا کہ بادشاہ بدخشاں جا رہا ہے تو ایک جمعیت کو اپنے ساتھ ملایا اور

---

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ٦٦) میں "قراچہ خان میرزا عسکری کی نگرانی کر رہا تھا"

۲ - نسخہ الف میں "قلعہ معظم کے نواح میں" اور نسخہ ج میں "قلعہ ظفر معظم کے نواح میں پہنچا"

۳ - طبقات اکبری (صفحہ ٦٦) میں "اس وقت حضرت مریم مکانی کا بھائی خواجہ معظم، خواجہ رشیدی کو، جو عراق سے (آنحضرت کا) ہم رکاب ہوا تھا، قتل کر کے کابل بھاگ گیا تھا، حسب الحکم قید کر دیا گیا" اور اکبر نامہ (صفحہ ۲٥۴) میں "ان واقعات میں سے، جو اس سال وقوع میں آئے، ایک واقعہ خواجہ سلطان محمد رشیدی، جسے منصب وزارت حاصل تھا، کے قتل کا واقعہ ہے - مجملاً یہ سانحہ اس طرح پیش آیا کہ خواجہ معظم الدین نے کچھ اوباشوں سے مل کر تعصب آمیز باتیں شروع کر دیں - تعصب کو دین سمجھتے ہوئے اس سال ۹٥۳ھ انیسویں رمضان کی رات کو خواجہ مذکور کے گھر آ کر روزہ کھولنے کے وقت نادانی کی شمشیر کے پانی سے اسے شربت واپسیں سے روزہ افطار کرایا - خواجہ معظم اور اس کے ہمراہیوں کو لا کر قید کر دیا گیا" اور فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۴۴۹) میں ہے "خواجہ معظم، چولی بیگم کے بھائی، خواجہ رشید کو، جو عراق سے اس کے ساتھ آیا تھا،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کابل پر یلغار کر دی ۔ دوران راہ اسے ایک سوداگر ملا جس سے اس نے بہت سے گھوڑے چھین لیے اور اپنے سب سواروں کو دو اسپہ بنا کر غزنی کے نواح میں پہنچ گیا ۔ سر برآوردہ لوگوں کی ایک جماعت اسے قلعہ میں لے آئی ۔ وہاں کا حاکم زاہد بیگ ، جو خواب غفلت میں محو تھا ، قتل کر دیا گیا اور اور غزنی سے مطمئن ہو کر یلغار کرتا ہوا کابل کی سمت روانہ ہو گیا ۔ محمد علی طغائی ، فضائل بیگ اور کچھ لوگ جو اس وقت وہاں تھے انھیں اس وقت معلوم ہوا جب میرزا کامران شہر میں داخل ہو گیا ۔ محمد علی طغائی ، جو اس وقت حمام میں آیا ، قتل ہو گیا[1] اور فضائل بیگ اور مہتر وکیل کی آنکھوں میں اس نے سلائی پھروا دی[2]۔

آنحضرت کو یہ خبر قلعہ ظفر میں ملی تو انھوں نے بدخشاں اور

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

بعض امور کی بنا پر قتل کر کے کابل سے بھاگ گیا اور بادشاہ کے حسب الحکم وہاں پر قید کر دیا گیا" لیکن تینوں نسخوں میں لکھا ہے "اس وقت خواجہ رشیدی ، جو کہ عراق سے آنحضرت کے ہمرکاب ہوا تھا ، کابل سے بھاگ گیا اور حسب الحکم قید کر دیا گیا" مگر یہ صحیح نہیں کاتب کا سہو ہے ، لہذا کتب معتبرہ کی مدد سے متن میں تصحیح کر دی گئی ہے ۔

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ٦٦) میں "محمد قلی طغائی"۔ نسخہ ج میں "محمد علی طغائی ، جو کہ حمام میں تھا ، قتل ہو گیا اور کچھ لوگ جو وہاں تھے انھیں خبر ہو گئی کہ میرزا کامران شہر میں وارد ہو گیا ہے اور اس نے قلعہ میں پہنچ کر فاضل بیگ بھروکیلہ کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی ہے"

۲ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۵۸) میں "مہتر واصل اور مہتر وکیل ، جو کہ بادشاہ کے غلامان خاص میں سے تھے ، کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی"۔ نسخہ الف میں "فاضل بیگ اور مہر وکیلہ کو پکڑ کر (ان کی آنکھوں میں) سلائی پھیر دی"

قندھار[1] کی حکومت کا فرمان ، جو پہلے میرزا ہندال کو مرحمت فرمایا تھا ، اب میرزا سلیمان کے پاس بھیج کر کوچ بکوچ کابل کا رخ کیا ۔ میرزا نے موقع کے مطابق ایک جمعیت بہم پہنچا لی تو شیر افگن بھی اس سے آن ملا ۔ میرزا کامران کا کوتوال شیر علی ضحاک اور غور بند آ کر حسب مقدور راستہ پر قبضہ کرنے میں مشغول ہو گیا ۔ بادشاہ آب درہ سے ضحاک آئے ۔ شیر علی نے جنگ کی لیکن ہزیمت اٹھائی ۔ لشکر نے صحیح و سلامت دریا پار کر لیا اور دیہ افغان[2] نامی گاؤں میں جا ٹھہرا ۔ دوسرے دن میرزا کامران جنگ کے لیے میدان میں آیا ۔ النگ* میں شدید لڑائی ہوئی ۔ شروع میں تو میرزا کامران کے آدمیوں نے شاہی لشکر کو منتشر کر دیا[3] لیکن بالاخر میرزا ہندال ، قراچہ خان اور حاجی محمد خان کی کوششوں سے اس کے آدمیوں کو بری طرح سے شکست ہوئی ۔ شیر افگن قید ہو گیا ۔ آنحضرت کے سامنے پیش ہوا تو اسے قتل کر دیا گیا[4] ۔ میرزا کامران کے

---

۱ - نسخہ ج میں "قندھار" ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۶۰) میں "میرزا سلیمان کو وہی علاقہ ، جو حضرت گیتی ستان بابر بادشاہ نے میرزا سلیمان کے والد کو عطا فرمایا تھا ، عنایت فرمایا اور قندوز ، اندراب ، خوست ، کہمرد ، غور اور اس طرف کے علاقوں کو میرزا ہندال کی جاگیر قرار دیا"

۲ - نسخہ ج میں "دہ افغان"

۳ - نسخہ الف اور ب میں "دوسرے دن میرزا کامران نے شاہی لشکر کو منتشر کر دیا" ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۶۷) میں "دوسرے روز شیر افگن بیگ اور میرزا کامران کے سب آدمی جنگ کے لیے باہر نکلے اور النگ یرت چالاک میں زبردست جنگ ہوئی"

۴ - نسخہ ج میں "گرفتار ہو کر بادشاہ کے سامنے قتل کیا گیا"

* نسخہ ج میں "الیک" اور النگ بالضم بر وزن کلنگ : مرغزار ، چمن اور سبزہ زار ۔ یہ ترکی لفظ ہے اور النگ بفتحین بر وزن پلنگ : وہ دیوار ہے جسے رزم گاہ میں لشکر کی حفاظت کے لیے تعمیر کرتے ہیں ۔ ان لوگوں کو بھی (النگ) کہتے ہیں جو قلعہ کے باہر جا بجا قلعہ کی تسخیر اور قلعہ کے اندر اس کی حفاظت کے لیے تعینات کیے جاتے ہیں (فرہنگ آنند راج ، جلد اول ، صفحہ ۲۶۹)

بہت سے لشکری مارے گئے لیکن شیر علی، جو کہ شجاعت میں مشہور تھا، روز قلعہ سے باہر نکلتا اور جنگ کرتا تھا۔

اتفاقاً خبر ملی کہ ایک (تجارتی) کاروان کے پاس بہت سے گھوڑے ہیں۔ میرزا کامران نے شیر علی کو کچھ لوگوں کے ساتھ بھیجا کہ گھوڑوں کو شہر میں لے آئے۔ جنت آشیانی یہ سن کر قلعہ کے اور نزدیک آ گئے۔ چنانچہ قلعہ میں آمد و رفت کا راستہ مسدود ہو گیا[1]۔ شیر علی اور وہ لوگ واپس آئے تو قلعہ میں داخل ہونے کی کوئی راہ نہ ملی۔ اچانک میرزا کامران نے ارادہ کیا کہ جنگ کر کے شیر علی اور ان لوگوں کو قلعہ میں لے آئے لیکن باہر کے لوگوں کو پتہ چل گیا۔ جب وہ باہر آئے تو توپ و تفنگ کے گولوں نے انھیں واپس (جانے پر مجبور) کر دیا۔ باقی صالح اور جلال الدین بیگ، جو میرزا کامران کے ساتھی تھے، بادشاہ سے آ ملے۔ ادھر شیر علی اور اس کے ساتھی قلعہ میں داخلے سے مایوس ہو گئے اور اہل قلعہ پر عرصۂ حیات تنگ ہو گیا۔ میرزا کامران نے کمال بے مروتی سے کئی مرتبہ کہا کہ شاہزادہ اکبر میرزا کو قلعہ کے کنگرہ کے ساتھ، جہاں بہت زیادہ گولے گر رہے ہیں، بٹھا دیں لیکن ماہم انگہ شاہزادہ کو بغل میں لے لیتی اور خود کو اس کے آگے کر دیتی تھی۔ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے اس برگزیدہ انسان کی خود حفاظت کر رہے تھے۔ مختصر یہ کہ اہل کابل میں سے ایک بڑی جماعت قلعہ سے باہر نکلی اور جدھر کو منہ اٹھا بھاگ گئی۔ بادشاہ نے ایک فوج اس کے تعاقب میں بھیجی جس نے ان میں سے اکثر کو قتل اور گرفتار کر لیا۔ میرزا کامران کابل میں بے چین تھا۔ لشکریوں نے اطراف و جوانب سے آ کر بارگاہ شاہی کا رخ کیا۔ میرزا سلیمان نے بدخشان سے کمک بھیجی۔ قندھار سے الغ میرزا اور قاسم حسین میرزا کچھ ملازموں کے ساتھ مدد کو پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر میرزا کامران صلح کا طالب ہوا۔ آنحضرت نے، اس شرط پر کہ وہ خود حاضر خدمت ہو، اس کی درخواست قبول کر لی لیکن میرزا حاضری دینے سے ڈر گیا اور فرار ہونے کی سوچنے لگا۔ امرائے خانوادۂ چغتائی نے، جو محض اپنی گرمی بازار کی وجہ سے میرزا کامران

۱۔ نسخہ الف میں ''آ کر راستہ بند کر دیا''

کی گرفتاری پر راضی نہیں تھے ، اسے پیغام بھیجا کہ بادشاہ ایک دو دنوں میں قلعہ پر حملہ کریں گے[1] ، اس لیے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں ہے ۔

میرزا کامران نے ، جو ناموس بیگ اور قراچہ خان سے آزردہ خاطر تھا ، ناموس بیگ[2] کے تین کمسن بیٹوں کو قتل کر کے قلعہ کی دیوار سے نیچے پھینک دیا[3]۔ جو لوگ قلعہ کے اندر اور باہر تھے انھیں میرزا کامران کی بے مروتی پر دکھ ہوا ۔ اس کے علاوہ اس نے سردار بیگ ولد قراچہ خان کو قلعہ کے بالائی حصہ میں دیوار میں چن دیا[4]۔ بادشاہ نے قراچہ خان کی دلداری کی ۔ قراچہ خان قلعہ کے پاس جا کر چلایا کہ اگر میرا بیٹا قتل ہو گیا تو میرزا کامران اور میرزا عسکری بھی گرفتاری کے بعد قتل کر دیے جائیں گے ۔

جب میرزا کامران ہر طرف سے نا امید ہو گیا تو اس نے خواجہ نواز کی طرف سے قلعہ میں نقب لگائی[5] اور اس راستے سے ، جو باہر کے امراء نے بنا رکھا تھا ، قلعہ سے بھاگا[6]۔ آنحضرت نے حاجی محمد خان کو

---

۱ ۔ نسخہ ج میں "بادشاہ کل جنگ کرے گا"

۲ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۶۴) اور طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۶۹) میں "پابوس بیگ"

۳ ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۶۴) میں "میرزا کامران نے اپنی ہمت ناقص کو معصوم بچوں ، بے گناہ لڑکوں کے قتل اور پاکدامن خواتین کے دامن عصمت کو آلودہ کرنے میں صرف کرتے ہوئے پابوس کی بیوی کو اہل بازار کے سپرد کر دیا اور خود اس کے تین بیٹوں کو (جن میں سے ایک سات سال ، دوسرا پانچ سال اور تیسرا تین سال کا تھا) حد درجہ عذاب دے کر ہلاک کر دیا"

۴ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۶۴) میں "سردار بیگ ولد قراچہ بیگ اور خدا دوست ولد صاحب بیگ کو قلعہ کے کنگروں کے ساتھ اٹکا دیا"

۵ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۶۹) میں "خواجہ خضر کی جانب سے قلعہ کی دیوار میں نقب لگا کر"

۶ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۶۷) میں "میرزا نے اس گروہ کے اشارے پر دہلی دروازے سے باہر نکل کر (وہاں سے جہاں سے انھوں نے بتایا تھا) جمعرات کی رات سات ربیع الاول سنہ ۹۵۴ھ کو راہ فرار اختیار کی اور بدخشاں کی راہ لی ۔

اس کے تعاقب میں بھیجا ۔ حاجی مذکور میرزا کامران کے نزدیک پہنچا تو میرزا نے اسے پہچان لیا اور ترکی زبان میں کہا : ''بابا تشقہ نی من لدوب''[1]۔ حاجی چونکہ ہمیشہ فتنے کا طالب رہتا تھا (اس لیے اسے گرفتار کیے بغیر) واپس چلا گیا ۔

شہزادہ اکبر پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے مشرف ہوا تو آنحضرت مراسم شکر گزاری بجا لائے ۔ میرزا کامران جب قلعہ سے پریشان حال اور بے سروسامان کوہ کابل کے دامن میں پہنچا تو بعض سواروں سے مڈ بھیڑ ہو گئی[2]۔ جتنا بھی ساز و سامان اور مال و اسباب اس کے پاس تھا انھوں نے لوٹ لیا ۔ آخر ان میں سے ایک نے میرزا کامران کو پہچان کر انھیں بتایا ۔ قبیلہ ہزارہ کے سرداروں نے میرزا کو وہیں پہنچا دیا جہاں میرزا کا نوکر شیر علی موجود تھا ۔ ایک ہفتہ اس نواح میں قیام رہا ۔ جب کوئی ڈیڑھ سو سوار اس کے پاس جمع ہو گئے تو اس نے غور کا رخ کیا ۔ حاکم غور میرزا بیگ برلاس نے تین سو سواروں اور ایک ہزار پیادوں کے ساتھ میرزا سے جنگ کی مگر شکست کھائی ۔ اس جماعت کے گھوڑے اور ساز و سامان میرزا کے لشکریوں کے ہاتھ آ گئے ۔ مختصر یہ کہ اس میں کچھ طاقت آ گئی تو اس نے وہاں سے بلخ کا رخ کیا اور بلخ کے حاکم پیر محمد سے ملاقات کی جس کی مدد سے میرزا بدخشاں آیا اور غور اور طالقان[3] پر قابض ہو گیا ۔ اس کے لشکری اطراف و جوانب سے اس کی خدمت میں حاضر ہو گئے ۔ پیر محمد اپنے علاقے میں واپس چلا گیا ۔ میرزا نے سلیمان میرزا اور ابراہیم میرزا کا رخ کیا ۔ وہ

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''تسعہ نی بین الدروب'' اور طبقات اکبری (صفحہ ٦٩) میں ''بابا قشقہ قی من ایلدرب یعنی تیرے باپ بابا قشقہ کو میں نے قتل نہیں کیا ہے''

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ٧٠) ''کابل پہنچا ۔ اس کی ہزاروں سے مڈ بھیڑ ہوئی''

۳ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ٧٠) میں ''غوری اور بقلان''۔ نسخہ ج میں ''تالقان'' تائے قرشت سے لکھا گیا ہے

تاب مقاومت نہ لا کر طالقان سے کولاب کی جانب چلے گئے ۔ میرزا کامران ولایت بدخشاں کے بعض حصوں میں خود مختار بن بیٹھا ۔

قراچہ خاں اور دوسرے امراء ، جنہوں نے ان دنوں بڑی عمدہ خدمات سر انجام دی تھیں ، غرور میں آ کر آنحضرت سے کچھ اس قسم کی توقعات لگا بیٹھے جن کا پورا کرنا ان کے بس میں نہیں تھا ۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ خواجہ غازی وزیر کو قتل کر دیا جائے اور اس کی جگہ خواجہ قاسم کا تقرر عمل میں لایا جائے ۔ یہ بات خاطر مبارک پر گراں گزری اور انہوں نے ان کے حسب مدعا (ان کی درخواست کا) جواب نہ دیا ۔ لہذا ان امراء نے بوقت چاشت سوار ہو کر آنحضرت کے گلہ[1] کو ، جو خواجہ وبواج[2] میں تھا ، اپنے آگے آگے ہانکا اور خود بدخشاں کی طرف روانہ ہو گئے ۔ آنحضرت نے صبح لشکر جمع ہونے کے بعد سوار ہو کر ان کا تعاقب کیا[3]۔ باغی یلغار کرتے غور تک پہنچ گئے اور پل پار کرنے کے بعد اسے توڑ ڈالا ۔ آنحضرت کے هراول دستے کے لوگوں نے اس جماعت کے قریب پہنچ کر بعض کی تادیب کی ۔ رات ہوئی تو بادشاہ کابل کے لیے

---

۱ - طبقات اکبری کے قلمی نسخہ میں ''گلہ اسپان'' ہے

۲ - نسخہ ج میں ''خواجہ الواح''۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۷۲) میں ''اس دوران میں قراچہ خان نے استدعا کی کہ خواجہ غازی کی مشکیں کس کر میرے پاس بھیج دیں تاکہ اس کی گردن مار دوں اور اس کا منصب خواجہ قاسم تولہ کو عنایت فرما دیں ۔ چونکہ اس قسم کی باتیں حضرت جہانبانی سے کبھی سر زد نہیں ہوتی تھیں وہ ایک جماعت کثیر کو بسبب اپنی تیرہ بختی اور بد طالعی کے گمراہ کر کے بدخشاں کی جانب روانہ ہو گیا''

۳ - نسخہ ج میں ''آنحضرت نے قلعہ میں لشکر کے آنے کی اطلاع پا کر تعاقب کیا'' اور دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بادشاہ نے لشکر کے آجانے کی خبر سنی تو سوار ہو کر تعاقب کیا'' ۔ کتاب کے متن میں طبقات اکبری (جلد اول ، صفحہ ۷۰) سے نقل کیا گیا ہے

روانہ ہو گئے تا کہ اس کے بعد سفر بدخشان کی تیاری کی جائے[1]۔ ان لوگوں نے[2] میرزا کامران کے پاس جا کر[3] اور تیمور علی کو پنج شیر میں چھوڑ کر آنحضرت کے لشکر کی خبریں اسے پہنچائیں۔

آنحضرت نے بدخشان کا عزم کیا اور میرزا سلیمان، میرزا ابراہیم اور میرزا ہندال کو طلبی کے فرمان بھیجے۔ میرزا ابراہیم قلعہ کے راستے پنج شیر کے نواح میں آیا[4] اور تیمور علی کی خبر ملی تو اس پر چڑھائی کر کے اسے قتل کر دیا اور قرا باغ کابل میں شرف خدمت سے مشرف ہوا۔

میرزا کامران نے ان دنوں شیر علی کو اس کی درخواست کے مطابق میرزا ہندال کے استیصال کے لیے بھیجا۔ میرزا ہندال کے لشکریوں نے شیر علی کو پکڑ لیا۔ جس وقت میرزا ہندال (آنحضرت کی خدمت میں)

۱۔ نسخہ ج میں "جب رات ہوئی تو آنحضرت نے کابل کی طرف مراجعت کی تا کہ بدخشان کو مستقر بنانے پر توجہ فرمائیں"۔ نسخہ الف اور ب میں "کابل روانہ ہو گئے اور چاہا کہ سفر بدخشان پر توجہ دیں"

۲۔ طبقات اکبری (صفحہ ۱۰۷) میں "اس جماعت نے میرزا کامران کے پاس پہنچ کر تمر علی شغالی کو پنج شیر میں چھوڑ دیا"۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۷۳) میں "کوتاہ اندیشوں نے فرار ہو کر تمر علی شغالی کو (جو قراچہ خان کا وکیل تھا) پنج شیر میں چھوڑ دیا" اور نسخہ الف اور ب میں "پنجہر" اور نسخہ ج میں "تیجہر"

۳۔ نسخہ الف، ب اور ج میں "سلیمان میرزا کے پاس جا کر"۔ طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۱۰۷) میں "میرزا کامران کے پاس جا کر" اور اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۲۷۳) میں "کوتاہ اندیشوں نے فرار ہو کر شیر علی شغالی کو، جو قراچہ خان کا وکیل تھا، پنج شیر میں چھوڑ دیا تا کہ اس علاقہ میں خبردار رہے اور کابل کی خبریں پہنچاتا رہے اور خود کتل ہندو کوہ سے گزر کر کشم میں میرزا کامران سے جا ملے"

۴۔ نسخہ ج میں "تجہر میں آیا"۔ نسخہ الف میں "میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم کو قلعۂ برپالہ کے راستے سے پنجہر کے نواح میں فرمان واجب الاذعان پہنچایا"

آیا تو شیر علی کو قیدی کی صورت میں سامنے پیش کیا۔ آنحضرت نے کمال مروت سے اس کے گناہوں سے چشم پوشی کرتے ہوئے غور اسے مرحمت فرمایا۔ میرزا کامران قراچہ خان اور ان لوگوں کو، جو کابل سے آئے تھے، کشم میں چھوڑ کر خود طالقان چلا گیا۔ حضرت بادشاہ نے میرزا ہندال اور حاجی محمد خان کوکہ کو ایک جماعت کے ساتھ ہراول کے طور پر کشم کی جانب روانہ کیا[۱]۔ قراچہ خان نے میرزا کامران کو پیغام بھیجا کہ بادشاہ کے اکثر تجربہ کار لوگ میرزا ہندال کے ساتھ ہیں[۲] اور بادشاہ ابھی دور ہے۔ اگر یلغار کر کے میرزا ہندال کا تدارک کر لیں تو اس کے بعد آنحضرت سے لڑنا آسان ہو گا۔ میرزا کامران تیزی سے کشم آیا۔ رات کو دریائے طالقان پر جس وقت میرزا ہندال اور اس کے لشکری دریا پار کر چکے تھے (ان تک جا پہنچا) اور پہلے ہی حملے میں فتحیاب ہو کر میرزا ہندال اور اس کی جماعت کا سارا سامان لوٹ کر لے گیا[۳]۔ بادشاہ بھی اس دوران دریا کے کنارے پہنچ گئے اور اسے پار کرنے کی وجہ سے[۴] کچھ توقف واقع ہو گیا۔ دریا پار کر لیا تو حضرت کا ہراول کامران کے آدمیوں تک پہنچ گیا۔ شیخم خواجہ خضری اور اسماعیل بیگ دولدای کو گرفتار کر کے بادشاہ کے حضور لے آئے۔ میرزا کامران آنحضرت کے ہراول پر حملے کے ارادے سے واپس لوٹ آیا۔ جب ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو بادشاہ کے جھنڈے نظر آئے۔ میرزا کامران توقف کی تاب نہ لا کر طالقان کی طرف نکل گیا اور وہاں جو کچھ تھا اسے برباد کر دیا[۵]۔

۱۔ نسخہ ج میں ''ایک دوسری جماعت کشم کی جانب''
۲۔ طبقات اکبری (صفحہ ۷۱) میں ''میرزا کامران کو خبر بھیجی کہ میرزا ہندال کے ساتھ بہت کم جمعیت ہے''
۳۔ نسخہ الف میں ''انہوں نے ویران کر دیا''
۴۔ طبقات اکبری (صفحہ ۷۱) میں ''راستہ پیدا کرنے کے لیے''
۵۔ نسخہ ج میں ''اور جو کچھ تھا لوٹ لیا'' اور طبقات اکبری (صفحہ ۷۲) میں ''جو کچھ کہ انہوں نے لوٹ لیا تھا اور جو کچھ ان کے پاس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

میرزا مذکور نے ازبکوں سے مدد طلب کی ۔ ان سے نا امید ہو گیا تو نہایت پریشان ہو کر عجز و انکسار کا واسطہ اختیار کیا اور مکہ معظمہ جانے کی اجازت مانگی ۔ آنحضرت نے پھر رحم فرما کر اس کی درخواست قبول کر لی لیکن اس شرط پر کہ باقی امراء کو دربار میں بھیج دے[1]۔ میرزا کامران نے صرف پابوس بیگ[2] کا گناہ معاف کرنے کی درخواست کی جبکہ دوسرے امراء کو خدمت میں بھیج دیا ۔ وہ خجل اور شرمسار بارگاہ میں حاضر ہوئے ۔ آنحضرت نے ان کے گناہ بخش دیے ۔ میرزا کامران قلعہ سے باہر آ کر دو فرسخ تک چلا گیا کیونکہ اسے خیال نہیں تھا کہ آنحضرت باوجود قدرت کے اس کے گناہ بخش دیں گے اور اپنے حال پر چھوڑ دیں گے[3]۔ اس مہربانی پر نہایت شرمندہ ہو کر حاضری کا ارادہ کر لیا ۔ جب یہ بات آنحضرت تک پہنچی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور میرزاؤں کو اس کے استقبال کے لیے بھیج دیا ۔ بوقت حاضری بڑی مہربانی سے پیش آئے اور میرزا کامران کے لیے اسباب (سلطنت) از سر نو

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

تھا لٹوا دیا" ۔ اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۲۷۶) میں اس واقعے کا مہینہ اور سال جمادی الآخر ۹۵۵ھ دیا گیا ہے اور صفحہ ۲۷۷ پر ذکر کیا گیا ہے کہ ساز و سامان کے سلسلہ میں قلنچیوں میں نزاع پیدا ہو گیا ۔ حضرت نے ہرل کا حکم دیا یعنی جو کچھ جس کسی کے ہاتھ لگے اسی کا ہو جائے اور کوئی دوسرا اس پر نظر نہ رکھے ۔ فرہنگ آنند راج (جلد دوم ، صفحہ ۹۸۵) میں ہے : قلنچی (بالضم و لام مشدد مضموم و سکون قاف ثانی اور کسر جیم فارسی) وہ جو نوکر تو ہو لیکن بادشاہ کا نوکر نہ ہو ۔ خدمتگار کے معنوں میں آیا ہے

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں "دربار میں بھیج دے ۔ وہ نادم اور شرمسار ہو کر دربار میں آئے ۔ آنحضرت اس کے گناہ"

۲ ۔ نسخہ ج میں "ناموس بیگ"

۳ ۔ نسخہ ج میں "آنحضرت باوجود قدرت اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیں گے"

مہیا ہو گئے[1]۔ تین روز تک اسی منزل میں قیام فرمایا اور ضیافتیں اور جشن ترتیب دیے گئے ۔ اس کے بعد ولایت کولاب میرزا کامران کی جاگیر کے طور پر مقرر ہوئی ۔ میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم کشم میں رہ گئے ۔ ایک بہت بڑا لشکر کابل کی طرف روانہ ہوا ۔ سردیوں کے شروع میں کابل میں پڑاؤ رہا ۔ حکم صادر ہوا کہ لشکری تیار ہو جائیں ۔ سال کے آخر میں[2] بادشاہ بلخ کی تسخیر کے لیے روانہ ہوئے[3] اور کسی شخص کو میرزا کامران ، میرزا عسکری ، میرزا ابراہیم اور میرزا ہندال کو طلب کرنے کے لیے بھیجا ۔ جب آنحضرت ولایت بدخشاں میں آئے تو سب حاضر خدمت ہو گئے ۔ میرزا کامران اور میرزا عسکری پھر مخالفت اختیار کرتے ہوئے حاضر نہ ہوئے ۔ آنحضرت کوچ بکوچ قلعہ ایبک[4] میں آئے ۔ اتالیق پیر محمد خان ، حاکم بلخ ، امراء کی ایک جماعت کے ساتھ قلعہ میں محصور ہو گیا ۔ آنحضرت نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا ۔ ازبک پریشان ہو کر امان حاصل کر کے قلعہ سے باہر آ گئے ۔

---

۱ - نسخہ ج میں ''پھر سے مرتب ہو گئے''

۲ - اکبر نامہ (صفحہ ۱۸۵) میں ''سنہ ۹۵۶ھ کے اوائل میں''

۳ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۳) ''تسخیر بلخ کے ارادے سے کابل سے روانہ ہوئے ۔ ایک شخص کو میرزا کامران اور میرزا عسکری کو بلانے کے لیے کولاب روانہ کیا ۔ میرزا ہندال اور میرزا سلیمان ، جب آنحضرت بدخشاں آئے تو ، حاضر خدمت ہوئے اور میرزا ابراہیم نے میرزا سلیمان کی درخواست پر کشم میں پڑاؤ ڈالا ۔ میرزا کامران اور میرزا عسکری نے ایک بار پھر مخالفت کی اور حاضری کے لیے نہیں آئے ۔ آنحضرت کوچ بکوچ قلعہ ایبک کے پاس پہنچے''۔ اکبر نامہ (صفحہ ۲۸۵) میں ''میرزا ہندال ، میرزا عسکری ، میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم کے لیے (جو لوازم سفر اور فوج تیار کرنے میں مصروف تھے) جلد پہنچنے کے احکام صادر فرمائے''

۴ - نسخہ ج میں ''قلعہ اتک'' اور اکبر نامہ (صفحہ ۲۸۶) میں ''ایبک کو ، جو بلخ کے مضافات میں سے ہے اور آب و ہوا کی خوبی ، آبادانی اور میووں کی فراوانی کی وجہ سے ممتاز ہے ، ازبکوں سے چھڑائیں''

چونکہ میرزا کامران حاضر خدمت نہیں ہوا تھا امراء نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ ایسا نہ ہو جب لشکر بلخ کا رخ کرے تو میرزا کامران پھر کابل کی تسخیر کا ارادہ کر لے - آنحضرت نے فرمایا: "ہم نے اس پر حملہ کا مصمم ارادہ کر لیا ہے لہذا توکل بخدا روانہ ہوتے ہیں" - پائے سعادت رکاب خوشبختی میں رکھتے ہوئے بلخ کا رخ کیا - امراء اور اکثر سپاہی[1] میرزا کامران کے نہ آنے کی وجہ سے پریشان خاطر تھے - جب نواح بلخ میں پہنچے تو لشکر کے پڑاؤ ڈالتے وقت شاہ محمد سلطان ازبک تین سو سواروں[2] کے ساتھ وہاں پہنچ گیا اور کچھ لوگ اس کو مار بھگانے کے لیے روانہ ہوئے - زبردست جنگ ہوئی - محمد خان قورچی[3] کا بھائی کابلی اس معرکہ میں مارا گیا - مشہور ازبکوں میں سے ایک گرفتار ہوا - دوسرے دن پیر محمد خان شہر سے باہر آیا تو عبدالعزیز خان ولد عبداللہ خان اور سلاطین حصار بھی اس کی مدد کے لیے آ گئے - اگلے دن دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی - آنحضرت نے اپنے بدن بے بدل کو الٰہی اسلحہ سے آراستہ کر رکھا تھا - میرزا ہندال ، میرزا سلیمان اور حاجی محمد خان نے دشمن کے ہراول دستے کو شکست دے کر شہر کی جانب بھگا دیا - پیر محمد خان اور اسکے ساتھی بھی پلٹ کر شہر میں آ گئے - چونکہ کامران کے نہ آنے کی وجہ سے بعض چغتائی امیروں نے ، جو پریشان تھے کہ ان کے اہل و عیال کابل میں ہیں ، اس رات کو جس کی صبح بلخ ان کے قبضے میں آ جاتا ، جمع ہو کر عرض کیا کہ بلخ کے جوئبار سے گزرنا آپ کے مفاد میں نہیں - لہذا بہتر یہ ہے کہ درۂ گز کی طرف جا کر لشکر کے لیے ایک مستحکم مقام معین کر لیں - تھوڑی سی مدت میں بلخ کے سب لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے - ان کا اصرار اس حد تک بڑھا کہ آنحضرت نے وہاں سے کوچ کیا - چونکہ درۂ گز کابل کی طرف[4] ہے اس لیے دوست دشمن ،

---

۱ - نسخہ الف اور ج میں "اکثر امراء اور سپاہی"

۲ - نسخہ الف اور طبقات اکبری (صفحہ ۷۳) میں "تین ہزار سوار"

۳ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۳) میں "محمد قاسم خان موجی کا بھائی"

۴ - نسخہ الف میں "درۂ کابل کی جانب"

جو اس مشورے سے ناواقف تھے ، سب نے اسے پسپائی تصور کیا - ازبکوں نے شہ پا کر تعاقب کیا - میرزا سلیمان اور حسن قلی[1] سلطان سردار نے ، جو لشکر کے عقب کی حفاظت کے لیے پیچھے رہ گئے تھے ، ازبکوں کے ہراول سے جنگ کی مگر شکست کھائی اور کابل کے لشکر ، جو وہاں جانا چاہتا تھا ، سے ہر کوئی کسی نہ کسی طرف بھاگ نکلا اور اختیار ہاتھ سے جاتا رہا - مخالفوں میں سے تیس ہزار افراد پہنچ گئے - آنحضرت اس معرکے میں بنفس نفیس مخالفوں پر حملہ کر کے نیزے کی ضرب سے دو اشخاص[2] کو گرا کر میدان جنگ سے باہر آ گئے[3] - میرزا ہندال ، تردی بیگ اور منعم خان نے لڑائی کے دوران بڑی بہادری کا مظاہرہ کیا - بادشاہ پھر کابل واپس آ گئے - وہ سال وہیں گزارا[4] -

میرزا کامران کولاب میں تھا[5] - چاکر بیگ کولابی نے دوبارہ مخالفت شروع کر دی - میرزا کامران نے میرزا عسکری کو اس کے ساتھ جنگ کے لیے بھیجا - میرزا عسکری نے شکست کھائی - اس طرف سے میرزا سلیمان اور میرزا ہندال نے اس پر حملہ کر دیا[6] - میرزا کامران تاب مقاومت

---

۱ - اکبر نامہ (صفحہ ۲۹۰) میں "حسین قلی"

۲ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۴) میں "نیزے کی ضرب سے ایک شخص کو"

۳ - اکبر نامہ (صفحہ ۲۹۰) میں "حضرت جہاں بانی نے بنفس نفیس ... عجیب و غریب معرکے انجام دیے اور اس بیشۂ شیران نبرد میں زریں فام رخش جہاں گرد ... تیر کھا کر گر پڑا - حیدر محمد آختہ اپنا گھوڑا اس پیشوائے دین و دولت کو پیش کر کے اس خدمت سے سرفراز ہوا اور حمایت ایزدی نے اس صاحب سریر بزرگی کی حفاظت فرماتے ہوئے اسے محفوظ مقام تک پہنچا دیا"

۴ - اکبر نامہ (صفحہ ۲۹۴) میں "اواسط ۹۵۷ ہلالی (ہجری قمری) میں کابل سے رایت عزیمت لہراتے ہوئے اس مناسب سمت کا رخ کیا"

۵ - تینوں نسخوں الف ، ب اور ج میں "میرزا منعم"

۶ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۵) میں "میرزا سلیمان اور میرزا ابراہیم نے کشم اور قندوز سے اس کا قصد کیا"

نہ لاتے ہوئے رستاق[1] کے قریب پہنچا تو اس پر ازبکوں نے حملہ کر کے اس کا سارا ساز و سامان لوٹ لیا[2] - میرزا کامران نے پریشان حالی میں چاہا کہ ضحاک کے راستے[3] ہزارہ میں آ جائے[4] - آنحضرت کو معلوم ہوا تو امراء اور لشکریوں کی بہت بڑی جمعیت کو (ضحاک اور بامیان روانہ کیا) - قراچہ خان ، قاسم حسین اور دوسرے امرائے بے نصیب و بے وفا نے ، جو بادشاہ کی خدمت میں تھے ، کسی شخص کو اس کے پاس کہلا بھیجا کہ اسے چاہیے قبچاق کے راستے سے آئے تا کہ جنگ کے وقت ہم سب آپ کی خدمت میں آ جائیں - جب میرزا کامران نمودار ہوا تو قراچہ خان اور اس کے ساتھی بے مروتی کی خاک سر میں ڈال کر اس سے جا ملے اور اس کی طرف سے لڑنے کے لیے خم ٹھونک کر کھڑے ہو گئے - آنحضرت کے ساتھ بہت کم لوگ تھے - انہوں نے بڑی جرأت کے ساتھ پائے ثبات جمائے اور زبردست جنگ لڑی - حسن قلی ، سلطان محمد اور احمد بیگ ولد میرزا قلی[5] اس جنگ میں گہرے زخم کھا کر گھوڑوں سے گر پڑے - آنحضرت نے بنفس نفیس خود کوشش فرمائی - جس کے نتیجہ میں فرق مبارک پر تلوار کے دو زخم[6] لگے اور ان کی سواری کا گھوڑا بھی زخمی ہو گیا مگر وہ اپنی چابک دستی سے[7]

---

۱ - نسخہ ج میں "دو سال" اور نسخہ الف میں "روشاق"

۲ - اکبر نامہ (صفحہ ۲۹۲) میں یہ واقعات بتفصیل بیان کیے گئے ہیں

۳ - نسخہ ج میں "کامران نے چاہا کہ راستے سے"

۴ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۵) اور اکبر نامہ (صفحہ ۲۹۳) میں "ضحاک اور بامیان کے راستے کسی نہ کسی طرح خود کو ہزارہ قبائل تک پہنچایا"

۵ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۵) میں "پیر محمد آختہ بیگی اور احمد ولد میرزا قلی اس جنگ میں مارے گئے - میرزا قلی زخمی ہو کر گھوڑے سے گر پڑا"

۶ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۵) میں "ایک تلوار کا زخم ماتھے پر"

۷ - ایضاً - "آنحضرت تیروں کی بوچھاڑ کرتے ہوئے دشمنوں کو بھگا کر صحیح و سلامت باہر نکل گئے"

میدان جنگ سے باہر نکل آئے[1] اور مخالفوں کو اپنے پاس سے ہٹاتے ہوئے صحیح و سالم بچ کر نکل گئے اور بامیان کی طرف تشریف لے گئے تاکہ وہ لوگ جو اس طرف چلے گئے تھے ان سے مل جائیں - میرزا کامران نے ایک بار پھر کابل پر قبضہ کر لیا -

آنحضرت اس وقت حاجی محمد ، اور جو لوگ ساتھ تھے ، کے ہمراہ بدخشان کی جانب تشریف لے گئے - انہوں نے شاہ بداغ خان ، تولک ، مجنوں اور باقی سب کو ، جو کل دس آدمی تھے ، خبر گیری کے لیے کابل کی طرف روانہ کیا لیکن تولک کے سوا اس جماعت میں سے کوئی واپس نہ آیا - آنحضرت کو نوکروں کی بے وفائی پر تعجب ہوا - انہوں نے اندراب کے نواح میں قیام فرمایا - سلیمان میرزا ، ابراہیم میرزا اور میرزا ہندال کو جب (حضرت کے آنے کی) خبر ملی تو اپنے لشکریوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو گئے - بعد ازاں انہوں نے کابل کا رخ کیا - میرزا کامران قصبہ اہرام کے قریب[2] قراچہ خان اور کابلی لشکر کے ہمراہ مقابلے پر آیا - دونوں طرف کے لوگوں نے صف آرائی کی - اسی دوران خواجہ عبدالصمد مصور[3] کامران سے بھاگ کر آنحضرت کے پاس آیا اور مورد نوازش قرار پایا - میرزا کامران تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے دامن کوہ[4] میں چلا گیا اور قراچہ خان گرفتار ہو گیا - جب ایک شخص

---

۱ - نسخہ ج میں "سپاہیوں کی طرف" اور طبقات اکبری میں "ضحاک اور بامیان کی جانب"

۲ - نسخہ الف میں "قلعہ اسرام کے نیچے میرزا کامران" اور طبقات اکبری (صفحہ ۷۶) میں "عقبہ اور اشترگرام کے درمیان میرزا کامران" اور اکبر نامہ (صفحہ ۳۰۳) میں "جب موکب عالی اشترگرام کے قریب پہنچا تو میرزا کامران"

۳ - نسخہ ج میں "عبد الصمد منصور"

۴ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۷) "کوہ مند رود"

اسے حضور میں لا رہا تھا[1] تو علی بھاری کے بیٹے نے ، جس کے بھائی کو اس نے قتل کر دیا تھا ، اسے پہچان لیا اور موقع پا کر اس کو مار ڈالا ۔ میرزا عسکری بھی اس رات بادشاہ کے لشکریوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا ۔ بادشاہ مظفر و منصور کابل واپس آئے اور ایک سال کابل میں گزارا ۔

دوسرے سال موقع پرست سپاہیوں کی ایک جمعیت بھاگ کر میرزا کامران سے جا ملی اور تقریباً ڈیڑھ ہزار سوار اس کے پاس جمع ہو گئے ۔ آنحضرت دو ایک بار پھر میرزا کامران کے استیصال کے لیے[2] نکلے مگر وہ تاب مقاومت نہ لا سکا[3] ۔ اتفاقاً افغان اس کے اردگرد جمع ہو گئے ۔

---

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۷۷) میں "راستے میں قنبر علی سھاری جس کا بھائی قراچہ خان کے حکم سے قندھار میں قتل کر دیا گیا تھا" اور اکبر نامہ (صفحہ ۳۰۴) میں "قمر علی سھاری (جو کہ میرزا ہندال کے ملازمین میں سے تھا اور جس کے بھائی کو قراچہ خان نے قندھار میں قتل کر دیا تھا) عقب سے آن پہنچتا ہے اس کے خود کو اٹھا کر تلوار اس کے سر پر مارتا ہے اور اس کا سر کاٹ کر دربار میں لے آتا ہے"

۲ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۷۶) میں "مجبوراً آنحضرت میرزا کامران کے استیصال کے لیے لمغانات کی سمت روانہ ہوئے"

۳ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۷۶) میں "وہ تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے مہمند ، خلیل ، داؤد زئی کے افغانوں اور لمغانات کے خانوں کے ہمراہ سندھ کی جانب بھاگ گیا ۔ لمغانات میں کچھ عرصہ شکار میں مشغول رہنے کے بعد پھر کابل کی طرف مراجعت فرمائی ۔ میرزا کامران ایک بار پھر افغانوں کے درمیان آ گیا ۔ آنحضرت دوسری بار پھر اس کے قلع قمع کے لیے روانہ ہوئے اور بیرم خان ، حاکم قندھار ، کو فرمان بھیجا کہ جیسے بھی ہو سکے غزنی پہنچ کر حاجی محمد خان کو گرفتار کر لے ۔ حاجی محمد خان نے ایک شخص کو میرزا کامران کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ کو غزنی پہنچنا چاہیے کیونکہ میں آپ کا بندۂ فرمان ہوں ۔ غزنی کی ولایت آپ سے متعلق ہے ۔ میرزا کامران ولایت پشاور سے"

بادشاہ نے بیرم خان کو فرمان بھیجا کہ خود کو غزنی پہنچائے۔ میرزا کامران نے ولایت پشاور سے بنگش اور گردیز کے راستے غزنی کا رخ کیا لیکن اس کے آنے سے پہلے ہی بیرم خان غزنی پہنچ گیا[۱]۔ حاجی (محمد خان) مجبوراً اس کے پاس چلا گیا[۲]۔ دونوں مل کر کابل آئے۔ میرزا کامران کو راستے میں حاجی کے کابل جانے کا علم ہوا تو پشاور واپس چلا گیا۔ آنحضرت نے نواح بامیان سے کابل کی طرف[۳] مراجعت فرمائی۔ چند روز اس سے پہلے کہ آنحضرت (کابل میں) تشریف فرما ہوتے حاجی کابل سے بھاگ کر غزنی چلا گیا۔ بادشاہ نے بیرم خان کو بہت سے امراء کے ساتھ اس کے قلع قمع کے لیے بھیجا۔ وہ پھر بیرم خان کے ساتھ بارگاہ شاہی میں آ کر مورد عنایات قرار پایا۔

میرزا عسکری کو[۴] خواجہ جلال الدین محمد[۵] حسب الحکم بدخشان

۱۔ دونوں نسخوں الف اور ج میں ''میرزا غزنی پہنچ گیا تھا'' شاید کاتب کی غلطی سے لفظ 'او' ساتھ مل گیا ہے۔ اصل نسخہ میں عبارت شاید اس طرح تھی ''وہ (بیرم خان) غزنی پہنچ چکا تھا۔ یہاں طبقات اکبری (جلد دوم، صفحہ ۷۷) سے عبارت نقل کی گئی ہے تا کہ مطلب واضح ہو جائے

۲۔ نسخہ ج میں ''میرزا کامران ولایت میں خبر پا کر یکا یک پشاور لوٹ گیا''

۳۔ طبقات اکبری (صفحہ ۷۷) میں ''حضرت جنت آشیانی نے لمغانات سے کابل کی طرف مراجعت فرمائی'' اور نسخہ ج میں ''آنحضرت نے اس کے مضافات سے کابل کی طرف''

۴۔ اکبر نامہ (صفحہ ۳۰۸) میں ''میرزا سلیمان کو حکم عالی پہنچا کہ میرزا عسکری کو بلخ کے راستے سفر حجاز پر بھیجنے کی تیاری کرے۔ حکم عالی کی تعمیل کرتے ہوئے میرزا عسکری کو بلخ کی جانب روانہ کر دیا۔ سنہ ۹۶۵ میں شام اور مکہ کے درمیان اس کا پیمانۂ عمر لبریز ہو گیا

۵۔ اکبر نامہ (صفحہ ۳۰۷) اور طبقات اکبری (صفحہ ۷۷) میں ''خواجہ جلال الدین محمود'' لکھا ہے

لے گیا[1] اور میرزا سلیمان کے سپرد کر دیا تا کہ اسے بلخ کے راستے سے مکہ جانے کی اجازت دے - میرزا سلیمان نے اسے بلخ بھیج دیا - میرزا عسکری کے ایام زندگانی اسی سفر میں اختتام کو پہنچے -

میرزا کامران کو مہمند افغانوں نے اپنی حفاظت میں رکھا اور اس کی مدد کے لیے آمادگی ظاہر کی - آنحضرت نے بار دیگر اس کے قلع قمع کا عزم کیا -

اس یورش میں حاجی محمد بسبب کثرت جرائم مع اپنے بھائی کے قتل ہو گیا - اس مرتبہ میرزا کامران نے افغانوں کی مدد سے شاہی لشکر پر شب خون مارا - میرزا ہندال نے اسی رات شہادت پائی[2] -

پھر بھی میرزا کامران سے کچھ نہ بن پڑا اور بھاگ کھڑا ہوا - میرزا ہندال کے خدم و حشم ، شاہزادۂ عالمیان ، جلال الدین محمد اکبر،کو مرحمت ہوئے - ولایت غزنی بھی ، جو اس کی جاگیر میں تھی ، توابع اور ملحقات کے ساتھ ، شہزادہ کو دے دی گئی -

میرزا کامران کی ، جب بادشاہ اس کے خلاف روانہ ہوئے ، افغان محافظت نہ کر سکے - وہ ہر طرف سے مایوس[3] ہو کر ہندوستان کی طرف چلا گیا[4] - اس کے تمام اہل و عیال کو افغانوں نے لوٹ لیا - بادشاہ پھر

---

۱ - نسخہ الف اور ج میں "بدخشاں لے گیا اور سلیمان کے ہمراہ ، جو بغیر اجازت کے چلا گیا تھا ، بلخ بھیج دیا
۲ - اکبر نامہ (صفحہ ۳۱۳-۳۱۴) میں میرزا ہندال کی شہادت کا واقعہ تفصیل سے بیان ہوا ہے - نیز یہ بھی لکھا ہے کہ "اس کی شہادت کی تاریخ لفظ "شبخون" (۹۵۸) سے نکال"
۳ - نسخہ ج میں "وہیں سے ملول ہو کر ہندوستان چلا گیا - تمام افغان لٹ گئے"
۴ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۸) میں "بھاگ کر ہندوستان میں سلیم خان افغان کے پاس چلا گیا"

کابل واپس آ گیا[1] - میرزا کامران نے جب اسلام خان* سے حسن سلوک نہ دیکھا تو آزردہ خاطر ہو کر کوہستان[2] کے علاقہ میں چلا آیا اور بڑی کوشش سے اپنے آپ کو سلطان گکھر* تک پہنچایا[3] - سلطان (آدم) اس کو بحفاظت بارگاہ میں لے آیا - پرہالہ کے نواح[4] میں آنحضرت نے اس کے جرائم سے درگزر کیا لیکن لشکریوں اور خانوادۂ چغتائی کے افراد نے ، جنہوں نے میرزا کی مخالفت کے باعث گونا گوں تکلیفیں اور دکھ اٹھائے تھے ، بالاتفاق آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ میرزا چونکہ طبعاً فتنہ انگیز ہے اس لیے پھر نقض عہد کرے گا - ان کے اصرار پر آنحضرت مجبوراً اس کو اندھا کرنے پر رضامند ہو گئے - چنانچہ (حسب دستور) علی دوست ، سید محمد[5] اور غلام علی شش انگشت نے

۱ - نسخہ الف میں "پھر کابل آ گیا - چند دنوں کے بعد جب لشکریوں نے آرام کر لیا تو نیاس اور گردیز کے راستے ہندوستان کا عزم کیا - سب لوگوں نے تنخواہ کے علاوہ خلعت پائے - اس نے دنکوٹ اور نیلاب کے درمیان دریائے سندھ کو عبور کیا - میرزا کامران نے جب سلیم خان سے" اور طبقات اکبری (صفحہ ۷۸) میں "آنحضرت نے کابل کی طرف مراجعت کی اور چند دنوں کے بعد جب لشکر نے آرام کر لیا تو بنگش اور گردیز کے راستے ہندوستان کا عزم کیا اور اطراف و جوانب میں جتنے بھی سرکش تھے ان کی کماحقہ تادیب کی اور آنحضرت نے دنکوٹ اور نیلاب کے درمیان دریائے سندھ عبور کیا - چونکہ میرزا کامران نے سلیم خان سے"

۲ - طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۷۸) میں "کوہستان سوالک"

۳ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۷) میں "سلطان آدم گکھڑ کی ولایت میں پہنچا دیا"

۴ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۸) میں "پرہالہ کے مضافات"

۵ - نسخہ الف میں "سید محمد کا ایک حجام تھا جس نے نشتر کی نوک سے آنکھ کو" اور نسخہ ج میں "سید محمد ، جو کہ راجہ (نائی) تھا ، نوک نشتر سے میرزا کی آنکھ کو" - طبقات اکبری (صفحہ ۷۸) سے نقل کیا گیا -

* - اسلام شاہ سوری ؟ ... (آ ا)

* - آدم گکھڑ ؟ — (آ ا)

نشتر سے میرزا کی آنکھوں کو بینائی کے نور سے عاری کر دیا[1]۔ اس واقعے کے بعد میرزا نے مکہ جانے کی اجازت مانگی اور حسب دلخواہ ساز و سامان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ وہیں زندگی کی امانت کارکنان قضا و قدر کے سپرد کر دی[2]۔

بادشاہ قلعہ رہتاس کے دامن میں پہنچے اور عزم فرمایا کہ کشمیر کو فتح کریں۔ چونکہ امراء سفر کشمیر اور اس کی صعوبت اٹھانے پر راضی نہیں تھے[3] وہاں سے لوٹ کر انھوں نے قلعہ بکرام[4] کی تعمیر کا اہتمام شروع کر دیا۔ تمام لشکریوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ قلعہ

---

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ۷۸) میں "اس واقعہ کی تاریخ لفظ "نیشتر" (۹۶۰) سے نکالی" اور اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۳۲۸) میں "یہ واقعہ اواخر ۹۶۰ میں پیش آیا اور خواجہ محمد مؤمن فرنخودی نے اس واقعہ کی تاریخ لفظ "نیشتر" (۹۶۰) سے نکالی تھی"

۲ - اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۳۳۱) میں "گیارہ ماہ ذی الحجہ (۹۶۴) کو منیٰ میں دعوت حق پر لبیک کہتے ہوئے محمل عدم باندھا" اور تاریخ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۴۵۵) میں "میرزا نے حج کی اجازت لی، سندھ کے راستے مکہ معظمہ روانہ ہوا اور اور اپنی بیوی کو، جو میرزا شاہ حسین ارغون کی لڑکی تھی، ساتھ لے گیا اور تین حج کرنے کے بعد ۱۱ ذی الحجہ ۹۶۴ھ کو وہیں پر فوت ہو گیا"

۳ - نسخہ ج میں "بادشاہ کو اس قلعے پر رشک آیا اور سفر کشمیر کا ارادہ کیا۔ چونکہ کشمیر کے راستے اور اس کے سفر سے ناخوش تھے"۔ رہتاس سے مراد وہ قلعۂ رہتاس ہے جو شیر شاہ نے پنجاب میں تعمیر کیا تھا۔

۴ - اکبر نامہ (صفحہ ۳۳۱) میں "جب موضع بکرام (جو پشاور کے نام سے مشہور ہے) میں فاتحانہ انداز میں خیمے نصب ہو گئے تو، چونکہ بد فطرت افغانوں نے وہاں کا قلعہ برباد کر دیا تھا، طے پایا کہ قلعہ کو پھر سے تعمیر کر کے اور خیر خواہوں کی ایک جماعت کو وہاں چھوڑ کر کابل کی طرف کوچ فرمائیں"

تعمیر کیا ۔ اس کے بعد کابل تشریف لائے اور شاہزادۂ عالمیان کو غزنی کے لیے رخصت فرمایا ۔

اس دوران میں اسلام شاہ[1] کی وفات اور امرائے ہندوستان کی آپس کی پھوٹ اور نا اتفاق کی خبر پہنچی تو خاطر عاطر میں آیا کہ ہندوستان کو دوبارہ فتح کریں ۔ اس اثنا میں جب حاسدوں نے عرض کیا کہ بیرم خان مخالفت پر آمادہ ہے تو آنحضرت نے قندھار جانے کا عزم کیا ۔ بیرم خان تین منزل آگے بڑھ کر استقبال کے لیے آیا اور اس قدر خیر خواہی کا اظہار کیا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں تھا ۔ قندھار سے مراجعت[2] فرمائی تو اسے منعم خان کے سپرد کر دیا ۔ اس نے عرض کیا کہ چونکہ آپ ہندوستان کی فتح کا ارادہ رکھتے ہیں اس لیے اس وقت حکام کا تغیر و تبدل لشکر میں تفرقہ کا باعث ہو گا ۔ ہندوستان فتح ہو جائے تو پھر موقع کے مطابق عمل کیجیے گا ۔ چنانچہ انہوں نے قندھار کو ویسے ہی بیرم خان کے پاس رہنے دیا اور زمین داور کا علاقہ بطور جاگیر بہادر خان کو عطا کیا ۔ بعد ازاں آنحضرت رایات جاہ و جلال کے ساتھ کابل تشریف لائے[3] اور ہندوستان پر یورش کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ج میں ''سلیم خان کی وفات کی خبر''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''دوران مراجعت''

۳ ۔ نسخہ الف میں ''عظیم لشکر پھر کابل کی طرف روانہ ہوا''

ہمایوں کی یورش
تسخیر ہندوستان کے لیے

ایک روز حسب اتفاق سیر و شکار کے لیے نکلے تو فرمایا: "ہندوستان پر حملہ کا خیال دل میں ہے۔ بہتر ہو گا اس وقت تین آدمی جو پے در پے نظر آئیں[1] ان کا نام و نشان پوچھ کر فال نکالی جائے"۔ چنانچہ جو شخص سب سے پہلے آیا اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا: "میرا نام دولت خواجہ ہے" - یہ پہلی بشارت تھی۔ جب کچھ راستہ طے کیا تو دوسرا شخص سامنے آیا۔ جب اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام مراد خواجہ بتلایا۔ جب اس سے ذرا آگے بڑھے تو تیسرا آدمی آگے آیا۔ جب اس سے پوچھا تو اس نے کہا: "میرا نام سعادت خواجہ ہے"۔ آنحضرت گھوڑے سے اترے اور سجدات شکر بجا لائے کہ ایسی مبارک فال نکلی ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ نے ہندوستان کی سلطنت عنایت فرمائی ہے۔ میری تین پشتوں میں بڑے عالیشان بادشاہ ہوں گے اور ہندوستان کی حکومت سالہا سال میری اولاد میں رہے گی۔ امراء نے بھی اس خوش خبری پر، جو بذریعہ فال عالم غیب سے ملی، خوشیاں منائیں[2] کہ در سعادت کھل گیا ہے۔

۱۔ نسخہ الف میں "تین شخص جو آگے پیچھے آئیں"

۲۔ نسخہ ج میں "اس خوش خبری کی بنا پر عالم غیب سے امید بندھ گئی اور جشن مسرت منانے لگے تا آنکہ سنہ ۹۶۱ھ آنحضرت" اور طبقات اکبری میں "ذی حجہ سنہ ۹۶۱ھ" اور اکبر نامہ (صفحہ ۳۴۰) میں "ذی الحجہ (۹۶۱) کے وسط میں ایک مبارک گھڑی عنان عزیمت والا ممالک ہندوستان کی جانب موڑی"

آنحضرت نے ۹۶۱ھ میں پائے سعادت رکاب خوشبختی میں رکھا۔ میرزا کامران ، میرزا عسکری ، میرزا ہندال ، میرزا یادگار ناصر اور میرزا سلیمان کی افواج بھی لشکر گران کے ہمراہ روانہ ہوئیں۔ پشاور پہنچے تو بیرم خان بھی قندہار سے آ کر حاضر خدمت ہو گیا[1]۔ رایات جاہ و جلال دریائے سند سے گزرے۔ بیرم خان ، سکندر خان ازبک ، خواجہ خان ، تردی خان اور کچھ دیگر امرائے بزرگ ان سے پہلے روانہ ہو گئے۔ تاتار خان کاسی[2] حاکم رہتاس تاب مقاومت نہ لا کر بھاگ کھڑا ہوا۔

وہاں سے کوچ بہ کوچ لاہور کا رخ کیا۔ لاہور کے افغانوں کو موکب ہمایوں کے پہنچنے کی خبر ملی تو انہوں نے بھی راہ فرار اختیار کی۔ بادشاہ بغیر کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے لاہور آ گئے اور قلعہ میں داخل ہو گئے۔ بعض چغتائی امراء جالندھر اور سرہند کی طرف روانہ ہو گئے۔ پنجاب ، سرہند اور حصار فیروز پور کے پرگنے بغیر جنگ کے تصرف میں آ گئے اور وہاں (چغتائی) حاکم متعین کر دیے گئے۔

افغانوں کی ایک جماعت ، نصیر خان اور شہباز خان کی سرداری میں دیپال پور میں جمع ہو گئی۔ آنحضرت کو اطلاع ملی تو انہوں نے امیر ابوالمعالی اور علی قلی سیستانی کو ان کے قلع قمع کے لیے بھیجا۔ افغانوں نے جنگ میں شکست کھائی اور ان کے اہل و عیال تباہ و برباد ہو گئے۔ سکندر افغان نے ، جو تخت نشین تھا ، تیس ہزار سوار تاتار خان اور ہیبت خان کی سرداری میں جنگ کے لیے متعین کیے۔ جالندھر کے نواح میں مڈ بھیڑ ہوئی لیکن دشمن کی کثرت اور دوستوں کی قلت کے باوجود انھوں نے جنگ کا تہیہ کر لیا۔ دریائے بیاس[3] کو عبور کیا۔

۱۔ نسخہ الف میں "جب پشاور پہنچے تو بیرم خان ، اسکندر خان ازبک ، خواجہ خان ، تردی بیگ اور امرائے کبار میں سے کچھ اور لوگ"

۲۔ طبقات اکبری (صفحہ ۸۰) اور اکبر نامہ (صفحہ ۳۴۱) میں "تاتار خان کاشی"

۳۔ طبقات اکبری (صفحہ ۱۰) میں "دریائے ستلج سے" اور اکبر نامہ (صفحہ ۳۴۳) میں بھی "دریائے ستلج"

افغانوں کے لشکر کو جب یہ اطلاع ملی کہ امرائے چغتائی نے بیاس
کر لیا ہے تو دن ختم ہونے کے قریب ان کے قریب پہنچ گئے۔ امرا
چغتائی اگرچہ تعداد میں کم تھے اور غنیم طاقت ور مگر انھوں
جی کڑا کرکے داد شجاعت دی۔ مغلوں نے تیر اندازی شروع کر دی
رات کی تاریکی کے باعث افغانوں نے انتہائی اضطراب کے عالم میں گاؤ
کو آگ لگا دی۔ ہندوستان کے اکثر موضعوں میں گھر چونکہ خس
خاشاک کے ہوتے ہیں ان میں فوراً آگ لگ گئی۔ میدان کار زار اس آگ
شعاعوں سے روشن ہو گیا۔ مغلوں کے لشکر ظفر اثر کے تیر انداز آ
کی روشنی کی حد سے باہر نکل کر تاریکی میں آ گئے اور نہایت دل جمع
سے جنگ کرنے لگے[1]۔ مخالفین روشنی میں (آسانی سے) تیروں کا نشا
بننے لگے اور تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے متفرق ہو کر ادھر ادھ
بھاگ نکلے۔ (مغلوں) کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی اور بیس ہاتھی او
بہت سا ساز و سامان لشکر ظفر اثر کے ہاتھ آ گیا۔

جب فتح کی خوش خبری لاہور پہنچی تو آنحضرت نے بے حد خوش
ہوتے ہوئے سجدات شکر[2] ادا کیے اور امراء پر نوازشیں کیں۔ یو
پنجاب، سرہند اور حصار فیروز پور کے جملہ پرگنے ان کے تصرف مے
آ گئے[3]۔

سکندر سور کو جب اپنے لشکر کی شکست کی خبر ملی تو اسی ہزا
سواروں، کوہ پیکر ہاتھیوں اور بہت بڑے توپ خانے کے ساتھ بعزم انتقا

۱۔ اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۳۴۵) ''مختصر یہ کہ اس روشنی
سے دلاوران ظفر پیشہ نے مخالفوں کے احوال واقعی جان کر ان پ
ہر طرف سے دل دوز اور جان لیوا تیروں کی بوچھاڑ کی جب کہ
مخالفین عساکر فتحمند کے حال سے بے خبر اندھیرے میں
ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے''

۲۔ نسخہ ج میں ''پہنچی تو حضرت سجدات شکر''

۳۔ نسخہ الف میں ''حصار فیروزہ اور کچھ اہل دہلی زیر تصرف آ گئے''
اور طبقات اکبری (صفحہ ۸۲) میں ''دہلی کے بعض پرگنوں پر
بھی مغل قابض ہو گئے''

روانہ ہو کر سرہند آیا اور اپنے لشکر کے ارد گرد ایک خندق اور مضبوط قلعہ تیار کر کے بیٹھ گیا ۔ خانوادۂ چغتائی کے امراء نے بھی ، جو حتی المقدور دلیری سے کام لے رہے تھے، لاہور عریضہ بھیج کر استدعا کی کہ حضرت تشریف لے آئیں[1] چنانچہ رایات جاہ و جلال فتح و نصرت کو جلو میں لیے روانہ ہو گئے ۔ قریب پہنچے تو امراء استقبال کے انداز میں حاضر خدمت ہوئے ۔ سرہند میں صف آراء ہوئے اور میدان میں اترے ۔ چند دن تک طرفین سے جوانان معرکہ طلب بار بار داد شجاعت و دلاوری دیتے رہے ۔ جس دن شہزادۂ عالمیان اکبر میرزا کی چوکی پہرے[2] کی باری تھی جنگ ٹھن گئی[3] ۔ ایک طرف سے بیرم خان ، خان خانان اور دوسری جانب سکندر خان ، عبداللہ خان ازبک ، میر ابوالمعالی اور علی قلی سیستانی نے مخالفوں پر حملہ کیا انھوں نے شہزادہ اکبر میرزا کا خیمہ حوض رسولانہ کے کنارے نصب کر رکھا تھا ۔ اس روز خوانین میں سے ہر ایک نے اتنی شجاعت اور مردانگی دکھائی کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں تھی ۔ توفیق (مغلوں کی) رفیق ہوئی اور افغانوں کے لشکر نے زبردست شکست کھائی[4] اور سکندر سارے لوازمات شاہی کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ نکلا ۔ سپاہ ظفر پناہ نے مخالفوں کا پیچھا کرتے ہوئے ان میں سے بہتوں کو مار ڈالا ۔ البتہ سکندر چند ایک گنتی کے آدمیوں کے ساتھ نکل بھاگا ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''استیداد قدوم'' اور نسخہ ج میں ''امتداد قدوم''

۲ ۔ قراول : وہ شخص جو (دشمن کی) سپاہ پر نظر رکھتا ہے اور دیدبان پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے ۔ فرہنگ آنند راج : (جلد دوم ، صفحہ ۹۰۱) یہاں پر قراولی بمعنی نگہبانی بھی آیا ہے ۔

۳ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۸۲) میں ''جنگ صف''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''رفیق ہوئی جنگ کے بعد شکست'' اور نسخہ الف میں ''رفیق بنی ۔ اسکندر سور نے اسباب زیب و زینت'' اور طبقات اکبری (صفحہ ۸۲) میں ''توفیق مردان لشکر کی رفیق حال ہوئی اور افغانوں کے لشکر نے ، جو کہ ایک لاکھ کے قریب تھا ، تھوڑے سے آدمیوں سے شکست کھائی''

دو سو ہاتھی[1] - پانچ سو گھوڑے ، خزانے اور سونے چاندی کے برتن[2] شہزادۂ والا اقبال کے ملازمین کے ہاتھ آئے۔

شہزادہ وہاں سے مظفر و منصور آنحضرت کی خدمت میں پہنچ کر مراسم مبارک بادی بجا لایا - آنحضرت نے اس چراغ روشن کو ایک خلعت زیبا اور مرصع سے منور اور ولی عہدی کے خطاب والا سے خرسند کیا اور ان میں سے بیس ہاتھی ایک سو گھوڑے اور بارگاہ سکندر اس بلند اقبال کو مرحمت کر دی - پھر حسب فرمان منشیان عطارد و فطنت نے اطراف و اکناف ملک میں فتح نامے روانہ کیے اور ایسی (عظیم) فتح[3] شہزادۂ والا اقبال کے نام ، جس کے ملازمین کے حسن اہتمام سے حاصل ہوئی تھی ، رقم کی -

اسکندر خان ازبک ذرا پہلے روانہ ہوا[4]۔ فتحمند لشکر نے سامانہ[5] کے راستے ہندوستان کے پایۂ تخت کا رخ کیا - دہلی میں جتنے بھی افغان تھے اہل و عیال کو ساتھ لیے ادھر اُدھر بھاگ گئے - ان میں عجیب افراتفری پھیل گئی - اسکندر ازبک پہلے دہلی آیا - (آنحضرت نے) میر ابوالمعالی کو سکندر (سور) کے تعاقب میں روانہ کیا جو کوہستان شوالک کی طرف چلا گیا تھا[6]۔ ماہ رمضان میں ۱۸ ماہ آبان سنہ ۹۶۲ بادشاہ انجم سپاہ نے

---

۱ - نسخہ الف میں ”ڈھائی سو ہاتھی ، تین سو اور کچھ گھوڑے ، خزانے اور نقرئی ظروف“

۲ - نسخہ الف میں ”تاج مرصع“

۳ - نسخہ ج میں ”چندی فتح“ نسخہ الف اور ب میں ”جلدی فتح“

۴ - طبقات اکبری (صفحہ ۸۳) میں ”سکندر خان ازبک نے دہلی کا رخ کیا“

۵ - نسخہ ج میں ”سمانہ“

۶ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۳۵۰) میں ”جب رایات نصرت آیات سامانہ پہنچے تو (آنحضرت نے) شاہ ابوالمعالی کو ملازمین درگاہ کی ایک جماعت کے ساتھ ... لاہور میں متعین فرمایا تا کہ اگر اسکندر کوہستان سے آ کر (اس) ولایت میں دست اندازی کرے تو اس کا بطریق احسن تدارک کیا جائے - مہمات پنجاب کی انجام دہی کا کام اہی مشار الیہ کو تفویض ہوا“

دولت خانۂ دہلی کو منور کرتے ہوئے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا[1] اور ہندوستان کے اکثر علاقوں میں (پھر سے اس کے نام) کا سکہ اور خطبہ جاری ہو گیا۔

جو امراء رکاب میں تھے[2] ان میں سے ہر ایک مورد نوازش قرار پاتے ہوئے کسی علاقے کا حاکم بن گیا ۔ اس سال کا بقیہ حصہ عیش و عشرت اور بڑے بڑے جشن منانے میں گزر گیا ۔ چونکہ ابوالمعالی نے ، جو اسکندر کے تعاقب میں گیا تھا[3] ، اپنے مدد گار امراء کے ساتھ

---

۱ - منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۴۶۲) میں ''ماہ رمضان المبارک ۹۶۲ میں پایۂ تخت دہلی جاہ و جلال بادشاہی کا مستقر قرار پایا''۔ طبقات اکبری (صفحہ ۸۳) میں ''آنحضرت ماہ رمضان میں دہلی آئے''۔ اکبر نامہ (صفحہ ۳۵۱) ''میں جمعرات کے دن سال مذکور (۹۶۲) کی یکم ماہ رمضان کو سلیم گڑھ میں (جو دارالملک دہلی کی شمالی سمت میں دریائے جمنا کے کنارے واقع ہے) نزول اجلال فرمایا اور اس مہینے کی چوتھی تاریخ کو اندرون شہر اورنگ خلافت کا مستقر قرار پایا''۔ نسخہ ج میں ''۱۷ ماہ آبان سنہ ۹۶۶ کو بادشاہ انجم سپاہ'' اور نسخہ الف میں ''ماہ رمضان سنہ ۹۶۵ھ'' اور اکبر نامہ میں اس واقعہ کے بعد حضرت جہان بانی کے ماہ رمضان میں گوشت خوری ترک کرنے کا ذکر کیا گیا ہے۔ تاریخ فرشتہ (صفحہ ۴۵۹) میں بیرم خان نے فتح کی تاریخ کے طور پر یہ رباعی کہی :

''منشی خرد طالع میمون طلبید
انشای سخن ز طبع موزون طلبید

تحریر چو کرد فتح ہندوستان را
تاریخ ز ''شمشیر ہمایون'' (۹۶۲ھ) طلبید''

۲ - نسخہ الف اور ب میں ''وہ امراء جو ہم رکاب تھے''

۳ - نسخہ الف میں ''سکندر کے قلع قمع کے لیے''

اچھا سلوک نہیں کیا تھا اس لیے سب اس سے آزردہ خاطر ہو گئے ۔ وہ ان کے اقطاعات کو اپنے زیر تصرف لے آیا[1] ، روپیہ بھی خزانۂ عامرہ میں نہ بھیجا اور سکندر کا پیچھا کرنے میں بھی کوتاہی[2] کی ۔ سکندر روز بروز قوت حاصل کرتا گیا ۔ یہ خبر آنحضرت کو پہنچی تو انہوں نے شاہزادۂ بلند اقبال جلال الدین محمد اکبر میرزا کو اس مہم پر نامزد کیا[3] اور بیرم خان کو اس کا اتالیق مقرر کر کے اس کی رکاب سعادت میں روانہ کیا ۔ ابوالمعالی کو حکم دیا کہ خود بعجلت تمام حصار فیروزہ پہنچے ۔

ان دنوں ایک افغان ، جسے احمد خان دیوان کہتے تھے ، سرکار سنبل میں[4] ایک جماعت کو ساتھ ملا کر لوٹ مار کرنے لگا ۔ کوتاہ اندیش

---

۱ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۸۳) میں ''ان کے علاقوں میں تصرف کرنے کے بعد خزانۂ عامرہ میں بھی دست اندازی کی'' اور اکبر نامہ (صفحہ ۳۵۵) میں ''ابوالمعالی کے بارے میں ناخوشگوار خبریں پہنچنے لگیں ... اور یقین ہو گیا کہ اس بد مست سید زادہ نے فرحت خان حاکم لاہور کو اپنی مرضی سے تبدیل کر کے اپنے کسی آدمی کو اس کی جگہ مقرر کر دیا ہے اور خزانۂ بادشاہی میں دست اندازی کر رہا ہے'' اور نسخہ ج میں ''انہوں نے روپیہ خزانۂ عامرہ میں بھیجا'' اور نسخہ الف اور ب میں ''اور ان کے علاقوں میں تصرف کرتے ہوئے روپیہ خزانۂ عالی میں بھیج دیا'' لیکن طبقات اکبری اور اکبر نامہ میں مذکور ہے کہ خزانۂ بادشاہی میں دست درازی کی ۔ لہٰذا متن میں ان دو تواریخ کی روایت کے مطابق نقل کیا گیا ہے

۲ ۔ نسخہ ج میں ''انہوں نے خزانۂ عامرہ میں پہنچا دیا اور سکندر کے استیصال کی کوشش میں بھی کوتاہی کی''

۳ ۔ اکبر نامہ (صفحہ ۳۵۵) میں ''سنہ ۹۶۳ ھ کے اوائل میں ایک مبارک گھڑی ـــ حضرت شاہنشاہی نے اقبال پرورد الٰہی کو آئین سلطنت اور شکوہ اقبال کے ساتھ متعین فرمایا اور بیرم خان کو آنحضرت کے اتالیق کے طور پر مقرر کیا''

۴ ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۸۳) میں ''ان ایام میں قنبر دیوانہ نام کے ایک شخص نے دوآب اور سنبل کے درمیانی علاقہ میں''

اور موقع پرست لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے - انہوں نے علی قلی سیستانی[1] کو اس کے استیصال کے لیے بھیجا - احمد خان قلعہ میں محصور ہو گیا[2] - کچھ عرصہ (قلعہ فتح کرنے کی) کوشش میں رہے - آخر وہ قلعہ فتح ہوا تو احمد خان مقتول پایا گیا - اس کا سر درگاہ والا میں پہنچا دیا گیا -

اس عہد کے نہایت ہی عجیب و غریب حادثات[3] میں سے ایک یہ ہے کہ سنہ مذکورہ[4] کے ماہ ربیع الاول کی ساتویں تاریخ کو شام

---

۱ - نسخہ الف اور ب میں ''علی قلی ولد حیدر علی سیستانی''

۲ - نسخہ الف اور ب میں ''قلعہ بدایوں میں محصور ہو گیا'' اور طبقات اکبری (صفحہ ۸۴) میں ''قلعہ بدایوں میں قلعہ بند ہو گیا''

۳ - نسخہ ج میں ''درگاہ والا میں پہنچا - ان ایام میں گردش فلک کے نتیجہ میں ایک ایسا واقعہ رونما ہوا جو عجیب واقعات اور غریب حادثات کی ذیل میں آتا ہے - وہ واقعہ یہ ہے کہ اس سال ساتویں ربیع الاول کو شام غروب کے قریب'' اور نسخہ الف اور ب میں ''ساتویں ماہ ذی حجہ سنہ ۹۶۵ کو جیسا کہ اوپر مذکور ہوا غروب کے نزدیک''

۴ - اکبر نامہ (جلد اول ، صفحہ ۳۶۳) میں لکھا ہے ''روز جمعہ کے آخر میں ربیع الاول ۹۶۳ میں ... دن کے اختتام کے قریب کتاب خانے کی چھت پر آئے ... اس دن شام ہوتے ہی انہوں نے چاہا کہ خیر سے لیچے آئیں - جب دوسرے زینے پر پہنچے تو مسکین نام کا مؤذن بے وقت اذان دینے لگا - آنحضرت نے از روئے ادب اذان کی تعظیم کے لیے وہیں پر بیٹھ جانے کا ارادہ فرمایا - زینے کے درجے چونکہ تیز تھے اور ان میں پھسلواں پتھر استعمال ہوئے تھے اس لیے بیٹھتے ہوئے پائے مبارک پوستین کے دامن میں الجھا ، عصائے اشرف پھسل گیا اور وہ لڑکھڑا کر گرے اور ان کی دائیں کنپٹی پر شدید ضرب آئی - چنانچہ دائیں کان سے خون کے کچھ قطرے ٹپک پڑے'' اور منتخب التواریخ (جلد اول ، صفحہ ۴۶۵)

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غروب آفتاب کے قریب کتاب خانہ کی چھت[1] پر آئے۔ کچھ دیر کے بعد جب نیچے اتر رہے تھے تو مؤذن نے نماز کی اذان دینی شروع کی۔ آنحضرت اذان کی تعظیم میں دوسرے زینے پر بیٹھ گئے[2]۔ اٹھنے لگے تو

(گذشتہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

میں "اس سال کے دوران ساتویں ربیع الاول سنہ ۹۶۳ تھی کہ بادشاہ کتاب خانے کی چھت پر، جو انہوں نے دہلی کے قلعہ دین پناہ میں تعمیر کروایا تھا، آئے، نیچے اتر رہے تھے کہ مؤذن نے نماز کی اذان دی اور وہ اذان کی تعظیم کے لیے بیٹھ گئے۔ اٹھتے وقت عصا پھسل گیا اور وہ چند سیڑھیوں سے پھسلتے ہوئے زمین پر آ رہے۔ ماہ مذکور کی پندرہ تاریخ کو بادشاہ غفران پناہ نے اس عالم بے وفا کو خیر باد کہا اور عالم باقی کی طرف سدھارے" تاریخ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۴۵۹) میں "اس ماہ (ربیع الاول سنہ ۹۶۳) کی سات تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت جنت آشیانی کتاب خانہ کی چھت پر آئے اور تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ گئے۔ (چھت سے) اترتے وقت مؤذن نے اچانک نماز کی اذان شروع کر دی۔ وہ اذان کی تعظیم اور نماز کی پکار کے جواب میں دوسری سیڑی پر بیٹھ گئے۔ اٹھتے وقت عصا کی ٹیک لگا کر چاہا کہ اٹھیں مگر عصا پھسل کر ہاتھ سے نکل گیا اور بادشاہ زینے سے الگ ہو کر زمین پر آ رہے ... اطباء علاج معالجہ میں مشغول ہو گئے مگر کچھ فائدہ نہ ہوا ... غروب کے وقت ان کے طائر روح نے آشیانۂ قدس کی طرف پرواز کی"۔ دن اور تاریخ کی مزید تحقیق کے لئے مغل لیوس میٹکس مصنفہ ہودی والا، صفحات ۴۶۲-۴۶۴ ملاحظہ کیجئے۔

۱ - تینوں نسخوں میں "کبوتر خانے کی چھت" لکھا ہے لیکن دوسری کتب تاریخ میں "کتاب خانے کی چھت" ثبت ہے اور نسخہ الف میں بھی "کبوتر خانے کی چھت پر کھڑے تھے۔ نیچے اترتے وقت"

۲ - نسخہ ج میں "اذان کی تعظیم میں سیڑھی کے درجے پر بیٹھ گئے" اور نسخہ الف میں "دوسرے درجے پر"

ان کا پائے مبارک پھسل گیا (جس کے نتیجہ میں) وہ سیڑھی سے زمین پر آن گرے۔ اہل مجلس نے گھبرا کر آنحضرت کو بیہوشی کے عالم میں اٹھایا اور حرم گاہ خاص میں لے آئے۔ ایک لحظہ کے بعد افاقہ ہوا تو باتیں کیں۔ اطباء نے علاج میں بڑی کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دوسرے روز ان کی کمزوری بڑھ گئی اور معاملہ علاج معالجے کی حدود سے آگے نکل گیا[1] تو اسی وقت شیخ جولی کو بعجلت تمام شاہزادہ کی خدمت میں روانہ کیا[2] اور ان کو حقیقت حال سے مطلع کیا۔ مہینے کی ۱۱ ویں تاریخ کو سنہ ۹۶۳ ھ میں آنحضرت نے داعی حق کو لبیک کہا[3] اور ریاض جنت کی طرف تشریف لے گئے۔ اس عہد کے ایک فاضل[4] کی زبان سے یہ تاریخ نکلی:

''ہمایون پادشاہ آن شاہ عادل[5]
کہ فیض خاص او[6] بر عام افتاد

---

۱ - نسخہ الف میں ''فائدہ نہ دیا اور ضعف بڑھ گیا۔ چنانچہ علاج سے''
۲ - نسخہ الف میں ''انہوں نے شاہزادہ عالمیان کو (بداموں) کی طرف بھیجا''
۳ - نسخہ الف میں ''صورت حال سے مطلع کیا۔ کہتے ہیں انہوں نے غروب آفتاب کے وقت داعی حق کو لبیک کہا'' اور نسخہ ج میں ''اس مہینے کی پندرہ تاریخ سنہ ۹۶۶ ھ کو داعی حق''
۴ - اس دور کے فاضل سے مراد مولانا قاسم کاہی ہے۔ دیکھیے: اکبر نامہ (جلد اول، صفحہ ۳۶۸)۔ مولانا نے سنہ ۹۸۸ میں وفات پائی۔ ''رفت ملا کاہی'' اس کی تاریخ وفات ہے۔ مزید تحقیقات کے لیے ملاحظہ فرمائیں: منتخب التواریخ (جلد سوم، صفحہ ۱-۲) اور آئین اکبری کا انگریزی ترجمہ از بلاخمن صفحہ ۵۶۶)
۵ - نسخہ ج میں ''ہمایون پادشاہ آفتابی'' اور نسخہ الف میں ''ہمایون پادشاہ آن آفتابی''۔ منتخب التواریخ (جلد اول، صفحہ ۴۶۶) میں یہ اشعار اور طرح سے نقل ہوئے ہیں
۶ - نسخہ الف اور ج میں ''فیض شامل او''

ز بام قصر زیبا هم چو خورشید
به پایان در نماز شام افتاد[1]

جهان تاریک شد در چشم مردم
خلل در کار خاص و عام افتاد

پی تاریخ او از غیب گفتند[2]
"ہمایون پادشاہ از بام افتاد"*

آنحضرت کی سلطنت کے ایام پچیس سال[3] اور سن اکاون سال تھا۔ ان کی ذات فرشتہ صفات کمال انسانی سے آراستہ تھی۔ سخاوت اور شجاعت

۱۔ خلاصۃ التواریخ (صفحہ ۳۲۵) مصنفہ سجان رائے میں بیت اول کے بعد یہ شعر مرقوم ہے:

بنای دولتش چون یافت رفعت
اساس عمرش از انجام افتاد

اور اس کے بعد لکھا ہے:

چو خورشید جہان تاب از بلندی
بپایان در نماز شام افتاد

۲۔ خلاصۃ التواریخ (صفحہ ۳۳۵) میں لکھا ہے "قضا از بہر تاریخش رقم زد" اور منتخب التواریخ (صفحہ ۳۶۶) میں ہے "پی تاریخ او کا ہی رقم زد"

۳۔ خلاصۃ التواریخ (صفحہ ۳۳۵) میں لکھا ہے "پہلی مرتبہ مدت سلطنت دس سال اور دوسری مرتبہ دس ماہ تھی"

*۔ ہمایون بادشاہ وہ عادل بادشاہ تھا جس کا فیض خاص ہر عامی پر ہوا۔ وہ خورشید کی طرح قصر زیبا کی چھت پر سے نماز شام کے وقت غروب ہو گیا۔ لوگوں کی نظروں میں دنیا اندھیر ہو گئی اور خاص و عام کے کاموں میں خلل واقع ہو گیا۔ اس کی تاریخ (وفات کے طور پر کارکنان قضا و قدر نے) غیب سے (پکار کر) کہا: "ہمایون بادشاہ چھت سے گر پڑا"...(آ ا)

میں سلاطین آفاق سے ممتاز تھے اور ان کی بخشش اور ایثار کا یہ حال تھا کہ اس کے لیے سارے ہندوستان کا مال و دولت بھی کافی نہ تھا۔ نجوم اور ریاضی میں بے بدل تھے۔ علماء، فضلاء اور شعراء بکثرت اس مقتدائے سلاطین کی صحبت میں رہتے تھے اور علمی مباحثے[1] کرتے تھے۔ ان کی طبیعت میں مروت اس حد تک تھی کہ میرزا کامران، میرزا عسکری، میرزا یادگار ناصر اور چغتائی امراء بار بار مخالفت کرتے اور گرفتار ہوتے تھے مگر ان کے گناہ معاف کر دیے جاتے تھے۔ وہ ہر حالت میں با وضو رہتے تھے اور خدائے عز و جل کا نام بغیر وضو زبان پر نہ لاتے تھے[2]۔ ایک بار انہوں نے میر عبدالحی کو عبدل کہا۔ وضو سے

۱۔ نسخہ الف اور ج میں "مباحثہ علم"

۲۔ سلطان ناصر الدین محمود شاہ (۶۴۴-۶۶۴) سرور عالم، سید اولاد آدم، ہمارے رسول، ہمارے شافع اور ہمارے آقا، سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و سلم کا نام نامی کبھی بلا وضو زبان پر نہ لاتا تھا اور تاریخ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۱۲۹) میں مرقوم ہے "مشہور ہے کہ سلطان ناصر الدین کا ایک ندیم تھا جس کا نام محمد تھا۔ سلطان کی عادت تھی کہ اسے بجز نام محمد کے آواز نہ دیتا تھا۔ ایک دن اس نے اچانک ندیم سے کہا کہ تاج الدین آ اور یہ کام کر دے۔ ندیم نے حسب ارشاد عمل کیا اور اس امر کو سر انجام دینے اور فراغت پانے کے بعد اپنے گھر کی راہ لی اور دو تین روز سلطان کی خدمت میں نہ آیا۔ سلطان نے کسی کو اسے بلانے بھیجا اور مجلس میں طلب کر کے نہ آنے کا سبب اس سے پوچھا۔ ندیم نے کہا: "اے خداوند جہان! آپ بجز نام محمد کبھی مجھے آواز نہیں دیتے تھے مگر اس روز بخلاف عادت آپ نے مجھے تاج الدین کہہ کر خطاب فرمایا۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاید سلطان کے مزاج میں بندے کی نسبت تبدیلی واقع ہو گئی ہے جو انہوں نے بیگانوں کی طرح مجھے میرے لقب سے بلایا ہے۔ یہ سمجھ کر بے چین اور بے قرار

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فارغ ہوئے تو امیر سے فرمایا : ''مجھے معذور رکھنا میں وضو سے نہیں تھا ۔ چونکہ حی خدا کا نام ہے ۔ اس لیے تمہارا پورا نام نہیں لیا'' ۔ ان کی ذات فرشتہ صفات کمال صوری و معنوی کی جامع تھی رحمۃ اللہ علیہ ۔ چونکہ شیخ جولی آنحضرت کی تکلیف اور شدت ضعف کے وقت روانہ ہو چکا تھا جب وہ کلانور پہنچا تو اس نے (شاہزادہ) کی خدمت کی سعادت حاصل کر کے تمام کا تمام عجیب واقعہ[1] بیان کیا ۔ اس کے پیچھے پیچھے آنحضرت کی رحلت کی خبر بھی پہنچ گئی ۔ بیرم خان اور ان امرائے کبار نے ، جو شاہزادہ کی رکاب ظفر انتساب میں تھے ، تعزیت کے بعد اس در دریائے شاہی کی سلطنت پر اتفاق کرتے ہوئے اسی سال ۲ ربیع الثانی[2] ۹۶۳ ھ کو جشن عظیم کا اہتمام کیا اور آنحضرت

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

ہو کر (گھر میں) پڑا تھا ۔ سلطان نے تسم کھا کر فرمایا : ''میرے دل میں تیرے لیے کوئی گرانی نہ تھی لیکن اس وقت میں بے وضو تھا اور مجھے شرم محسوس ہوئی کہ بلا وضو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان پر لاؤں لہذا میں نے تجھے تاج الدین کے لقب سے پکارا''

۱ ۔ نسخہ ج میں ''عجیب قصہ''

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''انہوں نے متفق ہو کر ماہ ذی حجہ سنہ ۹۹۵ میں ، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے ، قصبہ کلانور میں جشن'' لیکن ہندسوں میں ۹۶۵ لکھا گیا ہے اور یہ دونوں تاریخیں ٹھیک نہیں ہیں ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۲۶) میں ''جمعے کے روز بوقت ظہر ۲ ماہ ربیع الاخر سنہ ۹۶۳ ھجری کو قصبہ' کلانور میں تخت پر جلوس فرمایا'' اور تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۶۱) میں مرقوم ہے کہ ''اتفاق رائے سے ۲ ربیع الثانی سنہ ۹۶۳ کو شہزادہ جلال الدین محمد اکبر کو ، جب کہ وہ تیرہ سال اور نو ماہ کا ہو چکا تھا ، کلانور میں تخت شاہی پر بٹھایا'' اور اکبر نامہ (جلد دوم ، صفحہ ۴) میں ''پھر ساعت فیض اشاعت

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(شاہزادہ اکبر) نے مسند حکومت پر قدم رکھا اور دنیا اور اہل دنیا کو حادثات سے محفوظ کر دیا ۔ ۔ ۔

"اندر آمد بپارگاہ خدای
دامن خسروی کشاں در پای"*

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

یعنی جمعہ کو نصف النہار کے وقت ۳ ربیع الثانی سال ۹۶۳ ہجری قمری کو اس والا دودمان اور عالی خاندان نے خلعت زریں در بر اور تاج مشکیں بر سر کیا اور خوش بختی و سعادت کے ساتھ تخت سلطنت اور اورنگ خلافت پر بیٹھا"

* ۔ بادشاہ پاؤں میں پڑے ہوئے دامن بادشاہی کو سمیٹتا ہوا بارگاہ شاہی میں آیا ۔ (آ ا)

احوال عادل شاہ کا تتمہ

جنہیں خالہؒ عنبریں شمامہ نے پیچھے چھوڑ دیا تھا اور سلطنت ہندوستان کی ، بادشاہ جہان و جہانیان ، جلال الدین محمد اکبر بادشاہ ، کو منتقلی

جب عادل شاہ کو چنار میں بادشاہ کی وفات کی خبر پہنچی تو اس نے ارکان سلطنت سے مشورہ کیا[1] ۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ مغلوں کا لشکر بادشاہ کا سایہ سر سے اٹھ جانے کی وجہ سے سراسیمہ اور بے دل ہو گیا ہے ۔ اگر ایک فوج گران ان پر اچانک جا پڑے تو پھر وہ جنگ کیے بغیر میدان سے منہ پھیر لیں گے اور دہلی پر بآسانی آپ کا قبضہ ہو جائے گا[2] ۔ سکندر سور کوہ شوالک میں بے بال و پر پرندے کی مانند ہو کر رہ گیا ہے ۔ کوئی دوسرا نہیں کہ دہلی کی مالکیت کا دعویٰ کرے ۔ اس اثنا میں ہیمو بولا : ''اگر بادشاہ سلامت احمد خان سور ، الہداد خان سروانی اور دولت شاہ کرانی کو ایک لشکر گران اور نامی گرامی ہاتھیوں کے ساتھ میرے ہمراہ روانہ کر دیں تو میں اقبال بادشاہی سے مغلوں کے لشکر کو تہ و بالا کر کے دہلی کو بادشاہ کے تصرف میں لے آؤں گا'' ۔

عادل شاہ کی سرکار میں ایک رمال تھا جس نے سقف فلک[3] کو اپنا تختۂ رمل بنا رکھا تھا ۔ اسے حکم دیا کہ چونکہ میں لشکر کو دہلی کی تسخیر کے لیے بھیج رہا ہوں اس لیے تمہیں چاہیے کہ اس سلسلہ

---

۱ ۔ نسخہ ج میں ''مشورہ کر کے''
۲ ۔ نسخہ ج میں ''بآسانی ہاتھ آ جاتی ہے''
۳ ۔ نسخہ الف میں ''تختۂ ملک''

میں ہیئت فلکی کو اچھی طرح سے دیکھ کر جو کچھ ظاہر ہو میرے حضور میں بلا خوف و خطر بیان کر دو ۔ اس شخص نے تختۂ رمل کو اپنے سامنے رکھا[۱] اور ستاروں کو اچھی طرح دیکھ کر عرض کیا[۲] کہ مجھے گردش دور دوار اور لیل و نہار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمایوں بادشاہ کے بیٹے نے ایسے وقت مسند شاہی پر قدم رکھا ہے جب سارے ہندوستان کی حکومت پھر ایک شخص کے ہاتھ آ جائے گی[۳] اور ہند و سند ، گجرات ، دکن اور بنگالہ کے فرمانروا اس کے تخت کے سامنے جبہہ سائی کریں گے ۔ جنگ میں کسی کو اس پر فتح حاصل نہیں ہو گی[۴] ۔ ہندوستان کے ممالک قندھار سے دکن کے دریا اور کنبھایت سے خلیج بنگال تک کے علاقے اس کے زیر فرمان آ جائیں گے ۔ عادل شاہ یہ سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا ۔

ہیمو نے کہا : ''بادشاہ سلامت ! یہ فضول بات ہے ۔ وہ ابھی کمسن ہے ۔ (ابھی ابھی) اس کے باپ کا سایہ سر سے اٹھا ہے اور مغلوں کے لشکر کے ابھی پاؤں نہیں جمے ۔ ننھے پودے کو اکھیڑنا آسان ہے'' ۔ عادل شاہ کا حوصلہ اس بات سے بڑھ گیا اور اس نے لشکر جرار[۵] بہ تعداد دس ہزار سوار اور بیس کوہ پیکر ہاتھی ہمراہ کرنے

---

۱ ۔ نسخہ الف میں ''اس نے تمام ثابت اور سیار ستاروں کے احکام کو خوب دیکھ کر حکم لگایا''

۲ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''اس شخص نے تین دن تک ستاروں کا اچھی طرح سے مطالعہ کرنے کے بعد عرض کیا''

۳ ۔ نسخہ الف میں ''میں نے دور گردوں اور گزشت لیل و نہار سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ہمایوں کے بعد اس کے جس بیٹے نے مسند شاہی پر قدم رکھا ہے تمام ہندوستان کی حکومت اس کے ہاتھ آ جائے گی''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''جنگ میں کوئی اس پر فتح نہیں پائے گا''

۵ ۔ نسخہ الف میں ''لشکر جرار ترتیب دے کر سات ہزار سوار اور بیس کوہ پیکر ہاتھی ہیمو کے ہمراہ روانہ کیے''

ہوئے ہیمو کو روانہ کر دیا - وہ کوچ بکوچ گوالیار پہنچا[۱] - علی قلی سیستانی وہاں موجود تھا - افغانوں کا لشکر چونکہ زبردست تھا اس لیے اس نے پہلے ہی حملے میں اسے پچھاڑ ڈالا[۲] - بہت سے مغل میدان میں کھیت رہے - البتہ علی قلی چند گنے چنے آدمیوں کے ساتھ نکل بھاگا - تمام ساز و سامان ہیمو کے ہاتھ لگا[۳] - اس فتح سے خوش ہو کر فتح نامہ، مع ان غنائم کے جو مغلوں سے ملے تھے، عادل شاہ کی خدمت میں بھیج دیا[۴] - فتح نامہ[۵] پہنچا تو عادل شاہ بے حد خوش ہوا اور اس نے اسے اپنی فتح کی تمہید سمجھ کر ایک عظیم الشان جشن ترتیب دیا اور خلعت زر تار، دو ہاتھی اور دو گھوڑے[۶] ہیمو کو بھیج کر آئندہ کے لیے اسے نوازش بیکراں کا امید وار ٹھہرایا - ہیمو اس عنایت سے نہایت قوی ہو گیا[۷] اور آگے روانہ ہو گیا - آگرہ سے آگے بڑھا تو عادل شاہ کی فوج کے دہلی آنے کا شور برپا ہو گیا[۸] - خانوادۂ چغتائی کے افراد نے ایک جگہ جمع ہو کر قرعۂ مشورت ڈالا - تردی محمد خان نے کہا: "بہتر یہ ہے کہ ہم یہاں سے پسپا ہو کر شاہزادہ سے جا ملیں تاکہ سارا لشکر اکٹھا ہو جائے اور شاہزادہ کا سایۂ اقبال بھی ہمارے سر پر ہو تب کہیں ہم کچھ کر سکیں گے[۹]"- ابوالمعالی اور دوسرے امرائے

---

۱ - نسخہ ج میں "گوالیر میں جب لشکر"

۲ - نسخہ الف میں "پہلے ہی حملے میں اس پر غلبہ پا کر انہوں نے اس کے قدم اکھاڑ دیے"

۳ - نسخہ الف میں "افغانوں کے ہاتھ آ گیا"

۴ - نسخہ ج میں "فتح نامہ عادل شاہ کے نام"

۵ - نسخہ الف میں "فتح نامہ پہنچنے پر نہایت خوش ہو کر پہلے"

۶ - نسخہ الف اور ب میں "گوہر نگار اور زر تار خلعت اور ہاتھی بھیج کر"

۷ - نسخہ ج میں "نوازش کے بعد حوصلہ پا کر"

۸ - نسخہ ج میں "عادل شاہ کی آمد کا چرچا"

۹ - نسخہ الف میں "تردی محمد خان نے کہا: "یہاں سے جا کر شہزادہ کی خدمت میں چلے جانا بہتر نظر آتا ہے تاکہ جب شہزادہ جلال الدین کے اقبال فرخ فال کا سایہ ہماری آرزوؤں پر پڑے تو ہو سکتا ہے ہم کچھ کر گزریں"

خاندان چغتائی نے کہا : "یہ کیا بزدلی ہے کہ ابھی افغانوں کا لشکر پہنچا بھی نہیں اور ان کی طاقت بھی معلوم نہیں ہوئی[1] اور ہم دہلی کو چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوں ، کل شاہزادہ کو کیا جواب دیں گے؟[2]"۔ ہر چند کہ دیگر امراء کہتے رہے تردی بیگ متفق نہ ہوا اور اپنے لشکر کے ساتھ ان سے الگ ہو گیا ۔ البتہ دوسرے امراء جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے ۔

اس دوران میں ہیمو دہلی کے نواح میں پہنچ گیا جہاں اس نے جنگ کے لیے تین فوجیں آراستہ کیں[3] ۔ امرائے خانوادۂ چغتائی بھی ایک لشکر جرار اور فیلان خونخوار کے ساتھ ، جو اسکندر سور سے چھینے تھے[4] ، دہلی سے نکلے اور میدان جنگ میں جا پہنچے ۔ تردی خان بھی چار و ناچار میدان میں آ کر ان کے دائیں ہاتھ ٹھہر گیا ۔ بڑی شدید لڑائی ہوئی ۔ پہلے مغلوں نے جان ہتھیلی پر رکھے تیر اندازی شروع کی اور بہت سے افغانوں کے بدن میں دلدوز تیروں سے سوراخ کر دیے ، یہاں تک کہ افغانوں نے فیصلہ کر لیا[5] کہ میدان کار زار[6] سے منہ پھیر لیں لیکن ہیمو نے جب دیکھا کہ معاملہ ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے تو اس نے بائیں طرف الہداد خان کو اشارہ کیا کہ مدد کرو ۔ الہداد خان ، جو ایک جوان دلاور تھا اور اس نے جنگ میں کبھی پیٹھ نہیں دکھائی تھی[7] ، مغلوں پر ٹوٹ پڑا ۔ مغلوں نے بھی اس پر حملہ کر دیا تو وہ سد سکندری

---

۱ ۔ نسخہ الف میں "ان کی طاقت نے ہمیں مغلوبہ نہیں کیا"
۲ ۔ نسخہ الف میں "پایہ تخت کے سامنے کیا ہو گا"
۳ ۔ نسخہ الف میں "وہ پرانی دہلی کے نواح میں اترا اور وہاں سے جنگ کے ارادے سے تین فوجیں تیار کر کے روانہ ہو گیا"
۴ ۔ نسخہ الف میں "خونخوار ہاتھی جو سکندر سور کے ساتھ جنگ میں بادشاہ کے مبارک ہاتھوں میں آئے تھے"
۵ ۔ نسخہ الف میں "اکثر افغانوں کے جسم ان کے دلدوز تیروں سے چھلنی ہو گئے ۔ انہوں نے ارادہ کیا"
۶ ۔ نسخہ ج میں "معرکہ گاہ"
۷ ۔ نسخہ الف میں "دشمن کو پیٹھ نہ دکھائی تھی"

اپنی جگہ سے ہٹ گیا[۱] ۔ انہوں نے الہداد خاں کو ایک تیر بدن شگاف سے زخمی کر کے اس کی فوج کو ، اس ہوا کی طرح جو بادل کو اڑا کر لے جاتی ہے ، پراگندہ کر دیا ۔ اس دوران تردی خان اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوا[۲] ۔ دوستوں کی بھی مدد نہیں کی[۳] ۔ جب ہیمو نے مغلوں کو غالب آتے دیکھا اور افغانوں کو بیدل پایا تو مقدمہ لشکر کے ساتھ آگے آگے چل پڑا اور تین ہزار نامی گرامی سواروں کے ساتھ مغلوں پر حملہ آور ہوا اور مغل فوج کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ کر اس طرح پراگندہ کر دیا[۴] کہ انہیں پھر اکٹھے ہونے کی مہلت نہ دی تا آنکہ مغل لشکر کو زبردست شکست ہوئی اور وہ بھاگ کھڑا ہوا[۵] ۔ ہیمو نے نریلہ تک اس کا تعاقب کیا اور بہت سے مغلوں کو مار ڈالا[۶] ۔ مغل لشکر سے اتنے غنائم ہیمو کے ہاتھ آئے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا تھا ۔ ایک سو ساٹھ ہاتھی اور ایک ہزار عربی النسل گھوڑوں کے علاوہ ساز و سامان اور اشیاء[۷] کی کوئی حد اور انتہا نہیں تھی ۔ ان سب اشیاء کو سمیٹ کر دہلی لے آیا[۸] ۔ اس شاہانہ شان و شوکت سے اس کے سر میں سرداری کا سودا سما گیا ۔ اس نے سوچا کہ عادل شاہ[۹] تو مرغ بے بال و پر

۱ ۔ نسخہ الف میں ''جو مد سکندر تھا اس کو اپنی جگہ سے ہلا دیا''

۲ ۔ نسخہ الف میں ''اس کا مدد گار نہ بنا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''کیا اس نے ہیمو کے ساتھ ساز باز کر رکھی تھی ؟''

۴ ۔ نسخہ الف میں ''حملہ آور ہو کر مغل فوج کو تتر بتر کر دیا''

۵ ۔ نسخہ الف میں ''مغلوں کو زبردست شکست ہوئی اور انہوں نے راہ فرار اختیار کی''

۶ ۔ نسخہ الف میں ''ان کا تعاقب کرتے ہوئے بہت سے مغلوں کو قتل کر ڈالا البتہ افغانوں نے ابو المعالی پر زور نہیں ڈالا ۔ شاید پس پردہ اس نے ان سے ملی بھگت کر رکھی تھی''

۷ ۔ نسخہ ج میں ''بہت سا سامان سمیٹ کر ہیمو دہلی آیا''

۸ ۔ نسخہ الف میں ''سب کو سمیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا ۔ جب یہ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اس کے ہاتھ آیا تو اس کے سر میں بادشاہت کا سودا سمایا''

۹ ۔ نسخہ ج میں '' گمان تھا کہ عادل شاہ''

ہے ، جب اس کے پاس ایک بڑی جرار فوج تھی تب بھی وہ ابراہیم اور سکندر کی بغاوت کے وقت کچھ نہ کر سکا ، اب تو اس کا سارا لشکر اور ہاتھی میرے پاس ہیں ۔ اس خیال سے ہاتھیوں کے علاوہ باقی مال غنیمت افغانوں پر نچھاور کر دیا[1] اور انہیں اپنے ساتھ ملا کر دہلی آیا[2] اور چتر شاہی سر پر رکھتے ہوئے جا بجا حکام متعین کر کے ولایت دہلی اور اس کے پرگنوں کو اپنے زیر فرمان لے آیا[3] اور عادل شاہ کی تسلی خاطر کے لیے اس کی خدمت میں فتح نامہ بھیج کر عرض کیا کہ بندہ نے اقبال شاہی سے مغل لشکر کو ، جو مانند سد آہنی تھا ، شکست دے کر تتر بتر کر دیا ہے ۔ البتہ سنا ہے کہ ہمایوں بادشاہ کا بیٹا ، جس کے پاس بہت سا لشکر ہے ، تخت پر بیٹھ گیا ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ دہلی پر چڑھائی کرے ۔ لہذا مغلوں کے ہاتھی اور گھوڑے میں نے اپنے پاس رکھ لیے ہیں تا کہ ایک سپاہ جرار اور فیلان خونخوار کے ساتھ اس کا مقابلہ کروں اور اسے دہلی کے قریب نہ پھٹکنے دوں[4] ۔ عادل شاہ اس کی ان چکنی چپڑی باتوں سے مطمئن ہو گیا[5] ۔

الغرض جب خانوادۂ چغتائی کے امیروں نے شکست کھائی تو وہ حشمت و شوکت کو خاک میں ملا کر شہزادہ کی جانب روانہ ہوئے[6] ۔

---

۱ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''اس نے ، بجز ہاتھیوں کے ، یہ غنائم ان افغانوں پر ، جو اس کے ہمراہ آئے تھے ، نچھاور کر دیے''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''ان کی اتفاق رائے سے بادشاہ بن بیٹھا اور ممالک دہلی وغیرہ پر قابض ہو گیا''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بادشاہ بن گیا اور اپنا سکہ جاری کر دیا''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''مقابلہ کروں اور نہ چھوڑوں''

۵ ۔ نسخہ ج میں ''اس فریب سے وہ مطمئن ہو گیا''

۶ ۔ نسخہ الف اور ب میں ''حوصلہ ہار کر دہلی سے باہر نکل گئے'' اور نسخہ ج میں ''روانہ ہو گئے ۔ شاہزادۂ بلند اقبال کو جب دہلی کی شکست اور کافر لعین کی چیرہ دستی کی خبر ملی تو بیرم خان بقیہ امراء کو ، جو وہاں موجود تھے ، تسلی دے کر کوچ بکوچ سرہند پہنچا'' ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۲۰) میں لکھا ہے ''اس وقت بندگان حضرت قصبہ جالندھر میں سکندر کے فتنہ کو فرو کرنے میں لگے ہوئے تھے ۔ جب امراء کی شکست کی خبر ان کے گوش مبارک تک پہنچی''

امراء کی شکست اور کافر کی چیرہ دستی کی خبر شاہزادۂ بلند اقبال والا جلال کو پہنچی تو وہ بیرم خان اور باقی امراء کو ، جو وہاں موجود تھے ، ساتھ لیے کوچ بکوچ سرہند پہنچے ۔ ان امیروں پر ، جنھوں نے دہلی میں شکست کھائی تھی ، عتاب نازل فرمایا اور تردی خان کو ، جس نے اس میدان میں اپنے ساتھیوں کا ساتھ نہیں دیا تھا ، کیفر کردار کو پہنچایا[1] ۔ پھر خزانوں کے منہ کھول دیے اور فوج پر دولت نچھاور کی اور نئے

---

۱ - طبقات اکبری (صفحہ ۱۳۰) میں ''خان خانان نے ، کہ مصالح ملکی کی ترتیب و تنظیم اس کی رائے با صواب پر مبنی تھی ، مصلحت اسی میں دیکھی کہ تردی بیگ خان کو ہلاک کر دیا جائے - چنانچہ اسے اپنے گھر بلا کر قتل کر دیا'' ۔ تاریخ فرشتہ (جلد اول ، صفحہ ۲۶۳) میں مرقوم ہے ''خان خانان نے تردی بیگ کو ، بسبب ان تقصیروں کے ، جب بادشاہ شکار کو گیا ہوا تھا ، بلا کر بغیر کچھ کہے سنے ، سرا پردہ کے اندر ، اپنے سامنے قتل کرا دیا ۔ بادشاہ نے یہ خبر شکار گاہ میں سنی ۔ واپس آیا تو بیرم خان نے عرض کیا کہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ آنحضرت ، باوجودیکہ اس سے بہت بڑا گناہ سرزد ہوا ہے ، حد درجہ مہربانی کے باعث ، اس کے قتل میں تأمل فرمائیں گے ، حالانکہ ایسی تقصیر کو معاف کرنا ، جب کہ دشمن کا لشکر قریب آ پہنچا ہو اور افغانوں جیسا دشمن ممالک ہند پر قابض ہو چکا ہو ، مناسب نہیں تھا ۔ لہٰذا میں نے اس باب میں باوجودیکہ حکم اقدس واضح طور پر حاصل نہیں کیا تھا اس کے قتل کرنے کی جسارت کی ۔ عرش آشیانی نے تحسین و آفرین کرتے ہوئے اس کا عذر قبول کر لیا ۔ ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ اگر بیرم خان ترکمان تردی بیگ کو قتل نہ کرتا تو چغتائی قبیلہ قابو میں نہ آتا اور شیر شاہ کا قصہ پھر تازہ ہو جاتا ۔ اس کے بعد مغل امراء میں سے ہر ایک امیر ، جو اپنے آپ کو کیقباد اور کیکاؤس تصور کرتا تھا ، بیرم خان ترکمان کے سخت مواخذہ کرنے کے بعد ، سرکشی کا خیال دل سے نکال کر ، غداری سے باز آ گیا'' ۔ یہی مضمون منتخب اللباب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

سپاہی بھرتی کر کے[۱] دہلی کا رخ کیا - جب تھانیسر پہنچے تو سپاہ کا معائنہ کیا - پچیس ہزار سوار[۲] شمار میں آئے - شاہ بداغ خان اور امیر ابوالمعالی کر چار ہزار سواروں کے ساتھ آگے آگے روانہ کیا تا کہ رایات عالیات سے ایک منزل آگے چلے جائیں - چند دن تھانیسر میں قیام رہا[۳]- ان دنوں جب ہیمو ملعون کے لشکر کی چیرہ دستی کی خبریں پے در پے پہنچ رہی تھیں[۴]، بیرم خان شہزادہ کو قطب الا قطاب شیخ جلال تھانیسری[۵] کی خدمت اقدس میں لے گیا اور اس قدوۃ العارفین کی ملاقات سے مشرف ہوتے ہوئے[۶] وقت رخصت حضرت کی خدمت میں عرض کیا :

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

(جلد اول ، صفحہ ۱۳۱-۱۳۲) میں بھی مذکور ہے - ہر سہ نسخوں میں لفظ "یاساق" لکھا ہے لیکن میرا خیال ہے کہ یہ یاسا ہے جس کے معنی قتل و غارت اور قصاص کے ہیں ، فرہنگ آنند راج (جلد سوم ، صفحہ ۸۶۵) اور یاساق بر وزن ناچاق مغلوں کے قانون ، بدعت ، مہم ، سفر اور اس بلا معاوضہ کمک اور مدد کو کہتے ہیں جو بوقت ضرورت رعیت بادشاہوں کو دیتی ہے - (فرہنگ آنند راج ، جلد سوم ، صفحہ ۸۶۵)

۱ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "بہت سے نوکر بہم پہنچائے"

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "چھبیس ہزار سوار شمار میں آئے"

۳ - نسخہ ج میں "دو تین روز وہاں قیام رہا" نسخہ الف میں "چند روز تھانیسر میں قیام رہا"

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "روز بروز پہنچ رہی تھیں"

۵ - شیخ جلال الدین تھانیسری ، شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ، اس زمانے کے مشہور مشائخ میں سے تھے - شیخ عبدالقدوس کے اکثر خط ان کے نام ہیں - انہوں نے بھی پیر کے خطوں کے طرز پر خطوط لکھے ہیں - وہ ۱۴ ذی الحجہ ۹۸۹ھ میں پچانوے برس کی عمر میں فوت ہوئے - (تلخیص از اخبارالاخیار صفحہ ۲۷۳)

۶ - نسخہ الف اور ب میں "شرف پائے بوسی سے"

"کافر ملعون ٹڈی دل جیسے لشکر کے ساتھ بڑھا چلا آ رہا ہے۔ ان کے لیے واجب ہے کہ وہ بادشاہ اسلام کی حمایت کریں"۔ حضرت شیخ جلال نے قدرے سوچ کر فرمایا[1] : "تم نے نہیں سنا کہ بچے کھیل کے دوران کہتے ہیں ''سون سون بالیاں کان پکڑ آلیاں''۔[2] یہ فرمایا اور رخصت کر دیا۔

اگلے روز وہاں سے کوچ کر کے دس کوس[3] کرنال سے ادھر نزول اجلال فرمایا[4]۔ چونکہ ہیمو تخت دہلی پر متمکن ہو چکا تھا[5]۔ جب مغل لشکر کی آمد سے خبردار ہوا تو شاہانہ شان و شوکت[6] کے ساتھ دہلی سے باہر نکلا اور سونی پت آ کر خیمہ زن ہو گیا[7]۔

کہا جاتا ہے کہ جب ہیمو ہمایوں بادشاہ کے امراء سے جنگ کے ارادے سے دہلی آ رہا تھا اس نے پرانی دہلی کے نواح میں قیام کیا۔ اس رات کو جب اگلی صبح جنگ لڑنے والا تھا، روضہ[8] مطہرہ[9]

۱۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ذرا متأمل ہو کر''

۲۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سون بالیا کان پکڑ آپنا''
یہ ضرب المثل انہوں نے پنجابی زبان میں بیان فرمائی۔ یہ ضرب المثل پنجابی زبان کی ہے۔ سون بمعنی سو اور بالیاں بمعنی چالاکی اور ہشیاری اور آلیاں بمعنی لایا گیا۔ صد ہا چالاکیاں کیں لیکن کان سے پکڑ کر لایا گیا یعنی ذلت اور خواری کے ساتھ گرفتار کیا گیا۔

۳۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''سات کوس''

۴۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''کرنال کی جانب پڑاؤ ڈالا''

۵۔ نسخہ ج میں ''متمکن تھا''

۶۔ نسخہ ج میں ''بآداب دارات'' دارات بمعنی کر و فر اور دار وگیر (فرہنگ آنند راج ، جلد دوم ، صفحہ ۶)

۷۔ نسخہ ج میں ''دہلی سے آیا اور پانی پت میں فروکش ہوا۔ اس روز اس نے خواب میں دیکھا کہ زبردست سیلاب آیا ہے''

قطب الا قطاب حضرت قطب الحق والدین والملة[۱] پر جا کر سر عجز آستانۂ مبارک پر رکھ دیا اور کہنے لگا : "اگر دہلی کی فتح مجھے نصیب ہو جائے ، تخت دہلی مجھے عنایت ہو جائے اور مغل لشکر منہزم ہو جائے تو دہلی جا کر مسلمان ہو جاؤں گا اور ملک میں دین محمدی کو رواج دوں گا - حق سبحانہ تعالٰی نے اسے فتح دی مگر اس نے عہد توڑ ڈالا اور مسلمان نہ ہوا - نہ صرف یہ کہ اس نے عقدۂ کفر اپنے دل سے نہ کھولا بلکہ مسلمانوں کو آزار دینے پر مائل ہو گیا - چنانچہ جو دیکھنا پڑا اس نے دیکھا -

الغرض جب لڑائی کے لیے پانی پت کے میدان میں آ رہا تھا ایک رات ، جس کی صبح جنگ ہونے والی تھی ، اس نے خواب میں دیکھا کہ زور کا سیلاب آیا ہے اور جس ہاتھی پر وہ سوار ہے اس کو پانی بہائے لیے جا رہا ہے - جب وہ غرقاب ہونے کو تھا ایک مغل آن پہنچا - ایک سرخ دستار اس کی گردن میں ڈالی اور اسے پانی سے باہر لے آیا - جب صبح ہوئی تو اس نے خواب گوؤں کو بلایا اور وہ خواب پریشان ان کو سنایا اور ان سے اس کی تعبیر پوچھی - خواب گزاروں[۲] نے یہ خواب سنا تو ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے - ہیمو جان گیا کہ اس خواب کی تعبیر اچھی نہیں ہے[۳] - کہنے لگا : "تم ڈر خوف دل سے نکال دو - جو کچھ تمہیں اس سے معلوم ہوا ہے بیان کر دو"[۴] - خواب

---

۱ - حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہ ، حضرت خواجہ غریب نواز ، معین الدین چشتی ، سلطان الہند رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خلیفۂ بزرگ ، اکابر اولیاء اور اجلۂ اصفیاء میں سے تھے - ۱۴ ربیع الاول کی رات کو ۶۳۳ ھ میں انتقال فرمایا - (تلخیص از اخبار الاخیار ، صفحہ ۲۹)

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "ایک مغل آیا اور اس کی گردن میں زنجیر ڈال کر اسے پانی سے باہر کھینچ نکالا - جب اس خواب عبرت خیز سے بیدار ہوا تو تعبیر گزاروں نے"

۳ - دونوں نسخوں الف اور ب میں "اس کی تعبیر میں قدرے نا خوشگواری ہے"

۴ - نسخہ ج میں "ڈرو نہیں جو کچھ معلوم کیا ہے بیان کرو"

گوؤں نے کہا : ''سیلاب جو تو نے دیکھا ہے اس سے مراد مغل لشکر ہے جو ایسا غالب آئے گا کہ تو جس سواری پر ہو گا اس کے ساتھ ہی تجھے بھی پکڑ لیں گے ۔ سرخ دستار[1] وہ خون ہے جو زخم لگنے وقت تیرے بدن سے نکلے گا اور تیرے سارے بدن پر پھیل جائے گا'' ۔ ہیمو یہ تعبیر سن کر ڈر گیا[2] ۔ الغرض جب لڑائی کے لیے سوار ہوا تو شدید بارش ہونے لگی ۔ اس کے ہاتھی پر بجلی گری جس نے اسے دو ٹکڑے کر دیا ۔ ہیمو اس پیشامد پر بڑا پریشان ہو گیا ۔ چار و ناچار آگے بڑھا[3] ۔ اکبر میرزا کے رایات عالیات اس سے پہلے ہی پانی پت کے مضافات میں پہنچ چکے تھے ۔ ہیمو شہر سے دو کوس بجانب مغرب آ کر خیمہ زن ہوا[4] ۔ ہیمو کی فوج کے چالیس ہزار سوار اور مغل لشکر کے بائیس ہزار سوار شمار[5] میں آئے[6] ۔

جوانان نبرد طلب میدان میں نکل کر زور آزمائی کرتے رہے ۔ ایک روز ، جب کہ تیسرے روز جنگ شروع ہونے والی تھی[7] ، بیرم خان نے

---

۱ ۔ فوطہ : بالضم ، کمر بند اور ان سلا کپڑا اور بمعنی دستار و رومال بھی آیا ہے ۔ دراصل فوتہ تائے فوقانی سے تھا اور فوطہ طا کے ساتھ تصرف ہے ۔ (غیاث اللغات ، صفحہ ۳۳۱)

۲ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''وہ ڈر گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو خواب ہے ، ہو سکتا ہے کہ حقیقت اس کے برعکس ہو''

۳ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''متفکر ہو گیا ۔ جان گیا کہ مغلوں کا اقبال زوروں پر ہے اور مجھے ان پر فتح حاصل نہیں ہو سکتی ۔ خواب کی تعبیر سے بھی ڈرا ہوا تھا چار و ناچار''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''ہیمو نے اس کے نواح میں آ کر دو کوس کے فاصلہ پر پڑاؤ ڈالا''

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''مغلوں کا لشکر بیس ہزار سوار اور پیادوں سے زیادہ نہیں تھا''

۶ ۔ طبقات اکبری (صفحہ ۱۳۱) میں ''روز جمعہ ماہ محرم الحرام ۹۶۴ ھ کی صبح لشکر کے قراولوں سے اس (ہیمو) کے آنے کی خبر معلوم''

۷ ۔ نسخہ ج میں ''اس روز جس کے تیسرے روز جنگ ہونے والی تھی''

ایک جشن عظیم ترتیب دیتے ہوئے اطلس زرنگار سے ایک خلد آسا بارگاہ عالی ، جیسے بہار میں باغ ہوتا ہے ، بنائی او. ایک رنگین بساط بچھائی - اس پر ایک تخت زریں رکھ کر اور شہزادہ اکبر میرزا کو اس پر بٹھا کر ایک دربار عام منعقد کیا[1] - امرائے خانوادۂ چغتائی کو خلعت ہائے گرانمایہ اور انعامات شاہانہ سے خوشنود کرتے ہوئے فرمایا : ''یہ ابتدائے کار ہے - اس کافر نے سارا ساز و سامان بادشاہی لوٹ لیا ہے اور اب ہمارے استیصال پر کمر بستہ ہے - اگر تم لوگ یک دل اور یک جان ہو کر اس کار زار میں لڑو گے تو ہندوستان تمہارا ہے[2] اور اگر اس کام میں سستی کرو گے تو پھر تم لوگوں کے لیے ، جو اپنے گھروں کو پانچ سو کوس پیچھے چھوڑ آئے ہو ، خدانخواستہ کوئی جائے پناہ نہیں ہو گی'' - جملہ امراء نے تخت شاہی کے سامنے سر جھکا کر عرض کیا : ''جب تک جسم میں جان ہے انشاءاللہ تعالیٰ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی سرزد نہیں ہو گی'' - اس کے بعد احمد بیگ دیوانہ سے ، جو شانہ بینی[3] میں دنیا بھر میں بے نظیر تھا ، کہنے لگے کہ شانہ میں اچھی طرح دیکھو ، اس جنگ میں فتح کس کی ہے ؟ جشن کے بعد اس نے شانہ میں دیکھا تو بے حد مسرور اور شادان و فرحان ہو کر عرض

---

۱ - نسخہ ج میں ''رنگ برنگی بساط بچھانے کے بعد بادشاہ جلال الدین اکبر میرزا کو تخت پر بٹھا کر دربار عام منعقد کیا''

۲ - نسخہ ج میں ''خلعت فاخر اور انعام وافر دے کر خوش کیا اور فرمایا کہ یہ آغاز کار ہے - یک سو اور یک رو ہو کر کوشش کرو ، اگر فتح ہو گئی تو سارا ہندوستان تمہارا ہے''

۳ - شانہ بین (ف) : فال گیر ، فالیا ، شگون بتانے والا - چونکہ ایران میں فال بکری کے شانہ کی ہڈی پر نقش لکھ کر دیکھا کرتے ہیں اس وجہ سے یہ معنی ہو گئے - (آصف اللغات ؛ جلد سوم ، صفحہ ۱۶۳) اور بہار عجم (نسخۂ خطی ، صفحہ ۳۸۸) میں ہے ''شانہ بین ، فال گیر ، اور یہ فال بکرے کے کندھے کی ہڈی سے متعلق ہے - فال گیری کے اس عمل کو شانہ بینی کہتے ہیں'' - نسخہ ج میں ''وہ شانہ بینی میں بے مثال تھا - جشن کے بعد اس نے شانہ بینی کی اور خوش ہو کر عرض کیا''

کیا کہ فتح ہماری ہے - البتہ امرائے کبار میں سے ایک امیر شہید ہو جائے گا - تیسرے روز کے بعد[1] مغل فوج آراستہ ہو کر میدان میں نکلی - ہیمو بھی فوجوں کو لیے اور ہاتھیوں کو اسلحہ میں غرق کیے نبرد گاہ میں پہنچ گیا[2] اور اس لیے کہ ساری فوجوں کو دیکھ سکے خود ایک بڑے ہاتھی پر سوار ہوا[3] اور طلائی جھنڈوں کو بلند کیے نمودار ہوا - شاہ بداغ خان اور شاہ ابوالمعالی چھ ہزار سواروں کے ساتھ[4] تمک بستہ * ہو کر پانی پت کے بائیں جانب سے گزرتے ہوئے ہیمو کی فوجوں کے عقب میں جا پہنچے - بیرم خان نے شہزادہ اکبر میرزا کا خاص خیمہ ایک بلند جگہ پر نصب کیا[5] - تین ہزار سوار ان کی حفاظت کے لیے چھوڑے اور کار ساز نصرت بخش کی نصرت پر تکیہ کرتے ہوئے جنگ کے لیے آگے بڑھا - ہیمو بھی لشکر اور ہاتھیوں کے زعم میں آگے بڑھا اور زبردست جنگ کے بعد مغلوں کی فوجوں کو تتر بتر کر دیا[6] -

---

۱ - نسخہ ج میں ''ہماری جانب ہے - تیسرے دن کے بعد''

۲ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''الغرض دو تین روز کے بعد ہیمو جنگ کے لیے تیار ہو کر سر میدان آیا فوجیں آراستہ کیں''

۳ - نسخہ ج میں ''خود فوج پر نظر رکھنے کے لیے ایک بڑے ہاتھی پر سوار ہو گیا''

۴ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''شاہ ابوالمعالی چھ ہزار سواروں کے ساتھ''

۵ - دونوں نسخوں الف اور ب میں ''بیرم خان نے بھی خانوادۂ چغتائی کے ہمراہ میمنہ و میسرہ کو مرتب کر کے جنگ کے لیے صف بندی کی''

۶ - منتخب التواریخ (جلد دوم ، صفحہ ۱۵) میں لکھا ہے ''۱۰ ماہ محرم الحرام سنہ ۹۶۴ ھ جمعے کی صبح کو عاشورہ کے دن امرائے بزرگ اور ہیمو کی فوجوں کے درمیان جدال و قتال کا آغاز ہوا''

* - تمک : یہاں پر بمعنی صف ہے - شاید یہ ترکی لفظ ہے اور تمنگ کا مخفف ہے بمعنی زور ، کوچ اور قوت - دیکھیے : لیکسی کون پرسیکو لاٹینم مصنفہ ویلیرس ، مطبوعہ سنہ ۱۸۵۵ ، جلد اول ، صفحہ ۴۶۲

سروں کے ڈھیر لگ گئے اور خون کی ندیاں جاری ہو گئیں ۔ وہ مغل لشکر پر غالب آ گیا ۔ چونکہ اکبر کی خوشبختی کا ستارہ رو بہ بلندی تھا ، اچانک تیر قضا ہیمو کی پیشانی میں جا لگا[۱] ۔ اس نے اپنے فیل بان سے کہا کہ اس ہاتھی کو میدان جنگ سے باہر لے آ[۲] ۔ جب اس کا ہاتھی مڑا تو افغان سمجھے اس نے راہ فرار اختیار کر لی ہے ۔ سب اس کے پاس آ گئے[۳] اور اس کا حال دیکھ کر[۴] ادھر ادھر بکھر

---

۱ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''ایک تیر قضائے الٰہی سے پیشانی میں''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''ہیمو کو لگا ۔ جب ہیمو نے اپنا یہ حال دیکھا تو فیل بان کو اشارہ کیا ہاتھی کو یہاں سے باہر نکال لو''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''سب جمع ہو گئے''

۴ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''جب انہوں نے اس کی یہ حالت دیکھی ۔ چونکہ نمک حرامی اچھا پھل نہیں دیتی اس کو شکست عظیم ہوئی ۔ البتہ شاہ ابو المعالی ، جو امرائے کبار میں سے تھے ، اس روز شہادت پا گئے'' لیکن اکبر نامہ (جلد دوم ، صفحہ ۲۰۷) میں جلوس سعادت قرین شہنشاہی کے نویں سال یعنی سنہ ۹۷۱ ھ کے واقعات کے تحت لکھا ہے ''میرزا سلیمان نے حکم دیا جس کی بنا پر اس نمک حرام اور نا شکرے (شاہ ابو المعالی) سے ، ارمزد کے دن یعنی یکم خرداد ماہ الٰہی بمطابق عید رمضان ، اس کے گلے میں کمند مکافات ڈال کر ، قصاص لیا گیا ۔ اس کے جسد ناپاک کو بعض عزیزوں کی سفارش پر غفران پناہ خالزادہ بیگم اور مہدی خواجہ کے مرقد کے پاس دفن کر دیا گیا'' اور مآثر الامراء (جلد سوم ، صفحات ۱۸۶-۱۹۱) میں ، جس میں میر شاہ ابو المعالی کے حالات بتفصیل بیان کیے گئے ہیں ، مذکور ہے : ''عید الفطر کے دن کابل میں اس سال (۹۷۱) اس کو گلے میں پھندا ڈال کر قتل کیا گیا'' اور منتخب اللباب (جلد اول ، صفحہ ۱۶۳) میں بھی یونہی مذکور ہے ۔ لہٰذا نسخہ الف اور ب میں جو کچھ لکھا گیا ہے صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ واللہ اعلم بالصواب

گئے ۔ الغرض جب شاہ قلی کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس ہاتھی کے پاس جا پہنچا[1] اور اسی حالت میں اسے بیرم خان کے حضور لے آیا[2] جس نے سجدات شکر ادا کرنے کے بعد ہیمو کو ہاتھی سے اتارا اور اسے دست بستہ بادشاہ جوان بخت اور فرخندہ طالع کے حضور میں پیش کرتے ہوئے[3] عرض کیا کہ چونکہ یہ پہلی فتح ہے اس لیے بادشاہ سلامت اپنے دست مبارک سے اس کافر پر تلوار چلائیں[4] ۔ بادشاہ نے اس پر تلوار کا ہاتھ مار کر اس کا سر گردن سے جدا کردیا[5] اور ابو المظفر جلال الدین

---

۱ ۔ اکبر نامہ (جلد دوم ، صفحہ ۴۰) میں ''اس وقت شاہ قلی محرم کچھ جنگجو اور دلاور سپاہیوں کے ساتھ اس ہاتھی ، جس پر ہیمو سوار تھا ، کے پاس پہنچ گیا لیکن چونکہ نہیں جانتا تھا کہ اس پر ہیمو سوار ہے ، اس نے ارادہ کیا کہ فیل بان کو مار ڈالے مگر اس بیچارے نے جان کے خوف سے اپنے آقا کے بارے میں بتا دیا ۔ ۔۔ اس ہاتھی کو دیگر ہاتھیوں سے جدا کر کے میدان کار زار سے ایک طرف لے آئے''

۲ ۔ نسخہ ج میں ''مغل فوج اس کے پاس پہنچ گئی اور اسے ہاتھی پر سوار حالت میں بیرم خان کے حضور لے آئے ۔ بیرم خان نے اسے ہاتھی سے اتارا''۔ مخزن افغانی نمبر ۱۰۰ صفحہ ۱۱۰ ب) میں مذکور ہے ''شاہ قلی خان نے ہاتھی کو آگے بڑھا کر بادشاہ کے حضور ہیمو کو اتارا اور نظر اشرف سے گزارا ۔ اس خدمت کے صلے میں پنج ہزاری منصب کے علاوہ علم و توغ و نقارہ اور مقام امیری حاصل کیا''

۳ ۔ نسخہ ج میں ''اسے باندھ کر بادشاہ کامگار کے حضور لے آئے''

۴ ۔ نسخہ ج میں ''پہلی فتح ہے اس لیے بادشاہ سلامت اپنے ہاتھوں سے اس ملعون پر تلوار چلائیں''

۵ ۔ دونوں نسخوں الف اور ب میں ''کافر پر چلائیں یہاں تک کہ اپنے دست مبارک سے اس پر تلوار کا وار کر کے انہوں نے سر اس کے تن ناپاک سے جدا کر دیا''

دونوں نسخے (الف اور ب) جملہ مذکورہ پر ختم ہو جاتے ہیں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

محمد اکبر بادشاہ کا خطاب اختیار کر کے امراء سے فرمایا کہ اس کا

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

اور اس کے بعد جو کچھ لکھا گیا ہے نسخہ ج سے ہے۔ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ جلال الدین محمد اکبر نے اپنے ہاتھ سے ہیمو کو قتل کیا اور مخزن افغانی (نمبر ۱۰۰، صفحہ ۱۱۰ ب) میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ بادشاہ اکبر نے اپنے ہاتھ سے ہیمو کو قتل کیا۔ کتاب مذکور میں لکھا ہے "جب ہیمو کو حضور میں لائے کچھ جان اس میں باقی تھی۔ عرش آشیانی نے خاص طور پر جہاد کی نیت سے اپنے ہاتھ سے تلوار کا وار کر کے ہیمو کا سر اس کے تن ناپاک سے جدا کر دیا اور خطاب غازی سے مخاطب ہوئے"

ونسنٹ سمتھ (Vincent. Smith) اپنی کتاب "اکبر دی گریٹ مغل" (صفحہ ۳۹) اور نیز اپنے مقالہ، جو اس نے مجلہ ایشیاٹک سوسائٹی (جلد ۱٦، صفحات ۵۲۷-۵۳۵) میں لکھا ہے، قتل ہیمو کے بارے میں مضمون تحریر کیا ہے، کہتا ہے کہ شہنشاہ اکبر نے خود اپنے ہاتھ سے ہیمو کو قتل کیا۔ ونسنٹ سمتھ نے جرنل کے نوٹ (۲) صفحہ ۵۲۷ پر لکھا ہے کہ لفظ ہیمو 'ن' کے بغیر ہے ہیم کے معنی ہیں سونا۔ چونکہ وہ بقال تھا اس لیے شاید اس کا نام ہیمو ہو گیا

ای لیتھ برج (E. Leth Bridge)، جس نے جوہنس دی لیت (Johannes De Lact) کی تحریر کا ترجمہ لاطینی زبان سے انگریزی میں کیا ہے اور جس کی تحریر کا عنوان ہے "فریگ منٹ آف انڈین ہسٹری" اور جو کلکتہ ریویو (Calcutta Review) جلد ۵۷، ۱۸۷۳ء صفحات ۱۷۰-۲۰۲ میں چھپا ہے، صفحہ ۱۷۹ پر لکھتا ہے کہ اکبر نے ہیمو کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ دی لیت (De Laet) لاطینی زبان میں اپنی کتاب موسوم بہ "دی امپیریو میگنی موگولس سیو انڈیا ویرا" (De Imperio Magni Mogolis Sive India Vera, Lugduni Batavarum, Elzevir 1631. pp. 174-181) مطبوعہ لوگدن بٹیوبرم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

الزیور ساز و سامان یک جا کریں - انہوں نے جتنے ہاتھی ،گھوڑے ، خیمے

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

سنہ ۱۶۳۱ء صفحات ۱۸۱-۱۷۸ میں لکھتا ہے کہ اکبر نے علی قلی خان کی درخواست پر ہیمو کا سر تلوار سے اس کے بدن سے جدا کیا اور دہلی دروازے پر نصب کر دیا ۔

پروفیسر شو کمار رائے (Prof. Shiv Kumar Ray) نے ڈھا کہ یونیورسٹی سٹڈیز (The Dacca University Studies) (جلد اول ، ماہ نومبر ، سنہ ۱۹۳۵ء نمبر ۱ صفحات ۱۰۱-۶۷) میں قتل ہیمو پر جو مضمون لکھا ہے اس میں بھی ان کا خیال یہی ہے کہ اکبر نے اپنے ہاتھ سے ہیمو کو قتل کیا لیکن دوسری معتبر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیمو کو بیرم خان نے قتل کیا ۔ طبقات اکبری (جلد دوم ، صفحہ ۱۳۲) میں مذکور ہے کہ "خانخانان بیرم خان نے اپنے ہاتھ سے ہیمو کو قتل کیا"۔ منتخب التواریخ (جلد دوم ، صفحہ ۱۶) میں لکھا ہے ''شیخ گدائی کمبوہ اور کچھ لوگوں نے شہنشاہ سے کہا چونکہ یہ جہاد اول ہے آپ کو بنفس نفیس اپنی تلوار کی دھار کو آزمانا چاہیے کیونکہ اس کا بڑا ثواب ہے ۔ فرمایا : اس کو جو اس وقت مردہ ہے کیا ماروں ۔ ہاں البتہ اس میں کوئی حس اور حرکت باقی ہوتی تو تیغ آزمائی کرتا ۔ سب سے پہلے خانخانان نے جہاد کی نیت سے اس پر تلوار کا ہاتھ مارا ۔ اس کے بعد شیخ گدائی اور دوسروں نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ مثل سچ ثابت ہوئی ''جو جلانے کے قابل ہو اس کو مارنے سے کیا فائدہ ؟''

مآثر رحیمی (جلد اول ، صفحہ ۶۵۲) میں لکھا ہے ''خان خانان نے درخواست کی کہ شہنشاہ ہیمو کو اپنے ہاتھ سے ٹھکانے لگائیں اور بذریعہ جہاد ثواب کی سیڑھی پر چڑھیں لیکن ان کی عالی ہمتی نے ایک قیدی کو قتل کرنے سے ابا کیا ۔ جب خان خانان نے دیکھا کہ حضرت شہنشاہی ایسا کرنے میں متامل ہیں تو خود اس

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

اور خزانے تھے سب کو خالصہ میں داخل کر دیا ۔ پھر وہ خوشی کے

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

ثواب کو حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور دنیا کو اس کی ناپاک ہستی سے پاک کر دیا"

خلاصۃالتواریخ (صفحہ ۳۴۰) میں لکھا ہے "بعض امراء نے التماس کی کہ آنحضرت اپنے دست مبارک سے بقصد غزا اور بغرض حصول ثواب اس (مقہور) پر تلوار چلائیں ۔ فرمایا : اپنی تلوار کو ایک قیدی کے خون سے آلودہ کرنا آئین مردانگی کے خلاف ہے ۔ اس وقت بیرم خان نے حضرت اقدس کی صوابدید کو مد نظر رکھتے ہوئے عرض کیا :

"چہ حاجت تیغ شاہی را بخون ہر کس آلودن
تو بنشین و اشارت کن بچشم و یا بابروئی"*

* ۔ تیغ شاہی کو ہر کسی کے خون سے آلودہ کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟ ۔ تو بیٹھا رہ اور فقط آنکھ یا ابرو سے اشارہ کر دے" ... (آ ا)

یہ کہا اور آگے بڑھ کر صمصام خون آشام سے اس کے بدن کو اس کے ناپاک سر کے بوجھ سے جدا کر دیا اور ہندوستان کو اس کے وجود عصیان آلود کے خس و خاشاک سے پاک کر دیا ۔ اس کا سر کابل اور بدن دہلی بھیجا گیا جہاں اسے تختۂ دار پر کھینچا گیا

اکبر نامہ (جلد دوم ، صفحہ ۳۱) میں لکھا ہے "بیرم خان ، خان خانان ، نے حضرت شاہنشاہی سے التماس کی کہ اس سرمایۂ فساد کو اپنے مقدس ہاتھ سے ہٹائیں اور بوسیلۂ غزا مدارج ثواب و جزا کسب فرمائیں ۔ آپ نے زبان حقائق ترجمان سے فرمایا کہ بلند ہمتی اجازت نہیں دیتی کہ ایک قیدی کو قتل کروں اور بے شک حضرت احدیت کی بارگاہ معدلت میں بھی ایسے کاموں کا کوئی ثواب نہیں ملتا ۔ ہر چند دولت خواہان سادہ لوح نے بہت زیادہ اصرار کیا مگر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

شادیانے بجاتے ہوئے پایہ٭ تخت دہلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ بعض امراء

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

شہنشاہ نے مطلق توجہ نہ دی۔ آخر بیرم خان نے ––– خود اس ثواب موہوم کے حصول کا ارادہ کیا اور اپنی شمشیر آبدار سے دلہا کو اس کے لوث ہستی سے پاک کر دیا"

توزک جہانگیری (صفحہ ۱۷) میں "اتفاقاً شاہ قلی خان محرم کچھ دلاوروں کے ساتھ اس ہاتھی کے پاس پہنچ گیا جس پر ہیمو زخمی حالت میں بیٹھا تھا۔ چاہتے تھے کہ فیلبان کو تیر ماریں۔ اس نے فریاد کی مجھے نہ ماریئے کیونکہ اس ہاتھی پر ہیمو بیٹھا ہے۔ وہ اسے فوراً حضرت عرش آشیانی کے پاس لے آئے۔ بیرم خان نے عرض کیا: "مناسب ہوگا کہ حضرت اپنے دست مبارک سے اس کافر پر تلوار چلائیں اور جہاد کا ثواب کمائیں تا کہ فرامین کے طغرا میں لفظ غازی اسم مبارک کا جزو ہو جائے؟۔ فرمایا کہ میں اسے اس سے پہلے ہی پارہ پارہ کر چکا ہوں۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میں کابل میں خواجہ عبدالصمد شیریں قلم کے پاس تصویر بنانے کی مشق کر رہا تھا۔ ایک صورت میرے مو قلم میں آئی جس کے اجزاء ایک دوسرے سے جدا جدا اور الگ الگ تھے۔ جو لوگ پاس تھے ان میں سے ایک نے پوچھا یہ تصویر کس کی ہے۔ میری زبان پر آیا "ہیمو کی"۔ لہٰذا انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اس کے خون سے آلودہ نہ کیا اور خدمتگاروں میں سے ایک کو حکم دیا کہ اس کی گردن مار دیں"۔ اکبر نامہ (جلد دوم، صفحہ ۴۴) میں بھی ہیمو کی تصویر کشی کا یہ واقعہ، جیسا کہ توزک جہانگیری میں ہے، بیان ہوا ہے۔

تاریخ فرشتہ (جلد اول، صفحہ ۴۶۵) میں ہے "شاہ قلی خان نے جب ہیمو بقال کو بادشاہ کے سامنے، جو دو تین کوس کے فاصلے پر پیچھے پیچھے آ رہے تھے، پیش کیا تو بیرم خان نے التماس کی کہ اگر بادشاہ جہاد کے ارادہ سے اس کافر ازلی پر شمشیر چلائیں تو یہ جہاد اکبر ہوگا۔ آنحضرت نے تلوار کی نوک اس کے سر سے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کو پہلے سے روانہ فرمایا تا کہ دہلی میں داخل ہو جائیں ۔ جب ہیمو

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

چھوٹی اور لقب غازی سے ملقب ہوئے ۔ پھر بیرم خان نے اپنے ہاتھ سے اس کی گردن مار کر اس کا سر کابل اور جسد دہلی بھیج دیا ۔ پانچ ہزار سے زیادہ ہاتھی فتحمند لشکر کے ہاتھ آئے اور دہلی تشریف لائے جہاں سے ملا پیر محمد خان شروانی کو ، جو کہ بیرم خان ترکمان کا وکیل تھا ، میوات کی طرف بھیجا تا کہ ہیمو بقال کے اہل و عیال اور خزانے ، لے آئے ۔ اس نے بہت سے افغانوں کو ، جو وہاں تھے ، قتل کر دیا''

منتخب‌اللباب (جلد اول ، صفحہ ۱۳۴) میں لکھا ہے ''خان خانان نے ہیمو کو دست بستہ لا کر عرش آشیانی کے حضور حاضر کرتے ہوئے التماس کی کہ دست مبارک سے جہاد کا ثواب حاصل کرنے کی غرض سے تلوار اس کافر منحوس کے سر پر ماریں ۔ اس کے بعد خان خانان نے (خود) اس اجل رسیدہ کا کام تمام کر دیا''

تاریخ اسلمی (جلد چہارم ، نسخہ خطی سوسائٹی ، نمبر ۱۱۱ ، ۲۲۹ھ ، صفحہ ۲۰۰ ب) میں ہے ''ہیمو نے دہلی میں تردی بیگ خان سے ، جو افواج قاہرہ کے امراء میں شامل تھا ، جنگ کی اور اس پر غالب آیا اور آخرکار بندگان حضرت شاہی کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور عدلی لواح چنار میں محمد خان کے بیٹے کے ساتھ ، جس نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری کر رکھا تھا اور سلطان بہادر کہلاتا تھا ، پہنچا اور قتل ہو گیا ۔ یوں دولت افاغنہ ختم ہوئی اور حضرت شہنشاہی کی عظمت و شوکت نے ہندوستان کے وسیع ممالک کا احاطہ کر لیا ۔ عدلی کے ایام حکومت تین سال تھے''

انسائیکلو پیڈیا آف انڈیا مصنفہ سرجن جنرل ایڈورڈ بالفور (Surgeon-General Edward Balfour) ، مطبوعہ لندن ، ۱۸۸۵ء کی جلد سوم (صفحہ ۱۱۳) میں لکھا ہے ''اکبر نے پانی پت میں ہیمو سے جنگ کی اور اسے شکست دی ۔ ہیمو کو گرفتار کر کے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کے قتل کی خبر عادل شاہ کو پہنچی تو وہ بنگال کی طرف بھاگ کھڑا

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

اکبر کے خیمے میں لائے اور بیرم خان نے ۵ نومبر ۱۵۵۶ء کو تلوار مار کر ھیمو کا سر تن سے جدا کر دیا ۔

ہسٹری آف انڈیا مصنفہ ایلیٹ (جلد پنجم ، صفحہ ۶۶ نوٹ ۱) میں لکھا ہے "تاریخ داؤدی اور بہت سی تاریخی کتب میں تحریر ہے کہ شہنشاہ اکبر نے ھیمو کی گردن مارنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ بڑا رحم دل تھا ۔ اس لیے گمان غالب یہ ہے کہ یہ قتل اس کے ہاتھ سے نہیں ہوا"۔

گراف ایف ۔ اے ون نوئر (Graf F. A. Von Noer) اپنی کتاب میں ، جو کہ شہنشاہ اکبر کے بارہ میں جرمن زبان میں لکھی گئی ، جس کا نام اس نے "قیصر اکبر" (Kaisar Akbar) رکھا اور جو لائیڈن میں ۱۸۸۱ء میں دو جلدوں میں طبع ہوئی ، جلد اول (صفحات ۱۱۶ - ۱۱۵) میں لکھتا ہے "بیرم خان نے خورد سال شہزادے سے عرض کیا کہ ھیمو کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں اور غازی کا خطاب حاصل کریں لیکن رحمدل شہزادہ راضی نہ ہوا اور کہنے لگا : "تلوار کو ایک قیدی کے خون سے ، جو کہ ادھ موا ہے ، آلودہ کرنا آئین جواں مردی سے بعید ہے"۔ لہٰذا بیرم خان نے اپنے ہاتھ سے ھیمو کو قتل کر دیا"

انتی ۔ ایس ۔ بیورج (Annete S. Beveridge) نے بھی ، جس نے دو جلدوں میں مذکورہ کتاب کا بزبان انگریزی ترجمہ کیا اور جو ۱۸۹۰ء میں کلکتہ میں طبع ہوئی ، (جلد اول ، صفحہ ۷۲) لکھا ہے کہ بیرم خان نے اپنے ہاتھ سے ھیمو کو قتل کیا

الفنسٹن (Elphinston) نے تاریخ ہندوستان میں ، جو کہ انگریزی زبان میں لکھی گئی ہے ، صفحہ ۴۹۶ پر لکھا ہے کہ بیرم خان نے ھیمو کو قتل کیا ۔

اس ناچیز کا بھی یہی خیال ہے کہ ھیمو کا قتل بیرم خان ہی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

ہوا ، جہاں دوران راہ اسے راجہ رور دیو نے قتل کر دیا[1] -

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

کے ہاتھوں ہوا - بیرم خان کی مجال نہ تھی کہ شہنشاہ اکبر کی مرضی معلوم کیے بغیر کسی مجرم کو سزا دے یا قتل کرے - لہٰذا اول شہنشاہ اکبر کی خدمت میں درخواست کی کہ ہیمو کو اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں لیکن چونکہ شہنشاہ عطوفت پناہ نے اس کے قتل سے انکار کر دیا ، بیرم خان نے خود ہیمو کو قتل کر دیا - پچھلے صفحات (۳۳۵ - ۳۵۴) میں ذکر آ چکا ہے کہ جب شہنشاہ اکبر کو معلوم ہو گیا کہ تردی خان نے میدان جنگ میں مغلوں کا ساتھ نہیں دیا جس کی وجہ سے مغلوں کی فوجوں نے شکست کھائی ، اس کے باوجود اس نے تردی خان کا قتل روا نہیں سمجھا لیکن بیرم خان نے ، جب شہنشاہ شکار کے لیے گیا ہوا تھا ، تردی خان کو اپنے گھر بلا کر قتل کرا دیا اور جب شہنشاہ اکبر شکار سے واپس آیا تو عرض کیا : ''بندہ کو یقین تھا کہ آنحضرت ، باوجود اس بہت بڑے گناہ کے جو تردی خان سے سرزد ہوا ، حد درجہ مہربانی کے باعث ، اس کے قتل کا حکم صادر کرنے میں تأمل فرمائیں گے - لہٰذا حکم اقدس کے بغیر میں نے اسے مار ڈالا ہے'' - پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ عطوفت پناہ و رحمدل نے ہیمو کو ہرگز اپنے ہاتھ سے قتل نہیں کیا اور بیرم خان کی درخواست کو شرف قبولیت نہیں بخشا اور فرمایا کہ اپنی تلوار کو ایک قیدی کے خون سے ، جو زخموں سے جان بلب ہے ، آلودہ کرنا آئین مردانگی سے بعید ہے -

ابوالفضل نے اکبر نامہ (جلد دوم ، صفحہ ۴۲) میں ہیمو کے قتل پر اظہار افسوس کیا ہے اور لکھا ہے ''کاش کہ آنحضرت خیمے سے نکل کر توجہ فرماتے یا کوئی حوصلہ مند اور دور اندیش شخص درگاہ میں ہوتا جو اسے قید خانے میں رکھ کر بارگاہ اقبال کی ملازمت کے لیے تیار کرتا - سچ تو یہ ہے کہ بڑا قابل اور بلند ہمت نوکر تھا اور اگر ایسی بزرگ شخصیت کی تربیت پا لیتا تو

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

رایات جاہ و جلال فتح و فیروزی کے ساتھ (دہلی میں) داخل ہو گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

"بحمد اللہ کہ از عون الٰہی
بپایان آمد این "تاریخ شاہی"

نوشتم از قلم زیبا نگاری
نشان خود ز بہر یادگاری"

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)

کیسے کیسے بڑے کام ہوتے جو اس سے ظہور پذیر نہ ہوتے" یورپ کے بعض مؤرخوں نے تاریخ احمد یادگار کے اس بیان کی بنا پر غلط نتیجہ اخذ کیا کہ شہنشاہ اکبر اس فعل کا مرتکب ہوا۔ احمد یادگار نے ابوالمظفر داؤد شاہ کرانی کے حکم سے سلاطین افاغنہ کے حالات کے بارہ میں یہ تاریخ لکھی ہے اور اس کتاب میں سلاطین مغل کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے حسب الحکم لکھا ہے وگرنہ کتاب کا اصل مقصد افغان بادشاہوں کے حالات لکھنا تھا۔ احمد یادگار نے، جو کہ خود بھی افغان تھا، تعصب قومی کے باعث اس فعل کو شہنشاہ اکبر سے منسوب کیا۔ واللہ اعلم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۳)

۱۔ خلاصۃالتواریخ (صفحہ ۳۴۱) میں مرقوم ہے کہ "سلطان سکندر کو، جو کہ ہیمو بقال کے قتل ہو جانے اور عساکر اقبال کے فتح پانے کی خبر سے شکستہ بال اور افسردہ حال تھا، اس دوران میں معلوم ہوا کہ سلطان محمد عادل چنار گدہ (چنار نے گڑھ ؟) کے نواح میں مقیم ہے۔ خضر خان ولد سلطان محمد خان سور نے، جس نے اپنے نام کا سکہ اور خطبہ جاری اور سلطان بہادر کا خطاب اختیار کر رکھا تھا، اپنے باپ کے قتل کا انتقام لینے کے لیے، جو ہیمو کے ساتھ جنگ میں مارا گیا تھا، سلطان محمد عادل سے جنگ کی اور اس پر غالب

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

دو شنبہ بود از اختر بھین فال
بتاریخ چہارم ماہ شوال

"تمام آمد چنین زیبا نگارم
سن الف و برو پنجاہ و چارم"*

تمّ الکتاب بعون اللہ الوھّاب

(گذشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ)
آیا ۔ سلطان محمد عادل میدان جنگ میں مارا گیا اور افغانوں کا ہنگامہ یکبارگی سرد پڑ گیا" اور مخزن افغانی (صفحہ ۱۱۹ ب) میں ہے "عدلی اس خبر کو سننے کے بعد کچھ عرصہ قلعہ چنار کے مضافات میں مقیم رہا ۔ محمد خان کوریہ کے بیٹے نے ، جس کا نام خضر خان تھا ، گوالیار میں اپنے باپ کے قتل کی خبر سننے کے بعد گور میں اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا ، سکہ جاری کر کے اپنے لیے سلطان بہادر کا خطاب اپنایا اور ، اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے پوری تیاری کے بعد عدلی پر چڑھ آیا ۔ فریقین میں مڈ بھیڑ ہوئی تو بڑے گھمسان کا رن پڑا ۔ قضائے الٰہی سے عدلی کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا ۔ خضر خان فتحمند ہوا ۔ عدلی نے بھی اس جنگ میں بڑی ہمت اور مردانگی کا مظاہرہ کیا اور آخر کار درجہ شہادت کو پہنچا ۔ خضر خان بھی (جلد ہی) اللہ کو پیارا ہوا ۔ عدلی کی مدت سلطنت مجموعی طور پر تین سال تھی ۔ عدلی کی شہادت سے سلسلہ افاغنہ اختتام کو پہنچ گیا ۔

* ۔ "الحمد للہ کہ تائید ایزدی سے یہ "تاریخ شاہی" اپنے اختتام کو پہنچی ۔ میں نے اپنے قلم سے ایک حسین نقش لکھا ہے ، اپنی نشانی اور یادگار کے طور پر ۔ خوش قسمتی سے سوموار کا دن اور ماہ شوال کی چار تاریخ اور سنہ ۱۰۵۰ھ تھا جب ایسا حسین و جمیل نقش تمام ہوا" ... (آ ا)

فہرست اشخاص

فہرست اماکن

فہرست کتب

"تاریخ شاہی" کا یہ اردو ترجمہ معروف عالم اور صف اول کے ماہر اقبالیات جناب سید نذیر نیازی مرحوم نے کیا ہے۔ یہ مرحوم کی زندگی کا آخری علمی کارنامہ ہے اور ان کے دیگر علمی آثار کی طرح یہ ترجمہ بھی یادگار رہے گا۔ ترجمہ رواں اور سلیس انداز میں کیا گیا ہے، تاکہ مورخین کے ساتھ ساتھ عام قارئین بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔

ابھی یہ ترجمہ زیر طبع تھا کہ نیازی صاحب انتقال کر گئے، چنانچہ اس کے بعد اس تاریخ کے تمام طباعتی امور کی نگہداشت جانے پہچانے فارسی داں اور مورخ جناب ڈاکٹر آفتاب اصغر نے کی۔ انھوں نے نہ صرف ترجمے کی درستی کی، بلکہ ضروری مقامات پر انتہائی مفید حواشی بھی تحریر کیے۔ ان تمام اضافوں کے لیے انھوں نے "آ۔ا" کے مخففات استعمال کیے ہیں۔ یہ تمام اضافے ڈاکٹر موصوف کی ژرف نگاہی پر اور تاریخی مصادر پر ان کی مضبوط گرفت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

اردو ترجمے کے لیے جس فارسی متن کو بنیاد بنایا گیا ہے، وہ ہدایت حسین کا مرتبہ ہے اور یہ ۱۹۳۹ء میں ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال کلکتہ کی جانب سے شائع ہوا تھا۔